اردو ترجمہ

دُرِّ مختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد دوم

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل پاکستان چوک کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ والمنۃ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ اور فتاویٰ حنفیہ پر مشتمل

اُردو ترجمہ

دُرِّ المُختار

المَوسُومُ بِہٖ

غایۃ الاوطار

جلد دُوم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالےٰ

دُرِّ المختار اور اس کی مبسوط شرح فتاویٰ شامی یعنی ردّ المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماءِ کرام، مفتیانِ عظام اور خواص و عوام کیلئے ایک قیمتی سرمایہ

☆

ناشر

سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

نام کتاب ——— غایۃ الاوطار

جلد ——— دوم

مترجم ——— مولانا خرم علی و مولانا احسن صدیقی

طابع ——— حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت ——— ۷۱۴ صفحات

تعداد ——— چھ سو

سنہ طباعت ——— ۱۳۹۸ھ

بار دوم ——— ۱۴۰۶ھ

ناشر

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

فہرست مضامین دُرالمختار اُردو جلد دوم

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الاٰن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان

یہ کتاب ہے مسائل نکاح میں۔ نہیں کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانوں کے واسطے جو مشروع رہی ہو زمانِ آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے۔ یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہیں ان میں نسخ کو گنجایش نہیں۔ نکاح کو بعد حج کے اس واسطے بیان کیا کہ دونوں میں مال کی حاجت ہے۔ ہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ۔ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکورتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیہ۔ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے۔ یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اس عورت سے کہ نہیں روکتا اس کے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثیٰ مشکل جس کا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہیں نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتیں نکل گئیں اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصریؒ نے نکاح جنیہ کا گواہوں سے کذا فی القنیہ فصدًا خرج ما یفید الحل ضمنًا کشراء امۃ للتسری۔ یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ پہنچے۔ اس کا نام نکاح ہے۔ نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنًا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنالے کے واسطے یعنی وطی کے لیے۔ تو یہاں اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنًا ثابت ہے۔ تو اس حلت ضمنی کا شرع میں نکاح نام نہیں۔ وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردًا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازًا۔ اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عرب کے حقیقت ہے یعنی جماع میں اور مجاز ہے عقد میں۔ تو جہاں آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث میں خالی قرائن سے تو وہاں جماع مراد ہوگا۔ یعنی اس واسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف میں ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم۔ یعنی نہ جماع کرو تم جن سے تمھارے باپوں نے جماع کیا جماع عام ہے حلال ہو یا حرام۔ تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔ یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو حلال نہیں تا وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہے اول شوہر کا۔ اس آیت میں نکاح سے جماع مراد نہیں بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف۔ یہ قرینہ ہے کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں۔ اس واسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہیں، کیونکہ عورت مفعول ہے نہ فاعل اور ممکن اس سے عقد ہے نہ جماع کرنا۔ مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلاثہ شوہر اول پر جب حلال ہے کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے،

اوراس آیت سے فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ[1] سے ثابت ہے۔ نہ اس آیت سے **ویکون واجبًا عند التوقان۔** فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ و ہذا اذا ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع۔ اور ہوتا ہے نکاح واجب وقت غلبہ شہوت کے۔ پس اگر یقین ہو جائے زنا کا بدون نکاح کے تو نکاح فرض ہے۔ کذا فی النہایۃ۔ اور یہ وجوب اور فرضیت اس وقت ہے کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر۔ اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں تو اس کے ترک سے گناہ نہیں۔ کذا فی البدائع ویکون سنۃ موکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا وولدا حال الاعتدال ای القدرۃ علی وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ۔ اور ہوتا ہے نکاح سنت موکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار ہوگا اس کے ترک سے اور ثواب پاوے گا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہے حالت اعتدال میں یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہیں، سو اس کا نکاح بھی سنت موکدہ نہیں۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔ اور ترجیح دی نہر الفائق میں نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اس پر جو نکاح سے اعراض کرے۔ م صحیحین میں وارد ہے، حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح کرتا ہوں عورتوں سے، جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہیں لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہیں ہو سکتی، جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہے۔ اس واسطے کہ انکار اس حدیث میں تارک نکاح پر نہیں، بلکہ بے رغبت پر ہے اور واجب وہ ہے جس کے تارک پر انکار ہو۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہا لخوف الجور وان تیقنہ حرم۔ اور نکاح مکروہ ہے بسبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اس وقت نکاح حرام ہے۔ م محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا، یعنی نکاح مباح کو۔ نکاح مباح اس وقت ہوتا ہے جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبیٰ وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہے نکاح کو ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، جامع ترمذی میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور کرو نکاح کو مسجدوں میں اور دف بجاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہے اور اخفا خاصہ زنا ہے وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول والتزوج والنظر الیہا قبلہ۔ اور مستحب ہے ہونا نکاح کا مسجد میں اس واسطے کہ حدیث میں حکم ہے اور نکاح از قسم عبادت ہے مستحب ہے جمعہ کے دن بواسطہ عاقد ہوشیار اور متقی گواہوں کے تا کہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہ ہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو۔ اس واسطے کہ گواہوں کی عدالت امام شافعیؒ کے نزدیک شرط ہے اور مستحب ہے قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اس واسطے کہ حق تعالیٰ اس کے ادا کا ضامن ہے کذا فی البحر۔ اور مستحب ہے نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے تا کہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لے گا تو شاید افسوس کرے، سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اس وقت درست ہے جب طرف ثانی سے امید نکاح کر دینے کی ہو۔ تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہیں کہ ظاہر میں نکاح ہونا متصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا دونہ سنا وحسبا وعزا ومالا۔ اور مستحب ہے ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر میں اور حسب میں اور عزت میں اور مال میں، حسب فضائل آبائی کا نام ہے کذا فی القاموس جیسے علماء اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اس کی نظر میں ذلیل ہوگا۔ وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا۔ اور مستحب ہے ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق میں اور ادب میں اور پرہیزگاری میں اور حسن میں۔ م بحر الرائق میں کہا کہ مرد نکاح کرے اس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری میں مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد میں اکثر منتقل ہوتے ہیں اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نہ کرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لمبی دُبلی اور ٹھنگنی سے اور نہ بدخلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے

[1] حدیث عسیلہ یہ ہے کہ رفاعہ نے اپنی زوجہ کو طلاق مغلظہ دی تھی۔ اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر دوسرے شوہر کا نامرد ہونا بیان کیا، آپ نے فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں، آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا جب تک تو اس کا اور وہ تیرا عسیلہ نہ چکھے یعنی مزہ صحبت ۱۲

باوجود قدرت حرّہ کے اور نہ حرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیک بخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے اور فاسق سے نکاح نہ کرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح میں نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ. اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پہنچانا اس کے خاوند کے پاس، روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں، جب کوئی مفسدہ دینی نہ ہو جیسے اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور خوش طبعی سے کسی کو ذلیل کرنا یا بڑائی مارنا. م فقط زفاف لائق اختلاف کے نہیں کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجتماع ہے اس واسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد زفاف باعلان دف بجانے کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی. اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان میں رواج ہے کہ شب زفاف میں دُلہن کو دُلہا کے پاس پردے میں پہنچا کر عورتیں جھانکا کرتی ہیں سو بلاشبہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد ملتبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت. اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنی گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے قبول سے، درآں حالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے، اس واسطے کہ فعل ماضی خوبتر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانۂ حال کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے. اس واسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ ماضی کا معین ہوا. جیسے کوئی کہے نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت. اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کہے خواہ عورت. زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما له ای للمضی والاخری للاستقبال او الحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی. اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح ان دو لفظوں سے کہ ان میں ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنی استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کردے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کردے یا یوں کہے کہ تو میری جورو ہو جا. فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی. فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین. سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہیں بلکہ ضمناً دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کے واسطے یعنی جب زوجنی کہا تو در ضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کردے. پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس میں کہ میں نے نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت[رضا و رغبت ۱۲]. تو یہ قبول قائم ہو گیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہو گیا. وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر. اور بعضوں نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق میں. والثانی المضارع المبدوء بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال. اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر ہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتاء ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اس وقت نکاح منعقد ہو گا، جب متکلم استقبال کے معنی کا ارادہ نہ کرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدۂ نکاح ہو گا نہ القاع نکاح. وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح. اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے، میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہوں یا یوں کہے کہ میں آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اس واسطے نکاح صحیح ہو گا کہ مول چکانا نکاح میں جاری اور مروج نہیں. بخلاف بیع کے کہ وہاں فقط انا مشتری[میں خریدار ہوں ۱۲] یا جئتک مشتریا[تیرے پاس طلبگار ہو کر آیا ہوں ۱۲] سے، اور بعد اس کے بائع کے یوں کہنے سے کہ بعتک[میں نے تیرے ہاتھ بیچا ۱۲]، بیع منعقد نہیں ہوئی، جب تک اس کے بعد اشتریت[میں نے خریدا ۱۲] نہ کہے. اس واسطے کہ بیع میں مول چکانا اور قیمت ٹھہرانا مروج ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، وہل اعطیتنیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہے نکاح اس طرح بھی

جبکہ مرد کہے عورت کے باپ سے کہ کیا تو نے وہ عورت مجھ کو دی اور اس کا باپ کہے اعطیت یعنی دی . بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال نافع ہوئی استفہامی معنی کو یا مساومت کو . اور اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا ، ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المذہب ، اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو . سو اس نے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہو گیا . بنا بر مذہب مختار کے اس واسطے کہ یا عرسی قائم مقام انا اتزوجک کے ہے اور لبیک بمعنی اجیبک[1] اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اس واسطے نکاح منعقد ہو گیا . کذا فی حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہ ہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے . تعاطی یہ کہ باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اس نے مہر اس کو حوالہ کیا شاہدوں کے روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب ، اور نہیں منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے . بشرطیکہ شاہدوں کو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھ کر خواہ زبانی مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح غائب کی تحریر پر اعلام شاہدوں کا اس وقت ضرور ہے ، جب خط میں صیغہ امر کا نہ ہو یعنی لکھا ہو کر میں نے تجھ سے نکاح کیا ، اور اگر امر کا صیغہ اس طرح ہو کہ زوجنی نفسک یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے تو اس صورت توکیل میں عورت دونوں طرف کی متولی اور متصرف ہوگی . کذا فی فتح القدیر . تو اس صورت میں عورت کا یوں کہنا کہ زوجت نفسی منہ . یعنی میں نے اپنا نکاح اس کے ساتھ کر دیا ، قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اس وقت میں خط کا مضمون شاہدوں کو سنانا ضرور نہیں ، فقط لفظ قبول سنانا کافی ہے **یالاقرار علی المختار** . خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار بما ہو ثابت ولیس بانشاء ، اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے . کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہے . اس واسطے اقرار سے نکاح نہ ہوگا کہ اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشا نہیں حالانکہ نکاح میں انشا چاہیے **وقیل ان کان بحضرۃ الشہود صح** کما یصح بلفظ الجعل . اور بعضوں نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدوں کے حضور میں ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنی اس صورت میں اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہے جعل کے لفظ سے . م . منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدوں کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہوں کے ہوا تھا تو اس میں اختلاف ہے ، اصح یہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوئے نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا . مگر اس وقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدوں نے یوں کہا کہ جعلنا ہذا نکاحًا . یعنی ہم نے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر دونوں نے قبول کیا تو یہاں بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا . کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاءً وہو الاصح ذخیرۃ اور اقرار انشا قرار دیا گیا اور یہی اصح ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ سے منعقد ہوتا ہے اس واسطے اس کو انشا قرار دیا . **ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح** احتیاطًا خانیۃ بل لابد ان یضیفہ الی کلہا او مایعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرۃ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق ، اور نہیں منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ میں نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا ، مذہب اصح میں بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ حلت اور حرمت ایک ذات میں جمع ہوئی تو احتیاطًا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام بدن کی طرف یا اس عضو کی طرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہے فقہاء نے طلاق میں برخلاف اس کے یعنی یوں کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ میں نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت اصح طلاق نہیں واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی **واذا وصل الایجاب**

---

[1] یعنی ماناش نے تیرا پکارنا مرۃ بعد اخرٰی ۱۲

بالتسمیۃ للمھر کان من تمامہ ای الایجاب فلو قبل الاخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ ولو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے . سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہ ہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر . اگر آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہ ہوگا . ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ . اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے . اگر دونوں حاضر ہوں . اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہ ہوگا . کیونکہ مجلس ایک نہ رہی اور اگر کوئی غائب ہو اور اس نے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب اور قبول میں اتحاد مجلس ایسی شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے . مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جس کے شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا تکلم تک مقید ہے . مجلس بدلی اختیار گیا . وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المھر . اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہ ہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا . عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا . حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہٰذا عقد صحیح نہ ہوگا . کذا فی حاشیۃ المدنی . نعم یصح الحط . ہاں صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے . مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھ سے نکاح کیا . عورت نے کہا کہ میں نے پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا . گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اس میں سے پانچ سو کم کر ڈالے . اس صورت میں مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کزیادۃ قبلتہا[1] فی المجلس . مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے . جس کو عورت نے اسی مجلس میں قبول کیا . مثلاً عورت نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا . مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہو . وان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجئ . اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہ ہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا کل کے دن یا کہا . میں قبول کروں گا کل . اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہ ہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا . چنانچہ اس کا ذکر آوے گا . ولا المنکوحۃ مجھولۃ . اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہ ہو . جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اس نے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب جہالت کے . ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والھزل اذ لم یحتج الی نیۃ بہ یفتی . اور نہیں شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد میں جس میں قصد کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے اس واسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں اسی پر فتویٰ ہے ہم اس میں فقہا کو اختلاف ہے . بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے . کذا فی الدرر . اور بعضوں نے کہا قضاءً ضرور نہیں . دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں . اور بعضوں نے کہا . سب صحیح ہیں علم ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جس میں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق . تو اس میں علم ضرور نہیں . اس واسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اس میں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں . مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا . اگرچہ اس کا قصد متعلق نہیں . اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں . کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وانما یصح بلفظ تزویج و نکاح لانھما صریح وما عداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیک العین کاملۃ فلا یصح بالشرکۃ . اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے .

[1] اور ایک نسخہ میں قبلہا بصیغہ مذکر ہے ۱۲ منہ

اس واسطے کہ دونوں لفظ صریحًا اسی کے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہے سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہے اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہے جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اس واسطے کہ شرکت میں پوری تملیک نہیں **فی الحال** خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جس میں بالفعل کی قید نہیں جیسے کسی نے کہا کہ میں نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ تملیک فی الحال نہ ہوئی۔ اور وصیت بالفعل میں نکاح صحیح ہوگا **کہبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ**۔ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا۔ مثلاً اگر عورت کہے کہ میں نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھ کو ملک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہے بلفظ بیع سلم اور استیجار کے۔ سو اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہے جیسے یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہ ہے کہ نکاح نہ ہوگا کہ اس میں تملیک دائمی نہیں بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی **وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود**۔ اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنوں کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہوں ہبہ وغیرہ میں نیت کی حاجت اس واسطے ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں نکاح کے صریحًا نکاح کے واسطے موضوع نہیں جو محتاج نیت کے نہ ہوں **لا یصح بلفظ اجارۃ** براء او بزاء۔ نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے۔ اجارہ براء مہملہ ہو یا بزاء معجمہ ہو۔ لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ اس میں تملیک دائمی نہیں بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہے اور نکاح میں دوام مشروط ہے بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے اس واسطے نکاح نہیں منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کے واسطے موضوع نہیں **واعارۃ ووصیۃ ورہن وودیعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل**۔ اور نہیں صحیح ہے نکاح بلفظ اعارۃ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہیں، لیکن ایسے الفاظ سے شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے تو حد نہ ماری جاویگی اس کو جس نے ان الفاظ سے نکاح کیا۔ اس واسطے کہ حد شبہ پڑنے سے ٹل جاتی ہے اور اس صورت میں عورت کو مہر ملے گا جو کمتر ہو مہر مسمی سے، جس پر دونوں راضی ہو گئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہے مہر مثل سے تو مسمی ملے گا اور اگر مہر مثل کم ہے مسمی سے تو مہر مثل ملے گا۔ **وکذا تثبت بکل لفظ لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ** اور اسی طرح شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ سو اس کو یاد رکھنا چاہیے ظاہرا یہ مضمون مکرر ہو گیا۔ **وبالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا تلویح**۔ اور نہیں منعقد ہوتا نکاح ان الفاظ سے جن میں تصحیف واقع ہوئی۔ جیسے تجوزت بجائے تزوجت کے تصحیف لغت میں خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہیں اور یہاں مطلق خطا مراد ہے تصحیف ہو یا تحریف لفظوں کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج بمعنی جفت کو، روح بمعنی جان کہنا۔ اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہیں جیسے سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا۔ تصحیف اور تحریف سے اس واسطے نکاح منعقد نہیں ہوتا کہ اس کا صدور قصد صحیح سے نہیں بلکہ تبدیل اور تغییر ہے نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اس واسطے کہ تحریف اور تصحیف میں اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی میں حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہیں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں **کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود**۔ ہاں اگر اتفاق کر لیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور ان کا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اجماعی تکلم وضع جدید تو اس وقت میں غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر

فتویٰ دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے ، واما الطلاق فیقع بہا قضاء کما فی اوائل الاشباہ ۔ اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے رو برو۔ نہ بنا بر دیانت کے ، چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے اوائل میں اس کی تصریح ہے جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاطٍ احتراما للفروج ، اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہیں کہ ایجاب اور قبول لفظی اس میں شروط نہ ہو، تعاطی[۱] کے معنی سابق ہو چکے وشرط سماع کلٍ من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضا لھما، اور صحت نکاح میں شرط ہے سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہے صحت نکاح میں موجود ہونا دو شاہدوں کا اس واسطے کہ جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ زانی عورتیں وہ ہیں کہ اپنے نکاح بدون شاہدوں کے کر لیتی ہیں اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود، یعنی نکاح صحیح نہیں بدون شاہدوں کے اور جب دو شاہدوں کے رو برو نکاح ہوا تو ادنیٰ رتبہ اعلان کا ثابت ہوا۔ نکاح سِرّ اور نکاح مخفی اس کو نہ کہیں گے اس واسطے کہ دو شاہدوں سے زیادہ اعلان شرط نہیں ، اور اگر شاہدوں سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہیں ہوتا ، اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہ ہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدوں کے نزدیک تاکہ جہالت نہ رہے ۔ سو اگر منکوحہ مجلس عقد میں حاضر ہو تو اشارہ اس کی طرف کفایت کرتا ہے اور چہرہ کھول کر دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہے ، پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہاں وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہیں کہ جہالت مرتفع نہ ہوئی ۔ اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہاں بھی ضرور ہے اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہوں اور اس کو پہچانتے ہوں تو فقط اس کا نام لینا کفایت کرتا ہے اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہوں تو اس کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے ۔ کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ جو بعضے لوگوں میں معمول ہے کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہیں اور حالانکہ وہاں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہیں اس واسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہیں ہوتی تو ایسے مقام میں کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہیں سوائے اس کے کہ اس کو نکاح فضولی قرار دیجیے کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی حُرَّیْنِ او حُرٍّ وحُرَّتَیْنِ ، گواہ دو حر ہوں یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتیں تو غلاموں اور فقط عورتوں کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا ، مُکَلَّفَیْنِ دونوں عاقل اور بالغ ہوں تو لڑکوں اور دیوانوں کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا سَامِعَیْنِ مَعًا قولھما علی الاصح دونوں ساتھ ہی سامع ہوں ، عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے ۔ سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری مجلس میں دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہیں ۔ فَاہِمَیْنِ انہ نکاحٌ علی المذہب بحر دونوں گواہ سمجھتے ہوں کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر ۔ تو اگر ہندی گواہوں کے رو برو عربی یا فارسی میں ایجاب اور قبول ہوا اور ان کو نکاح ہونے کا فہم نہ ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مُسْلِمَیْنِ فِی نِکَاحِ مُسْلِمَۃٍ ولو فاسقین ۔ دونوں گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے عورت مسلمان کے نکاح میں اگرچہ فاسق ہوں ۔ اس واسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہیں ، او مَحْدُوْدَیْنِ فِی قَذْفٍ اَوْ اَعْمَیَیْنِ ، یا دونوں گواہوں پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونوں اندھے ہوں تو بھی گواہی درست ہے ۔ اَوْ ابْنَیِ الزَّوْجَیْنِ یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہوں ، جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انھیں زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہوں ، سو یہ دوسری صورت اس وقت واقع ہوگی ، جب زوجین میں کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو ، اور پھر دونوں

---

[۱] یعنی منہ سے کچھ لفظ نہ کہے اور مرد مثلاً مہر سامنے رکھ دے اور عورت اس کے ساتھ ہو لے ۱۲ ؂

نکاح ثانی کا ارادہ کریں او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بہما ای الابنین اِنِ ادَّعَی القَرِیبُ یا زوجین میں فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہوں اگرچہ نکاح نہیں ثابت ہوگا دونوں بیٹوں کی گواہی سے۔ اگر بیٹوں والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہوں یا فقط مرد کے دو بیٹے ہوں تو ان کی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا، لیکن اگر عورت کے دو بیٹوں کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اس کے بیٹوں کی گواہی سے قاضی کے روبرو اس کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اور اس صورت میں اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹوں کی گواہی سے اس کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹوں کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اور عورت کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا اس واسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہیں ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے۔ (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینہا (وان لم یثبت النکاح بہما مع انکارہ) جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیوں کے نزدیک گو دونوں ذمی عورت کے دین کے مخالف ہوں یعنی اگرچہ عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہوں یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیوں کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیوں کی گواہی سے دعویٰ اس کا ثابت نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہیں۔ والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ۔ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیوں کے نزدیک صحت شہادت میں یہ ہے کہ جو شخص مالک ہوسکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اس کے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا۔ مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو ان کا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ ان کو اپنی ذاتوں کا اختیار نہیں تو ان کی گواہی بھی درست نہیں (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدا حکما۔ امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کردے اس کی صغیرہ کا پھر نکاح کردیا اس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتوں کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اس واسطے کہ باپ کو اس صورت میں عاقد قرار دیا جائیگا حکماً یعنی جب باپ موجود ہوا اسی مجلس میں تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت میں باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتیں شاہد نکاح کی ہوگئیں تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا۔ والا لا۔ اور اگر باپ مجلس نکاح میں حاضر نہیں اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتوں کے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتیں حالانکہ ایک مرد یا دو عورتوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا۔ ولو زوج ابنتہ البالغۃ العاقلۃ بمحضر شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والالا۔ اور اگر نکاح کردیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اس کی بیٹی مجلس عقد میں موجود ہو، اس واسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائے گی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجائیں گے اور اگر اس کی بیٹی مجلس عقد میں حاضر نہ ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں باپ عاقد ہے شاہد نہیں، تو ایک شاہد سے نکاح نہ ہوگا۔ والاصل ان الآمر متی حضر جعل مباشرا، اور اصل قاعدہ مسائل امر میں یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاوے گا اور شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا، پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہوسکے گا۔ ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقدہ لئلا یشہد علی فعل نفسہ۔ پھر شہادت مامور کی اسی صورت میں مقبول ہوگی جب تک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اس وقت میں اس کی گواہی نہ درست ہوگی اس واسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہیں، ولو زوج المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یجز علی الظاہر۔ اور اگر نکاح کردیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اسی غلام اور شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے، اس واسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہیں کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے، ولو اذن لہ فعقد بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لایخفی۔ اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کرلینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور میں تو نکاح

صحیح ہوگا. اس واسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت میں عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے. تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونوں صورتوں میں ظاہر ہے. چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا (ولو قال رجل لآخر زوجتنی ابنتک فقال الآخر (زوجت او قال نعم) مجیبا له لم یکن نکاحا مالم یقبل الموجب بعده قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد. اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا میں نے نکاح کر دیا، یا جواب میں فقط ہاں کہا تو یہ نکاح نہ ہوگا. جب تک ایجاب کرنے والا اس کے بعد یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا. اس واسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہیں. سابق میں ہوچکا کہ بل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح میں نکاح صحیح ہوتا ہے کہ قبلت کہنے کی حاجت نہیں تو یہاں کیوں نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونوں صورتوں میں ہے. اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نہ رہا. بخلاف یہاں کے. کذا فی حاشیۃ المدنی. بخلاف زوجنی فانہ توکیل. برخلاف اس کے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور اس نے کہا کہ میں نے نکاح کر دیا تو بعد اس کے قبلت کہنے کی حاجت نہیں عقد کامل ہوگیا اس واسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اس نے اس کو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوجت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اس واسطے کہ نکاح میں ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہے بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہے (غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ) عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام میں بدوں حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہ ہوگا. بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہاں موجود نہیں تو نکاح نہ ہوگا اور اگر عورت وہاں موجود ہے تو وکیل کا چوکنا مضر نہیں کرتا نکاح میں. کہ اس کے موجود ہونے اور اسی کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے. وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح. اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام میں نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا. لیکن جب بیٹی مجلس عقد میں حاضر ہو اور اسی کی طرف اشارہ کرے کہ اس کا میں نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا. نام کی غلطی اس صورت میں مضر نہیں اس واسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے. ولو لہ بنتان واراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ. اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیاں ہوں اور اس نے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لے گیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیۃ. بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہ ہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسی کی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت میں نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا. چھوٹی کا اس واسطے صحیح نہ ہوگا کہ محل نکاح نہیں اور بڑی کا اس واسطے نہیں کہ اس کا نام مذکور نہ ہوا. کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب والولی بحضرتہم فصح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح. اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کر دیا باپ نے یا اور ولی نے ان کے حضور میں تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہو جائیں گے. اسی روایت پر فتویٰ ہے. کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل النکاح. ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے اس شرط پر کہ اس کی طلاق تیرے ہاتھ میں رہے تو اس صورت میں باپ کو طلاق کا اختیار نہ ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا. اس واسطے کہ اس میں طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ ان کا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلاً ہزار درم پر، سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر کر دیا تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا، موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے نہ مانے تو نکاح باطل ہوجاوے. ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد. پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ عورت کی

قربت کی تو بھی باقی رہے گا اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے میں اور باطل کر دینے میں، سو اگر صحیح رکھے گا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کرے گا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملے گا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا، اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا، اس واسطے کہ نکاح غیر نافذ جس کو نکاح موقوف کہتے ہیں نکاح فاسد کے برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف میں جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اس میں کمتر مہر ملتا ہے، تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر۔ نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہ ہوگا۔ بلکہ بعضوں نے یعنی ابوالقاسم صفار نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ کفر اس کا دو دلیلوں سے منقول ہے، اول یہ کہ اس نے حرام کو حلال جانا، اس واسطے کہ اللہ اور اس کے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیوں پر مخصوص کی ہے۔ اس کے سوا اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اس نے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو عالم غیب ثابت کیا، اور حالانکہ علم غیب حق تعالیٰ کو خاص[۱] ہے۔ واللہ اعلم۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔

فصل فی المحرمات

اس فصل میں بیان ہے محرمات کا یعنی وہ عورتیں جن کا نکاح مرد کو شرع میں درست نہیں، اسباب التحریم انواع۔ اسباب تحریم کے چند قسم ہیں یعنی تو ہیں قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتیں حرام ہیں، ماں، بیٹی، بہن، عمہ، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوش دامن اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو، رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اس کی لڑکیاں۔ جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنوں کو یا عورت اور اس کی عمہ یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنا، ملک پانچویں حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے، شرک چھٹی حرمت مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا، ادخال امۃ علی حرۃ ساتویں حرمت بی بی پر لونڈی لانا، یعنی زوجہ حرۃ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا۔ فھی سبعۃ ذکرھا المصنف بھذا الترتیب، یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے، وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرھما فی الرجعۃ، باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے۔ ان دو سببوں کو مصنف نے فصل رجعت میں مذکور کیا، تو نو سبب حرمت کے ہوگئے۔ اور محشیوں نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہیں جیسے لعان اور خنثیٰ مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان، مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا، اس واسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح میں غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہیں (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ وفرعہ) علا او نزل۔ حرام ہے نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا۔ اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی، پروتا پروتی، اور ناتن ناتی، پرناتن پرناتی وعلی ہذا القیاس (وبنت اخیہ) اور حرام ہے اپنی بھتیجی سے سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی، (واختہ) اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی (وبنتھا) اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی، ولو من زنا، اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہوں تو بھی حرام ہیں یعنی اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہیں یہ رشتے نکاح سے ہوں یا زنا سے (وعمتہ) اور اپنی پھوپھی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے۔ شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر میں لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہوجاتا

---

[۱] یہ دونوں دلیلیں پوچ ہیں اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ ناکح نے اللہ کی گواہی بحکم کفیٰ باللہ شہیدا نیت کی ہو اور رسول کی گواہی سے شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق اس شخص پر نہایت سختی ہے ۱۲۔

فھذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امھاتکم ،سو یہ ساتوں رشتے محرمات کے حرمت علیکم امھاتکم کی آیت میں مذکور ہیں. ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتھما الاشقاء وغیرھن ،اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت میں دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونوں کی خالہ سوائے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہیں حرمت میں سگی ہوں یا سوتیلی یا اخیافی، چنانچہ اس کا بیان ترجمہ میں مفصل ہو چکا. واما عمۃ[1] عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال. اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اس واسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں، تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولی نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اس واسطے کہ عمہ یہاں عبارت ہے باپ کی بہن سے. تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اس واسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اس کی بہن سالی ہوئی نانا کی، اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہیں اور اس کی خالہ یا مادری خالہ ہے، تو اس صورت میں خالہ کی خالہ حلال نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا ،شارح کا یوں کہنا مناسب تھا واما عمۃ العمۃ[2] لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہو جاتا ،کبنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ واحل لکم ماوراء ذالکم، چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کر دیا گیا تم پر سوائے اس کے. اول حق تعالیٰ نے محرمات کو ذکر فرمایا، پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو ان کی حلت صحت ثابت ہوگئی (وحرم) بالمصاھرۃ (بنت زوجتہ الموطؤۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ[3]. اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اس کو طلاق دی تو اس کی بیٹی سے نکاح درست ہے (وام زوجتہ) جداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح (وان لم توطأ زوجتہ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اس واسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی، جب تک جماع یا مساس وغیرہ نہ ہوا ہو، لما تقرر ان وطی الامھات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامھات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوش دامن کی حرمت بلا قید اس واسطے ہے کہ ثابت ہو چکا ہے شرع میں کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤں کو. چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف مصرح ہیں. ویدخل بنات الربیبۃ والربیب. اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف والمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف. اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے. تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہو گی اور اس کو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (وزوجۃ اصلہ) اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع ان سے کیا ہو یا نہ کیا (وفرعہ) مطلقا ولو بعیدا دخل بھا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی، اگرچہ شاخ بعید ہو، جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو. یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ اور باپ اور دادے پر حرام ہیں جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے. واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اس واسطے کہ دونوں میں خون کا میل نہیں. واحرم الکل مما مر

[1] یعنی اخیافی پھوپھی کی پھوپھی ۱۲ [2] یعنی عمہ اس پھوپھی کی جو ماں کی طرف سے ہے یعنی اخیافی بہن باپ کی ۱۲ [3] وہ لڑکی جو اول شوہر سے ہو. دوسرے شوہر کی ربیبہ کہلاتی ہے اور لڑکے کو ربیب کہتے ہیں. ہندی میں کدھیلا بولتے ہیں ۱۲

تحریمہ نسبا و مصاہرۃ رضاعا الا ما استثنی فی بابہ. اور حرام ہیں سب رشتے جن کی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہو چکی شیر خوارگی سے مگر جن کی حلت رضاعت سے مستثنیٰ ہے، چنانچہ اس کی تفصیل آگے آویگی، رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں. خلاصہ یہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیر خوار پر حرام ہیں اور شیر خوار کی طرف سے زوجین[1] اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں، چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہے. بیت از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ؛ وز جانب شیر خوار زوجان و فروع ؛ فروع تقع مغلطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جن کے جواب دینے میں خطا کا احتمال ہے. طلق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل تعود للاول بواحدۃ ام بثلث الجواب لا تعود الیہ ابدا لصیرورتہا علیہ ابنہ رضاعا. ایک مرد ہے جس نے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیر دار ہے اس مرد کے نطفے سے، پھر عدت کے بعد اس نے نکاح کیا کسی شیر خوار لڑکے سے سو اس نے اس کو دودھ پلایا تو حرام ہو گئی اس پر پھر اس نے اور مرد سے نکاح کیا تو اس نے عورت سے جماع کیا پھر اس نے اس کو طلاق بائن دی، سو یہ عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے. یعنی شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا، سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا. جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی ہے شوہر اول کی طرف اس واسطے کہ وہ زوجہ ہو گئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں ہو سکتی. شری امۃ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا. خرید کی اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اس کی وطی حلال نہیں، اگر اس کو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی. تزوج بکرا فوجدہا ثیبا وقالت ابوک فضنی صدقہا بانت بلا مہر والا لا. نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اس کو باکرہ نہ پایا. پھر اس نے پوچھا کہ کس نے تیرا ازالہ بکارت کیا. اس نے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا. سو اگر زوج نے اس کی تصدیق کی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا بدوں مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہ ہوا قصور عورت کا تھا کہ اس نے اول کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا، چاہے اس کو رکھے چاہے چھوڑ دے. **وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ**. اور بھی حرام ہے سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اس کی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں، اراد بالزنا الوطی الحرام. مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اس واسطے کہ نکاح فاسدہ کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفسا کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام، یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہ ہوئی. **واصل ممسوستہ بشہوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ** اور حرام ہے اصل اس عورت کی جس کو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو، اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کی مانع نہ ہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں، اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہیں کرتا **واصل ماستہ وناظرۃ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظرہ من زجاج او من ماء ہی فیہ**. اور حرام ہے اصل اس عورت کی جس نے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اس عورت کی اصل حرام ہے جس کی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا، گو شیشے سے دیکھا ہو یا اس پانی سے دیکھا ہو جس کے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہو اور اس کی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اس کی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی **وفروعہن مطلقا**. اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں، ویسے فروع بھی حرام ہیں، اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ

سوال و جواب لطیف

---

[1] یعنی شیر خوار اور اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ۱۲

سائل ہوں، والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما، اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی، اور مقدار شہوت کے مساس اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے، اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتویٰ ہے، کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ۔ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد میں یہ ہے کہ دل میں جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے، شیخ کے مانند میں جنین، اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہوگئے، وفی الجوہرۃ لا یشترط فی النظر لفرج تحریک آلتہ بہ یفتی، اور جوہرہ میں یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ۔ یہ حرمت مساس اور نظر کی اس وقت تک ہے جب تک انزال نہیں ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتویٰ دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اس واسطے ہوا کہ جب تک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اس واسطے اس کو قائم مقام جماع کے کر دیا ہے بخلاف انزال کے کہ اس وقت مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو، کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ، اور خلاصہ میں یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اس کی زوجہ کو اس پر حرام نہیں کر دیتا یعنی مصاہرت کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہیں ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہ ہوگی لیکن اگر وطی بالشبہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل[1] من مرآۃ و ماء لان المرئی مثالہ بالانعکاس لا ہو حرام، نہیں اصول اور فروع اس عورت کی جس کی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اس واسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ہذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ ولو ماضیا اما غیرہا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ۔ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی دبر مطلقا، یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو، اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب نہ ہو جیسے بڈھی بدشکل، اور اگر سوائے اس کے ہو، یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو تو اس کے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں، اگر کوئی سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہ ہو حالانکہ اس میں بھی مساس کامل موجود ہے، اس کا جواب بحر الرائق میں یوں دیا ہے کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو، اور مساس وغیرہ سے اس واسطے حرمت ثابت ہوتی کہ اس جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام میں اس کا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، وکما لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ۔ اور اسی طرح اگر مرد نے اس عورت سے جماع کیا جس کے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہوگئی، حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اس واسطے کہ تیقن نہیں اس بات کا کہ جماع قبل میں واقع ہوا یعنی جب دونوں مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا دبر میں نہ ہوا، اس صورت میں حرمت اس وقت ہوگی جب عورت اس سے حاملہ ہو جاوے۔ اس واسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے، بلا فرق بین زنا و نکاح، یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہیں اس میں زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہیں، فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت باخر جاز لہ، ای

---

[1] ایک نسخہ میں الداخل کے بعد اذا رآہ ہے ۱۲ و

للاول التزوج بنتها لعدم الاشتهاء، سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہیں پھر اس سے صحبت کی، پھر اس کو طلاق دی اور اس کی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر لے اس واسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلا شبہ حرام ہے اس واسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا، وکذا تشترط الشهوة فی الذكر فلو جامع غیر مراہق زوجة ابیه لم تحرم فتح، اور اسی طرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت ہو مرد میں بھی، سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہ ہوگی، کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے ہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے وَلَافَرْقَ فِيمَا ذُكِرَ بَيْنَ اللَّمْسِ وَالنَّظَرِ بِشَهْوَةٍ بَيْنَ عَمْدٍ وَنِسْيَانٍ وَخَطَاءٍ وَاِكْرَاهٍ۔ اور مسائل مذکورہ میں کچھ فرق نہیں مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہاں سب برابر ہیں، فلو ایقظ زوجته و ایقظته ہی لجماعها فمست یدہ بنتها المشتہاۃ او ید ہا ابنه حرمت الام ابدا فتح، سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے، پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو، بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے، اسی عورت سے بیٹا ہو یا اور سے تو ماں ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائے گی، کذا فی فتح القدیر، اس واسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمداً اور خطاءً دونوں برابر ہیں۔ قَبَّلَ اُمَّ امْرَأَتِهٖ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرہ، حُرِّمَتْ علیہ امرأته مالم یَظْهَرْ عَدَمُ الشَّهْوَةِ ولو علی الفم کما فهم فی الذخیرۃ، بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائے گی اس پر زوجہ اس کی جب تک شہوت نہ ہونا ظاہر نہ ہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو، چنانچہ ذخیرہ میں اس کا مصنف یوں ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہ ہوگی تو زوجہ حرام نہ ہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیوں نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اس میں شارح چوک گیا اس واسطے کہ جوہرہ میں عموم مذکور نہیں اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں میں مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی وَفِی الْمَسِّ لَاتُحَرَّمُ مالم تعلم الشَّهْوَةُ لان الاصل فی التقبیل الشهوة بخلاف المس۔ اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جب تک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل میں شہوت شرط نہ ہوئی اور مساس میں ہوئی، اس واسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے، بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے وَالْمُعَانَقَةُ كَالتَّقْبِيلِ وکذا القرص والعض بشهوة ولو لاجنبیة وتكفی الشهوة من احدهما۔ اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی، جب تک عدم شہوت ظاہر نہ ہو اور اسی طرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا، اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اس کو گلے لگایا یا اس کی چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اس کی بیٹی مرد پر حرام ہو جائیگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہ ہوگی تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دو میں سے ایک کی، یعنی ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں، ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی، تو حرمت ثابت ہو جائے گی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیۃ، اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہے، کذا فی البزازیۃ وفی القنیۃ قبل السکران بنته تحرم امها، اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں اس کی اس پر حرام ہوگئی وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة والوطی بها لایکون زنا۔ اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا، یہاں تک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہو سکتا ہے، اور

قربت کرنا اس حرمت میں زنا نہ ہوگا، یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کرے گا تو اس پر حد زنا کی نہ واجب ہوگی. کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر لفرج ابنتیہ بشھوۃ یوجب حرمت امرأتہ. خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اس کی زوجہ کو اس پر حرام کر دیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیھا عریانۃ فانتشر لھا ابوھا تحرم علیہ امھا. اور اسی طرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھوتے میں، پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہو جائے گی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوئی، کذا فی حاشیۃ المدنی۔ وبِنْتٌ سِنُّھَا دُوْنَ تِسْعٍ لَیْسَتْ بِمُشْتَھَاۃٍ بہ یفتیٰ، اور جو لڑکی کہ عمر اس کی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہیں یعنی لائق شہوت کے نہیں، اسی روایت پر فتویٰ ہے موٹی اور دبلی ہونے میں کچھ فرق نہیں، وَاِنْ اِدَّعَتِ الشَّھْوَۃَ فِی تَقْبِیْلِہٖ او تقبیلھا اِبْنَہٗ وَاَنْکَرَھَا الرجل فَھُوَ مُصَدَّقٌ لاھِیَ. اور اگر دعویٰ کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کی جائے گی نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا، یا یوں دعویٰ کیا کہ میں نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہو گی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی. اِلَّا اَنْ یَّقُوْمَ اِلَیْھَا مُنْتَشِرًا آلَتُہٗ فَیُعَانِقُھَا لِقَرِیْنَۃِ کِذْبِہٖ وَیَاْخُذُ ثَدْیَھَا اَوْ یَرْکَبُ مَعَھَا اَوْ یَمَسُّھَا عَلَی الفرج او یقبلھا علی الفم قالہ الحدادی، مگر شوہر کی تصدیق اس وقت نہ ہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی میں پھر اس کو گلے لگا دے، تصدیق شوہر کی اس واسطے نہ ہوگی کہ اس کے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اس کے ساتھ سوار ہو یا اس کی شرمگاہ کو مساس کرے یا اس کے منہ کا بوسہ لے، یہ کہا حدادی نے جوہرہ میں، یعنی ان صورتوں میں اگر مرد کہے کہ مجھ کو شہوت نہ تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی، حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائے گی، وفی الفتح یتراءی الحاق الخدین بالفم، اور فتح القدیر میں ہے کہ رائے میں آتا ہے ملانا دونوں رخساروں کا منہ کے ساتھ، یعنی قیاس میں یوں آتا ہے کہ رخساروں کا بوسہ لینا اور لبوں کا بوسہ لینا حکم میں برابر ہے۔ وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتھا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ اکذب ولو ھازلا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اس نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائے گی اور اس کے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کی جائے گی اگرچہ اس نے ہنسی سے کہا ہو، وَتُقْبَلُ الشَّھَادَۃُ عَلَی الْاِقْرَارِ بِاللَّمْسِ وَالتَّقْبِیْلِ عَنْ شَھْوَۃٍ. اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کی اقرار پر، یعنی مرد نے شاہدوں کے روبرو اقرار کیا کہ میں نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا، پھر جب زوجہ نے اس کا دعویٰ کیا تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت میں اس کے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائے گی، وکذا تقبل علی نفسِ اللَّمْسِ وَالتَّقْبِیْلِ والنظر الی ذکرہ او فرجھا عن شھوۃٍ فی المختارِ تجنیسٌ لان الشھوۃ مما یوقف علیھا فی الجملۃ بانتشار او آثار۔ اور اسی طرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر، بنا بر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس، اس واسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جس پر فی الجملہ اطلاع ہو سکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے۔ وحرم الجمع بین المحارِمِ نکاحًا ای عقدًا صحیحًا. اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتوں کا نکاح میں یعنی عقد صحیح میں جمع بین المحارم جیسے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہیں نسبی ہوں یا رضاعی، شارح نے عقد صحیح کی اس واسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد میں جمع حرام نہیں. جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اس کی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے. اس واسطے کہ نکاح فاسد میں وطی کرنا حلال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃٍ ولو من طلاقٍ بائنٍ. اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت میں اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو

یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت نہ ہو چکے تو اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہیں، وحرم الجمع وطئاً بملک یمین اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی میں بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف میں آئی تو اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی کو ساتھ تصرف میں نہ لائے بَیْنَ اِمْرَأتَیْنِ اَیَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَکَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْاُخْرٰی اَبَدًا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا ان دو عورتوں میں حرام ہے کہ ان دو میں سے جس کو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اس کو دوسری کبھی جیسے عورت اور اس کی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہ ہوگا، اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے۔ لحدیث مسلم لا تنکح المرأة علی عمتها وهو مشهور یصلح مخصصاً للکتاب، جمع کرنا دو عورتوں کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اس کی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے، یعنی ہر چند قرآن مجید میں سوائے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا نہیں منع ہے بلکہ عموم اُحِلَّ لکم ما وراء ذٰلکم سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا۔ اس واسطے کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے۔ تیسیر الاصول میں صحاح ستہ سے ابو ہریرہ رضی کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اس کی عمہ پر اور عورت کا اس کی خالہ پر۔ جمع بین المحارم اس واسطے حرام ہوا کہ اس میں قطع رحم ہوتا ہے، چنانچہ طبرانی میں اسی مضمون کی حدیث موجود ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی۔ فجاز الجمع بین امرأةٍ وبنت زوجها او امرأة ابنها وامته ثم سیدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه۔ تو جائز ہے جمع کرنا عورت میں اور اس کے شوہر کی بیٹی میں اور جائز ہے جمع عورت میں اور اس کے بیٹے کی جورو میں اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی میں، پھر اس کے مالک کی بی بی میں، اس واسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہیں ہوتی اور اس کے برخلاف میں حرمت ہے یعنی جمع کرنا ان دو عورتوں کا حرام ہے جن کے مرد فرض کرنے سے دونوں طرف سے حرمت ہو اور تینوں صورتوں میں ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہیں، اس واسطے جمع کرنا جائز ہوا، مثلاً پہلی صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اس پر حرام نہیں اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اس پر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت میں اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اس پر حرام نہیں، اور اگر عورت کو مرد کہیے تو البتہ بہو حرام ہوگی، اور تیسری صورت میں اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہیں اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فَاِنْ تَزَوَّجَ بنکاحٍ صحیحٍ اُخْتَ اَمَةٍ قَدْ وَطِئَهَا صَحَّ النکاح لٰکِنْ لَا یَطَأُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا حَتّٰی یُحَرِّمَ حِلَّ الاستمتاع اَحَدَهُمَا عَلَیْهِ بِسَبَبٍ مَا۔ پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت میں لا چکا ہے تو نکاح اس کی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونوں میں سے کسی کو تصرف میں نہ لاوے جب تک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نہ کرے، اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے، لان للعقد حکم الوطی حتی لو نکح مشرقی مغربیة یثبت نسب اولادها منه لثبوت الوطی حکماً، لونڈی یا اس کی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اس واسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم میں ہے، یہاں تک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اس کے ولی نے مشرق میں نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اس واسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے، ولو لم یکن وطی الامة له وطی المنکوحة، اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اس کی منکوحہ بہن سے جماع کرے اس واسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم میں نہیں، ودواعی الوطی کالوطی ابن کمال، اور وطی کے

ملہ حلال کی گئی تمہارے لیے سوا ان کے ۱۲

اسباب وطی کے برابر ہیں حرمت جمع میں کذا قالہ ابن کمال. یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا، پھر اس کی بہن سے نکاح کیا تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہ ہوگی وان تزوجہما معًا ای الاختین او من بمعناہما او بعقدین ونسی النکاح الاول فرق بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ملتھ ہی ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنوں سے نکاح کیا یا جو دو بہنوں کی مانند ہوں حرمت میں یا دونوں سے نکاح کیا دو عقد میں یعنی ہر ایک سے ایجاب اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کی جائے گی درمیان مرد اور دونوں عورتوں کے، اور یہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنی اس میں طلاق کے احکام جاری ہوں گے نہ فسخ کے. ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معًا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ. اور واجب ہوگا ان دونوں بہنوں کے واسطے آدھا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ میں ہے جہاں دو عقد سے نکاح ہوا، اس واسطے کہ دونوں کے ساتھ نکاح ہونے میں بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا، چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے سو اس مقام میں آگاہ رہنا دھوکا نہ کھانا، وہذا ان کان مہراہما متساویین قدرًا او جنسًا وہو مسمّٰی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول او ادعت کل منہما انہا الاولٰی ولا بینۃ لہما. اور یہ وجوب نصف مہر اس وقت ہے کہ جب دونوں کے مہر برابر ہوں مقدار میں اور ایک جنس ہونے میں اور مہر معین ہوگیا ہو عقد میں اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوٰی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونوں کے گواہ نہ ہوں، فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین. سو اگر مختلف ہوں دونوں کے مہر پھر اگر دونوں کے مہر معلوم ہوں کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اس کا چوتھائی مہر ملے گا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہ ہو تو اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ایک کا مثلاً ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت میں ہر ایک عورت کو دونوں مہر سے جو کمتر ہے اس کا نصف نصف ملے گا، مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاوے گی وان لم یکن مسمّٰی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر مہر معین نہ ہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونوں کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل لتقررہ بالدخول. اور اگر جدائی دونوں بہنوں کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے، ومنہ یعلم حکم دخولہ بواحدۃ، اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنی اگر دونوں عورتوں کی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملے گا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاوے گی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح، یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی حکم جمع بین المحارم کا ہے نکاح میں اسی تفصیل سے جس کا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولٰی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اس واسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہے اور یہاں حرمت سے یہ مراد نہیں کہ نکاح کرنے سے مولٰی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ مولٰی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آویں گے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اس واسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونے کے یعنی غلام کا نکاح بی بی سے اس واسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے، پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونے کا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے۔ نعم لو فعلہ المولٰی احتیاطًا کان حسنًا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل. ہاں اگر نکاح کرے مولٰی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے، تو خوب ہوگا اس واسطے کہ شاید حرّہ یعنی آزاد ہو اس واسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہے کذا فی البحر. شارح نے کہا کہ اس میں یہ ہے کہ اس لونڈی کو پانچویں یا مثل اس کے نہ شمار کرنے میں احتیاط نہیں سو اس کو تامل کر لے یعنی اگر بالفرض اس کے نکاح میں چار آزاد

ملہ اور ایک نسخہ میں فرق القاضی ہے بجائے فرق مجہول کے ۱۲۔

بالونڈیاں ہوں تو نئی کو پانچویں نہ شمار کرنے میں احتیاط نہیں یا یہ کہ لونڈی سے حرّہ پر نکاح کرے تو اس نکاح میں کچھ احتیاط نہیں پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہے کہ مولیٰ کے لیے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ سراجیہ سے روایت یوں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس زمانے میں بہتر یہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرلے تاکہ اگر حرّہ ہو تو نکاح سے جماع اس کا حلال ہو جاوے اور بزازیہ میں ہے کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہے کہ اس سے نکاح کرلے اس واسطے کہ اگر واقع میں وہ حرّہ ہے تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہے تو کچھ نکاح سے ضرر نہیں، اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولیٰ پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وَحَرُمَ نِکَاحُ الْوَثَنِیَّۃِ بالاجماع اور حرام ہے نکاح عورت مشرکہ بُت پرست کا بالاتفاق۔ فتح القدیر میں ہے کہ آفتاب پرست بُت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست میں داخل ہیں اور شرح وجیز میں ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اس کے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہیں جائز۔ اس واسطے کہ مشرک کا نام ان سب کو شامل ہے اور بحرالرائق میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَصَحَّ نِکَاحُ کِتَابِیَّۃٍ وان کرہ تنزیہا۔ اور صحیح ہے نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی، فتح القدیر میں کہا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تاکہ مسلمان دارالحرب میں نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائیں، کذا فی حاشیۃ المدنی مُؤْمِنَۃٍ بِنَبِیٍّ مُرْسَلٍ مُقِرَّۃٍ بِکِتَابٍ منزل وان اعتقدوا المسیح الٰہا۔ کتابیہ سے مراد وہ عورت ہے جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاریٰ اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہوں گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع میں اہل کتاب کو مشرکوں سے جدا کیا، چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا (لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ) اس واسطے کہ عطف دلیل ہے مغائرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر۔ یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحرالرائق، وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لانکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث، اور صاف کہہ دیا ہے نہرالفائق میں مناکحت معتزلہ کی جواز کو اس واسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ واقع ہوگئی ہے تکفیر ان کی بطور الزام کے مباحث خلافیہ میں، معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہیں اور قیامت میں دیدار الٰہی کے منکر ہیں اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہیں وغیر ذلک من القبائح۔ فاضل خیرالدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ رافضیوں[۱] کے سب فرقے اور معتزلیوں کے سب گروہ اہل کتاب میں داخل ہیں تو نہ جائز ہوگا سُنّی عورت کا نکاح رافضی سے اس واسطے کہ عورت مسلمان ہے اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضوں نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقاً ناجائز کہا، تو رافضی ان کے برابر ہوں گے بلکہ ان سے بھی بدتر، فاضل رملی نے ان کو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سُنّیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے، اس واسطے کہ رافضیوں کے کفر میں شک نہیں، بسبب ان کے اعتقاد کفریات کے، لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہیں تو مقتضا اس کا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اس نے اپنا دین بچایا، انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح النکاح عَابِدَۃِ کَوْکَبٍ لا کتاب لہا، نہیں صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جس کے پاس آسمانی کتاب نہیں، صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا، ان کے اہل کتاب

[۱] رفضہ مثل اہل کتاب کے ہیں اور سُنّی عورت کا نکاح ان سے درست نہیں ۱۲

ہونے میں اشتباہ ہے. صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر ان کو کسی نبی پر ایمان ہو اور آسمانی کتاب. ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہوں اور کتاب نہ رکھتی ہوں تو نکاح درست نہیں اس واسطے کہ مشرک میں مصنف نے بھی اس قول میں صاحب ہدایہ کی پیروی کی. ولا وطیھا بملک یمین. اور نہیں حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہیں صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اس کی وطی حلال ہے ملک یمین سے، اسی پر اجماع ہے چاروں اماموں کا والوثنیۃ اور نہیں صحیح نکاح عورت بت پرست کا. یہاں عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق میں عدم حلت مذکور ہو چکی ہے تو تکرار نہ ہوا. اس واسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہیں. وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن وہو عطف علی عابدۃ کوکب. اور یہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفا کے نسخوں سے ساقط ہے اور متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہیں. والمحرمۃ بحج اوعمرۃ ولو بمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ. اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے. لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی. عابدۃ کوکب پر عطف نہیں کہ عدم صحت کوئی سمجھے. سو شارح کہتا ہے. اے کتاب دیکھنے والے اس مقام میں خبردار رہنا. کہیں عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نہ کرنا کہ مطلب الٹا ہو جائے. والامۃ ولو کانت کتابیۃ اومع طول الحرۃ. اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور رہو. نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اس کے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے. والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح ومالا فلا. اور قاعدہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہیں وہ نکاح سے بھی حلال نہیں. تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے. اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہیں تو نکاح سے بھی درست نہیں. وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ. اگرچہ نکاح مکروہ ہے کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح میں اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح میں. شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی، حالانکہ یہ قول جمہور فقہاء کے مخالف ہے. اس واسطے کہ ان کے اقوال میں نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہے اور صحاح ستہ میں ابن عباس رضہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہ رضہ سے نکاح کیا. اور حالانکہ حضرت کے افعال میں کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہیں تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اس کے تابع شارح کا لائق التفات کے نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے. لا یصح عکسہ اور اس کا عکس صحیح نہیں یعنی اول حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہیں. اس واسطے کہ طبرانی میں حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن. اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت میں ہو، گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہیں. وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا، پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی، پھر اس کی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے. اس واسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہ ہوئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس. اور اگر نکاح کیا چار لونڈیوں سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد میں تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیوں کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈیوں کا نکاح درست نہیں، ویسے ہی حرہ

اور لونڈی کا ایک عقد میں نکاح صحیح نہیں لیکن یہاں اس واسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیوں کا نکاح صحیح ہو گیا۔
وصح نکاح اَرْبَعٍ مِنَ الْحَرَائِرِ وَالْاِمَاءِ فَقَطْ لِلْحُرِّ لا اکثر. اور صحیح ہے نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیوں کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ
جائز نہیں وَلَهُ التَّسَرِّیْ بِمَا شَاءَ مِنَ الْاِمَاءِ. اور جائز ہے حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیاں کہ چاہے یعنی لونڈیوں کی مقدار مقرر
نہیں. فلو له اربع من الحرائر والف سرية ماراد شراء اخرى فلامه رجل يخيف عليه الكفر، پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیاں اور ہزار لونڈیاں ہوں
اور وہ ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اس کو کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہے. اس واسطے کہ
قرآن میں لونڈیوں کے تصرف پر کتنی ہی ہوں ملامت نہیں، تو اس کا ملامت کرنا ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو قرآن کا یقین نہیں. ولو اراد
التسری فقالت امراته اقتل نفسی لایمنع لانه مشروع. اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا، پھر کہا اس کی جورو
نے کہ میں جان کو ہلاک کرتی ہوں تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اس واسطے کہ شرع میں حلال ہے یعنی باز رہنا اس پر واجب نہیں. لکن لو
ترک لئلا یغمها یوجر لحدیث من رق لامتی رق الله له بزازیة. لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اس واسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہ ہو تو
ثواب پاوے گا، اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کرے گا تو حق تعالیٰ اس پر رحم کریگا، کذا فی البزازیہ. کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھ کو معلوم نہیں لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے. حضرتؐ نے فرمایا کہ رحم
کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبرؓ سے حدیث قدسی
مرفوع نقل کی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو. وَنِصْفُهَا لِلْعَبْدِ وَلَوْ مُدَبَّرًا وَيُمْنَعُ عَلَيْهِ غَيْرُ ذٰلِكَ
فلا تحل له التسری لانه لایملک الا الطلاق. اور جتنی عورتوں کا نکاح حر کو جائز ہے، اس کے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو حرہ کا اور دو لونڈیوں کا اگرچہ
غلام مدبر ہو اور منع ہے اس پر اس کے سوا تو حلال نہیں اس کو لونڈیوں کا تصرف اس واسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہیں سوائے طلاق دینے اپنی
منکوحہ کے. غلام مدبر اس کو کہتے ہیں جس سے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے. وصح نکاح حُبْلٰی مِنْ زِنًا لا حبلی من غیرہ اے
الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به. اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جس کا حمل زنا سے ہے. زنا کے سوائے اور حاملہ سے نکاح جائز نہیں.
اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت ہے. اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے جو اس کا اقرار کرتا ہے اور اگر اقرار نہ کرے تو
نکاح حاملہ سے درست ہے، اس واسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہے، کذا فی
حاشیۃ المدنی. وَاِنْ حَرُمَ وَطْیُهَا وَدَوَاعِیْهِ حَتّٰی تَضَعَ متصل بالمسئلة الاولی، اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہے لڑکا ہونے تک شارح
نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے، یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہے وطی درست نہیں، اس کے سوائے اور حاملہ کا نہ نکاح درست
ہے نہ وطی. لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منه، زانیہ حاملہ کی وطی اس واسطے منع ہے کہ نہ سینچے اس کا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی
کھیتی میں. اس واسطے کہ بال اس سے جمتے ہیں، یعنی زیادہ جمتے ہیں، نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فُرُوْعٌ لو نکحها الزانی حل
له وطیها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة. یہ چند مسائل ہیں جن کو شارح نے بڑھایا، اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اس کو اس سے وطی کرنا
باتفاق حنفیؒ اور شافعیؒ کے حلال ہے اور بیٹا اسی کا ہوگا اور اس پر نفقہ دینا لازم آوے گا اس واسطے کہ وطی اس کو حلال ہے بخلاف غیر زانی
کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو
گا تو ثابت النسب نہ ہوگا. ولو زوج امته او ام ولده الحامل بعد علمه قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد جوہر عن التوشیح. اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے

اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہے اور یہ حمل میں نکاح کر دینا باوجود اس کے علم نفی کے ہے ولد کے اپنے نسب سے۔ کذا فی النہر عن التوشیح۔ وصح نکاح الموطؤۃ بملک یمین، اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کی جاتی تھی ملک یمین سے، یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اس کے تصرف میں رہا کرتی تھی، پھر اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو، اس واسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہیں، یہاں تک کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولیٰ کے ثابت النسب نہ ہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اس کا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو، استبرا یہ ہے کہ بدون ایک بار حیض ہونے کے صحبت نہ کرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اس کے مالک پر واجب ہے کذا فی الذخیرۃ والموطؤۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان راٰہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبرا یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اس کا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا، اور اس کو جائز ہے وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو، چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا، واما قولہ تعالیٰ الزانیۃ لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم۔ اور یہ جو قول ہے حق تعالیٰ کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا، یعنی نکاح کرو جو تم کو اچھا معلوم ہو عورتوں سے، اس آیت میں بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا۔ اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی یعنی زانیہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اس کو، اس نے کہا کہ وہ خوبصورت ہے، میں اس کو چاہتا ہوں، حضرتؐ نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اس سے یعنی نہ طلاق دے اور اس کو صحبت میں رکھ۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر۔ **ف** اس مضمون کی حدیث ابو داؤد اور نسائی میں موجود ہے ابن عباسؓ کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول۔ وفی آخر حظر المجتبیٰ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط المصنف۔ اور مجتبیٰ کے باب الحظر کے آخر میں ہے۔ کہ واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا۔ بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو، اور نہیں واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اس وقت جب دونوں ڈریں کہ اقامتِ احکام الٰہی کی نہ کر سکیں گے تو کچھ مضائقہ نہیں دونوں کی جدائی میں، سو جو روایت کہ وہبانیہ میں ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت ضعیف ہے، چنانچہ اس کو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں، وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ، اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے۔ اور دوسری حرام ہو، ان دونوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم عورت کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمّیٰ کلّہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنی دونوں کا مہر اسی کو ملے گا، امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا، ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل۔ اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اس کو مہر مثل ملے گا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہے نکاح متعہ کا، متعہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر، اول متعہ خیبر اور فتح مکہ میں مباح تھا جبکہ مردوں پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتوں کی قلت تھی، پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا، چنانچہ صحیح مسلم میں ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ میں متعہ مباح کیا، پھر فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتوں سے اور بالتحقیق حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے قیامت کے دن تک، ابن عباسؓ اول حلت متعہ کے قائل تھے، آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں مصرح ہے تو باجماع صحابہ اس کی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے چنانچہ حضرات

میں موجود ہے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی وَمُوَقَّتٌ اور باطل ہے نکاح موقت، یعنی مدت مقرر کرنا نکاح میں اُس کو نکاح موقت کہتے ہیں۔ نکاح موقت اور متعہ میں چند وجوہ سے فرق ہے۔ متعہ میں لفظ متعہ کا بولنا ضروری ہے اور موقت میں لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ میں تعیین مقدار مہر کی لازم ہے موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح، نکاح موقت باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو، بنا بر قول اصح کے۔ ولیس منہ مالو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر، اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے اس شرط پر کہ اس کو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے، اس واسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی، تو مدت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں، تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اس میں خود نکاح مشروط ہے، او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ، یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت میں داخل نہیں۔ ولا باس بتزوج النہاریات عینی، اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں، کذا فی العینی۔ نہاریات وہ عورتیں جن کے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو وَیُحِلُّ لَہٗ وَطْیُ اِمْرَاَۃٍ اِدَّعَتْ عَلَیْہِ عند قاضٍ اَنَّہٗ تَزَوَّجَہَا بنکاحٍ صحیحٍ۔ وہی ای والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خلیۃ عن الموانع وَقَضَی الْقَاضِیْ بِنِکَاحِہَا بِبَیِّنَۃٍ اقامتہا وَلَمْ یَکُنْ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ تَزَوَّجَہَا، اور حلال ہے مرد کو وطی اس عورت کی جس نے مرد پر دعویٰ کیا قاضی کے نزدیک اس کا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا، اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجود نکاح کی حلال ہے محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی نے اس کے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہوں کے جن کو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اس سے نہیں نکاح کیا تھا، مدعیہ اور گواہ دونوں جھوٹے۔ سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا۔ نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا، اور باطن میں بھی نزدیک امام اعظم رح کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی۔ امام اعظم رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد نے گواہوں سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضیٰ رض کے روبرو، حضرت نے اس کے ثبوت نکاح کا حکم کیا، عورت نے کہا کہ دعویٰ اس کا جھوٹا ہے، چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں، اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر وَکَذَا تَحِلُّ لَہٗ لَوِ ادَّعٰی ہُوَ نِکَاحَہَا خلافاً لہما، اور اسی طرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سن کر قاضی نے حکم دیا، لیکن اول صورت میں دعویٰ باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی میں مرد ہوگا، اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک۔ اس واسطے کہ ان کے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں، وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی، اور شرنبلالیہ میں بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے، لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَوْ قَضٰی بِطَلَاقِہَا بِشَہَادَۃِ الزُّوْرِ مَعَ عِلْمِہَا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باٰخر بعد العدۃ، اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زُور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زُور ہے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ اس نے خود طلاق کا دعویٰ کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہے کہ اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی وَحَلَّ لِلشَّاہِدِ زُوْرًا تَزَوَّجَہَا وَحُرِّمَتْ عَلَی الْاَوَّلِ اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اس واسطے کہ قضا نافذ ہو گئی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر، وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول مالم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیٔ۔ اور نزدیک ابو یوسف رح کے دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر، اور نزدیک محمد رح کے شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے، اور یہ

مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاءً شہادت زور کی فروع سے ہے، چنانچہ آگے کتاب القضاء میں آویگا، **وَالنِّكَاحُ لَا يَصِحُّ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ** اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں. اس واسطے کہ تعلیق بالشرط استاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح ان میں سے نہیں. کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا. جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر، محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہ ہو. چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اس کے میں موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاویٰ ابو اللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وما فی الدرر فقیہ نظر. اور جو روایت درر میں ہے سو اس میں بحث اور نظر ہے یعنی مخالف ہے فقہاء کے. لائق اسناد کے نہیں، صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر میں جائے گی تو فلانے سے تیرا نکاح کردوں گا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وَلَا إِضَافَتُهُ إِلَى الْمُسْتَقْبَلِ** کتزوجتک غدا او بعد غد لم یصح. اور نہیں صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو نہ صحیح ہوگا **وَلٰكِنْ لَا يَبْطُلُ النِّكَاحُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ** ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دوں گا یا اپنا گھر مجھ کو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھ سے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا **وَإِنَّمَا يَبْطُلُ الشَّرْطُ** دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط. اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح. یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی، بخلاف اس کے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہاں شرط بھی باطل، اور نکاح بھی باطل. **م** اس مقام میں فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضروری ہے کہ ناواقفوں کو حیرانی نہ رہے. معلق علی الشرط سے یہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود[1] ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا دخول دار یا ہوا کا چلنا یا پانی کا برسنا. یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اس کو معلق علی الشرط کہتے ہیں، اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس **إِلَّا أَنْ يُعَلِّقَهُ بِشَرْطٍ مَاضٍ** کائن لامحالۃ. مگر نکاح معلق اس وقت درست ہے جب اس کی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر، یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے حادث ہوئی، چنانچہ کسی نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کردیا بشرط آنے زید کے. دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا. کذا فی حاشیۃ المدنی. **فَيَكُونُ تَحْقِيقًا** فینعقد للحال کائن خطب بنتا لابنہ فقال ابوہا زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود. یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہوگیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہوجائے گا. جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسی کی بیٹی سے منگنی کی تو اس کے باپ نے کہا کہ میں تو تجھ سے پہلے اس کا نکاح کرچکا ہوں فلانے شخص سے، سو اس نے اس کی تکذیب کی، پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کردیا تو البتہ اس کا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اسنے قبول کیا. پھر اس کا کذب معلوم ہوگیا خود اس کے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر. یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ شرط کا وجود حاصل نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہوگیا تو البتہ صحیح ہوگا. وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا ذکرہ جوی زادہ وعمہ المصنف بحثا. اور اسی طرح نکاح صحیح ہوجاویگا

---

[1] یعنی جس کا پایا جانا ممکن ہو نہ یہ کہ ہو بھی جاوے ۱۲

جب معلق علیہ یعنی جس پر تعلیق نکاح کی ہوئی، وہ ایجاب اور قبول کی مجلس میں پایا جاوے، جیسا کہ اس کو جوی زادہ[1] نے مذکور کیا اور بعضے نسخوں میں جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو عام رکھا ہے، بحث کر کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی، کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم پر نکاح کیا، اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس میں حاضر تھا، سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے، اور اگر حاضر نہ ہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوا اور اجازت دے، پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اس واسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا، اور اگر باپ مجلس میں حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس میں کافی نہیں جب تک کہ وہ راضی نہ ہوا اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دے گا تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی، لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی. لیکن نہر الفائق میں کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضائے والد کے یوں کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہیں. خواہ باپ مجلس میں حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو، اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی، کسی طرح نکاح صحیح نہیں، اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان میں اس واسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہے کہ قاضی خان اس کی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ٭

بابُ الولی

یہ باب ہے تعریف اور احکام ولی میں، ہو لغۃً خلاف العدو وعرفاً العارفُ باللہ تعالیٰ وشرعاً البالغُ العاقلُ ولو فاسقاً علی المذہب مالم یکن متہتکا، ولی لغت میں بمعنی دوست ہے خلاف دشمن کا اور عرف میں ولی عارف باللہ کو کہتے ہیں اور شرع میں ولی اس کو کہتے ہیں جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کھولنے والا نہ ہو، اس تعریف میں سلطان اور مالک عبد داخل نہیں، اس واسطے کہ وارث نہیں، تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ ان کو تعریف میں داخل کرتے، فخرج نحو صبی ووصی مطلقاً علی المذہب. تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بے ہوش اور وصی مطلقاً بنا بر مذہب صحیح کے، لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بے ہوش عاقل کی قید سے نکلے اور وصی وارث کی قید سے نکلا، وصی کو مطلقاً ولایت نکاح کی نہیں، خواہ اس کو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا، تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حر کا ولی نہیں، وَالوِلَایَۃُ تَنفِیذُ القَولِ عَلَی الغَیرِ اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اس کا قول نافذ ہو جائے، فثبتت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ، سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے. اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کر دے، دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کر دے، چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کر دے شاءَ اَوْ اَبَی الغَیرُ راضی ہو یا ناراضی، یعنی ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہے وہ خوش ہو یا ناخوش، وہی ہنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکراً، اور ولایت یہاں نکاح میں دو قسم ہے. ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو، یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہنچتا نکاح میں لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہاء سے بچے اور بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو، وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا معتوہۃ مرقوقۃ، اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہ ہو، اور ولایت جبری ہے بالغہ بے ہوش پر اور لونڈی پر، ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے ان کا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہ انکار کریں، کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق

[1] اور ایک نسخہ میں عموی زادہ ہے ۱۲ ٭

لا مکلفۃ، چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا، کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت میں، نہ مکلفہ میں، قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون اولیاء کے صحیح نہیں۔ فَنَفَذَ نِکَاحُ حُرَّۃٍ مُکَلَّفَۃٍ بِلَا رِضیٰ وَلِیٍّ تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو میں یا غیر کفو میں اس واسطے کہ اس پر ولایت استحبابی ہے، جبری نہیں ہے، یہی مذہب ہے امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کا اور محمد رح نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک عورتوں کو بدون اولیاء کے نکاح کا اختیار نہیں، اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، لا نکاح[1] الا بولی، اور ہمارا جواب یہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی میں عورتوں کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے، کما قال تعالیٰ "لاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن"۔ اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہیں، بلکہ مضطرب ہے، بخاری اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس باب میں یعنی اشتراط ولی میں کوئی صحیح حدیث نہیں ثابت، چنانچہ زیلعی نے اس کو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی، توفیقا بین الادلۃ، اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان ثابت نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے، چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم میں حدیث مرفوع موجود ہے کہ (الأیم احق بنفسہا من ولیہا) یعنی عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے، ایم کہتے ہیں عورت بے شوہر کو اس میں باکرہ اور غیر باکرہ دونوں شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں، اس کو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ والا فلا، اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات میں بھی تصرف کر سکتا ہے اور جس کو اپنے مال میں تصرف نہیں اس کو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں، سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح میں بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال میں اختیار نہیں تو اپنے نکاح میں بھی اختیار نہیں۔ وَلَہٗ ای للولی اذا کَانَ عَصَبَۃً ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیہ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکُفْوِ۔ اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا، قول اصح میں کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو میں اس طرح کہ قاضی کے پاس جا کر نکاح کو فسخ کروا ڈالے، اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور ماں اور قاضی یعنی ان کو اعتراض کا حق نہیں ویتجدد بتجدد النکاح۔ اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے، چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا، پھر عورت نے اس کو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہاں بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا، اس واسطے کہ نکاح اول کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو، فیفسخہ القاضی مالم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد، تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ سکوت نہ کیا ہو ولی نے۔ یہاں تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے، اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا۔ تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو، معلوم ہوا کہ بدوں قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہیں گے، سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملے گا اور اس پر عدت لازم آوے گی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملے گا، اس واسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ، وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ، اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی ساکت رہا، یہاں تک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط ہو گیا اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی، ویفتی فی غیر الکفو بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلاً وہو المختار للفتویٰ۔ اور فتویٰ دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلاً جائز نہیں، اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتویٰ دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے

---

[1] یعنی نہیں نکاح ہے مگر ولی کے ہوتے ۱۲ ؎

امام اعظمؒ سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدوں ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں مختار فتویٰ دینے کے واسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لِفَسَادِ الزَّمَانِ عدم جواز پر فتویٰ ہوا بسبب فساد زمانہ کے، نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے، نہ ہر قاضی عادل ہے، نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے۔ فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفۃ ایاہ فلیحفظ۔ تو نہ شوہر اول کیلئے حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جس نے نکاح کیا غیر کفو سے بدوں مرضی ولی کے، بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو، سو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو میں کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتویٰ ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر، تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی، اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہیں یا ولی راضی ہوگیا شوہر غیر کفو کو جان بُوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے۔ اور نہر الفائق میں بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے، بسبب قوت دلیل کے، یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ، کذا فی حاشیۃ المدنی، تو معلوم ہوا اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ہے سو اس کو بھی یاد رکھنا چاہیے، وبناء علی الاول وہو ظاہر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ مکلا کملا۔ اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیاء کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سب کے راضی ہونے کے برابر ہے اس واسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیوں کو حق اعتراض نہ رہا، کولایۃ امان وقود وستحققہ فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے، یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانوں کو اس کا تعرض نہیں پہنچتا، اور اسی طرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیاء کو طلب قصاص کا حق نہ رہا، اور کتاب الوقف میں اس کی ہم آگے تحقیق کریں گے، لو استووہ فی الدرجۃ والا فللا اقرب منہم حق الفسخ۔ ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہے، اگر سب اولیاء درجہ میں برابر ہوں، جیسے دو بھائی اور دو چچا، اور اگر اولیاء برابر نہ ہوں ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا بعید جیسے مثلاً بھائی، تو اولیاء میں سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بھائی نے نکاح کردیا تو باپ نکاح کو فسخ کرسکتا ہے وَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَہَا وَلِیٌّ فہو ای العقد صحیحٌ نافذٌ مُطْلَقًا اِتِّفَاقًا، اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً، خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک۔ وقبضہ ای ولی لہ حق الاعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ والا لا یکون رضا۔ اور قبض کرنا اس ولی کا جس کو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے باعتبار دلالت حال کے، اگر عدم کفارت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفارت قاضی کے نزدیک ثابت نہیں نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہیں، کما لَا یَکُوْنُ سُکُوْتُہٗ رضا مالم تلد، جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہیں جب تک عورت نہ جنے، چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہوچکا، واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین، مبسوط۔ اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہیں کرتا باقی اولیاء کے حق کو کذا فی المبسوط۔ ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ۔ اور جبر کرنا نہیں پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے سے، فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ۔ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اس کے پیغامی نے اجازت مانگی یا اس کا نکاح کردیا اس کے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے، فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہ ہو، پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار میں۔ تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی، پھر بعد فراغت کے اس نے کہا کہ میں راضی نہیں، نکاح رد ہوگیا۔ ایسا سکوت عذر بے اختیاری لانوح اعتبار کے نہیں اور شارح

نے سکوت میں قید عن الرد کی لگائی، اس واسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا کلام سکوت میں شمار کیا جائیگا۔ اس واسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہیں تو اجازت میں داخل ہوگا۔ او ضحکت غیر مستہزئۃ۔ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزاء سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہ ہوگا۔ او تبسمت او بکت بلا صوت، فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر۔ یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا۔ کذا فی المعراج وغیرہ، سو جو روایت وقایہ اور ملتقی میں ہے اس میں نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہیں، و وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر میں یوں ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے۔ اور آواز سے روئی شارح نے اس اعتراض میں صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہیں شروح پر، اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہیں۔ اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور ان کی شروح، سو کیونکر کہا جاوے کہ ان کی روایت صحیح نہیں، بلکہ یوں کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فھو اذن۔ ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی۔ تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا۔ یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے۔ ولی کو اول صورت میں یعنی استیذان میں اگر ولی ایک ہی ہے۔ فلو تعدد الزوج لم یکن سکوتھا اذنا۔ سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہوں تو اس کا سکوت اذن نہ ہوگا۔ مثلاً عورت کے دو بھائی ہیں، ایک بھائی نے کہا کہ میں تیرا نکاح زید سے کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہوں اور دونوں کے استیذان میں عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہ ہوگا۔ واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ۔ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت میں یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا۔ پھر بعد خبر ہونے کے اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو۔ اور اگر اولیا زیادہ ہوں اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سن کر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہ ہوگا بلکہ دونوں نکاح موقوف رہیں گے یہاں تک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع۔ اور اگر دونوں کو جائز رکھا تو دونوں نکاح باطل ہوں گے کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہنچی تو اس وقت میں اس کا سکوت اجازت نہ ہوگا اس واسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا۔ ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لھا فترث وتعتد۔ اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اس کے منکر ہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی۔ ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لھم۔ اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھ کو خبر نکاح کی پہنچی تو میں راضی ہو گئی، سو اس صورت میں شوہر کے وارثوں کا قول معتمد ہوگا تو اس کو نہ ملے گا نہ میراث، لیکن اگر اس کو صحت نکاح کا علم ہے تو اس پر عدت لازم آوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولھا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ۔ اور عورت کا یوں بولنا کہ غیر اس کا بہتر ہے اس سے یہ رد ہے قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی بالغہ سے ولی نے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح میں، اور اس نے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہ ہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہ ہوگا بلکہ اجازت ہے۔ کذا فی الظہیریہ۔ اور بحر الرائق میں کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونوں صورتوں میں یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی۔ ولو زوجھا لنفسہ فسکوتھا رد بعد العقد لا قبلہ۔ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اس کا رد ہے بعد عقد کے نہ قبل عقد کے۔ یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اس کے اذن کے، پھر جب بالغہ کو خبر پہنچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد رضا نہ ہوگا، اس واسطے کہ ابن العم اس نکاح میں اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی

طرف سے ۔ اور متولی عقد طرفین میں یہ شرط ہے کہ فضولی نہ ہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک قابل رد وا جازت کے نہیں ، یہاں تک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہیں اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اس کا رضا ہو جائے گا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق ، کذا فی الخانیۃ ۔ اس واسطے کہ ابن العم اس صورت میں وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اس کو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ، ولو استاذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح ، اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اس نے رد کیا نہ مانا پھر بعد اس کے نکاح کر دیا اسی شخص مذکور سے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں ۔ بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد ، بخلاف اس کے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے انکار کیا پھر بولی کہ میں راضی ہوں تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے انکار سے ۔ ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند مفاجأۃ السماع ، اور اسی واسطے بہتر جانا ہے فقہاء نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت[1] ، اس واسطے کہ غالب عادت کنواری عورتوں کی اظہار نفرت ہے ناگہاں سماعت نکاح کے وقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور جب نکاح باطل ہو گیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اس کے نکاح جدید کر لیا تو یہ اشتباہ جاتا رہا ، بحر الرائق میں کہا تجدید نکاح اس وقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معین فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمہر کما فی القنیۃ ، اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اس نے سکوت کیا ، پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جس کا نام لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہو گئی ہو کذا فی القنیۃ ، صحت نکاح میں معرفت زوج کی ضروری ہے عورت بھی اس کو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کر دے ۔ اور مہر کی معرفت میں اختلاف ہے چنانچہ ماتن آگے تصریح کرے گا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہیں ، واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز اوانہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق میں اس طرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اس کا وکیل ٹھہرا پھر اس کو وکیل کرنے کا اختیار نہیں کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے یعنی ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہیں لیکن نکاح میں اختیار ہے اس واسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معتبر ہوتا ہے اور اسی واسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے ، اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کر دے ، اسی طرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہیں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی ولو یحصون ، سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اس میں شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا در ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں اپنے ہمسایوں سے یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ متناہی ہوں تاکہ ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے ، والا لا الا اذا فوضت لہ الامر ، اور اگر متناہی نہ ہوں گے تو رضا نہ ثابت ہوگی ، جب تک ولی کو اپنا امر سپرد نہ کرے مثلاً اگر یوں کہے کہ جو تو کرے میں اس پر راضی ہوں یا یوں کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط وہو قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وصححہ فی الدرر عن الکافی وردہ الکمال ، غرض نہیں

[1] تجدید نکاح زفاف کے وقت مستحب ہے ۱۲ ۔

مہر کا علم یعنی استیذان میں مقدار مہر کا علم ضروری نہیں اس واسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں. کذافی الهدایہ. اور لعبضوں نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اس واسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور یہی ہے قول متاخرین فقہاء کا کذافی البحر عن الذخیرۃ، اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے، شرح منح الغفار میں اور جس کی تصحیح کی ہے درر میں بروایت کافی کے، اس کو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر میں کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضروری نہیں. اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہے تو مہر کا تسمیہ ضرور ہے، محقق نے اس کو رد کہا کہ اس طرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے. اس واسطے کہ باپ دادا میں اور ان کے سوا اور اولیاء میں تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہے کہ وہاں ولایت اجبار ثابت ہے اور یہاں گفتگو بالغہ میں ہے، اس میں باپ اجنبی کے برابر ہے، بدون اس کی رضا کے کچھ نہیں کر سکتا، وکذا اذا زوجها الولی عندها ای بحضرتها فسکتت صح فی الاصح ان علمته کما مر. اور اسی طرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اس کے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بشرطیکہ شوہر کو اس نے جانا ہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو گیا، والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ. اور سکوت نطق کے برابر ہے سینتیس[۳۷] مسئلہ میں جن کا ذکر اشباہ میں ہے. کتاب الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہویں قاعدہ میں کہا کہ سینتیس[۳۷] مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے. ۱. سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲. سکوت کرنا اس کا اپنے قبض مہر کے وقت. ۳. سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس میں جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اس کا نکاح کیا ہو. ۴. عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہو گی یعنی قسم ٹوٹ جائے گی. ۵. سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا. ۶. قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن میں داخل ہے. ۷. سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے. ۸. سکوت مقر لہ کا قبول ہے. ۹. مفوض الیہ یعنی جس کو کچھ سپرد کیجیے اس کا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے. ۱۰. موقوف علیہ کا سکوت جس پر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے. ۱۱. بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے کہا کہ میں اس بیع کو صحیح کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا. ۱۲. غانمین میں تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے. ۱۳. عبد کو بیع اور شریٰ کرتے دیکھ کر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴. مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھ کر اس بائع کا سکوت کرنا جس کو حبس مبیع میں اختیار تھا اجازت ہے قبضہ کرنے کی. ۱۵. بیع معلوم ہونے کے وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے. ۱۶. غلام کو غیر کا مال خرید و فروخت کرتے دیکھ کر مولیٰ کا سکوت اجازت ہے تجارت کی. ۱۷. مولیٰ نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دوں گا پھر سکوت کیا خرید و فروخت کرتے دیکھ کر تو حانث ہوگا. ۱۸. غلام کا سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کے وقت اقرار ہے غلامی کا. ۱۹. ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دوں گا، پھر اس کو اپنے گھر میں اترتے دیکھا اور سکوت کیا. تو حانث ہوگا. ۲۰. شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت یا مبارکبادی دینے کے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا، پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں. ۲۱. مولیٰ کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا. ۲۲. قبل بیع کے مبیع کا عیب سن کر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو. ۲۳. سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہے نکاح کی. ۲۴. زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اس وقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اس کا کہ وہ زمین شوہر کی نہیں اسی پر فتویٰ ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے. اور اسی طرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا. ۲۵. ایک شخص نے دیکھا کہ اس کا اسباب گھر کسی نے بیچا. پھر مدت تک مشتری اس پر تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہے تو اس کا سکوت اس کے دعویٰ کا مسقط ہے. ۲۶. شرکت عنان کے دو شریک ہیں، ایک نے

دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص میں اپنے واسطے لیتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو اس میں دونوں کی شراکت نہ ہوگی، ۲۷۔ وکیل نے مؤکل سے کہا کہ فلانی چیز کو میں خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہوں اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی، ۲۸۔ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھ کر اس کے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا، ۲۹۔ غیر کو مشک پھاڑتے دیکھا یہاں تک کہ بہہ گیا جو اس میں تھا تو یہ سکوت رضا ہے۔ ۳۰۔ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لوں گا، پھر وہ بدوں اس کے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہ ساکت ہے تو حانث ہوا، یہ تیئیس مسائل جامع الفصولین وغیرہ میں تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے، ۳۱۔ ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہے تو اس کو پھیر لینا نہیں پہنچتا، ۳۲۔ ماں نے بیٹی کے جہیز میں وہ سامان دیا جس کا رواج ہے اور باپ ساکت تھا تو ماں اس کی ضامن نہ ہوگی، ۳۳۔ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے، پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اس کو لے گیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہے۔ زیور کا مالک مشتری ہوگا، ۳۴۔ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح میں، ۳۵۔ بے عذر مدعا علیہ کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضوں نے کہا کہ انکار نہیں، کذا فی القضا الخلاصۃ، ۳۶۔ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر، ۳۷۔ قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اس نے سکوت کیا تو اس کا سکوت تعدیل ہے شاہد کی، اور ۱۴ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں زیادہ کیے تو سب اکاون مسئلے ہوئے جن میں سکوت برابر نطق کے ہے۔ خوف طوالت سے ان کا مذکور کرنا ضروری نہ جانا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتہا۔ سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے ہوئے تو اس کے سکوت کا اس وقت میں کچھ اعتبار نہیں، بَلْ لَا بُدَّ مِنَ الْقَوْلِ کَالثَّیِّبِ الْبَالِغَۃِ۔ بلکہ اس وقت میں بولنا ضروری ہے مثل ثیبہ بالغہ کے، ثیبہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی، پھر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی، لا فرق بینہما الا فی السکوت۔ نہیں فرق دونوں میں مگر سکوت میں، یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ میں سوائے سکوت اور کچھ فرق نہیں، مثلاً باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اس وقت میں بالغہ باکرہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہیں بدون رضائے قولی کے۔ لان رضاہما یکون بالدلالۃ کما ذکرہ بقولہ اَوْ مَا ہُوَ فِیْ مَعْنَاہُ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ۔ اس واسطے کہ دونوں کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا، یعنی ضرور ہے رضائے قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا۔ کذا فی الظہیریۃ، مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اس واسطے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا، وقبول التہنیۃ والضحک سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ۔ اور مبارکباد کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہیں جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھا لے جانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اس کے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہیں مَنْ زَالَتْ بَکَارَتُہَا بِوَثْبَۃٍ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی، جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی باکرہ ہے کہ مرد سے مطلق تجربہ نہیں مانند اس عورت کے جس کی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر والخصیتین ہونے سے یا اس کے نامرد ہونے سے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے، او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ۔ یا بکارت زائل ہوئی ہے زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے، یعنی بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہ ہوئی ہو۔ اور زنا کی حد بھی اس پر نہ قائم ہوئی ہو۔ خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے بجائے نطق کے

ہے. بولنا اس کا شرط نہیں، والا فثیب کموطؤۃ بشبہۃ او نکاح فاسد، اور اگر چند بار زنا ہوا یا اس پر زنا کی حد ماری گئی تو وہ باکرہ نہیں ثیبہ ہے مانند اس عورت کے جس کی صحبت شبہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے. قَالَ الزَّوْجُ لِلْبِکْرِ الْبَالِغَۃِ بَلَغَکِ النِّکَاحُ فَسَکَتَتْ وَقَالَتْ بَلْ رَدَدْتُ النِّکَاحَ وَلَا بَیِّنَۃَ لَهُمَا عَلٰی ذٰلِکَ وَلَمْ یَکُنْ دَخَلَ بِہَا طَوْعًا فِی الاصح فَالْقَوْلُ قَوْلُہَا بِیَمِیْنِہَا علی المفتی بہ. کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھ کو خبر پہنچی نکاح کی سو تو ساکت رہی اور اس نے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعویٰ پر اور دخول بھی رضامندی سے نہ ہوا قول اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اس کی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کھائے گی تو نکاح نہ ثابت ہوگا. وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی بضم الشفتین، اور مقبول ہوں گے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اس واسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملانے دونوں لبوں کے، یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے، پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہوں گے. شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی. ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا. اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولیٰ ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اس کی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولیٰ ہوں گے. کما لو زوجہا ابوہا مثلاً زاعما عدم بلوغہا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ وقال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان قولہا ان ثبت ان سنہا تسع. چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلاً اس کے باپ نے نابالغہ جان کر سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا. اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے. وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ، اور اسی طرح اگر دعویٰ کیا صبی قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا. یعنی باپ نے اپنے بیٹے کی کوئی چیز بیچی. بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا. ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولی. اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولیٰ ہوں گے. علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے. بخلاف قول الصغیرۃ رددتُ حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ. بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اس کی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اس واسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر میں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا، لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وہبانیۃ فلیحفظ. لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے، اگر زوج اور صغیرہ میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے. اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ، سو اس کو یاد رکھنا چاہیے. وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا. واسطے اس ولی کے جس کا بیان آگے آوے گا. اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیبہ ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے. جس کا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو، ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولیٰ وابن المجنونۃ، اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے، اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اس طرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو، اگر ولی جس نے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو، باپ ہو یا دادا. اور اسی طرح مولا بھی جس نے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کر کے آزاد کیا اور اسی طرح مجنون کا بیٹا ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا. ایسے باپ یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہے جن کی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر ان کی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں.

بہ اتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لوکان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ اوا سی طرح بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہ ہو گا بسبب ظاہر ہو جانے اس کی بد تدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہ ہو گی اس کی بد تدبیری کے یعنی ان صورتوں میں ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفوا و بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہو گا تزویج غیر اب وجد سے نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخ وہم" اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ میں ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بعد القصور لشفقتہ اور اگر تزویج غیر اب وجد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے، ولیکن ان دونوں کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور ان کے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کے وقت اختیار ہے، اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے۔ بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کے برابر اور اولیاء کو مہربانی نہیں ہوتی تو اس واسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہیں نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں۔ ویلغی عنہ خیار العتق۔ اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا کرتا ہے۔ مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا، پھر اس کو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اس میں دو اختیار جمع ہوئے۔ خیار بلوغ اور خیار عتق، سو ایسی صورت میں کون سے فسخ کا اختیار ہو گا، خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے۔ شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں بسبب قوی ہونے خیار عتق کے، اس واسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت میں خیار بلوغ مطلق نہیں، اس واسطے کہ تزویج مولیٰ کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہاں بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر، اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا۔ تو تفریق کروائی جائیگی دونوں صغیر کے باپ کے روبرو یا اس کے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے، واسطے فسخ کے تو دونوں باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح میں، اور لازم ہو گا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا، یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مر گیا۔ تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہو گا اور تمام مہر لازم آویگا اس واسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرنے میں، ثم الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق۔ پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہے تو فسخ ہی نکاح کا کم نہیں کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرۃ سے بعد فسخ کے بخوشی اس کے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہو گا یہاں وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اس میں احتمال نہیں۔ ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ۔ اور نہیں لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت میں ہے، مگر مرتد ہو جانے میں طلاق لاحق ہوتی ہے، یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت میں طلاق پڑ سکتی ہے، وان من قبلہ فطلاق۔ اور اگر فرقت جانب زوج سے ہے تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہ ہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی

اس واسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونوں کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے، فقط مرد ہی کو خاص نہیں، الا بملک اوردۃ او خیار عتق، مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق میں طلاق نہیں، ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا، پھر اس کو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہ ہوئی بلکہ فسخ ہوا، اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہیں، اور ذکر خیار عتق میں شارح سے سہو ہوا. اس واسطے کہ غلام کو خیار عتق نہیں ہوتا، چنانچہ اس کی تصریح باب نکاح الرقیق میں آویگی. ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق. اور نہیں ہے ہم حنفیوں کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جس میں زوج پر مہر نہ ہو مگر جبکہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے، شارح کو لازم تھا کہ بجائے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا، چنانچہ ابھی اس کا ذکر ہوچکا. یعنی زوج کی طرف سے سب جدائیوں میں زوج پر مہر دینا واجب ہے سوائے خیار بلوغ کے کہ اس میں مہر ساقط ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی، وشرط لکل قضاء الا ثمانیۃ اور مشروط ہے سب جدائیوں کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیوں میں قاضی کا حکم شرط نہیں، ونظمہ فی النہر فقال، اور نظم کیا ہے نہر الفائق میں، سو یوں کہا اس کے مصنف نے سے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ٭ فسخ طلاق و ہذا الدر یحکیہا ٭ جدائیاں نکاح کی آئیں تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس میں منحصر ہیں فسخ یا طلاق، اور یہ نظم جو نفاست میں موتی کے مانند ہے ان کو بیان کرتی ہے سے تباین الدار مع نقصان مہر کذا ٭ فساد عقد و فقد الکفو ینعیہا، اول فرقت میں تباین دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہے. تباین دار. مثلاً عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام میں آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی، اگر حاملہ نہ ہو تو فی الفور اس کا نکاح درست ہے، دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کرلیا تو ولی دونوں میں تفریق کروائیگا، اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نہ پاوے گی، اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاوے گی، تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر، چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیاء کو فسخ کرا دینے کا حق ہے سے تقبیل سبی واسلام المحارب ٭ ارضاع ضرتہا قد عد دانیہا ٭ پانچویں فرقت تقبیل کی، چھٹی فرقت سبی کی، ساتویں فرقت اسلام حربی کی، آٹھویں فرقت سوت کے دودھ پلانے کی اسلام اور ارضاع بھی انھیں میں معدود ہیں. تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو. مثلاً عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کو مساس کیا، تو نکاح فسخ ہوگیا، سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہوکر دار الاسلام میں آنا. ناظم سے یہاں سہو ہوا. اس واسطے کہ باب نکاح الکافر میں معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہے سبی سے جدا نہیں ہوتی، اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت میں کافی ہے، سبی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے، تو یہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جس کی عمر دو برس سے کم تھی تو دونوں کا نکاح فسخ ہوگیا۔ سے خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ٭ ملک لبعض وتلک الفسخ یحکیہا ٭ نویں فرقت خیار عتق کی، دسویں فرقت خیار بلوغ کی گیارہویں فرقت ارتداد کی. بارھویں فرقت ملک بعض کی، ان سب جدائیوں کو فسخ کرنا ہے، یعنی یہ سب جدائیاں جو مذکور ہوئیں فسخ ہیں طلاق نہیں، خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کی طرف سے، چنانچہ سابق میں مذکور ہوچکا بخلاف اگلی جدائیوں کے کہ وہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض، نکاح نہ رہے گا، ناظم نے ملک بعض کو اس واسطے بیان کیا، کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولیٰ ہوگی، اما الطلاق فجب عنۃ کذا ٭ ایلاء ولعان ذاک یتلوہا ٭ اور جو جدائیاں کہ طلاق ہیں

وہ چار ہیں، مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان، یہ حکم میں ماقبل کا تابع ہے۔ مجبوب ہونے کی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنی نامرد پانے کی جدائی۔ اور ایلاء کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم لی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے۔ لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہوں کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونوں میں جدائی ہوگئی، یہ سولہ قسم کی جدائیاں مذکور ہوئیں، ان میں سے بارہ جدائیاں فسخ ہیں اور چار جدائیاں طلاق ہے قضا، قاض الی شرط الجمیع خلا؛ عتق وملک واسلام اتی فیھا؛ حکم قاضی کا ان سب جدائیوں میں شرط ہے سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھیں میں اگلی چیزیں ہیں سے تقبیل سبی مع الایلاء یا اہل؛ تبائن مع فساد العقد مدینھا؛ اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے اے میری امیدگاہ اور تبائن دار ساتھ فساد عقد کے، یہ فساد عقد عورت کو اس کے مرتبہ سے اتارتا ہے۔ یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ جدائیوں میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں، فرقت۱ خیار عتق کی، ملک۲ کی، فرقت۳ اسلام حربی کی، فرقت۴ تقبیل وغیرہ کی، فرقت۵ سبی کی، فرقت۶ ایلاء کی، فرقت۷ تبائن دارین کی، فرقت۸ فساد عقد کی **وَيَبْطُلُ خِيَارُ الْبِكْرِ بِالسُّكُوْتِ لَوْ مُخْتَارَةً عَالِمَةً بِاَصْلِ النِّكَاحِ**، اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت میں معذور نہ ہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو، تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہیں اور علم نکاح کا اس واسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہیں لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہیں، **ولو سالت عن قدر المھر قبل الخلوة او عن الزوج او سلمت علی شھود لم یبطل خیارھا نھر بحثا**۔ اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا، شاہدوں کو تو ایسے کلام سے اس کا اختیار باطل نہیں ہوتا، چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ، **ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعة**، اور خیار بلوغ کا دراز نہیں ہوتا آخر مجلس تک اس واسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس میں عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے، اگر سکوت کرے گی تو سماعت نہ ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے، **ولو اجتمعت معہ تقول اطلب الحقین ثم تبدا بخیار البلوغ لانہ دینی وتشھد قائلة بلغت الان ضرورة احیاء الحق**، اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے میں دو حق طلب کرتی ہوں پھر بیان میں ابتداء خیار بلوغ سے کرے اس واسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یوں کہتی ہوئی کہ میں اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے۔ بحر الرائق میں کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے، پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یوں طلب کرے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ میں نے خون اب دیکھا اس واسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے، صبح کو یہ کہنا کہ میں نے اب دیکھا کذب نہیں علاوہ اس کے بضرورت احیاء حق اس میں کذب بھی روا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ سے مروی ہے۔ کذا فی حاشیة المدنی، **وان جھلت بہ لتفرغھا للعلم بخلاف خیار المعتقة فانہ یمتد لشغلھا بالمولی**، یعنی سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے، اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اس کو امتداد ہے، دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی میں، یعنی دار الاسلام میں حرہ کا جہل عذر نہیں، اس واسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیوں نہ اس نے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اس واسطے کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی۔ **وَخِيَارُ الصَّغِيْرِ وَالثَّيِّبِ اِذَا بَلَغَا لَا يُبْطَلُ بِالسُّكُوْتِ بلا صریح رضا او دلالة علیہ کقبلة ولمس ودفع مھر**، اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیرہ تھی، ان کا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو ان کا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا، **وَلَا يُبْطَلُ بِقِيَامِهَا**

عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا، اور اختیار باطل نہیں ہوتا، دونوں کے کھڑے ہونے سے مجلس میں سے اس واسطے کہ ان کے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہے گا اختیار جب تک رضامندی پائی جاوے، ولوادعت التمکین کرھا صدقت، اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعویٰ کیا قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ ظاہر حال اس کا مصدق ہے، ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ۔ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعویٰ کرے زبردستی کا اس کا قول اوثق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو، سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے، اَلْوَلِیُّ فِی النِّکَاحِ المال العَصَبَۃُ بِنَفسِہٖ ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی، عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا، جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ۔ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا، مثلاً باپ اور بیٹا اور مولیٰ عصبہ بنفسہ میں کہ باپ کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولیٰ کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں، شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت کا لفظ نہ کہتا، اس واسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف [1] سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے، کذا فی حاشیۃ المدنی، عَلٰی تَرْتِیْبِ الْاِرْثِ وَالْحَجْبِ فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان، ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اس واسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان سے اگر بیٹا نہ ہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا، اس واسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی۔ بِشَرْطِ حُرِّیَّۃٍ وَّتَکْلِیْفٍ وَاِسْلَامٍ فِیْ حَقِّ مُسْلِمَۃٍ ترید التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ، عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرط حرہ ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں، اس واسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبا او شاہدا۔ یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اس کا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو، وَلِلْکَافِرِ وَلَایَۃٌ عَلٰی کَافِرٍ مثلہ اتفاقا۔ اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں مماثلت چاہیے، گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عَصَبَۃٌ فَالْوَلَایَۃُ لِلْاُمِّ۔ ثم لام الاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد۔ سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو، اور قنیہ میں اس کے برعکس ہے یعنی اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پروتی کو پھر پرنواسی کو اسی طرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو، ثُمَّ الْاُخْتُ لِاَبٍ وَّاُمٍّ ثم الاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم، پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو، پھر مادری اولاد کو، ان میں مرد عورت برابر ہیں، پھر مادری اولاد کی اولاد کو۔ ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی، پھر ولایت

[1] لفظ غیر مکلف خالی از تکلف نہیں میری دانست میں اگر یوں ہوتا ہو من یتصل بالمرأۃ بلا توسط انثی تو خوب ہوتا اور کیا عجب ہے کہ شارح نے ایسا ہی لکھا ہو، اور قلم ناسخ سے بالمیت ہوگیا ہو، اس لیے کہ حتی المعتقۃ بالمرأۃ کے ساتھ زیادہ چسپاں ہے ۱۲ ؀

ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو، پھر خالاؤں کو، پھر چچا کے بیٹوں کو اور اسی ترکیب سے ان کی اولاد کو ولایت ہے، یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو، پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلیٰ ہذا القیاس کذا فی الشمنی، ثم مولی الموالات، پھر ولایت ہے مولی موالات کو، مولی موالات اس کو کہتے ہیں کہ جس کے ہاتھ پر کوئی مسلمان ہوا۔ مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا، اور وہ مرگیا اور وہ اس کی بیٹی صغیرہ ہے سو اس کے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی، ثُمَّ لِلسُّلْطَانِ ثُمَّ لِقَاضٍ نُصَّ لَهُ عَلَيْهِ فِي مَنْشُوْرِهِ ثُمَّ لنوابہ ان فرض لہ ذلک والا لا، پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جس کی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر، پھر قاضی کے نائبوں کو اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے، اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہ ہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی درست نہیں، ولیس للوصی من حیث ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب، اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ اس کو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو۔ بنا بر قوی مذہب کے، نعم وکان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی، ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہیں فروع، مسائل ملحقہ شارح کے، لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام، جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے کی نہ اس سے کہ جس کی گواہی اس کے حق مقبول نہیں جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام، واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی، اور ثابت رکھا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ خالی ہے دعویٰ سے، صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ولقد باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ مجیزا وہو السلطان، صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہاں کوئی ولی یا حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہے گا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہے اس واسطے کہ اس کا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے۔ یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہے، اس واسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اس کا کوئی مجیز نہ ہو تو وہ عقد باطل ہے۔ شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہیں کہ اس کا مجیز (اجازت دہندہ) بادشاہ ہے، ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا۔ اور اگر اس کا نکاح دو برابر کے ولیوں نے کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا، اور اگر معلوم نہ ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونوں باطل ہوں گے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا۔ للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ، اور جائز ہے ولی ابعد (دور والا) کو نکاح کردینا ولی اقرب (نزدیک والا) کے غائب ہونے میں سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہے گا اس کی اجازت پر، مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہے گا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کردے، ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ، اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا، پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز ہوگا بدون اس وقت کی اجازت کے مسافۃ القصر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ، تزویج ابعد کی جائز ہے، جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور تبیین میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں، کہ غیبت کی مقدار یہاں تک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے بحر الرائق میں کہا کہ تعریف غیبت میں تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر ہے کہ جس پر اکثر مشائخ ہیں

یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی، وثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ، اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی
اقرب میں ظاہر ہوگا جو چھپ رہا شہر میں اس طرح کہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا، آیا یہ اختفاء غیبت منقطعہ ہے یا نہیں، تو بموجب روایت متن کے اس
صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی، اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں، اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کر سکے، ولو زوجہا
الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ۔ اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب نے جہاں کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح
جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ، اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں، اس واسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ
محیط اور مبسوط میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، ویثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی
عند فوت الکفو، اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاث المفتیین سے نقل
کیا کہ اگر نکاح نہ کر دے ولی اقرب تو قاضی نکاح کر دے جب خوف ہو کفو کے نہ ملنے کا **التزویج بعضل الاقرب** ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا
خلاصۃ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اس کے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ۔
یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اس وقت میں ابعد قائم مقام اقرب کے ہوگا، ولا یبطل تزویجہ السابق
بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ۔ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے
تزویج کے پوری ولایت سے **وولی المجنونۃ** والمجنون ولو عارضا **فی النکاح** اما التصرف فی المال للاب اتفاقا ابنہا و ان اسفل دون ابیہا لما
مر، اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امامؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا، نہ باپ
مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں پوتا باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین اور محمدؒ کے **والاولی ان یامر الاب** بہ لیصح اتفاقا
اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اس کا نکاح کر دے تاکہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو **ولو اقر ولی صغیر او
صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح** لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر، اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد
کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میاں نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر
حجت ہوتا ہے نہ غیر پر، فتح القدیر میں کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہوں اس وقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں، اور اگر ولی نے ان
کی حالت صغر میں اقرار نکاح کا کیا اور دونوں نے بعد بلوغ کے اس کا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی۔ بخلاف مولی الامۃ حیث
ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ، بخلاف لونڈی کے مالک کے اس واسطے کہ اس کا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے کہ منافع اس کے قربت کے
مولی کی ملک ہیں یعنی ایک مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی کیا، اور گواہ اس کے نہیں اور اس لونڈی کے میاں نے اس کی تصدیق کی تو اقرار مولی
کا نافذ ہوگا۔ **الا ان تشہد الشہود علی النکاح** بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ، مگر اس وقت اقرار ولی کا نافذ ہو
گا جب گواہی دیں گواہ نکاح کی اس طرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے، پھر اس پر گواہ قائم ہوں
یہاں سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینۃ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارحؒ نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی، او یدرک الصغیر
والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر، بیٹا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اس کی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی **او یصدق الموکل** او العبد عند ابی حنیفۃ رح وقالا
یصدق فی ذلک، یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میاں کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہؒ کے اور صاحبین نے
کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر

اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہہ کے اس قول کر جو مالک انشا کا وہ مالک ہے اس کے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں
تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنیٰ ہوا اور اس مسئلہ مستثنیٰ کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اس کے انشا کا مالک ہے اور اس کے اقرار کا
مالک نہیں یعنی اس کا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ہل لولی المجنون ومعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ الشافعی وجوزہ
للصبی للحاجۃ آیا درست ہے مجنون اور احمق بدتمیز کے ولی کو اس کا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ
اپنے مذہب میں میں نے نہیں دیکھا اور اس کو امام شافعیؒ نے منع کیا ہے اور اس کو صبی کے حق میں جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے۔

باب الکفائۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہ باب ہے کفائت کا عرب بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر
ہو اور کتاب النکاح میں کفائت سے مراد مخصوص برابری ہے جس کا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنے
نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہاں ولی کو حق تفریق نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں ولی کو مقام تنگ نہیں الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزوم
او معتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح میں تو اگر نکاح کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کمتر ہو گیا یعنی مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفاءت
معتبر ہے لزوم نکاح کے واسطے یعنی ہر چند نکاح بدون کفاءت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری
روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے یعنی نکاح بدون کفاءت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان یکون فراشا للدنی
کفائت کا اعتبار ہے مرد کی جانب سے اس واسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی ولذا لا تعتبر من
جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش اس لیے برابری معتبر نہیں عورت کی طرف سے اس واسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اس کو رنج نہیں
اس کا کمتری مفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخبازیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضاً اور یہ یعنی کفائت کا اعتبار مرد کی جانب
میں نہ عورت کی جانب میں امامؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ہے قول صحیح میں کما فی الخبازیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہا میں یہ یعنی عورت کی کفاءت کا اسقاط امام کے
نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفاءۃ بہنز معتبر ہے عورت کی جانب میں بھی والکفاءۃ ہی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد
لا خیار لہا بل للاولیاء اور کفاءت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اس کا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہاں وہ
غلام نکلا تو اختیار نہ ہوگا عورت کو بلکہ اس کے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت
العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اس کی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفاءت
کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسی کو اختیار فسخ کا نہیں نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اس وقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفائت کی اور خبر کر دی زوج نے
اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اس کا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ
سو اس کو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہے کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالکؒ کے کہ ان کے نزدیک
کفاءت کا کچھ اعتبار نہیں نسباً اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہے اس واسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپس
میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش ان کو کہتے ہیں جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں
اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسی
واسطے علی المرتضیٰؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروقؓ سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضیٰؓ ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش
کے سوا اور باقی عرب آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق

قال المصنف کالبحر والنہر والفتح ولیفقدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی ہیں بدایہ کی پیروی سے نکالا ہے نو باہلہ کو اور عرب سے بسبب ان کی خست اور
دناءت کے اور حق یہ ہے کہ ان کو عرب سے نکال ڈالنا صحیح نہیں بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور
فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہ یعنی کفائت
نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اس واسطے کہ عجمی لوگوں نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور
مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہ مسلم او حر او معتق واما حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اس عورت کے جس
کا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اس کا آزاد ہے اور یہاں اس کی حرۃ اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہے یا حر
ہے وہ برابر نہیں اس عورت کے جس کا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں والوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر
ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے ولذا
وفی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسہ للمعتق اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اس واسطے کہ مسلمان کے باپ
دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں واما معتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد
آزاد ہے کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے جس کا آزاد کرنے والا شریف ہے واما مرتد اسلم فکفو لمن لم ترتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اس
مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان دو ذمیوں کے تو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجہ اور چمار
دونوں برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دے گا نہ بخیال عدم کفاءت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق
برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو
غیر محترف والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اس طرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک
مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اس وقت ضرور ہے اگر عورت کو جماع کی
برداشت ہو والا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ میں سو مثل جولاہے کی برابر نہیں مثل
درزی کی بیٹی کے اس واسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز وتاجر ولا ہما لعالم وقاض اور نہ درزی برابر ہے بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ
دونوں ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت
اور مال دار ہوں اس واسطے کہ ان کے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں واما الوظائف فمن الحرف فصاحبہا کفو لمثلہا تاجر لو غیر دنیئۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور
روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہ ہو جیسے دربانی اور فراشی وذو تدریس ونظر کفو
لبنت الامیر بمصر کذا اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفاءت
کا نزدیک شروع عقد کے ہے سو مضر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا
پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہ ہو گا واما لو کان دباغا ثم صار تاجرا فان بقی عارہ لم یکن کفوا والا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت
کی عار باقی ہے تو ہمسر نہ ہو گا اور اگر اس کی عار باقی نہیں تو برابر ہو گا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے والعجمی لا یکون کفوا
للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ واقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ

بیاد ہیں قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع سے اور دعویٰ کیا بحرالرائق میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ولکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع وان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہرالفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذافی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اس واسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی نسب اور مال سے چنانچہ اسی کا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اس کی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ افضل ہیں فاطمہ زہراؓ سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذافی القہستانی ثم برجندی میں تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفصیل نہرالفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن میں ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذافی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعیؒ اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب کی بیٹی کا ظاہر ایوں کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اس واسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اس واسطے کہ بعضے حنفی متعصب شافعیؒ مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعیؒ رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے مقلد بھی برحق ہیں کذافی حاشیۃ المدنی ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہم سے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دیں گے اپنے مذہب سے چنانچہ اس کو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کر کے جواہر الفتاوی میں یوں ہے کہ باکرہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اس کا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہے اور اسی طرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر ہم سے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح مذہب شافعی میں صحیح ہے یا نہیں تو ہم یہی جواب دیں گے کہ نکاح صحیح ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اس واسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءۃ سے کچھ تعلق نہیں کذافی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا بالعیوب التی یفسخ بہا البیع خلافا للشافعی اور گاؤں کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والے کا تو کفایت میں شہر کا کچھ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں کذافی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ ان عیبوں کا اعتبار ہے جن سے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے ولکن فی النہر عن المرغینانی الجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہرالفائق میں منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہیں وکذا الصبی کفو لغناء ابیہ او امہ او جدہ نہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الآباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسی طرح لڑکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذافی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ باپ اٹھا لیتے ہیں اپنے بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذافی الذخیرہ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہاں تک کہ مہر مثل اس کا پورا ہو جاوے یا جدائی کر دے قاضی دونوں میں ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اس کو آدھا مہر معین ملے گا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کر دی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اس کا کچھ مہر نہیں اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اس کو پورا مہر معین ملے گا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسی طرح مہر معین ملے گا اگر دونوں میں کوئی مر گیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہیں بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذافی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی

ورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے مؤکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں
دیہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے
غرض یہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول
صاحبین کا بہتر ہے فتوی کے واسطے اور پسند کیا اس کو فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز
اور معینۃ ادکرۃ اوامۃ مخالف اوامرتہ بتزویجہا دلم تعین فزوجہا عیر کفو لم یجز اتفاقاً اور اجماع کیا فقہا نے اس پر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے مؤکل کا اپنی
چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اس کی یا بھتیجی تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہیں کہ امر کیا ایک نے دوسری کو
نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے مؤکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج
معین نہ کیا سو وکیل نے اس کا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہ ہوگا ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ
للمخالفۃ اور جس کو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اس نے دو عورتوں سے نکاح کر دیا ایک عقد میں تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا بسبب مخالفت امر
کے ولہ ان یجیز ہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے مؤکل کو کہ دونوں عورتوں کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا
اور اگر دونوں کا نکاح دو عقد میں ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہے گا مؤکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او اثنتین فی
عقدین جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقدین لم یجز المخالفۃ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتوں کے نکاح کا ایک عقد میں سو نکاح
کر دیا اس کا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتوں سے دو عقد میں تو جائز ہے مگر جب کہ کہا مؤکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتوں سے ایک عقد
میں سو وکیل نے دو عقد میں دو عورتوں سے کیا یا یوں کہا تھا کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتوں سے دو عقد میں سو وکیل نے دو عورتوں سے ایک عقد
میں کر دیا تو یہ مخالفت جائز نہ ہوگی ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا
تلحقہ الاجازۃ اتفاقاً اور نہیں موقوف رہتا ایجاب اس کے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہے حاضر نہیں تمام عقود میں یعنی معاوضہ کے عقود میں
از قسم نکاح اور بیع اور ان دونوں کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے اور نہیں لاحق ہو سکتی اس کو اجازت بالاتفاق ویتولی طرفی النکاح
واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفوں نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا شخص متولی ہوتا ہے فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین
صغیرین کے ولی نے کہا کہ میں نے دونوں کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اس میں موجود ہیں اب اس کے بعد قبول جداگانہ کی حاجت نہیں
فی خمس صور کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب ووکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب ووکیلا من اخر کزوجت بنتی من موکلی ایجاب
اور قبول میں ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتوں میں منحصر ہے (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یوں کہے کہ میں نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے
سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونوں طرف سے تو یوں کہے کہ میں نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری
طرف سے وکیل ہو تو یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یوں کہے کہ میں نے اپنے
چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یوں کہنا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل
سے کیا لیس ذلک الواحد لفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قبولہ غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص
واحد جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہ ہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونوں کلام بولے بنا بر قول
راجح کے یعنی یوں کہے کہ میں نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یوں کہے کہ میں نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بھی درست نہیں اس واسطے کہ قبول کرنا فضولی

کا معتبر نہیں شرعاً اس واسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایجاب موقوف نہیں رہتا غائب کے قبول پر **و نکاح عبد و امۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی** اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میاں کے موقوف ہے میاں کی اجازت پر جیسے نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اس کو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہیں تو باطل ہو گیا یہ بھی فی البیوع توقف عقود ہ کلھا ان لھا مجیز حالۃ العقد والا بطل عنقریب آوے گا کتاب البیوع میں موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر ان عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد میں ان کا مجیز نہیں تو عقود باطل ہیں **و لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ** اور جائز ہے چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو تزوجھا بلا استیذان فسکتت او افصحت بالرضاء ولا یجوز عندھما و قال ابو یوسفؒ یجوز و کذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ کما مر فیجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان سے یہاں تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہیں نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسفؒ نے کہ جائز ہے اور اسی طرح مولی آزاد کرنے والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ میں استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہیں کذا فی الجواہر یعنی بخلاف صغیرہ کے اس واسطے کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہاں تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہ ہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ میں مانند ابن عم کے سمجھے من نفسہ فیکون اصیلا من جانب و ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسی طرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کی طرف سے **کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجھا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر** جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو کہ اس کا نکاح کر لے اپنی ذات سے سو اس کو یہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے **بخلاف ما لو وکلتہ** بتزوجھا من رجل فزوجھا من نفسہ لانہا رضیۃ مزوجا لا متزوجا برخلاف اس کے یہ ہے کہ اگر عورت نے اس کو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اس کا نکاح اپنے سے کر لیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا **او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی ممن شئت لم یصح تزویجھا من نفسہ** کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اس کو کہ تصرف کرے اس کے امر میں یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اس کا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہو گیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین میں داخل نہیں ہوتا **و لو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح** لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین **فقط بخلاف اجازۃ بیعہ** فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما یجئ اور اگر اجازت دی جس کو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اس کے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اس واسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جس کے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہیں اس واسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اس واسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا کتاب البیوع میں **فروع** یہ چند مسائل ہیں شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اس کو توڑ سکتا ہے لیشترط للنزوم لعقد الوکیل لوانعقد

[مہر] المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہ ہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول
[کر]ے یا نہ کرے وحکم رسول کوکیل اور حکم پیالی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسی کو بھیجا نکاح کا پیام لے کر اور عورت نے شہود کے
[روب]رو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

[ب]اب المہر (ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقریۃ) باب ہے مہر کا صداق اور صدقۃ اور نحلہ اور عطیہ اور عقریہ سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی اسبیلا والجواہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ
[ا]لبکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد میں ہے کہ بیبیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیب
[کا ع]قر ہے اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہیں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درم
[س]ے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر وروایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت
[کم] دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے
[و]اسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو ابوداؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی عورت
[کو م]ہر میں دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اس نے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے نہایت کم ہیں تو ایسی روایات
[ک]ا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اس واسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ سوائے
[ا]نگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اس کے حدیث جابرؓ کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند
[س]ورتیں قرآن مجید کی اس کو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح ایک عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھ کو
[ع]ورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسی واسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا
بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اس کا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اس واسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات
کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان زکوۃ
میں مذکور ہو چکا ہے دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں جس کے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ
کانت اولا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پترا اگرچہ
قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اس نے نکاح میں انھیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جس کی قیمت دس درم
ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اس کی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ
کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جس کی قیمت دس درم تھی پھر جس دن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اس کی بیس
درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اس کو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اس واسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن
جس دن عورت کے قبضہ میں آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الحیاۃ وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر
اور واجب ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہوں گے
دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیوں نہ ہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتأکد عند وطی او خلوۃ صحت من زوج او موت
احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مر جانے زوج یا زوجہ کے او تزوج

ثانیاً فی العدۃ بائنۃ ویکب دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت اس کی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس سے نکاح کیا عدت
میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اس واسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فرع ہے
خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اس واسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح دوسرا نہیں ہوتا اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی اوازالۃ
بکارتہا بنحو حجر بخلاف ازالتہا بدفعۃ فانہ یجب النصف لطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالۂ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا لکڑی سے یا موم
کی بتی سے بخلاف اس کے اگر دھکیلنے سے ازالۂ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضاً نصف مہر مثلہا
ان طلقت قبل الدخول والا فکل مہر مثلہا اور اگر اجنبی کے دھکیلنے سے ازالۂ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول
کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ لطلاق قبل وطی او خلوۃ
فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا النصف درہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جس
کی قیمت پانچ درم تھی پھر اس کو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملے گی اور اڑھائی درم اور لیں گے آدھی چیز عورت کو اس واسطے ملے گی کہ
نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس درم کا پورا کرنا واجب ہوا اس واسطے کہ اڑھائی درم کو اور لیں گے تا اقل مہر کامل ہو جائے
وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلماً لہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آوے گا نصف
مہر زوج کی ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جب کہ زوج نے زوجہ کا مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں
ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا ینفذ عتقہ ای الزوج عبد المہر بعد
طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے
بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اس کے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا
ونفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لبقاء ملکہا اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس
غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اس کو آزاد کر دے تو یہ عتق نافذ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ملکیت کل مہر پر قبل قضاء
یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر المنفصلۃ تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل
کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اس واسطے واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے
کے یعنی عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اس کی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اس کی نصف
قیمت عورت زوج کو پھیر دے گی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھے گی اس واسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف
قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی ووجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین اور واجب
ہے مہر مثل شغار میں شغار اس کو کہتے ہیں کہ نکاح کر دے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا
نکاح کر دے اس سے تا کہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جائے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ لخلوہ عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغاراً
اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہم نے اس میں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے
ممنوع ہوا کہ اس میں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اس میں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج حر للامہار الحرۃ او امۃ لان فیہ قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے

مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اس واسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں قلب موضوع ہے
یعنی الٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو برعکس ہوا اس واسطے کہ نادرست ہوا اور مہر مثل اس
میں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خاں نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اس واسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزویجہا
علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تحلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے زوج اس کے مالک کی یا حرہ
کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اس کے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسیٰ علیہما السلام کے اس واسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح
موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کیا ان سے کصحۃ علی خدمۃ عبدہ او امتہ او عبد الغیر برضاہ مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہے
نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے
لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اس واسطے کہ خدمت حر میں مفاسد بہت ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض
اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن لنص بالا بتغاء بالمال اور واجب ہے مہر مثل تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف
میں فرمایا ہے وان تبتغوا باموالکم یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے اور تعلیم قرآن مال نہیں اس واسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا و با زوجتک بما معک من
القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی قول المتاخرین اور بے زوجتک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے
دفع دخل کا کیا یعنی حدیث میں آیا ہے کہ حضرتؐ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتک بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تجھے
ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر ہو سکتا ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل اس وقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض
کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور معنی اس میں ہو سکتے ہیں یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا
ثابت نہ ہوا چنانچہ اول باب میں اس حدیث کا بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق میں کہا ہے سزاوار یہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہو سکے بحر الرائق اور
نہر الفائق میں کہا ہے کہ متاخرین کا فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہے پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست
ہوگا اس واسطے کہ جس کی اجرت لینا جائز ہے اس کا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر میں ہے قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال وکذا استخدامہ نہر عن البدائع اور جائز ہے حرہ عورت کو خدمت
لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اس کے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت دی ہو یعنی اگر غلام باجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک
برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہے اس واسطے کہ خدمت کرنے میں غلام کی ذلت نہیں لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اس واسطے کہ
اس میں ذلت اور اہانت ہے اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے بدائع سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا
او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شئ یصلح مہرا والا فذلک الشئ ہو الواجب اور اسی طرح واجب ہے مہر مثل اس صورت میں
جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یوں کہا کہ ہم نے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی
کی ہو زوج نے یا دونوں سے ایک مر گیا یہ اس وقت ہے جب دونوں نہ راضی ہو گئے ہوں کسی چیز پر جو مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی
ہو گئے ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہیں او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل وہو خمر او ہذا العبد وہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا
مہر میں تو مہر مثل واجب ہوگا اس واسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق میں مال نہیں یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب
ہے یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اس واسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر

بھی متعذر ہے کہ مسلمان کے کام کی نہیں او دابۃ او ثوب او دار او لم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر میں جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا ان کی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہیں بسبب کثرت جہالت کے کچھ امتیاز نہیں ہو سکتی لہذا ان صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا ویجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر وطلقت قبل الوطی اور واجب ہے متعہ مفوضہ کے واسطے مفوضہ وہ عورت ہے جس کا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار وملحفۃ ولا تزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسۃ دراہم لو فقیرا اور بعاد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہ ہو ان تینوں کپڑوں کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہ ہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسی کا فتویٰ بحر الرائق میں ہے کہ اگر دونوں محتاج ہیں تو واجب کرپاس متوسط ہے اور اگر دونوں غنی ہیں تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہے اور ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو لٹھ کا کپڑا متوسط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الا من سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ سمی لہا مہر او لا فالمطلقات اربع اور مستحب ہے متعہ دینا سوائے مفوضہ کے مگر جس کا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اس کے واسطے متعہ مستحب نہیں بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہے جس کی وطی ہوئی اور اس کا مہر معین ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو مطلقہ عورتیں چار ٹھہریں ایک وہ مطلقہ جس کی وطی نہ ہوئی نہ مہر معین ہوا تو اس کے واسطے متعہ واجب ہے دوسری وہ مطلقہ جس کا مہر معین تھا اور وطی نہ ہوئی تو اس کو متعہ دینا مستحب نہیں تیسری وہ مطلقہ جس کی وطی ہوئی اور مہر معین نہ ہوا چوتھے وہ مطلقہ جس کی وطی ہوئی اور مہر اس کا معین تھا تو ان دونوں کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضیہما او بفرض قاض مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر نہر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا یا اس کے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی در صورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ زوجیت باقی نہیں رہی وفی الکافی جدد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر نہر اور کافی میں یوں ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اس پر دو ہزار درم لازم آویں گے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اس واسطے لازم ہوئے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرہا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو بخش دیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہے اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ میں ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا ینصف لاختصاص التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اس کی تنصیف نہ ہوگی طلاق قبل وطی میں واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف میں مفروض اسی مہر کو کہتے ہیں جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اس کو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں یعنی مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت میں یعنی زیادت علی المسمی وصح حطہا لکلہ او بعضہ عنہ قبل او لا ویرتد بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اس کو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر تا ہے پھیرنے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہاں تک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کرے گی

تو معاف ہو جاوے گا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرنا میں نہیں مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت میں نہ اسقاط کرے اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیٹتا جب تک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضوں نے کہا کہ مہر معاف ہو گیا اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپس میں تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **والخلوۃ** مبتداء خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتداء ہے اور خبر اس کی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہے یہاں سے احکام خلوت صحیحہ کے شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتداء اور خبر میں موانع کا بیان ہے **بلا مانع حسی** کمرض لاحدہما یمنع الوطی **وطبعی** کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہے مانع حسی وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ میں تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار میں مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل مثال نہیں ہے **وشرعی** کاحرام الفرض والنفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا **ومن الحسی رتق** بفتحتین التلاحم **وقرن** بالسکون عظم **وعفل** بفتحتین غدۃ **وصغر** ولو بزوج لا یطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہ ہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ میں جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدود غلیظ کہتے ہیں اور بعضے گوشت زائد کہتے ہیں اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس میں کہا کہ عفل ایک شے ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ عفل ایک شے مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے یعنی مثل توڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہ ہو اس حال کے ساتھ جماع کرنے کی **وبلا وجود ثالث معہما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما یکون بینہما او مجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار ولذا الا عمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع بہ یفتی مجتبی** اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بے ہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہے اور دیوانہ یا بے ہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اس واسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بے ہوش کا بے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المجتبی بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی ہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اس واسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اس واسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار روایت اور درایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن میں داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی الحنفی **والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع** اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹکھنا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقاً مانع خلوت کا نہیں کٹکھنا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بے خوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اس کا ہونا مانع ہے خلوت کا اس واسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے

دیکھ کر غضب میں آوے گا اور حملہ کرے گا اور اگر کتا کٹہانہ ہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اس واسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا وبقی منہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وحمام وسطح وبیت بابہ مفتوح مالم یعرفا اور باقی رہ گیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہ ہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جس کا دروازہ کھلا ہو اس واسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی دو صورت جب کہ زوج نے زوجہ کو نہ پہچانے اس واسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجیت کے متحقق نہیں وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا لو اکل مما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اس واسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تحلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھول کر کھا گیا پھر اس نے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس میں کفارہ نہیں چنانچہ اس کی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادائے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر اس نے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دے گا اس واسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجیء ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جن کا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اس کا ثابت ہو گیا ہو تب اس کی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اس کا نکاح موقوف رہے گا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہیں وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسط فی النہر اور جو خنثی کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ میں ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں چنانچہ اس کو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق میں ہم اشباہ میں کہا ہے کہ اگر خنثی کے باپ نے اس کا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اس سے وطی کی تو جائز ہے اور اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھ کو اس کا علم نہیں اور اگر خنثی کے باپ نے اس کا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہیں تو اس کی مدت مقرر ہوگی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے خلوت کرنا اس کو جائز ہے اور نہر الفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اس کے حال کے موقوف ہے پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے صریح ظاہر ہوتا ہے کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اس کے حال کے صحیح نہیں وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او کبر سن او ضعف خلقۃ اور نہر الفائق میں ہے شرح وہبانیہ سے اور گاہے ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدائش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ ہونے کے جماع پر قادر نہ ہوا تو اس کی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہے بلوغ کے وقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اس وقت میں نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اس کا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر والخصیتین سے ہو مناسب یوں تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اس واسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہے خلوت پر موقوف نہیں وفی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہونے میں یعنی جیسے

وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونوں لازم ہو جاتے ہیں والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہے
نفقہ اور سکنی لازم ہونے میں یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کر کے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا
واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اس کے سوائے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے
میں اس کی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اس کو طلاق دی تو اس کی عدت میں اسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسی طرح سوائے
اس عورت کے اور چار عورتوں سے نکاح کرنا اس کی عدت میں حرام ہے وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونے میں
یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اس کی عدت میں لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعاۃ وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے
ہے وقت طلاق کے رعایت کرنے میں عورت کے حق میں یعنی وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر میں طلاق رجعی دے نہ حیض میں ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے
بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اس کی تصریح کتاب الطلاق میں آوے گی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسی طرح خلوت مانند وطی کے ہے دوسری
طلاق بائن پڑنے میں بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار میں
اور اگر چہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اس کی حاشیہ طحطاوی اور مدنی میں ہے جس کو زیادہ شوق ہو
وہاں دیکھ لے لا تکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہیں ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق میں جیسے غسل میں یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب
ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہیں والاحصان اور نہیں ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان میں یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت
سے نہیں محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات اور نہیں خلوت ہے مانند وطی کے بیٹیوں کی حرمت میں یعنی مرد نے جس
عورت سے وطی کی تو اس کی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اس عورت کی بیٹی حرام نہیں وحلہا للاول اور نہیں خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے
میں پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اس کو حلال نہیں ہوتی والرجعۃ
اور نہیں خلوت مانند وطی کے رجعت میں یعنی وطی کے بعد طلاق دینے میں رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہیں
اس واسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہیں رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والمیراث اور
نہیں خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت میں زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجہا
کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتوں کے ہے بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد
خلوت کے طلاق ملے تو اس کا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتوں کے ہوگا اور سوائے اس کے اور احکام میں جن میں خلوت وطی کے مانند نہیں جیسے اجازت
نکاح موقوف کی خلوت سے نہیں ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اس کو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صور: وغیرہ
وبہذا العقد تفصیل: اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتوں میں اور مغائر ہے وطی کے چند صورتوں میں اور اس نظم سے جو کہ موتیوں کی لڑی ہے
احکام خلوت کی تفصیل ہے ؎ تکمیل مہر واعداد کذا النسب: انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول: خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر میں اور وجوب عدت میں اور
اسی طرح نسب میں اور نفقہ دینے میں اور سکنی میں اور بہن کے نکاح منع ہونے میں مقبول ہے یہ قول علما کے نزدیک مردود نہیں ؎ واربع وکذا
تحالو الاماء ولقد: راعوا زمان فراق فیہ تسہیل: اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اس کی عدت کے اندر اور اسی طرح
علما نے لونڈیوں کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علما نے زمانہ فراق کی جس میں رخصت کرنا ہے یعنی طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض میں ؎
واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا: وقیل لا والصواب الاول القیل: اور واقع کی ہے علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جب کہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور

بعضوں نے کہا کہ دوسری طلاق نہیں واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے سہ اما المغایرۃ فالاحصان یا الی ۶ ورجعۃ وکذا التوریث معقول ؟ لیکن وہ احکام جن میں خلوت مغائر ہے وطی کی اول ان میں سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسی طرح وراثت منقول ہے سہ سقوط وطی واحلال لہا وکذا ۶ تحریم بنت نکاح البکر بندول ۶ اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایک بار زوجہ سے وطی کی تو اس کا وطی کا مطالبہ ساقط ہو گیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور حلال ہونا زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہو گی بخلاف وطی کے اور اسی طرح حرام ہونا بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس دیزہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ مبذول ہے یعنی باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی میں اس کا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کے مانند سہ کذلک الفی والتکفیر مانسدت + عبادۃ وکذ، بالغسل تکمیل + اسی طرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کروں گا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ میں وطی کی تو اس کو فی کہتے ہیں یعنی نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع تو ایلا کرنے والے کا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسی طرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہیں ہوتی بخلاف وطی کے اور اسی طرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی ان مسائل کی جن میں خلوت مانند وطی کے نہیں **ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا لانکارہا سقوط** نصف المہر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ میں سو زوجہ نے کہا کہ مجھ کو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہو گا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسی کا قول معتبر ہو گا اور پورا مہر پاوے گی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکر صحت والا لا ان البکر انما توطا کرہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اس واسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں **ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر** والعدۃ علیہا بزازیہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اس کو طلاق بائن ہو گئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہو گا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیہ پھر جب عدت نہ ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتجب العدۃ فی الکل** ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ **احتیاطاً** ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل میں یعنی کل اقسام خلوت میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطاً یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفۂ زوج سے مشغول ہو گیا ہرچند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں علیحدہ کر کے اس واسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **وقیل** قائلہ القدوری واختارہ التمرتاشی وقاضی خان **ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حسیا** کصغر ومرض مدنف لاتجب والمذہب الاول لانہ نص محمد قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اس کو تمرتاشی اور قاضی خان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا یا مرض دائمی جس نے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہی قول ہے یعنی ہر صورت عدت واجب ہے خلوت[1] صحیح ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنی شرح میں کہا ہے

[1] صواب یوں کہنا تھا کہ مانع شرعی ہو یا حقیقی کما لایخفی تو یہ مترجم سے تسامح ہوا ۱۲

وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدة والمھر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتھا اور مجتبیٰ میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے
حق میں اور مہر میں فقط یہاں تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اس کی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر فقبضت الف المھر فوھبتہ لہ وطلقت قبل وطی
رجع علیھا بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود وقبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج
زوجہ سے نصف مہر یعنی پانچ سو پھیرے اس واسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ
کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اس کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہیں پہنچا بلکہ غیر مستحق پہنچا بسبب نہ متعین
ہونے نقود کے عقود میں مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اس کے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے کہ ان درموں کو اپنے پاس رکھے اور
ان کے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسی طرح بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین معتبر نہیں وان لم تقبضہ او قبضت نصفہ فوھبت الکل فی الصورة الاولی
او ما بقی وھو النصف فی الثانیة او وھبت عرض المھر کثوب معین او فی الذمة قبل القبض او بعدہ لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ
کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنی عدم قبض میں یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنی نصف مہر کے
قبضہ کرنے میں یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے
جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں صورتوں میں نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہنچتا بسبب حصول
مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ مل گیا متعین ہو کر نکحھا بالف علی ان لا یخرجھا من البلد او لا یتزوج علیھا او نکحھا علی الف ان اقام بھا وعلی
الفین ان اخرجھا فان وفی بما شرطہ فی الصورة الاولیٰ واقام بھا فی الثانیة فلھا الالف لرضاھا بہ ا فھنا صورتان الاولی تسمیة المھر مع ذکر شرط ینفعھا والثانیة
تسمیة المھر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر والا یوف ولم یقم فمھر المثل لفقد رضاھا بالفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے
نہ نکال لے جائے گا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نہ کرے گا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر میں اور دو ہزار
درم کے مہر پر اگر عورت کو اس کے شہر سے باہر لے گیا سو اگر زوج نے شرط کو پوری کی پہلی صورت میں یعنی شہر سے باہر نہ لے گیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری
صورت میں عورت کے شہر میں مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم ملیں گے بسبب راضی ہونے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مہر کا معین ہونا
ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اس کے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو
ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت میں اور اقامت شہر کی نہ کی دوسری صورت میں تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب
فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المھر فی المسئلة الاخیرة[1] علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقھما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائے گا دو ہزار
سے مسئلۂ اخیرہ میں یعنی جس میں شرط ہوئی تھی کہ اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور کم نہ ہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے
اس پر یعنی عورت راضی ہو چکی تھی دو ہزار پر حالت اخراج میں تو اس کو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملیں مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاوے گی نہ
زیادہ اور اگر مہر مثل پانچ سو تھے تو ہزار سے کم نہ دیے جائیں گے اس واسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت میں تو حالت اخراج میں کیونکر
ہزار سے کم ہو سکے ولو طلقھا قبل الدخول ینصف المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط وقال الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا
مہر مسمی دیا جائے گا دونوں مسئلوں میں بسبب ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں یعنی عورت
ہزار یا دو ہزار پاوے گی اگر مرد شہر میں رہا اور دو ہزار پاوے گی اگر اس کو باہر لے گیا کذافی حاشیة المدنی بخلاف ما اذا تزوجھا علی الف ان کانت

[1] ایک نسخہ میں الاخیرۃ کی جگہ الثانیۃ ذات التقدیرین ہے یعنی دوسرے مسئلہ دو صورتوں والے میں ۱۲ مصنف

قیمتہ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ پر خلاف ہے اس کے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بد صورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں بسبب قلت جہالت کے اس واسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہیں کہ جس کی معرفت دشوار ہو اور اس کے حصول اور عدم حصول میں تردد واقع ہو تو دونوں شرطیں صحیح ہوں گی بخلاف شرط اقامت و اخراج کے کہ اس کا وجود اور عدم دونوں محتمل ہیں تو ایسی شرط صحیح نہیں بخلاف ما لو ردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للثیوبۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص عن الاقل فتح بخلاف اس کے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یوں کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل درر ورجح فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اس کو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اس واسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کے واسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین واحدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس والا فمہر المثل اور اگر مہر میں نام لیا دو چیزیں مختلف القیمت کا متحد الجنس ہوں خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا ایک ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے کسی پر اور ان دو چیزوں میں ایک کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کرے گا ان صورتوں میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملے گا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعۃ المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائے گا متعہ مثل کا اس واسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گی اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اس کو اس صورت میں نصف کم قیمتی ملے گا یہاں تک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہو گا متعہ سے تو واجب ہو گا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تزوجہا علی فرس او حمار او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس ذکر الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس متوسط والی میں یا قیمت متوسط کی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اس کی قیمت دے وکل ما لم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ اور جو چیز کہ جس میں بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اس میں اختیار زوج کو ہے خواہ جانور دیوے خواہ اس کی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اس میں عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اس کی قیمت لے وکذا الحکم وہو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی ہے حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اس کی نوع فقہا کے نزدیک جنس اس کو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی

اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اس کو کہتے ہیں جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اس واسطے کہ مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جس کے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں کو شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونوں میں باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسی طرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہیں بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس کا مہر میں نام لیا جاوے گا تو تسمیہ فاسد ہے اس وقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر میں صاحب بحرالرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرض کہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے وان امہرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان ساوی اقلہ ای عشرۃ دراہم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونوں میں کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے بشرطیکہ برابر ہو اس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائے گا عورت کے واسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دے کر عشرہ پورا کر دیا جائے گا اس واسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبداً ورجحہ الکمال کما لو استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسفؒ کے عورت کو حر کی قیمت ملے گی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اس میں حر نکلا تو عورت اس غلام کو لے گی اور حر کی قیمت لے گی اس طرح کہ حر کی دو صورت غلام ہونے کے جو قیمت ہو سکتی وہی زوج سے طلب کرے گی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پا دے گی اسی طرح ایک کے حر ہونے میں بھی اس کو قیمت ملے گی ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جس میں کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہ ہوں یعنی بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں فاسد ہے اور اسی طرح دو بہنوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمیں نکاح کی فاسد ہیں اس واسطے کہ صحت نکاح کی ان میں شرط نہیں بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا مہر مثل واجب ہے نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اس طرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی اس واسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہو سکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغاً ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جاوے گا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اس کی

مقدار مجہول اور نامعلوم ہو گئی تو مہر مثل ہی لازم آوے گا کتنا ہی کیوں نہ ہو م نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہو گا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہو گا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہ ہو گا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اس میں مہر مثل واجب ہو گا اور کم ہو گا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاویں گے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہو گا کتنا ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اس واسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اس کو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد لولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کر دینی درمیان دونوں کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے وتجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد میں بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہو گی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہو گی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المراۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہ ہو قول اصح میں ویثبت النسب احتیاطاً بلا دعوۃ اور ثابت ہو گا نسب بنابر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوی کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہ ہو گا تو بھی نسب ثابت ہو گا وتعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر من الوطی اور معتبر ہو گی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستۃ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت بہ افتی محمد یعنی پھر اگر مدت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہوں یا زیادہ تو ثابت ہو گا نسب اور اگر اقل مدت سے نہ ہو اس طرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہو گا یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہیں بخلاف نکاح صحیح کے کہ اس میں وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدۃ احدا وعشرین ونظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ نے کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق میں اس طرح کہ اسی میں زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہیں اور ان میں سے وہ دس نظم کیے ہیں جو خلاصہ میں مذکور ہیں سو نظم میں یوں کہا ہے ۵ فاسد من العقود وعشر ÷ اجارۃ وحکم ہذا الاجر ÷ وجوب ادنی المثل او مسمی ÷ او کل مع فقدک المسمی ÷ اور عقود فاسدہ دس ہیں ایک ان میں سے اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اس کا ہے وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہو گئی ہے تو کمتر اجر واجب ہو گا یعنی اگر اجر مثل کم ہو گا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہو گا اور اگر مسمی کم ہو گا تو مسمی واجب ہو گا یا پورا اجر مثل واجب ہو گا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہ ہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہو گا کتنا ہی کیوں نہ ہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جس میں شرط صحت اجارہ کے نہ ہوں ۵ والواجب الاکثر فی الکتابۃ ÷ من الذی سماہ من قیمۃ ÷ اور کتابت فاسدہ میں جو مسمی اور قیمت سے زائد ہے وہ واجب ہے ۵ وفی النکاح المثل ان یکن دخل ÷ وخارج البذر لمالک اجل ÷ اور نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ میں جو چیز کہ پیدا ہوتی ہے کھیت میں وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج زمین والے کا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہے ۵ والقلع والرہن بکل لقبضہ ÷ امانۃ وکالصحیح حکمہ ÷

اور صلح فاسد اور رہن فاسد میں ہر ایک کو عاقدین میں سے اختیار رہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ میں امانت ہے اور اسی طرح رہن
مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ۵ ثم الہبۃ مضمونۃ یوم قبض ؛ وصح بیعہ لبعد
قرض ؛ پھر ہبہ فاسد میں موہوب کا ضمان ہے موہوب لہ پر جس دن قبضہ کیا اور قرض فاسد میں جیسے جانور کے قرض لینے میں مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع
کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والے کو اور اس وقت میں اس کی نیت کا ضمان دے گا مقرض کو ۵ مضاربۃ وحکمہا الامانۃ ؛ والمثل فی البیع والا القیمۃ ؛ اور
اور مضاربت فاسدہ میں مال مضاربت کا امانت ہے مضارب کے ہاتھ میں اور بیع فاسد میں اگر مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری
پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان اور آگے ان عقود کی خود تصریح آوے گی اس واسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہیں **والحرۃ مہر مثلہا**
شرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امراۃ تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل شرعی وہ ہے جو اس کے مثل لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع میں اس کو کہتے ہیں جو دوسری
عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اس کی ماں کی قوم
سے اگر اس کی ماں اس کے باپ کی قوم سے نہ ہو اور اگر ماں بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے اس کے چچا کی بیٹی تو ماں کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اس واسطے کہ
دونوں ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے نہ ماں کی قوم کا وفی الخلاصۃ یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی
ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ میں ہے کہ مہر مثل میں اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنوں کا اور پھوپھیوں کا پھر اگر وہ نہ ہوں گی تو سگی بھانجی اور چچا
کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول خلاصہ کا یہ ہے کہ باپ کی قوم میں بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والے درجہ
بدرجہ اس کو یاد رکھنا چاہیے **وتعتبر المماثلۃ فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما**
وادبا وکمال خلق وعدم ولد اور معتبر ہے برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتوں سے وقت عقد کے ان اوصاف میں عمر میں اور جمال میں
اور مال میں اور ایک شہر کے رہنے میں اور ہمعصر ہونے میں اور عقل میں اور تقوی میں اور باکرہ ہونے میں اور ثیبہ ہونے میں اور پاک دامنی
میں اور علم وادب میں اور کمال خلق میں اور نہ لڑکا ہونے میں تو چھوٹی عورت بڑی عورت کے برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہیں اور
مالدار مفلس کے برابر نہیں اور ایک شہر کے رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہیں اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہیں اور
عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہیں اور عالمہ اور جاہلہ برابر
نہیں اور ادب والی اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں **وتعتبر حال الزوج ایضا**
ذکرہ الکمال وقال ومہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنی اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر
ہو مال اور حسب میں ذکر کیا ہے اس کو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا ہے لونڈی کا مہر مثل بقدر اس کی خواہش کے ہے یعنی دیکھنا
چاہیے کہ اس کا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دے سکتا ہے وہی اس کا مہر مثل ہے اور لونڈی میں اس کے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق
میں کہا کہ مہر مثل وہاں واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہ ہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعًا حلال نہیں اور نکاح فاسد میں
بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ میں جو مہر لازم آتا ہے تو مراد اس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہاں مہر مثل سے مراد عقر ہے عقر اس کو
کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولیشترط فیہ ای فی ثبوت مہر
مثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامراتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں
کا یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں فان لم توجد شہود عدل فالقول للزوج بیمینہ

وفی المحیط من ان للقاضی فرض المہر محمل فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سواگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہرمثل میں معتبر ہو گا اور جو محیط میں یہ ہے کہ گواہ نہ ہونے میں قاضی کو چاہیے مہرمثل کا ٹھہرانا سو اس کو نہرالفائق میں اس صورت پر محمول کیا ہے جب کہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہوں فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای من قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائے جائیں سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہو گا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اس کے باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہ ہو گا م شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہ ہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہوں گے اس واسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کا مر پھر اگر غیر قوم میں بھی مماثلت باپ کے قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہو گا مہرمثل کی تقدیر میں قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہرہا ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحۃ فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث وقبول المرأۃ او غیرہا فی مجلس الضمان اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کو عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اس کا ضامن ہونا درست ہے اس واسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اس پر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہو گا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنی جس کی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جس کے واسطے ضامن ہو وارث نہیں ہے ولی کا تو ضمانت صحیح ہو گی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاوے گا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے یا اس کے غیر کا مجلس ضمان میں یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اس کا ولی قبول کرے تب اس کی ضمانت صحیح ہو گی نہرالفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اس کا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ای باشارت من زوجہا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہو گا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج ان امرہ کما ہو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہیں پہنچتا ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ اور مطالبہ نہ ہو گا باپ سے اس کے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اس کے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہ ہو گا لیکن فرزند مال دار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہو گا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یواخذ بہا الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جب کہ نکاح کر دیا ہو اس کا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کر دینے سے باپ کو بھر دینا لازم نہیں ہے تا مگر جب کہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جب کہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اس کو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہنچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے کے وقت تو البتہ پھیرے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتہما لان کل وطئۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب التسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اس کے دواعی سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لے جانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد

ہو اس کی رضامندی سے ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہے اگرچہ اس کی خوشی سے ایک بار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اس کو منع کرنے کا حق ثابت ہے اس واسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا او اخذ قدر یعجل لمثلها عرفا به یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرط لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جس کا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اس قدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اس سے عورت کو عرف میں اسی کا فتوی ہے اس واسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہو گئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنی مہر موجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہنچتا اور معجل میں پہنچتا ہے مشروط مروج پر اس واسطے کہ مقدم ہوا صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظومہ کے کہ اس نے اپنے فتاوی میں عدم صحت مذکور کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر اس وقت جب کہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشائش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزوں کا ایک وقت مقرر نہیں تو ایسی مدت میں مہر فی الحال واجب ہو گا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اس میں بھی جہالت فاحشہ ہے کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہو گئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی ام اکثر بلاد ہندوستان میں بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہیں لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاوے گا وعند الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہو گیا اس واسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہے اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اس میں فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر تزوجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کر دے گا تو عورت کو جائز ہے منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہاں تک کہ باقی درموں کو بھی قبضہ کرے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہے عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہو چکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا لحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہے عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے واسطے تو بے حاجت نکلنا جائز نہیں اور جائز ہے عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نہ پایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اس کا نکلنا درست ہے زوج کی اجازت ہو یا نہ ہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ میں ایک بار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو تو بھی نکلنا درست ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہے نہ نکلے ان کے سوا میں یعنی سوائے قرض اور زیارت والدین محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہیں اور اگر زوج سوائے ان امور کے نکلنے کی اجازت دے گا تو زوج اور زوجہ دونوں گناہ گار ہوں گے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ وسیجیء فی النفقۃ اور قول معتمد یہ

کہ عورت کا حمام میں جانا درست ہے بدون آرائش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ میں بھی آوے گا محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہاں عورت کا نکلنا درست ہے وہاں یہی شرط ہے کہ آرائش اور رنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردوں کی نظر اس پر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم میں در باب حمام وارد ہوئی ہیں از انجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم پر ملک عجم فتح ہوگا اور وہاں تم چند بیوت پاؤ گے ان کو حمام کہتے ہیں تو مرد اس میں نہ جاویں بدون ازار کے اور عورتوں کو اس میں نہ جانے دو سوائے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولیسافر بہا بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان ماموناً علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن ماموناً لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع** واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر میں ساتھ لے جائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مؤجل ہو یا معجل ہو جب کہ زوج پر اطمینان ہو عورت کی طرف سے یعنی سفر میں ایذا رسانی کا خوف نہ ہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہ ہو تو عورت کو سفر میں نہ لے جائے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی نے الابحر اور مجمع الفتاوی میں اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبراً علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق میں ہے جس پر عمل ہے ہمارے ملک یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر میں نہ لے جائے اس پر زبردستی کر کے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی وغیرہ نے اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول میں ہے کہ فتوی دے مفتی جو اس کے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور نہ جانے میں عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر میں لے جانے کا فتوی دے ورنہ نہ لے جانے کا فتوی دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وینقلہا فیما دون مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ لقریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ** فی الکافی وعلیہ الفتوی اور لے جاوے زوج زوجہ کو وہاں جو مدت سفر سے کم ہو یعنی تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گاؤں کی طرف لے جاوے خواہ گاؤں سے شہر میں لاوے اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے جاوے اس واسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہیں اور قید لگائی ہے فتاوی تاتارخانیہ میں گاؤں کی یعنی ایسے گاؤں تک لے جانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی میں اس کو مطلق رکھا ہے یوں کہہ کر اسی پر فتوی ہے **وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل ثبت وان حلف یجب مہر المثل** اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مہر میں سو اگر اختلاف اصل مہر میں کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہیں حالانکہ دونوں گواہ لانے سے عاجز ہیں تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اس کے دعوی سے زیادہ نہ دیا جائے گا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار دہ پاوے گی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اس کے دعوی سے کم نہ کیا جائے گا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو وہی ہزار اس سے دلائے جاویں گے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البدائع **وفی المہر یحلف اجماعاً** اور مہر میں منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اس نے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ امام کے نزدیک نکاح میں قسم نہیں صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہاں اصل نکاح پر قسم نہیں بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمینہ** اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر میں قیام نکاح کے وقت تو قول اسی کا معتبر ہے جس کی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو

زوج کا قول معتبر ہو گا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہو گا وای اقام بینۃ قبلت سواء شہد لہ مہر المثل اولہا اولا اور اختلاف مقدار میں زوج بیں سے جو اپنے شاہد قائم کرے گا مقبول ہوں گے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونوں کا شاہد نہ ہو یعنی گواہوں کے ہونے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہیں وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شہد لہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقدم ہوں گے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہیں اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اس واسطے کہ گواہ مقرر ہوئے ہیں واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اسی کا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہ ہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا اور اگر مہر مثل دونوں کے مابین ہو تو دونوں سے قسم لی جاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے موافق نہ ہو بلکہ دونوں کے درمیان میں پڑا تو دونوں پر قسم آوے گی مرد اس طرح قسم کھاوے کہ واللہ میں نے دو ہزار پر نکاح نہیں کیا اور عورت اس طرح قسم کھاوے کہ واللہ میں نے ایک ہزار پر نکاح نہیں کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونوں نے قسم کھائی یا دونوں گواہ لائے تو حکم کرے گا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلا دے گا اس واسطے کہ دونوں کی قسم اور گواہ برابر ہیں کسی کا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نور دعواہ اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اس کے گواہ اس واسطے کہ اس نے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی میں فیصلہ مقرر ہو گا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین میں بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جس کے دعوی سے مطابق ہو گا اسی کے قول کا اعتبار ہو گا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملے گا بدون تحکیم کے مگر اس صورت میں متعہ مثل کی حاجت نہیں اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر وای اقام بینۃ قبلت اور دونوں میں سے جو گواہ لادے گا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے فان اقاما فبینتہا اولی ان شہدت لہ المتعۃ وبینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہیں اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہیں وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونوں کے مابین میں واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو متعہ مثل کا واجب ہو گا وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا لعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونوں میں کسی کا مرنا ان کے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم خواہ اختلاف اصل مہر میں ہو یا مقدار بسبب ساقط نہ ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونوں کے مرنے کے بعد اختلاف ہو وارثوں میں تو مقدار مہر کی اختلاف میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہو گا ساتھ قسم کے وفی اختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف میں منکر تسمیہ کا قول معتبر ہو گا یعنی زوج کے وارثوں کا اس واسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہوں تو ان کا حق ثابت ہوتا ہے ولم یقض بشئ مالم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر میں تو کچھ حکم دیا جاوے گا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاویں گے تسمیہ پر یعنی بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہ ہو گا نزدیک امام کے اس واسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اس کی ہمسر عورتیں بھی مر گئیں تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہرا دے کذا فی الہدایہ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نہ کرنا اس صورت میں ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہو گا تو مہر مثل پر فیصلہ ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی

والطحاوی ناقلا عن البحر وقال الفقیہ بمہر المثل کحال الحیٰوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذافی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاویں ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اس کے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت میں مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہیں وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا اور یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر میں زوجین کی حیات میں یا ایک کی حیات یا دونوں کی موت میں یا اختلاف اصل مہر میں در صورت عدم تسلیم ہے فان سلمت ووقع الاختلاف فی الحالین الحیٰوۃ وبعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیٔ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال میں یعنی زندگی میں اور بعد اس کے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اس واسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہیں کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے جہاں عادت ہو مہر تعجیل کی اور جہاں کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم میں تو وہاں تسلیم اور عدم تسلیم دونوں برابر ہیں کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ بل یقال لہا لا بد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شیٔ الیہا بل کہ عورت سے یا اس کے وارثوں سے کہا جائے گا کہ بالضرور تجھ کو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہیں تو ہم تجھ پر حکم کریں گے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر میں دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائے گا باقی مہر میں یعنی مثلاً ثلث میں جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور یہ اس وقت ہے جب زوج نے کچھ عورت کو دینے کا وعدہ کیا کذافی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اس وقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہ ہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہ ہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان کے نزدیک یہ قول مسلم نہیں واللہ اعلم کذافی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغائر ہو جہت مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کچھ ذکر نہ کیا سوا اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یوں کہا کہ اس نقد کو شمع میں صرف کر دیا مہندی میں پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر میں تھی تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذافی القنیۃ اس واسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہ ہو سکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اس کا پھیر لینا درست ہے کذافی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا فیما کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر میں ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ مقدم ہوں گے فان حلف والمبعوث قائم فلہا ان ترده وترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اس کو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اس کو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلہا ان تسترد العوض من جنسہ زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اس کو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیرے عوض کی جنس سے کذافی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور فتاوی عالمگیری میں یوں ہے کان للمراۃ ان تسترد منہ ما عوضتہ علیہ کذافی حاشیۃ المدنی فی غیر المہیا للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما یبقی شہرا اخی زادہ اختلاف زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا اس میں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لہا بیمینہا فی المہیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف وملاءۃ فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انہ کسوۃ لان الظاہر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اس میں جو کھانے کے واسطے مہیا ہے

جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزوں میں اس واسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر میں نہیں دیتا اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اس میں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا اور اس میں تصدیق ہوگی جو اس پر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جب تک زوج نے اس کا دعویٰ نہ کیا ہوا کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک میں دیا ہے اور اگر پوشاک کا دعویٰ کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال زوج کا مصدق ہے **خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث للمهر یسترد عینه قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمته هالکا لانه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد** منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیاء کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسی کو پھیر لے نہ اس کی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اس کی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اس واسطے پھیرے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہ ہوا تو پھیر لینا جائز ہوا **وکذا یسترد ما بعث هدیة وهو قائم دون الهالک والمستهلک لان فیه معنی الهبة** اور اسی طرح اس کو پھیرے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیری ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے موجود ہیں اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اس کا پھیر لینا درست نہیں **ولو ادعت انه ای المبعوث من المهر وقال هو ودیعة فان کان من جنس المهر فالقول لها وان کان من خلافه فالقول له بشهادة الظاهر** اور اگر دعویٰ کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمیٰ میں روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہے جنس مہر کے جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں ظاہر حال دونوں کا گواہ ہے **انفق رجل علی معتدة الغیر بشرط ان یتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان کان دفع لها وان اکلت معه فلا مطلقا بحر عن العمادیة** خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کرے گا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونوں ساتھ کھاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیۃ **وفیه عن المنتقی جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلک فی صحته بل تختص به** وبہ یفتی اور بحر الرائق میں منتقی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اس کے قبضہ میں کر دیا تو اس کو پھیر لینا اس سے نہیں پہنچتا اور نہ باپ کے وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا تو پھیرے سکتا ہے اس واسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسی طرح اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق میں درست نہیں **وکذا لو اشتراه لها فی صغرها** ولوالجیۃ اور اسی طرح اگر استرداد نہ ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کے واسطے کذا فی الولوالجیۃ اس صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں اس واسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے **والحیلة ان یشهد عند التسلیم الیها انه انما سلمه عاریة** اور حیلہ استرداد کا یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اس پر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے **والاحوط ان یشتریه منها ثم تبرء** درر اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد میں یہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر **اخذ اهل المرأة شیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة** زوجہ کے لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اس کو پھیرے سکتا ہے اس واسطے کہ یہ رشوت ہے

جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعد موتہ
فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اس کو تو عاریۃ
ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہووے۔ اور باپ نے یا اس کے وارثوں نے اس کے
مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسی کا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے
واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ
کا معتبر ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہے اس سے جو اس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے رواج کے زیادتی میں
کا قول معتمد ہوگا والام کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح
الوہبانیہ یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعوی عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن
فی النہر تبعا لقاضی خان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق میں قاضی خاں کی پیروی سے یہ کہ باپ اشراف
میں سے ہے تو اس کا یہ قول مقبول نہ ہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا
وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں دیں باپ کے اسباب
سے اس کے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہنچائی گئی تو باپ کو نہیں پہنچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اس پر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب
ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان والاربعین علی ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز میں اس قدر جس کی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر ضمان نہیں اور یہ دونوں مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلوں
میں سے ہیں جن میں سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر فرع مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیۃ
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہیز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ سے نقد مال میں کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت
میں مخصوص ہے جہاں عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ
کا تو ایسی صورت میں اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہنچتا ہے اور اسی طرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہنچتا
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر زاد فی البحر عن المنتقی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ لہ اور بحر الرائق میں یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہے منتقی سے مگر جب
زوج جب رہا مطالبہ سے مدت تک تو اس کو نزاع کرنا نہیں پہنچتا اس واسطے زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہے رضامندی کی لکن فی النہر
عن البزازیۃ الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہ قول ہے کہ زوج باپ سے
کچھ نہ پھیرے اس واسطے کہ مال نکاح میں مقصود نہیں کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہے عرف کے اس واسطے کہ لوگوں میں قلت جہیز اور
کثرت مہر ننگ و عار ہے اور مال کا بالکل نکاح میں مقصود نہ ہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی
نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ بمیتۃ او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ وال ای ان ذا جائز عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات
عنہا فلا مہر لہا ولو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب میں
مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اس طرح کہ دونوں بیان مہر سے ساکت رہے یا دونوں نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہ ان کے نزدیک

جائز ہے پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑ کر مر گیا تو عورت کا کچھ مہر نہ ہوگا اور نہ متعہ طلاق قبل وطی میں اگرچہ دونوں مسلمان ہو گئے ہوں اور ہم سے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہ ہوگا اس واسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہیں ذمیوں کے چھوڑنے پر اور ان کے دین کے چھوڑنے پر یعنی ان کے دین اور اعتقاد پر ان کو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے ان میں جاری کرنے کا حکم نہیں اسی واسطے اُن کو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہم کو نہیں پہنچتا وتثبت لبقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوہما کالعدۃ والنسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے ان کے حق میں ثابت ہوں گے مثل مسلمانوں کے جیسے واجب ہونا النفقہ کا نکاح میں اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اس وقت ان میں جاری ہوں گے جب ان کو بھی ان احکام کا اعتقاد ہوا اور ہماری طرف مرافعہ کریں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر بعین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جس کی طرف اشارہ ہوا اس طرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک ان میں سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملے گا یعنی وہی شراب اور سور پا دے گی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور چھوڑ دے سور کو اور بہتر یہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملے گا ولہا فی غیر عین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذا اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور میں قیمت شراب کی ملے گی یعنی سور کی قیمت لینا درست نہیں اس واسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہے جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن ولی وطاوعتہ بالغۃ ووطیہا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام میں سوائے ملک یمین کے خالی نہیں حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلوں میں نہ حد ہے نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی میں تو اس صورت میں نہ حد ہے نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہے نہ مہر ہے اور کم ہو جائے گی اس صورت میں وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی ازالہ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹے گی ولو دفعت جاریۃ مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اس کی بکارت کو کھو یا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل اور اسی طرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو ان پر بھی مہر مثل لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی لاب الصغیرۃ المطالبۃ بالمہر وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہ ہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی لا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا یعنی اگر زوج اور باپ میں اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں تو یہاں صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتوں کو دکھلا دے اگر عورتیں کہیں کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمہا فہربت لم یلزمہ طلبہا سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اس کی طلب اور تلاش لازم نہیں اس واسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہیں کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسی کے نکاح میں ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہے اس واسطے کہ اس کے گم ہونے میں زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امراۃ واخذہا حبس الی ان یاتی بہا او یعلم موتہا کسی نے فریب دیا عورت کو

اور اس کو نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو والمھر المھر الیسوقبل العلانیۃ مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایک ہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگوں میں دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت میں مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا کہ علانیہ کالموجل الی الطلاق تعجل بالرجعی ولا یتاجل براجعتھا جو مہر موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہیں موجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وہبتہ المھر علی ان یتزوجھا فابی فالمھر باق لکھا اور اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ میں تجھ سے نکاح نہ کروں گا جب تک تو اپنا مہر معاف نہ کرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نہ کرنے کے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے میں مہر اس واسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہیں ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ الدنی ولو ہبتہ لاحد و کلتہ لقبضہ صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی کو ہبہ کیا اور اس کو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت بہ انسانا ثم وہبت للزوج لم یصح وہذہ حیلۃ من یرید ان یہب ولا یصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور حوالہ کرنے کا حیلہ اس شخص کے واسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور یہ صحیح نہ ہو

باب نکاح الرقیق

ہو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامۃ ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازۃ المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہے جس کو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلاً کہیں سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی جو مالک کے تصرف میں رہے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا فلا مہر مالم یدخل فیطالب بمہر المثل بعد عتقہ سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح میں مہر نہیں جب تک وطی نہ ہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اس واسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہیں اور مولی پر اس واسطے مہر لازم نہ ہوگا کہ اس کے بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من لہ ولایۃ تزویج الامۃ کاب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولی پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جس کو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن ان کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے غلام سے اس کا نکاح کر دیں اور اسی طرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسی طرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہاں کے متولی کے اختیار ہے واما العبد فلا یملک تزویجہ الا من یملک اعتاقہ اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہیں سوائے اس کے جو مالک ہے اس کے آزاد کرنے کا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باپ وغیرہ جو سابق میں مذکور ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہیں کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمھر والنفقۃ علیھم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب منہ سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ ان پر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اس واسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہوا ولیسقطان بموتہم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہے مہر اور

نفقہ غلاموں کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقہ اور مہر لینے کا مقام نہ رہا ویبع قن فیہما اور بیچا جاوے گا قن نفقہ اور مہر میں
یعنی مالک قن کا اس کو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع غیرہ کمدبر بل یسعی نہیں بیچا جائے گا
سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہ ہو گی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاوے گی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہو گا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ
میں صرف ہو گا ولو مات مولاہ لزمہ جملۃ ان قدر وبقیتہ اور اگر مدبر کا مولیٰ مر گیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہو گا اگر اس کو مقدور ہو اور اگر مقدور نہ ہو تو
قدرت تک انتظار ہو گا کذا فی النہر لکنہ یباع فی النفقۃ مرارًا ان تجددت لیکن قن بیچا جائے گا نفقہ میں بار بار اگر متجدد ہو گا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ
کا نفقہ اتنا ہو گیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادائے نفقہ کے بیچا جائے گا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہو گا تو پھر بیچا جائے گا وعلی القیاس وفی
المہر مرۃ ویطالب بالباقی بعد عتقہ الا اذا باعہ منہا خانیۃ اور بیچا جائے گا قن مہر میں ایک بار پھر اگر مہر کچھ باقی رہے گا تو مطالبہ باقی مہر کا ہو گا بعد اس کے
آزاد ہونے کے مگر اس صورت میں باقی مہر کا مطالبہ نہیں جب مالک نے غلام کو اس کی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیۃ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح
ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام کو ادائے مہر کے واسطے اسی عورت کے ہاتھ نو سو درم کا بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نو سو درم
عورت مہر میں لے گی اور ایک سو درم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہو گیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہیں ولو زوج المولیٰ امتہ من عبدہ لا یجب
المہر فی الاصح ولوالجیۃ قال البزازی بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن الامۃ ماذونۃ فان کانت یجب ایضا لانہ یثبت لہا ثم ینتقل للمولی نہر اور اگر نکاح کیا مولیٰ
نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہو گا مہر قول اصح میں کذا فی الولوالجیۃ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہو گا پھر ساقط ہو جاوے گا اور وجوب
اور عدم وجوب کا اختلاف وہاں ہے جب کہ لونڈی ماذون اور قرض دار نہ ہو اور اگر مولیٰ کی اجازت سے لونڈی قرض دار ہو تو اس لونڈی کا شوہر غلام
بھی بیچا جائے گا ادائے مہر کے واسطے اس واسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لیے بعد اس کے اگر لونڈی قرض دار نہ ہو تو پھرتا ہے مولیٰ کی طرف
کذا فی النہر اور یہاں تو لونڈی قرض دار ہے تو اس کے مہر سے اول اس کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اگر کچھ قرض باقی رہے گا تو خود لونڈی مولیٰ کی اجازت سے
بیچی جائے گی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو باعہ سیدہ بعد ما زوجہ امراۃ فالمہر برقبتہ یدور معہ اینما دار کدین الاستہلاک پھر اگر غلام کو اس کے
مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پھرا کرے گا مہر جہاں غلام پھرے گا یعنی غلام اگرچہ
دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اس پر بنا رہے گا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کر دے تو اس کے دین میں
بیچا جائے گا اگرچہ ایک دفعہ بار بک چکا ہو لکن للمراۃ فسخ البیع لو المہر حالا لانہ دین فکانت کالغرماء لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینے کا اگر
مہر غلام پر باقی ہو اس واسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہوں کے ہو گی کذا فی المنح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہو اور مالک اس کی بیع
کرے تو قرضخواہوں کو اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور اس کی قیمت قرض میں لیں اور چاہیں بیع کو فسخ کریں اسی طرح مہر عورت کا بھی دین ہے
تو اس کو بھی فسخ بیع میں اور جائز رکھنے میں اختیار ہے وقولہ لعبدہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف اور یوں کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت
کو طلاق رجعی دے یہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اس واسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہیں ہوتی لا طلقہا او فارقہا لانہ یستعمل للمتارکۃ حتی
لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفضولی اور یوں کہنا مالک کا کہ اس کو طلاق دے یا اس کو چھوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہ ہو گی اس
واسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہ دونوں لفظ اجازت اور رد دونوں میں محتمل ہیں اس واسطے عدم اجازت پر محمول
رکھا یہاں تک کہ اگر مولیٰ بعد بولنے ان لفظوں کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھے گا تو بھی نکاح نافذ نہ ہو گا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک
فضولی نے کسی مرد کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ اس کو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہو گی اس

واسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دے سکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہیں بخلاف مولیٰ کے کہ اس کو طلاق کا اختیار نہیں واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد لمھر من نکحھا فاسدًا لعد اذنہ لوطیھا غلافا لھما اور اذن دینا مولیٰ کا اپنے غلام کو نکاح میں شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائے گا غلام اس عورت کی مہر میں جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولیٰ کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے ان کے نزدیک اذن مولیٰ کا نکاح فاسد کو شامل نہیں تو نکاح فاسد میں بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائے گا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اس پر مہر لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی المولی الصحیح فقط تقید بہ کما لو نص علیہ لو نص علی الفاسد صح وصح الصحیح ایضًا نہر اور اگر مولیٰ نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولیٰ تصریح کر دے اذن میں نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولیٰ نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نکح اثانیا صحیحًا ادنکح اخری بعدہ صحیحًا وقف علی الاجازۃ لانتھاء الاذن بمرۃ وان نوی مرارًا اور اگر مطلق اذن دیا مولیٰ نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولیٰ کی اجازت پر اس واسطے کہ مولیٰ کا اذن ایک بار نکاح کرنے پر منتہی ہو چکا اگرچہ مولیٰ نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہے گا ولو مرتین صح لانہا کل نکاح العبد اور اگر مولیٰ نے اپنے اذن میں دو بار دو عورتوں سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اس واسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہیں وکذا التوکیل بالنکاح اور اسی طرح وکیل کرنا نکاح میں یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہیں بخلاف التوکیل بہ فانہ لا یتناول الفاسد فلا ینتھی بہ فتی یعنی اذن مولیٰ کا نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہیں تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہ ہوگی اسی قول پر فتویٰ ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہ ہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اس کی وکالت بھی منقطع نہ ہوگی اور اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کر دے گا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع الملک اور نکاح فاسد کا وکیل مالک نہیں صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد والنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ میں کہ اصل کلام میں معنی حقیقی ہیں نہ مجازی یوں کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن میں اور بیع کی وکالت میں فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت میں نکاح فاسد شامل نہیں یعنی اگر مولیٰ غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونوں کو شامل ہے اور اسی طرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونوں کو عام ہے لیکن نکاح وکالت نکاح فاسد کو شامل نہیں والیمین علی نکاح وصلوٰۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہیں یعنی اگر یوں قسم کھائی کہ میں نے نکاح نہیں کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کروں گا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہ ہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ میں نے نماز نہیں پڑھی یا حج نہیں کیا یا بیع نہیں کی تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گا یا حج نہ کروں گا یا بیع نہ کروں گا تو حانث نہ ہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدًا لہ ماذونا مدیونا صح وساوت المرأۃ غرماءہ فی مھر مثلھا والاقل والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء

اور اگر نکاح کیا مولیٰ نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائے گی عورت غلام کے قرضخواہوں سے نہ اپنی مہر مثل میں اور کمتر میں یعنی جیسے اور قرض خواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی پاوے گی مہر مثل اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہے مہر مثل سے اور اقل سے تو عورت غلام سے مطالبہ کرے گی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانے کے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص پر قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائے گا پھر اگر کچھ مال باقی رہے گا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا کی مگر جب کہ مولیٰ نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہے گا چنانچہ یہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اس کی یہ ہے کہ مولیٰ نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولیٰ نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرض خواہوں کی اجازت سے دو سو درم کو بیچا تو دو سو درم کو قرض خواہ اور عورت موافق اپنے حصے کے بانٹ لیں گے اور جس قدر عورت کا مہر باقی رہے گا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوج بنتہ بمکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولیٰ نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولیٰ مرگیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جب کہ عاجز ہوا اداکرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا اس وقت میں نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کردیا مولیٰ نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولیٰ پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولیٰ نے شب باشی نکاح میں شرط کرلی ہو تو بھی واجب نہیں اس واسطے کہ مولیٰ کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولیٰ پر لازم نہ ہوگی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا اما لو شرط الحریۃ اولاد ہا فیصح ویعتق کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولیٰ الشرط والتزویج علی اعتبارہ ہو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح مفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہوں گے جن کو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اس واسطے کہ قبول کرنا مولیٰ کا اس شرط کو اور نکاح کردینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولیٰ نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولیٰ کو اس میں کچھ اختیار باقی نہ رہے گا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اس میں تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولیٰ نے اس لونڈی کو بیچا یا اس کو چھوڑ کر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اس وقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولیٰ نہر اور اگر دعویٰ کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اس کے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولیٰ کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنیٰ زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولیٰ اس کو اس کے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے خدمت نہ لے وتخدم المولیٰ ویطاء الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولیٰ ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطیتہا نہر اور لونڈی خدمت کیا کرے مولیٰ کی اور وطی کرے زوج اگر اس کو پاوے مولیٰ کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولیٰ کا یوں کہنا اس کے زوج سے کہ جب اس کو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بواہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولیٰ نے شب باشی کی اجازت دی پھر اس سے رجوع کی تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولیٰ کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آئندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد بتوئتہ بلا استخدام او تخدمہا نہارا وتبیت بالبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء البتوئۃ اور

اگر خدمت کی لونڈی نے مولیٰ کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولیٰ کے یا مولیٰ نے اس سے دن کی خدمت جاری اور رات کو شوہر کے گھر اس کو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای المولی السفر بہا ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریۃ اور مولیٰ کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لے جانے کا اگرچہ اس کا زوج نہ مانے کذافی الظہیریۃ ولہ اجبار نفنہ وامتہ ولوام ولدہ اور مولیٰ کو اختیار ہے اپنے قن اور لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اس واسطے کہ اس کی ملکیت کامل ہے تو اس کو نکاح میں زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہوں مگر مارکوٹ کر نکاح نہ کرنا چاہیے کذافی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاعن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فہو من المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہیں مولیٰ پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولیٰ کے تصرف میں ہو اور وہ اس کا نکاح کر دے تو استبراء مولیٰ پر فرض نہیں ہو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کم تر میں جنے تو وہ لڑکا مولیٰ کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائے گا التقرید فنہ اور مدبرہ میں مولیٰ نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نہ کی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب استیلاد اور ثبوت النسب میں مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبہ ومکاتبۃ بل یتوقف علی اجازتہما ولوصغیرین الحاقا لہا بالغ مولیٰ کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ وہ دونوں راضی نہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا ان دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونوں صغیر ہوں بسبب ملادینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہو گئے تو ان کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف رہا یہاں تک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہوں گے تو بھی ان کا نکاح ان کی اجازت پر ہی موقوف رہے گا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولیٰ کا اختیار نکاح کر دینے میں باقی نہ رہا فلو ادیا فعتقا وتوقف علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن عصبۃ غیرہ اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولیٰ کو ادا کیا تو آزاد ہو گئے نکاح پھر بھی مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہ ہو سوائے مولیٰ کے تب مولیٰ کی اجازت پر نکاح ان کا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہو گا تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا نہ مولیٰ کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولیٰ نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہ ہوا اس واسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اس کے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب وہی نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اس واسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولیٰ کی ولایت جدید پیدا ہوئی اس واسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جب تک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولیٰ کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اس پر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نہ رہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز الوقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود موء ن النکاح علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہے گا نکاح مکاتب کا مولیٰ کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور ذمہ داری نکاح کے مولیٰ پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اس کی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نہ رہا اب دوسری بار مولیٰ کی اجازت چاہیے اور مولیٰ کی بھی اول رضا کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ مہر اور نفقہ اس وقت میں مکاتب پر تھا نہ مولیٰ پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اس کی کمائی مولیٰ کی ہو گئی اس واسطے دوسری بار مولیٰ کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرا حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یعلمہ العجائب وبحث الکمال بنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اس واسطے کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اس کو مٹا ڈالا اور دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنی جب مولیٰ نے مکاتبہ کا نکاح بدون اس کی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تھا اس کی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت نے عود کیا تو مولیٰ پر بسبب عود ملکیت کے اس کی وطی حلال ہوئی اس حلت

کالاول نے نکاح موقوف کو نافذ کو نفاذ الانکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اس کے نکاح کا اجازت
پر موقوف ہونا معقول نہیں اس واسطے کہ مولیٰ کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نہ رہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولیٰ کو بسبب حکم
ولاء کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اس کے نکاح کا مولیٰ کی اجازت پر بوجہ تجدد معقول ہو گیا
دلیل کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر **ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی** ولو خطأ فتح **وہو مکلف**
فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف **سقط المہر** لمنعہ البدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولیٰ نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے
اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولیٰ مکلف ہے یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولیٰ لڑکا ہو گا تو مہر ساقط نہ ہو گا بنابر قول راجح کے چنانچہ اس کو
مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولیٰ کے قتل سے ساقط ہو گا مہر لونڈی کا اس کے زوج پر سے بسبب روکنے مولیٰ کے عوض کو یعنی بہر عوض سے وطی
کا پھر جب قبل وطی مولیٰ نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاوے گا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اس کے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ
صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہو گا اس واسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے **لا لو فعلت ذلک** القتل **امرأۃ** ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ **بنفسہا**
او قتلہا وارثہا او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجہا کما رجحہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہو گا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنابر قول
صحیح کے کذا فی الخانیۃ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اس کے وارث نے اس کو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اس نے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ
نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اس واسطے مہر نہ ساقط ہو گا کہ مولیٰ کی طرف سے تفویت اور تقصیر
نہیں یعنی مہر کا مالک مولیٰ ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہو گا اور اسی طرح اگر حرہ نے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کے مہر کے وارث مالک ہوں گے
اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہوں گے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا **او فعلہ بعدہ** ای الوطی لتقررہ بہ یا مولیٰ مکلف
نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہو گا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعدہ او مکاتبۃ او ماذونۃ مدیونۃ لم یسقط اتفاقا او
اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا اون ہوئی ماذونہ قرض دار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہو گا بالاتفاق اس واسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں
میں مولیٰ نہیں جب مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور اس کی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولیٰ سے لے گی **والاذن فی العزل**
وہو الانزال خارج الفرج **لمولی الامۃ لا لہا** لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے
ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرمگاہ سے انزال
کرے سو عزل میں اجازت دینا مولیٰ کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اس واسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولیٰ کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی بالغہ
سے مقید کرنا چاہیے یعنی جب لڑکا مولیٰ کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اس کا شوہر مولیٰ سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولیٰ کی حاجت
نہیں اس واسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے حق مولیٰ کا تلف ہو اور اسی طرح حرہ کو بھی بالغہ کے ساتھ مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کا
شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر **ویعزل عن الحرۃ** وکذا المکاتبۃ نہر بحثا **باذنہا** اور عزل کرے حرہ سے
حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فیعتبر
عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل کرنا بدون اجازت حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت
میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے
وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن الزوج اور کہا فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج

کے ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہر چند شارح نے اسقاط ولد مطلقاً بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اس کے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاک طفل کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقاً مباح ہے اس واسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اس پر ضمان ہے اس واسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بے عذر اسقاط میں کیونکر گناہ نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنہا بلا کراہیۃ فان ظہر بہا حمل حل نفیہ وان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اس کی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اس کے حمل ظاہر ہوا تو مولیٰ کو اس کی نفی کرنا درست ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نہ کی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولیٰ نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہ ہوگا اس واسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل میں نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گھر باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں اس واسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ میں ظن غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وخیرت امتہ ولو ام ولد او مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض اذا عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ** نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہ ہو مثلاً نصف آزاد ہے یا ربع۔ اختیار اس وقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اس کی رضا سے ہوا ہو تو بھی اس کو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اس پر سے بسبب طلقہ ثلثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر بنسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اس واسطے شارح نے اس کو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے **فان اختارت نفسہا فلا مہر لہا او زوجہا فالمہر لسیدہا** سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اس کا کچھ مہر نہیں اگر وطی نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ جدائی اسی کی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولیٰ کو ملے گا اور اگر اس نے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اس کے مولیٰ کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو مولیٰ مہر کا اس واسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اس وقت مولیٰ ہی کی ملک تھی **ولو صغیرۃ تاخر لبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح** اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اس کی آزادی کا اختیار اس کے بالغ ہونے تک متاخر رہے گا اس واسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہ ہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح میں اس واسطے کہ خیار عتق مغنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولا میں مذکور ہوگا **او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معاً فاعتقت خیرت عند الثانی خلافاً للثالث مبسوط** یا خیار عتق کا اس وقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونوں دار الحرب میں جا رہے پھر وہاں سے دونوں قید ہو آئے دار السلام میں پھر عورت آزاد ہوئی تو اس کو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسفؒ کے نزدیک محمدؒ کے کذا فی المبسوط **والجہل بہذا الخیار خیار العتق عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت فسخت صح الا اذا کفی بالملحاق ولیس ہذا بحکم بل فتوی** کافی اور بے علمی اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ کے اس واسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولیٰ کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہ ہوا اس طرح کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کیا اور اس کو خیار عتق کا مسئلہ معلوم ہوا یہاں تک کہ وہ اور اس کا شوہر دونوں مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر دار السلام میں گرفتار ہو کر آئے یا مسلمان ہو کر خود آ گئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار السلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجودیکہ

مدت گذرنے کے سبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جب کہ قاضی نے اس کے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آوے گی تو لونڈی ہو جاوے گی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہے بلکہ فتویٰ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تم نے دارالحرب کے ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دارالحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتویٰ ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی والمدنی **ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار البلوغ فی الکل خانیہ** اور نہیں موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اس کو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہے یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جس کے زوج نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اس کا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچوں حکم میں مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک ممتد نہیں ہوتا اور اس میں جہل عذر نہیں چنانچہ باب الولی میں مفصل مذکور ہو چکا **نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع** نکاح کیا غلام نے بدون اجازت مولیٰ کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولیٰ نے اس کو سو مشتری نے اس کا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولیٰ کا جاتا رہا اب اس کی اجازت کی کچھ حاجت نہ رہی **وکذا حکم الامۃ ولا خیار لہا لکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادۃ الملک** اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اس کا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور یہاں نکاح فسخ کرنے میں لونڈی کا اختیار نہیں بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقہ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی **ولو اقترنا بان زوجہا فضولی واعتقہا فضولی واجازہما المولی** اور اسی طرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہوا اس طرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اس کو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنی نکاح اور عتق کو مولیٰ نے **وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ** اور اسی طرح اختیار فسخ کا اس مدبرہ کو نہیں جس نے اپنا نکاح بے اذن مولیٰ کے کیا پھر آزاد ہوئی مولیٰ کی موت سے **وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح** اور اسی طرح اس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہیں جس نے اپنا نکاح بے اذن مولیٰ کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولیٰ کے آزاد کرنے سے یا اس کی موت سے نکاح ام ولد کا اس وقت نافذ ہوگا اگر اس کے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اس کا نکاح نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ عدت ام ولد کی مولیٰ کی وت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولیٰ کی عدت معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمدؒ سے اور ظاہر الروایت میں زوج کی وطی سے بھی مولیٰ کی عدت نہیں جاتی تو نکاح صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ **فلو وطی لزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولی وبعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا** سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولیٰ کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اس کی ملک کی منفعت سے یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی **ومن وطئ امۃ ابنہ فولدت فلو لم تلد لزم عقرہا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ لشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ** اور جس نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اس نے حرام کام کیا اور جس نے اس کو زانی کہا اس پر حد قذف کی نہ ماری جائے گی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعویٰ کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعویٰ کرنے تک **وبیعہا لاخیہ مثلا لا یضر نہر بحثا** اور مثلاً بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہیں کرتا چنانچہ نہر الفائق

ہیں ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور
وہاں جنی تو بقائے ملک میں کچھ فرق نہیں اس واسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں فصارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق
تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہو گئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اس واسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث
میں آیا ہے انت و مالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اس کی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا
باپ یہاں مالک ٹھہرا اور لونڈی اس کی ام ولد ہو گئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لقصور حاجۃ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر
علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لتسریہ اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقائے نسل کے
بہ نسبت بقائے نفس کے اور اسی واسطے حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اس کی لونڈی کی اور جبر کیا جائے گا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا
اور جبر نہ ہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اس کو حرم بنا دے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم نے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی
اور بقائے نسل میں مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار میں بیٹے کا طعام کھا دے تو اس پر ضمان نہیں شارح نے جواب دیا کہ طعام میں بقائے نفس ہے اور حفظ منی
میں بقائے نسل ہے اور بقائے نفس اعظم ہے بقائے نسل سے تو دونوں برابر نہ ہوئے اس واسطے حفظ منی میں قیمت واجب ہوئی نہ طعام میں لا عقرہا ولا قیمۃ
ولدہا ما لم تکن مشترکۃ فتجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اس کا مہر مثل اور نہ قیمت اس کے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہ ہو اور
اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان شریکین قدم الاب والا فالابن اور یہ حکم
مسائل سابقہ کا اس وقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنی باپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور
بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا وجہ یہ ہے کہ اپنے حصہ میں ملک حقیقی ہے
اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونوں شریک نہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے
یہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور بظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور
حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام
ولد کے ولد منفی کا یا اس کے مدبرہ کے ولد کا یا اس کی مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ
کے دعوی کی تصدیق کرے گا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہو گئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی
ام ولد کے ولد کی نفی نہ کی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں وجد صحیح کاب لبعد زوال ولایتہ
بموت وکفر وجنون ورق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون
کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہو گئی
ہو لا یکون کالاب لا قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہ ہوگا دادا مثل باپ کے قبل اس کے یعنی قبل زوال ولایت مذکورہ کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط
ثبوت ولایتہ من حین الوطی الی الدعوۃ اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوی تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی
ولایت میں پھر مثلاً باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہ ہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ
من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اس واسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے
نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہ ہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون

ملک یمین کے نہیں ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہ حر لملک اخیہ لہ اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوا اس واسطے کہ اس کا بھائی اس کا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہو گیا ومن الحیل ان یملک امتہ لطفلہ ثم یتزوجہا اور حیلہ یہ ہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور ولد کا پیدا ہونے سے ام ولد نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک ہبہ کر دے خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہ ہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امراتہ او والدہ او جدہ فولدت وادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب ویجیٔ فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادیاں کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اس کی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہو گیا عمر بھر میں کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آوے گا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زادت ورطل من خمر اذ الفاسد ہنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعنیہ منک او اعتقہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اس کو میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یوں کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل خمر کے اس کو آزاد کر اس واسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنی احتمال سقوط قبض میں مانند صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اس کو آزاد کر دیا تو فاسد ہو گا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضائے کلام کے گویا مولی نے کہا میں نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا اس کو میں نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اس کی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہو گیا لیکن لو قال کذلک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ میں نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اس کو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کی طرف سے واقع ہوگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے آمر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہے یعنی اس صورت میں فقط مامور کی طرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول امر کا نہ ہوا تو بیع منعقد نہ ہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہاں بھی قبول آمر کا ثابت نہیں لیکن بیع وہاں ضمناً منعقد ہوئی تھی نہ صریحاً اور بیع ضمنی میں قبول کی حاجت نہیں بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ میں نے قبول کیا تو عتق آمر کی طرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف وسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کے واسطے اور اس پر ہزار درم لازم ہوں گے اور مہر اس کا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کی طرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اس واسطے کہ وہ لاحق ہے آزاد کرنے والے کا ولا اس کو کہتے ہیں کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف ولم یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یوں نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت میں حق ولا مولی کا ہوگا اس واسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

ویشمل المشرک والکتابی یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وفیہا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی وامراتہ حمالۃ الحطب[1] وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور یہاں یعنی نکاح کفار میں تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی

---

[1] اور اس کی جورو اٹھاتی پھرتی ہے لکڑیاں ۱۲

کامرأته حمالة الحطب حق تعالیٰ نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر ناطق ہے اور اس کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطه کعدم شهود یجوز فی حقهم اذا اعتقدوه عند الامام ویقرون علیه بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانوں میں بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہوں کا نہ ہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں جب کہ وہ اس کی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام اعظمؒ کے اور ثابت رکھے جاویں گے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے ان کے نکاحوں کو دوبارہ نہ کیا اور استفسار نہ فرمایا کہ تم نے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ ان کے حق میں ویسا ہی نکاح صحیح تھا کہ ہمارے حق میں صحیح نہیں والثالث ان کل نکاح حرم لحرمة المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح وعلیه فتجب النفقة ویحد قاذفه اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہ ہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اس نکاح والے کے اگر اس کو کوئی زانی کہے گا تو اس پر حد ماری جاوے گی واجمعوا علی انهم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیه ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہیں ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہوں گے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہ ہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اس واسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح میں جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اس واسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اس واسطے ہوئی کہ دونوں اجنبی ہیں اسلم المتزوجان بلا سماع شهود او فی عدة کافر معتقدین ذلک اقرا علیه لانا امرنا بترکهم وما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنھوں نے نکاح بدون سماع شاہدوں کے یا کافر کی عدت میں کیا اور حالانکہ دونوں حالت کفر میں اس کے معتقد تھے یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاویں گے اس واسطے کہ ہم مامور ہیں ان کے ترک پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر دونوں مسلمان ہوئے ہوں یا ایک دونوں نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیة المدنی ولو کانا ای المتزوجان الذان اسلما محرمین او اسلم احد المحرمین او ترافعا الینا وهما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماه بینهما لعدم المحلیة وبمرافعة احدهما لا یفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامه لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیه اور اگر دونوں نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوئے محرم ہوں یا دو محرموں میں سے ایک مسلمان ہوا یا دونوں نے ہم سے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہیں تو جدائی کروا دے دونوں کے درمیان میں قاضی یا جس کو انھوں نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافروں میں سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اس واسطے کہ اسلام بلند ہے پست نہیں ہو سکتا الا اذا طلقها ثلثا وطلبت التفریق فانه یفرق بینهما اجماعا کما لو خالعها ثم اقام معها من غیر عقد او تزوج کتابیة فی عدة مسلم او تزوجها قبل زوج آخر وقد طلقها ثلثا فانه فی هذه الثلثة یفرق من غیر مرافعة بحر عن المحیط خلافا عن الزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعة مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہاں فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاوے گی دونوں میں بالاتفاق اس واسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہیں سب دینوں میں تو دوسرے کا حق باقی نہ رہا کذا فی حاشیة المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اس کے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت میں یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اس کو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینوں مسئلوں میں تفریق کی جائے گی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ ان میں جدائی کے واسطے نالش شرط ہے واذا اسلم

احد الزوجین المجوسیین او امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فبہا والا بان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا
علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ میں سے ایک
شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جائے گا اسلام دوسرے پر یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو خوب
ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اس نے اسلام نہ قبول کیا اس طرح انکار کر گیا یا ساکت رہا تو دونوں میں جدائی کرائی جائے گی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اس
کے انکار سے تفریق ہو گی بالاتفاق بنابر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب اس کو ادیان کا تعقل ہوا اور بعضوں نے سات برس مقرر کیے ہیں اور
صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور میں یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اس کی زوجہ صبیہ باتمیز ہے تو اس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائے گا سو اگر وہ مسلمان
ہوئی تو نکاح باقی رہے گا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہو گی اور اصل علت اس کی یہ ہے کہ جس کا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت
اس کا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے بوقت عرض اسلام کے وقت فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہو گا وینتظر عقل ای تمیز غیر الممیز ولو کان
مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایہما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی
عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جائے گا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہ ہو گا اس واسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہیں
بلکہ اسلام عرض ہو گا مجنون کے ماں باپ پر جو ان میں سے اسلام قبول کرے گا مجنون بھی اسلام میں اس کا تابع ہو گا تو نکاح باقی رہے گا پھر اگر اس کا
باپ یا ماں نہ ہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اس پر حکم ہو گا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اس نے زاہدی
کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت او تنصرت بقی نکاحہا کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مآلا و
اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہو گئی یا نصرانیہ تو اس کا نکاح باقی رہے گا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہے
گا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اس واسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ میں نکاح درست ہے والتفریق
بینہما طلاق ینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونوں میں طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنی اگر بعد
تفریق کے اس عورت سے نکاح کرے گا تو زوج تین طلاق کا مالک نہ رہے گا بلکہ دو ہی کا مالک ہو گا اور اگر زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک
رہے گا تفریق اس وقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہیں اس واسطے کہ طلاق عورتوں کی
جانب سے نہیں ہوتی واباء الممیز واحد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون زیلعی وفیہ نظر اذ الطلاق
من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ماں یا باپ کا طلاق ہے قول اصح میں اور یہ مسئلہ نہایت
عجیب و غریب ہے اس واسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام میں خلل ہے اس واسطے
کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کی طرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ ان کے اختیار سے تو وہ دونوں طلاق ڈالنے کے
اہل نہیں بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہیں پھر جب طلاق ان کی طرف سے نہ ہوئی تو اس میں تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ ولو قال ان جننت
فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائے گا
تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کی طرف سے اور اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یوں کہا کہ اگر میں مجنون ہو جاؤں
تو تجھ کو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہاں شرط تھی جنون پھر جب جنون
پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اس کے کہ اگر اس نے کہا کہ میں اگر گھر میں داخل ہوں تو تجھ کو طلاق ہے پھر گھر میں مجنون ہو کر داخل ہوا

تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت میں ایقاع تھا نہ وقوع اس واسطے واقع نہ ہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہیں وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع میں فرق نہ کیا اس واسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب وما لحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہاں یعنی دار الحرب میں اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریائے شور تو عورت نکاح سے جدا نہ ہوگی یہاں تک کہ تین بار اس کو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاویں دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے (یعنی گذر جانا عدت کا) بجائے سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونوں دار الاسلام میں نہ ہوئے ایک ان میں سے دار الحرب میں ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہیں ہو سکتا کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں اس واسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کی مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہیں ہے اس واسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اس میں داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہیں ولو اسلم زوج الکتابیۃ دام النکاح کما مر فی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسی کی ہوگی یعنی جدائی دونوں میں نہ ہوگی اس واسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہ ہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق میں اس کا مذکور ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونوں شخصوں میں دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام میں ہو زوجہ دار الحرب میں اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام میں پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام میں امان لے کر آیا تو اس کی زوجہ نہ چھوٹ جاوے گی اس واسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک میں ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہے گا تو دونوں میں جدائی ہو جاوے گی لا بالسبی نہیں چھوٹتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانے کے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظمؒ کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمۃ فی دارنا او اخرج مسبیا وادخل دارنا بانت بتباین الدارین اذ اہل الحرب کالموتی ولا نکاح بین حی ومیت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام میں نکل آیا مسلمان ہو کر یا ذمی ہو کر یا وہ مسلمان ہو گیا یا دار الاسلام میں ذمی ہو گیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کر کے اور دار الاسلام میں داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اس واسطے کہ کافر حربی مردوں کے مانند ہیں اور حالانکہ زندہ اور مردہ میں نکاح نہیں اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیوں میں ملا اس پر احکام میت کے جاری ہوتے ہیں وان سبیا او خرجا الینا معا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونوں نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا دونوں نکلے مسلمانوں سے امان لے کر پھر اسلام لائے یا امان لے کر نکلے پھر دونوں ذمی ہو گئے تو ان صورتوں میں زوجہ زوج سے جدا نہ ہوگی بسبب نہ ہونے تباین دارین کے یہاں تک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہ ہوگی اپنے شوہر سے اس واسطے کہ دونوں دار الاسلام میں ہو گئے اختلاف دارین نہیں جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہاں یعنی دار الحرب میں پھر نکلا وہاں سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہو گئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہ ہوئی اس واسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہیں ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام میں

اور پہلے نکاح اس سے کرچکا تھا دارالحرب میں تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ میں نے محیط رضوی کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا
مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دارالحرب میں نکاح کیا پھر نکلا وہاں سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہ ہوئی
تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط میں تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃً او ذمیۃً غیر حاملۃ
بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فتی تضع حملہا لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دارالحرب سے دارالاسلام
میں آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر دراں حالیکہ وہ حاملہ نہیں تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے بموجب امام کے نزدیک اس پر عدت واجب
نہ ہوئی تو فوراً اس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر وہ حاملہ ہے تو اس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح
کرنا بسبب عدت کے نہیں بلکہ بسبب خالی نہ ہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد
ہونا ایک کا زوجین میں سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہیں اور ارتداد طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہو
گیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امامؒ کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی ناقلاً عن الخانیہ
فللموطؤۃ ولو حکماً کل مہرہا تاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب محکم ہو جانے مہر کے
وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو سمی والا المتعۃ ولو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہیں ہوئی تو اس
کو نصف مہر ملے گا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہیں تو متعہ یعنی پوشاک پاوے گی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملے گا اور مرد پر نفقہ
عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہیں تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت
لمجی الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہیں سوائے مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اس واسطے نہ ہوا
کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اس واسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہاں پایا نہیں گیا سکنی مرد پر اس وقت
واجب ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید میں رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہیں کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحساناً اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت میں تو وارث ہوگا اس کا زوج مسلم بدلیل استحسان وصرحوا
بتعزیرہا خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسفؒ کا اور امام اور محمدؒ کے نزدیک
نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہیں حلوی میں کہا کہ ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی
وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور زبردستی کی جاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر مجبور
کی جاوے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسیؔ پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے
عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اس کے نکاح سے راضی نہ ہو یا ساکت رہے تو اس پر جبر نہیں اور مرد سے نکاح اس کا کر دے جبر اسلام
اور تجدید نکاح پر اس صورت میں ہے جب عورت ابطال نکاح کے واسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں اس کی تصریح کی ہے
کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اس کو زبردستی مسلمان
کرنا چاہیے اور ہر قاضی اس کا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجراً وتیسیراً لاسیما التی
تقع فی الکفر ثم تنکر قال فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے
سے عورت زبردستی کے واسطے تاکہ شوہر پر اس کا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں قاضی اور حاکم نہ ہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات

کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوی سے لکن قال المصنف ومن تفحص احوال نسا
زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ
تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم تکن مصرفا او یصرفہا الیہ ان کانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا
ولہ بیعہا مالم تکن ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتوں کے
احوال کا اور جو ان سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نہ کرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ نوادر
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی اور مسلمانوں کے واسطے غنیمت ہو جاتی نزدیک امام حنیفہ کے
مول لیوے زوج اس کا امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہ ہو یا زوج اس کو اپنے صرف لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اس پر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اور اس کو
اس کا بیچ ڈالنا درست ہے جب تک عورت جنی نہ ہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاوے گی نقل المصنف فی کتاب
الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین قد سقط خمارہا فقال انہا لاحرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابو بکر البلخی
حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لاحرمۃ لہن انما الشک فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب
الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اس کو درے سے مارا یہاں تک کہ اس کے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگوں نے
ان سے کہا کہ یا امیر المومنین اس کے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور
عزت نہیں اس واسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گانے نوحہ گری مزید بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتوں
پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کیونکر ان کو برہنہ دیکھ کر ان کے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے
کہا کہ ان کی کچھ عزت اور حرمت نہیں ان کے تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتیں ہیں اور حربی عورتیں لونڈیاں ہیں تو ان کے سر اور ہاتھ
واجب الستر نہیں ہم یہ نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اس واسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد
کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی النکاح ان ارتدا معًا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم سلما کذلک استحسانا اور باقی رہے گا نکاح اگر زوج
اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں پھر اسی طرح ساتھ ہی مسلمان ہوں ساتھ ہی مرتد ہوں جیسے مثلاً دونوں یکبارگی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن
مجید کو اہانت سے پھینک دیں یا اس طرح کہ دونوں میں سے کسی کے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاویں گے یعنی دو
شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کہ کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونوں ساتھ ہی غریق اور حریق قرار دیے جاویں گے کوئی ان میں
ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اس واسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہو نکاح
کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الآخر ولا مہر قبل الدخول والمتاخر ذمی ہو فنصفہ ومتعۃ اور فاسد ہوگا
نکاح اگر مسلمان ہو ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہ ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا
تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب
ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینًا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہے
والدین میں سے بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہو تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ
ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اس طرح کہ لڑکا ہمارے ملک میں ہو اور ماں اس کی ذمیہ ہے اور باپ وہاں یعنی دار حرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ

یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دارالاسلام میں حکماً داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دارالحرب میں ہو اور باپ
دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہ ہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل
الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لاذبیحۃ لہ بل یخنق کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اس کے مانند جیسے بت پرست
اور باقی اہل شرک جن کا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اس واسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعویٰ کے آسمانی ہے اسی واسطے ان کا ذبیحہ حلال ہے
بخلاف مجوسی کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین میں اس واسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت
کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کی طرح ہاں اگر نصرانی بوجہ مشروع حلال کرے گا تو ذبیحہ حلال ہوگا یہ برائیاں دنیاوی ہوئیں اور آخرت میں
سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اس واسطے کہ نزاع نصاریٰ کا الٰہیات میں ہے اور نزاع یہودی کا نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی
کا لڑکا ہوگا تو یہودی نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی
فلکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہولاء خالقا لاعدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین میں ہے اگر کوئی کہے
دین نصاریٰ کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائے گا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اس کو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنی سوائے
دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اس واسطے مجوسی فقط دو خالق کو
ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیہ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ
مجوس ہذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے تقدیر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندوں
کا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جس کو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جس کو اہرمن کہتے ہیں ولو مجس ابو صغیرۃ
نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد بانت الام نصرانیۃ مثلاً وکذا عکسہ لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائے گی نصرانیہ بدون مہر کے اس واسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی پھر جب
وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اس کا مجوسی ہو جاوے اور اسی طرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور ماں اس کی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہ ہوگی مسلم سے بسبب تناہی تبعیت تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد
ہو کر تو تابعداری باطل نہ ہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہو گئی اب دوسرے کے
کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائے گا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اس واسطے نکاح باقی رہے گا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اس کے مرتد ہونے سے
لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن مالم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہ ہوگی اپنے زوج مسلم سے
جب تک دونوں دارالحرب میں صغیرہ کو لے کر نہ ملیں ارتداد والدین سے جدائی اس واسطے نہ ہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے دونوں پر قائم ہیں کیونکہ
ان پر جبر کرنا مسلمان ہونے کے واسطے ثابت ہے اور ان کا کسب ورثہ مسلمین کا ہے اور جب دارالحرب میں صغیرہ کو لے کر جا ملے تو ان کا حربی
ہونا ثابت ہو گیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہو گئے اور اگر صغیرہ دارالسلام میں رہی تو بھی نکاح قائم رہے گا اس واسطے کہ ان کا اسلام حکمی موجود
ہے ولو بلغت عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتدا لم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہو کر پھر مجنون ہو گئی پھر اس کے ماں باپ مرتد ہو گئے
تو اپنے زوج سے جدا نہ ہوگی کسی طرح خواہ والدین دارالحرب میں جا ملے ہوں خواہ نہ ملے ہوں اس واسطے کہ عورت خود اصل مسلمان ہو چکی اب تبعیت
والدین کی باقی نہ رہی مسلم تحتہ نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہو گئے یا نصرانی ہو گئے تو نکاح

ٹوٹ جائے گا عورت جدا ہوگی نزدیک ابو یوسفؒ کے اس واسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ احدا من الناس مطلقا اور نہیں صحیح ہے کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اس واسطے کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روز مہلت بضرورت تامل کے ہے کہ شاید سمجھ کر مسلمان ہو جاوے اور مرتد واجب الجبر ہے واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونوں میں کسی کو حاصل نہیں اسلم الکافر وتحتہ خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحھن ان تزوجھن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اس کے نیچے پانچ عورتیں ہیں یا زیادہ یا اس کے نیچے دو بہنیں ہیں یا ماں اور اس کی بیٹی ہے تو نکاح ان عورتوں کا باطل ہے اگر ان سے نکاح ایک عقد میں کیا اور نکاح بترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچویں تک یا ایک عقد میں تین سے اور دوسرے عقد میں دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری سے و علی ہذا القیاس ماں اور بیٹی میں بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچویں عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیرہ محمد والشافعی بحدیث فیروز اور اختیار کیا ہے اس کو محمد اور شافعیؒ نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہے اسلام لانے والے کو چار عورتوں کے رکھنے میں کوئی ہوں اور دو بہنوں میں بھی اختیار ہے کہ جس کو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح میں فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونوں کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اس کے نیچے دو بہنیں تھیں کہ ان دو میں سے جس کو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی میں مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ الثقفی مسلمان ہوا اور اس کے پاس دس عورتیں تھیں جاہلیت میں وہ بھی مسلمان ہوئیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ان عورتوں میں سے چار کو اختیار کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوج بعد الفرقۃ محمد اور شافعیؒ کے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے میں ہے بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہو گیا پھر نکاح جدید میں فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہیں کریں بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفات عندھا وتقر بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نہ کر سکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اس کو مہر نہ ملے گا قبل دخول کے اور لائق ہے زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالیٰ کو اس کی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اس سے اس کا اقرار کرا دے کذا فی الکافی یعنی اس سے یوں کہلا دے کہ آیا خدا ایسا ہے تو اگر وہ کہے کہ ہاں ایسا ہے تو وہ مسلمان ہے نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجھتی ہو اور بیان نہ کر سکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہے ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہے اور یہاں مراد تسویہ منکوحات ہے یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہے اور ظاہر آیت کا یہ ہے کہ فرض ہے عدل کرنا یعنی جور اور ظلم نہ کرنا قسم میں اس طرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی میں اور لباس اور کھانے اور موانست میں نہ جماع کرنے میں مثل محبت کے یعنی جماع میں برابری ضرور نہیں اس واسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسی طرح محبت میں بھی برابر رکھنا ضرور نہیں اس واسطے کہ محبت آدمی کے اختیار میں نہیں بل یستحب ویسقط حقھا بمرۃ ویجب دیانۃ احیانا جماع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایک بار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاھا اور نہ پہنچے چھوڑنا جماع کا ایلاء کی مدت تک یعنی حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے وتوبر المتعبد لصحبتھا احیانا اور

امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسی طرح جو شخص مشغول ہو لونڈیوں کے تصرف میں اس کو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کرے گا کیونکہ
گاہے یعنی اس میں مدت مقرر نہیں وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن میں ایک
رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے میں ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای
فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہیں زیادتی اس کی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار
جماع کی قاضی پر ہے جس قدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روئے بحث کے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا میں نے اپنے علما
کی کتب میں نہیں دیکھا البتہ کتب مالکیہ میں ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت میں دو بار دن اور دو بار رات کو اور نہر الفائق
میں کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار میں پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب میں مصرح نہ ہو تو امام مالک کی طرف رجوع کرنا چاہیے
چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس کو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز از روئے بحث کوئی وجہ معقول نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین
فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لا یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل
اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت سے اور بلا فرق بالغ کے
جس نے وطی نہیں کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق میں بے بحث کر کے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں فحل سے جس کا آلہ تناسل صحیح اور جماع
پر قادر ہو اور خصی وہ ہے جس کے خصیے نکال ڈالے گئے ہوں یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہر چند جماع مقصود نہیں تو بھی ان کو شب باشی اپنی منکوحات
کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف
ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان
عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہیں اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے
رتقا وہ عورت جس کی شرم گاہ بند ہو لائق دخول کے نہ ہو اور قرنا وہ عورت جس کی شرم گاہ میں ہڈی زائد مانع ہو جماع سے اور بدون فرق اس صغیرہ
کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو اور بدون فرق مظاہرہ کے یعنی جس کو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور
بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا گیا یعنی چار مہینے تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق ان کے مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے
ظہار اور ایلا نہیں کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اس کے ساتھ قصد رجوع کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہ ہو تو اس کے ساتھ قسم نہیں کذا فی البحر
خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم
خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وہدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے
ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اس میں تو زوج کو دونوں کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ
آئندہ میں اور جو زمانہ ماضی میں ہو چکا اس کا عوض نہیں اگرچہ زوج اس کے سبب سے گنہگار ہوا اس واسطے کہ قسمت بعد طلب کے ہوتی ہے اور
طلب نہیں ہوئی مگر زمانہ مستقبل میں وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرہ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی
فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اس کو تعزیر کی جاوے گی
بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب فوت کر دینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ کا فوت کر دیا اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اس
وقت ہوگی جب کہ زوج نے نہ کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ اس واسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھ کو ہے یعنی دوسری زوجہ کی باری میں اسی قدر اس

کے پاس بھی رہوں گا تو اس وقت قاضی حکم کرے اسی قدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اتنا ہی رہے کذا فی النہر بحثا والبکر والثیب
والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں بسبب مطلق
ہونے آیت نزول کے عدل منکوحات میں اور مسند امام احمد میں حدیث مرفوع ہے کہ جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت میں آوے گا اور
اس کا آدھا بدن ڈھلکا ہو گا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اس میں کچھ فرق نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک باکرہ سے
نکاح کرے تو سات دن اس کے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات
دن اور ثیبہ کے تین دن ہیں تو حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے
پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسی قدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی
حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمعتقۃ بعضہا نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہا اور قسم لونڈی اور مکاتبہ
اور ام ولد اور مدبرہ اور معتقہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور اس کے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین
کے تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اس کی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی
منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس معتقہ وہ عورت ہے جو کل آزاد نہ ہو نصف آزاد ہو باریہ ولا قسم فی السفر دفعا للحرج
فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر میں باری نہیں واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جس کو چاہے ان میں سے سفر
میں لے جاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنے کے واسطے اور قرعہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھے اور دوسرے
کاغذ میں حضر کا لفظ لکھے پھر اتنی یا مٹھی میں اندر کر کے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کے حوالہ کرے جس کے پاس سفر کی گولی جاوے اس کو
ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی ولو ترکت قسمہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ ما وجب فما سقط اور اگر
ایک زوجہ اپنی باری چھوڑے اپنی سوت کے واسطے تو یہ درست ہے اور اس کو رجوع کرنا یعنی باری دے کر پھیر لینا بھی اس میں جائز ہے زمانہ آئندہ میں
اس واسطے کہ زمان مستقبل میں حق عورت کا واجب نہیں تو اس کے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہ ہو گا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی لا فی البحر
بحثا نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوکن کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اس کے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے
شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہیں اور بحر الرائق میں بعد گفتگو کے کہا کہ ہاں زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اس سے نہر الفائق میں
ہم بحر الرائق میں کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اس واسطے ذکر نہیں کیا کہ یہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اس میں زوج کا اختیار ہو گا خواہ
زوجہ کو ہبہ کرے خواہ سوکن کو نہر الفائق میں کہا کہ سوکن کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے
دے چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی
حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم اور
ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں میں سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہے یہاں
تک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد مغرب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اس نے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتوں کے پاس
رات کے رہنے میں زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہے یہاں تک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا نہارا ولا یدخل بلیلہا الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او

تموت تحتی اینی اذالم یکن عن. امن یونسہا اور جماع نہ کرے عورت سے اس کی باری کے سوا اگرچہ دن ہو اور اسی طرح سوائے باری کے رات کو اس کے پاس نہ جاوے مگر اس کی عیادت کے واسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں رہ ٹھہرے اس کے پاس یہاں تک کہ اس کو آرام ہو یا مر جائے فقط یعنی اس قدر بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت میں ہے جب کہ اس کے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہ ہو ولو مرض ہو فی بیتہ دعی کلا فی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا واراد بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر میں تو بلا دے ہر عورت کو اس کی باری میں اس واسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہے کہ اس کا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اگر چاہے تین دن اور تین راتیں ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدہما اکثر الا باذن الاخری خلاصہ وزاد فی الخانیۃ والرای فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور بدایۃ تبیین نہ ٹھہرے دونوں میں سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہے خانیہ میں اور تجویز شروع باری میں زوج کی طرف ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جس کے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دورہ کی زوج کے اختیار میں ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء وجنبہ وعممہ فی البحر ونظر فیہ فی النہر قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر میں مدت دورہ کو از روئے بحث کے ساتھ مدت ایلا کے بلکہ ساتھ ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دورہ کو بحر الرائق میں سو اعتراض کیا ہے عموم بحر میں صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار میں اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونوں مطلع نہیں ہوئے اس روایت پر جو خلاصہ میں ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیسا کہ ہم نے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر میں یعنی تنویر الابصار میں واللہ اعلم فتح القدیر میں کہا کہ اطلاق دورہ نامعتبر نہیں اس واسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال میں نہیں آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہیں اور جب کہ باری کا انس اور دفع وحشت کے سبب سے ہے تو قریب مدت کا اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان میں یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رساں ہے مگر یہ کہ دونوں اس پر راضی ہو جاویں فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں لفظ و بمعنی بل ہے اسی واسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق میں کہا کہ مدت دورہ کی مطلق ہے اس واسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہیں کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہے گی اور نہر الفائق میں کہا کہ اطلاق دورہ میں نفی مضرت کی مسلم نہیں فقط یعنی مثلاً اگر مدت دورہ کی دس برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلاشک شروح متنوں کی ترجیح میں مقدم ہیں فتاوی پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا وہو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اس کی دو تین عورتیں ہوں تو شافعیہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ حکم شافعیہ کا خوب ہے وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے ایسے امر مباح میں جس کا عورت کو حکم کرے ظاہر یہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز سے اور طہارت سے اور دل کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادائے مہر پر قادر نہ ہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اس کا کوئی خبرگیر نہ ہو اور زوج اس کے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت میں عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضروری ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی

تاقلا عن العالمگیریہ ولہ منعہا من الغزل اور جائز ہے مرد کا عورت کو منع کرنا سوت کاتنے سے اس واسطے کہ نفقہ اس کا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کھانے سے جس کی بو سے اس کو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچی پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ اس واسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی نے اپنے فتاوی میں مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر مکروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل من الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہ نہر وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اس کی بو سے اس کو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں میں نے بیان کی ہے م بدائع میں ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے بموجب آیت قرآنی یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضوں نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کے واسطے پسند رکھتا ہے اور یہ حسن سلوک دونوں طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اس کو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا عین ماقل اور اندھے اور اس کی سوکن کے نزدیک اور اسی طرح اپنی لونڈی اور اس کی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحاوی

باب الرضاع

یہ باب ہے رضاع کا یعنی اس میں احکام شیر خوارگی کے مذکور ہیں ہو لغۃ بفتح وکسر مص الثدی وشرعاً مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آئسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت میں چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بڈھی اور چوسنے سے ملحق ہے حلق میں ڈالنا اور ناک سے مڑکنا یہ اشارہ ہے صاحب بحرالرائق کی رد پر اس نے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ میں نہیں جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ میں جانے کا مص ہوتا ہے اسی واسطے اسی کو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اس واسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق سے تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس ہیں امام اعظمؒ کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عون الدرایۃ وفی نسخۃ[1] عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید میں واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ میں ہے کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے ر کما فی الولوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہے کما فی الخانیہ اور فتح القدیر میں واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہے تو اس صورت میں ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدلوا لقول الامام بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہے علما نے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اس کا تیس مہینے میں ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں یعنی حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اس واسطے کہ حق تعالی نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کے واسطے یوں کہہ کر کہ زید کے مجھ پر ایک ہزار درم اور پانچ من جو ہیں مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی اب یہاں سوال ہوتا ہے

[1] یعنی ایک نسخہ میں العون کی جگہ العیون ہے ۱۲

کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تو اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ہے ان النقص فی الاول تام لقول عائشۃؓ لایبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لایعرف الاسماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر میں یعنی حمل میں ثابت ہوئی عائشہ صدیقہؓ کے قول سے فرمایا کہ نہیں باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارعؑ کی سماع سے یعنی تعیین مدت میں اجتہاد مجتہد کو دخل نہیں تو یقیناً معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اس وقت میں قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہوگیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو شرح نخبۃ الفکر میں شرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دارقطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہاں دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اس کا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا والاٰیۃ ماولۃ لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن والنہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعیؒ وغیرہ نے تیس مہینے کو یوں تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اس طرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب المقلد العمل لقول المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اس کی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضی خاں نے اس کو بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں رسم مفتی کے مقام میں یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ جس کو اجتہاد کا پایا نہیں اس پر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اس کی دلیل کو دجانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اس پر ضروری نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یوں ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ میں تو بعضوں نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونوں قول میں جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو ان کے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوائے اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہیں مصرح کر چکے ہیں کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین کذا فی الطحطاوی والمدنی ثم اختلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدار بحولین بالاجماع پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنی امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دو ہی برس کی مقدار ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودھ پلانے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاوے گی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعاً للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع میں فقط یعنی بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور بسبب استغناء طعام کے ہو بنابر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پھر پیے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے موجود روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف ہے معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل گذرنے

لے اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے ۱۲

مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اس واسطے کہ دودھ جزء ہے آدمی کا اور نفع لینا جزء آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنابر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ماں کے دودھ کی ضرورت نہیں یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال اس کا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر اور بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی[1] بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں قبل فصل بیر کے اس کا ذکر ہو چکا شارح نے وہاں کہا کہ تداوی بالمحرم میں اختلاف ہے ظاہر مذہب میں تو منع ہے اور بعضوں نے کہا جائز ہے جب شفا اس میں معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اس کے سوا نہ ہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے مضطر پیاسے کو ولاب اجبار امتہ علی فطام ولدہا منہ قبل الحولین ان لم یضرہ ای الولد الفطام کما لہ ایضا اجبارہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے بردستی کرنا اس کے لڑکے کے دودھ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہے دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نہ کرے جس طرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر بھی جائز ہے یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اس کو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفے سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہاں اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کر لی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ لحرۃ ولو قبلہما لان حق للتربیۃ لہا جوہرہ اور باپ کو یہ جائز نہیں یعنی دونوں قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اس واسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کے واسطے ہے تو دودھ پلانے اور چھوڑانے میں حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے میں اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہیں ہاں بعد مدت کے دودھ چھوڑانے پر اس کو جبر کرنا درست ہے فرع[2] یثبت بہ ولو بین الحربیین بزازیۃ وان قل ان علم وصولہ لجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیہ اور ثابت ہوتا ہے یعنی دالی کا ماں ہونا دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافروں میں ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ میں پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اس کی ناک سے نہ اور طریق سے یعنی کان میں ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے پستان کو منہ میں لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودھ حلق میں داخل ہوا یا نہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ حلت کے مانع میں شک ہے یعنی حلت پس بے دربالیقین ثابت ہے اور مانع حلت میں یعنی دودھ کے اندر جانے میں شک ہے تو شک سے یقین نہیں زائل ہوتا کذا فی الولوالجیہ ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر فاراد واحد منہم تزوجہا ان لم یظہر علامۃ ولم یشہد بذلک جاز خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہ ہوا کہ کون کون عورت نے اس کو دودھ پلایا پھر ارادہ کیا اہل قریہ میں سے کسی نے اس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہ ہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہ ہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہیں کیا اور ممکن ہے کہ علامت کو یوں بیان کیجیے کہ مثلا عورت دودھ والی وہاں بہت آتی جاتی ہو جہاں صبیہ رہتی تھی یا اسی گھر میں وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہے دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل میں یہ ہے کہ مواقع اشتباہ میں نکاح نہ کرے اور ولوالجیہ میں ہے کہ عورتوں پر واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلا دیں بلا ضرورت اور اگر پلا دیں تو یاد رکھیں بلکہ لکھ رکھیں یعنی تا نادانستگی میں حرام نہ واقع ہو اور خانیہ میں ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ

[1] علاج کرنا اس جانور کے پیشاب سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے ۱۲

نہیں اور محیط میں ہے کہ مرد کو مناسب نہیں کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا دودھ پلاوے اس واسطے کہ حدیث میں منع ہے کیونکر کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی مومنیۃ للرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ لہ ولا کما یجیٔ ثابت ہوتا ہے ماں ہونا دائی کا شیر خوار گی کے واسطے اور
ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودھ دائی کا اسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت
نہ ہوگا بلکہ شیر خوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اس کی تصریح آگے آوے گی فیحرم منہ ای بسببہ مایحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی
وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہے اس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہے نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اس کو بخاری
اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہؓ سے اور ابن عباسؓ کی روایت سے ان الفاظ سے کہ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب اور عموم اس حدیث سے بعض علمانے
اکیس صورتیں مستثنی کی ہیں اور ان کو اپنی آیندہ قول میں نظم کیا ہے ؎ یفارق النسب الارضاع فی صور کام او جدۃ الولد جدا ہے دودھ پلانا نسب
سے چند صورتوں میں چنانچہ پوتے کی ماں یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلاً زید کا بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا
خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی ماں نسبی دادا کو حلال نہیں
اس واسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اس طرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو بکر کی
بھی ماں سے نکاح درست ہے اور اسی طرح بکر کو زوجہ محمود کے سوا نے اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکے کی نانی حلال ہے
عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبداللہ کی نانی نسبی خوش دامن ہے زید کی
تو اس پر حرام ہے اور اسی طرح زید کا بیٹا ہے رضاعی خالد اس کا نام تو خالد کی نانی نسبی یا رضاعی زید کو حلال ہے ؎ وام اخت اخت ابن وام اخ وام خال وعمۃ
ابن اعتمد اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اس کی
تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری
صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اس کی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ماں بھی
رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی
چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اس کی رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہ کہ
بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اس کی بہن بھی رضاعی
جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہے اور بھائی کی ماں اس کی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ انکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں
کی ماں اس کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا جمیلہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہ کہ زید کے رضاعی
ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہے تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اس کی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال
نہیں اس واسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہے یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اس کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اس نے
دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہ کہ زید کا
بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوائے کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر
حلال ہے اور اگر بیٹا اور اس کی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اس کی عمہ نہ حلال ہوگی اس واسطے کہ وہ بہن ہے زید کی ہم یہاں تک اکیس صورتیں جو نظم میں

۱؎ یہ اس صورت میں ہے کہ رشیدہ نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہو ۱۲ ۲؎ نانا کی منکوحہ کو ماموں کی نسبی ماں کہنا باعتبار عرف کے ہے ۱۲

مندرج نہیں مفصلاً بیان ہو چکیں اس واسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک صورت میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام
اخیہ و اختہ یعنی جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اس کے سوا اور معطوفات آئندہ رضاعت سے حلال ہیں نہ
نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام میں قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہ جو فقہا نے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو
استثنیٰ کیا ہے سو صحیح نہیں اس واسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہوا تو استثنیٰ کیونکر صحیح ہوگا اس
کا جواب شارح نے آئندہ میں دیا استثناء منقطع لان حرمتہ من ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لا استثناء کالفقہاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنیٰ
منقطع ہے اس واسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہ ہوئی ان صورتوں کو جن کو فقہا نے استثنیٰ
کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہ ہوئی جیسا کہ بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنیٰ متصل نہیں جو مستثنیٰ کا داخل ہونا مستثنیٰ منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنیٰ منقطع ہے اور
استثنائے منقطع میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا حمارا یہاں تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے
اس تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایۃ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم
حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہا نے استثنیٰ کیا ہے ان کو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر
میں ہے کہ محققین کے نزدیک استثنیٰ فقہا کا تخصیص عقلی نہیں اس واسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہے کہ وحرمت علیکم امہاتکم وبناتکم
واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہ حرام ہیں یعنی ماں اور بیٹی اور
بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جن کو فقہا نے استثنیٰ کیا ہے
وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فان حرمۃ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطؤۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی
الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اس واسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور
یہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اس کا مفصل بیان نظم کی شرح
میں مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب میں وہ جب رضاعت میں نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنیٰ صورتوں کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعویٰ تخصیص
عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کرے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن
کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں میں جو حرمت کا سبب نسب میں ہے وہ امر رضاعت میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا
اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہیں چنانچہ اس کا بیان شرح نظم میں مثالوں کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان
ضروری نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت وہاں مذکور نہیں سو اب یہاں دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ ہیں نسبی ان کو ایک اجنبی عورت
نے جس کا جمیلہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر حلال ہے اور اسی طرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اس نے حمیدہ کا دودھ پیا ہو
پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید پر فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اس واسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے
یا دادا کی مدخولہ اور یہ دونوں حرام ہیں وکذا عمۃ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہولاء من الرضاع حلال للرجل اور اسی طرح اپنے
ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں سو یہ سب رشتے ام الاخ سے یہاں تک رضاعت سے حلال ہیں
مرد کو چنانچہ ان کا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضروری ہے ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے
کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ یا وہ ناطہ سے ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو یہ دونوں

حرام ہیں وکذا الخ ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسی طرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت پر حلال ہے یہ صورت مکرر ہوگئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اس عورت کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہے سو دس صورتیں ہیں پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچویں ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتویں ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت مکرر ہے اس واسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت میں نو صورتیں ہوئیں تصل باعتبار المذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یہ دس صورتیں باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتوں میں مرد فرض کیجے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں ثم باعتبار ما تحل لہ او لہا الی اربعین مثلاً یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہنچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں کہا جائے گا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت میں یوں بولیں گے کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو متن اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولیں گے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہے مذکورہ مثالوں میں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اس واسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں اور یہاں اس کا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضوں نسخوں میں تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان یکون لہ اخت نسبیۃ لہا ام رضاعیۃ او بالمضاف الیہ کالاخ کان یکون لہ اخ نسبی لہ ام رضاعیۃ او بہما کان یجتمع مع آخر علی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی مایۃ وعشرون وہذا من خواص کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں میں سے جائز ہے کہ جار و مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنی من الرضاع مقدر رہے بعد استثنی کے اس قرینہ سے کہ مستثنی منہ میں مذکور رہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ تحریم من الرضاع یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ میں ام کا لفظ اس طرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اس طرح کہ اس کے بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اس مثال میں شارح سے خطا ہوگئی یوں کہنا ٹھیک تھا لہ اخ رضاعی لہ ام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ماں یا من الرضاع مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متعلق ہو اس طرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالد کے ساتھ اجنبی عورت کا جس کا زینب نام ہے دودھ پیے اور اس کے رضاعی بھائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہے اور اس کی ماں بھی رضاعی ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہ ایک سو بیس صورتیں ہوئیں اس طرح پر کہ چالیس صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین صورتیں نکلیں باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوتے ہیں شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص میں سے ہے یعنی ایک سو بیس صورتیں مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط درالمختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ میں اتنا بیان نہیں سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنا کی صورتیں کچھ اوپر ستر پہنچائی ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اس کی کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہنچایا اور صاحب نہر الفائق نے ایک سو آٹھ تک پہنچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب

کہ خوف نقص میں سے ہے سو شارح نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہنچا دے سو اس کا ارادہ پورا نہ ہوا اس واسطے کہ نہرالفائق میں نو صورتوں پر بنا تھی شارح نے دسویں صورت زیادہ کی سو کمر رہ گئی چنانچہ اس کا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس سے بارہ صورتیں نکل گئیں تو وہی نہرالفائق والی ایک سو آٹھ صورتیں باقی رہ گئیں اور شیخ عابد مفتی مدنی نے دو سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے ان کو ذکر نہ کیا واللہ اعلم الصناعۃ تتکامل بتلاحق الافکار[1] کا مطلب اس مقام[2] پر حل ہو گیا وکل اخت اخیہ رضاعاً یقبح انفصالہ بالمضاف کان یکون لہ اخ نسبی لہ اخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعاً اخت نسباً وبہما وھو ظاہر اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے انفصال رضاعت کا مضاف سے جس طرح کہ اس کے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور یہ صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جس طرح کہ اس کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن العلامۃ وکذا نسباً بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لا باحدہما اللزوم التکرار کما لایخفی اور اسی طرح حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اس طرح کہ سوتیلے بھائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ میں مشترک ہوں اور ماں دونوں کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں میں مشترک اور باپ میں مختلف تو زید پر کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہیں اس واسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہو گا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہو گا اور یہ دونوں صورتیں مسئلہ سابقہ میں داخل ہیں ولا حل بین رضیعی امرأۃ لکونہما اخوین وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہیں ایک عورت کے دو شیرخواروں میں اس واسطے کہ وہ دونوں بھائی ہیں اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیرخوارگی کا اور مختلف ہو دونوں کا باپ رضاعی ولا حل بین الرضیعۃ وولد مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ولدہا لانہ ولد الاخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیرخوار کے اور اس کی دائی کے بیٹے کے اس واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسی طرح حلت نہیں شیرخوار عورت میں اور اس کی دائی کے پوتے میں اس واسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہے اس کا ولبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم والا لاجوہرہ اور دودھ کنواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اس کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی الجوہرہ کنواری عورت سے مراد یہ کہ جس کی وطی نہ ہوئی نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوباً فیصیر ناکحہا محرماً للمیتۃ فییممہا ویدفنہا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں دوہا ہو تو نکاح کرنے والا رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کا بلا حائل[3] تیمم کرا دے اور اس کو دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتیں نہ ہوں تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کر دے اس واسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام پر سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطیہا والفرق بوجود التغذی لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اس واسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اس واسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال بشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو

---

[1] یعنی ہر فن میں فکر بہم کی جائیں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے ۱۲ [2] مترجم اول سے سہو ہوا کہ رضاعی کی جگہ نسبی لکھا نسب کو جب مضاف الیہ سے متصل کریا تو اب رضاعی رہا نہ نسبی ۱۲

اور حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہے اور جماع بیت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و مخلوط بماء
او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرہ اور اسی طرح حرمت رضاعت ثابت کرتا ہے جو دودھ
کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسی طرح جب دونوں
کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل ہو الاصح اور معلق کیا۔ یہ محمدؒ نے حرمت کو
دونوں عورتوں سے مطلقا یعنی دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں دودھ برابر ہوں خواہ کم و بیش
بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ یعنی حرمت ثابت نہیں کرتا وہ دودھ
جو مخلوط ہے طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسی طرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اس واسطے کہ اسم
رضاعت کا اس پر نہیں واقع ہوتا یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان ولا الاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت
ثابت نہیں کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان میں اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل وخنثی مشکل الا اذا قال النساء انہ
لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جب کہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا
دودھ بجز عورت کے نہیں ہوتا البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطاً اور اگر عورتیں اس کے دودھ کو ایسا نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرۃ
مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں اس واسطے کہ حقیقت میں دودھ اس کا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ وغیرہا
لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اس کے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت
کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی اور بہائم میں جزئیت نہیں ولو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو
اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجۂ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوکن کو
اور اسی طرح اگر اس کے دودھ کو کسی مرد نے زوجۂ صغیرہ کے حلق میں ڈال دیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر دائمی حرام ہو جاویں گے اس
واسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ سے وطی نہ کی
ہو اور دودھ زوج سے نہ ہو تو جائز ہے زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اس واسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ
گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کیونکہ زوجۂ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ سے یہ نکاح درست ہے جب اس کی ماں مدخولہ نہ ہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں
اس واسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے دخول ہو یا نہ ہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہ
ہوگا اس واسطے کہ پلانے کے وقت کبیرہ سوکن صغیرہ کی نہ رہی اس واسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیٔ
الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں زوجۂ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہ ہو بسبب آنے جدائی کے اسی کی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر
ملے گا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پا دے گی لیکن عدت کا نفقہ اس کو نہ ملے گا ویرجع الزوج بہ علی الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان
تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ متیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک اور رجوع کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسی
طرح اس مرد پر جس نے اس کا دودھ صغیرہ کی حلق میں ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اس کو کبیرہ سے بھرے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح
کا قصد کیا ہو اس طرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی سے دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح
کو جانتی ہو اور دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہ ہو تب اس کو نصف مہر دینا ہوگا والا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے

سے فساد نکاح کا قصد نہ کیا اس طرح پر کہ وہ اس وقت مجنون تھی یا سوتی تھی یا اس پر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نہ جانتی تھی یا ا
کو دفع گرسنگی اور ہلاک صغیرہ کی منقصود تھی تو ان صورتوں میں زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکے گا اس واسطے کہ ضمان دینے میں تعدی اور زیادتی شرط
اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اس کی طرف سے فساد کا قصد
ظاہر ہوگا کذا فی معراج الدرایۃ طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باٰخر فحملت وارضعت فحکمہ من الاول لانہ بیقین فلا یزول بالشک ویکو
ربیبا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اس نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا سو اس کو حمل رہ گیا اور اس نے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کی طرف ہوگا اس واسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ب
بالیقین تو یہ یقین زائل نہ ہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہے زو
اول کا حکم ثابت رہے گا یہاں تک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والا وجہ لا
اور شبہہ کی وطی حلال وطی کے برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت میں اور بعضوں نے کہا اور اسی طرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ
کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اس نے نکاح کیا بعد اس کے دو
پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا نہ ہوگا جس نے شبہہ سے وطی کی نہ اس کے زوج کا اور اسی طرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی
ثم رجع من قولہ صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہو
کہ میں نے غلطی کہا تو اس کو صادق جانیں گے تو زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ شیر خوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی ہو سکتی ہے تو اس میں تناقض قول
کا ممنوع نہیں ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ ہو حق کما قلت ونحوہ بہذا فسر الثبات فی الہدایۃ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس
طرح پر کہ اس کے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہے تو در صورت ثبات
تفریق کرائی جائے گی زوج اور زوجہ میں خانیہ میں ہے کہ قاضی تفریق کر دے گا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسہا وقالت
اخطات وتزوجہا جاز کما لو تزوجہا قبل ان تکذب نفسہا ان اصرت علیہ لان الحرمۃ لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیۃ اور اگر اقرار کیا عو
نے اس کا یعنی یوں کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بھائی اور مرد اس کا منکر ہے پھر عورت نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت
میں اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرے قبل اس کے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگر چہ
عورت دعوی رضاعت پر مصر ہے تو بھی نکاح درست ہے اس واسطے کہ شرع میں حرمت کا اختیار عورت کو نہیں دیا علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع اقسام
میں کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اس کے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یوں کہا ہو کہ میں نے اس سے
خلع کیا ہے اس نے مجھ کو طلاق بائن دی ہے سو اس کو میرے پاس رہنا نہ چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقراروں کے نکاح اس واسطے جائز ہوا کہ عورت کا
مستعد ہونا نکاح پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹی ہے یہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام میں تقوی یہ ہے کہ نکاح نہ کرے اس واسطے کہ حدیث
میں ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اس کا دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ انہا لو اقرت بثلث من رجل حل لہا تزوجہا ومفاد تعلیل سابق کا یہ
ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے اس عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرے اس واسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی
ہے تو اس کو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت
کو نکاح اس مرد کا حلال نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی ولو اقرا بذلک جمیعا ثم اکذبا انفسہما وقالا اخطانا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاع

عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہم نے خطا کی اقرار رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یوں کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وکذا الاقرار بالنسب لیس یلزمہ الا ماثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس لنسبہا معروف فاقام قال وہمت صدقت وان ثبت علیہ فرق بینہما اور اسی طرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں ہے اس مرد نے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی یعنی نکاح قائم رہے گا اس واسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہو گا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہو گی اور اسی طرح اگر عورت کا بہن ہونا یا ماں ہونا اس مرد کی عمر کے لائق نہ ہو تو بھی تفریق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والرضاع حجتہ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دیں گے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہو گی بدون قاضی کی تفریق کے اس واسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہ ہو گا بدون حکم قاضی کے وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وہو من حقوقہ تعالیٰ اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوے پر ظاہر ہے کہ عورت کے دعوے پر ثبوت اس کا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالیٰ کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی مدعی کا ضروری نہیں اس واسطے کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وہو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام معہ ولا تتلہ بہ یفتی ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت اور اس کا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اس کا انکار کرتا ہے پھر دونوں شاہد مر گئے یا وہاں سے غائب ہو گئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اس واسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہو گئی فقط حکم قاضی کا باقی رہ گیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا واسطے مفتی بہ یہی قول ہے بعضوں نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہ ہو زوج کے روکنے کی تو اس کو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سن کر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شیخ عابد سندی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کر لینا دیانۃ درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہیں تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے تقضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ لم ینفذ حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت سے بسبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہ ہو گا اس واسطے کہ شہادت کامل نہیں مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہ ہو گی اس واسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغیرتین فارضعت امرأۃ ولبنہما من رجل لم تضمن وان تعمدت الفساد لعدم بالاختیۃ نکاح لیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنی دونوں کا زوج ایک ہے تو دونوں عورتیں نصف نصف مہر کی ضامن

نہ ہوں گی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اس واسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہو جانے دونوں صغیرہ کے ہو گیا یعنی جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی بہن ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کا نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اس واسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہیں ہوئی جو ان پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہو جانے دونوں کے عارض ہو گئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد غرم المہر ولو وطیہا وقال ذلک لا اللزوم الحد فلم یلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہو گا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کے واسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہ ہو گا اس واسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر نہ لازم ہو گا اس واسطے کہ حد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم

کتاب الطلاق

ولغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المراۃ طلاقا وفی غیرہا اطلاقا فلذا کان انت مطلقۃ بالسکون کنایۃ یہ کتاب ہے جس میں مسائل طلاق کے مذکور ہیں۔ طلاق
لغت عرب میں بمعنی قید ہے۔ یعنی بند کھولنا لیکن فقہا نے عورت کی رفع قید نکاح میں طلاق بولنا قرار دیا ہے۔ اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید
میں اطلاق مستعمل ہے۔ تو اسی واسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اس واسطے کہ مطلقۃ اطلاق سے مشتق ہے۔ اور اطلاق بمعنی طلاق کے
مستعمل نہیں وشرعا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی الطلاق مخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ
فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع میں رفع قید نکاح کو کہتے ہیں۔ خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو۔ جیسے کہ طلاق رجعی سے
بعد گزرنے عدت کے۔ اس واسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے۔ اور اگر زوج عدت میں مر جائے تو زوجہ مطلقہ اس کی وارث ہوگی۔ رفع
قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے۔ طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے
خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر او صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتوں میں فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی میں اقسام
فسخ اور طلاق کے در ضمن اشعار مفصل بیان کیے ہیں اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہیں جو نکاح صحیح میں ثابت ہیں چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک
نکاح اور ملک حبس وغیر ذلک وبہذا علم ان عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طردا وعکسا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی
صاحب البحر کی تعریف طلاق میں منقوض ہے۔ باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی میں یہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعا بالنکاح یعنی طلاق
عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہیں کیونکہ رجعی کو شامل نہیں اس واسطے کہ اس میں رفع قید بالفعل
نہیں۔ بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہیں اس واسطے کہ تفریق ارتداد کی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدائیاں
فسخ ہیں طلاق نہیں سو اس واسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہ فسوخ حد طلاق سے
نکل جاویں۔ والقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الایات اکمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے
کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی میں طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابوداؤد وحاکم نے
عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[۱] اس واسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل
کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ
واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذہب الاول کما فی البحر اور بعضوں نے کہا یعنی کمال الدین
ابن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہیں حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب
پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا
ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل میں کہا ہے کہ طلاق اصل میں منع ہے حاجت کے واسطے جائز ہے تو اباحت اور منع میں صریحاً تناقض ہے اس کا جواب شارح نے
اگلے قول میں دیا وقولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک ہذہ الاصل فاباحہ بل یستحب لو موذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق میں منع
ہے اس کی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت میں اباحت اور منع کے دونوں قولوں میں تناقض باقی نہ رہا جب شرع میں اصل متروک ہوئی تو اباحت

۱؎ حلال میں سے زیادہ بری چیز اللہ تعالی کے نزدیک طلاق ہے ۔:

بلاتردد ثابت ہوگئی۔ بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل اور استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہیں بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے میں اس واسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب، و یجب لو فات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہو جائے پھر وطی کے واسطے استادگی نہ ہو تو ان صورتوں میں طلاق واجب ہے اس واسطے کہ اس میں عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض میں طلاق دے یا طہر میں وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ میں دیں یا تین طلاق ایک آن میں دیں چنانچہ نسائی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دیں تو آپ غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید میں اجازت نہیں اور ابن عمرؓ کی حدیث میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہ ہے کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہے یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر مقدور نہ ہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تاکہ اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اس واسطے متعین ہوئے کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور بخو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلث واقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلاً اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی طرف نسبت کر کے یہاں تک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق کے دور عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اس واسطے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دور یہ ہے کہ جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہیں اسکو طلاق دور اس واسطے کہا کہ اس میں امر دائر ہے درمیان دو منافی کے اس واسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو جاویں اور جب تین طلاق پہلے ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق نہ واقع ہوا اور اس مقام میں دور سے وہ مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت کے اس واسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اس نے یوں کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھ کو طلاق دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر جب وہ طلاق دے گا تو ایک طلاق پڑے گی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑیں گی تین میں سے ایک لغو ہوگی کہ اس کی گنجائش نہیں تو تین طلاق پڑ جاویں گی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شرح شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہیں ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوب تر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جس کے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہاں بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنوں میں مستعمل نہ ہوا اور نیت کا محتاج نہ ہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے۔ نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اس نے کہا کہ طالق طالق طالق یا یوں کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ خطاب عورت کی طرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کردی ہے پھر طلاق صریح کا ہے رجعی ہوتی ہے

جیسے یک بار یا دو بار طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام او رتحریم کا کہ اس میں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اس میں بدون نیت کے طلاق نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی **ومحلہ المنکوحۃ** اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جس پر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہیں مولے کے حق میں واہلہ زوج عاقل بالغ مستقیظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولیٰ اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی ان کی طلاق نہیں واقع ہوتی **ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء** اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء[1] سے تو لفظ مخصوص سے فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہیں **طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تنقضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط** ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جس میں وطی نہیں ہوئی اور چھوڑنا اس کا یعنی دوسری نہ دینا یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے **وطلقۃ لغیر موطؤۃ ولو فی حیض والموطؤۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی** اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر میں جس میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اس میں طلاق ہوئی ہو یہ حیض ہونے والی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے میں اس عورت کے حق میں جس کو حیض نہیں آتا یعنی بڑی عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنی مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولے مسنون ہوگی کہ اس میں فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں عدت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس میں کچھ ثواب ہے اس واسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع ہو **وحل طلاقہن ای الآیسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطی لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل وہو مفقود ہنا** اور حلال ہے طلاق دینا ان کا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اس واسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں یعنی ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آئسہ ہے قول اظہر میں اور جس کی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے **والبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او مرتین فی طہر واحد لا رجعۃ فیہ او واحدۃ فی طہر وطئت فیہ او واحدۃ فی حیض موطؤۃ** اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جس میں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض میں یہ سب صورتیں طلاق بدعی کی ہیں سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولے بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا تو طلاق باقی نہ رہے گی ظاہرا اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیں اور حضرت نے اس پر انکار نہ فرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی **لو قال البدعی ما خالفہما لکان اوجز وافید** شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف میں یوں کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ تر مفید ہوتا اس واسطے کہ طلاق بدعی آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا

---

[1] یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے ۱۲

تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر میں دینا جس میں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی ہو چکی ساتویں اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض میں وطی ہو چکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو ساتویں اور آٹھویں قسم مصنف کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل ہو جاتیں کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب رجعتہا علی الاصح فیہ اے فی الحیض رفعاً للمعصیۃ فاذا طہرت طلقہا ان شاء او امسکہا قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض لایکرہ مجتبیٰ اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کی طرف بنا بر قول اصح کے حیض میں یعنی حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کر لے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اس کو طہر میں طلاق دے یا چاہے اس کو رکھے۔ شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اس واسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبی تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق میں مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اس کو اپنی ذات کا اختیار رہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اس وقت زوجہ حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسی طرح خلع حیض میں مکروہ نہیں والنفاس کالحیض جوہرہ اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس میں مکروہ ہے اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں قال لموطؤتہ وہی حال کونہا ممن تحیض انت طالق ثلثا او ثنتین وقع عند کل طہر طلقۃ ولیقع اولہا فی طہر لا وطی فیہ کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے درآن حالیکہ وہ حیض آنے والیوں میں ہے کہ تجھ کو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص بہ سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور پہلی طلاق ان تینوں سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہوگی جس میں وطی نہیں ہوئی فلو غیر موطؤۃ او لا تحیض تقع واحدۃ للحال ثم کلما نکحہا او مضے شہر تقع سو اگر وہ عورت جس کو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہ ہو یا اس کو حیض نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کرے گا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کرے گا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ گزر جائے گا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوے ان تقع الثلث الساعۃ او ان تقع عند راس کل شہر واحدۃ صحت نیتہ لانہ محتمل کلامہ اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونے کی اسی ساعت میں یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اس کی صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس کے کلام میں اس کا بھی احتمال ہے اس واسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں السنۃ کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ طلاق جس کا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اس کا مذہب ہے اہل سنت کا ویقع کل طلاق زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیراً کی قید اس واسطے لگائی تاکہ مست عاقل میں داخل رہے یعنی نشے اور عقل میں کوئی تباین نہ سمجھے اس واسطے کہ شارح نے مست کو وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدا او مکرہا، فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اس سے طلاق دلوائی ہو اس واسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال

طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ نکاح مع الاستیلاد وعفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہیں سو کہا کہ طلاق ہے اور ایلا اور ظہار ہے اور رجعت اور نکاح ہے ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو

رضاع وایمان وفیٔ ونذرہ ؛ قبول لایداع کذا الصلح عن عمد۔ رضاع ہے اور خدا کی قسمیں کھانا اور ایلا کے رجوع کرنا اور نذر کرنا

اور ردولیت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا طلاق علی جعل یمین بہ انتت ؛ کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد ؛ اور

طلاق[۱۴] عوض مال کے خواہ زوجہ کی طرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم[۱۵] طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اس کی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کرے گا تو طلاق واقع ہوگی۔ اور اسی طرح بجبر آزاد کرنا[۱۶] اور مسلمان[۱۷] ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا اور ایجاب واحسان وعتق فہذہ تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد؛ اور واجب[۱۹] کرنا صدقہ کا اور واجب[۲۰] کرنا عتق کا یعنی زبردستی یوں کہلائے کہ میں نے اپنے اوپر خدا کے واسطے ایک درہم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکورہ صحیح ہیں اکراہ کے ساتھ بیس ہیں شمار میں او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہا خفیف العقل اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جس کو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہ ہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا چسانده تمر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے زجرا و توبیخ کے تا لوگ باز رہیں اسی پر فتویٰ ہے کذا فی تصحیح القدوری زجرا و توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اس پر زجر نہیں اس واسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی واقع نہ ہوگی نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ معصیت نہیں اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہے تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اس واسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اس کی حالت مستی میں امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ تو معلوم ہوا کہ اس کو بجائے قابل العقل کے احکام شرعیہ میں تنگ پکڑنے کے واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق میں حد سکر کی یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نہ کرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہاں معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونے میں صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جس کا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے میں حد سکر یہ ہے کہ جس کی چال ڈانواں ڈول ہو بحر الرائق میں کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ اس کے حرام ہونے پر بالاتفاق فتویٰ ہے اور اس کے بائع پر تعزیر ہے اور جو اس کو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی الملتقیٰ اور جوہرہ میں حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویختلف التصحیح فیمن سکر مکرہا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اس شخص کے حق میں جو مست ہو گیا زبردستی نشہ پلانے سے یا اضطرار سے پھر اس نے طلاق دی نہر الفائق میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور رغانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع ہاں اگر زائل ہو عقل نشہ پینے والے کی بسبب دردسر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اس واسطے کہ زوال عقل دردسر سے ہوا نہ نشے سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نہ کر سکے احکام شرعیہ کو تو اس کا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنیٰ کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں مست ہوشیار کے برابر نہیں از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہ ہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو۔ یا مستی میں

ولم یرتض الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ میں تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ھم یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہرگز اس پر اعتماد نہیں فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی اواخرس ولو طاریا ان دام للموت یقع یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ پیدائشی گونگا نہ ہو لیکن موت تک گونگا رہے اس پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابت اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہوں گے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائے گا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اس کی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اس کی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارۃ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اس کے اشارہ معلومہ سے اس واسطے کہ اس کا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اس کا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہ ہو تو موجب ہو حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق اوتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا اوساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اس طرح پر کہ ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سو اس کی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اس کے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھول کر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہ کہ اس نے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولوں گا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ[۱] سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اسکی طلاق ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر ومریضا اوکافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اسوقت کریگا جب دونوں نے اس کے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسی طرح طلاق فضولی کی بھی اس کی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھ کو راحت دے جیسے تو نے مجھ کو اس عورت سے راحت دی یا یوں کہے کہ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ اس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اس کا باقی مہر حوالہ کرے یا اس کے سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبنا علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجہ الطلاق لمن اخذ بساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق میں مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اس کو ہے جس نے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہیں مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد میں سو یوں کہا ہو غلام سے کہ میں اس کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ میں ہے اس کو میں طلاق دوں جب چاہوں پھر غلام کہے کہ میں نے قبول کیا اور اسی طرح جب غلام نے کہا کہ جب میں اس سے نکاح کروں تو اس کا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا

---

[۱] تحریف کئے ہوئے یعنی بگاڑے ہوئے جیسے عوام مزاج کو مجاز بولتے ہیں۔

یعنی مولے کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیۃ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وھو کافر وابی ابوہ الاسلام
وقع الطلاق بشانہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کی طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری میں پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی
شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہے اور اس کے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتوں میں مجنون
کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتوں میں وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی الحاشیۃ المدنی
والصبی ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہیں واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ
ہو یا لڑکپن میں طلاق دی اور اس کو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یوں کہیگا کہ میں نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہوجائے گی
اس واسطے کہ اس کلام میں ابتداء ایقاع ہے یعنی اب بلوغ میں واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں طلاق بالفعل نہیں واقع ہوگی بلکہ طلاق
سابق کو بحال رکھا اور سابق میں اس کو اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وھو اختلال
فی العقل اور نہیں واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق میں کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور
مجنون کے فرق میں یہ ہیں کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے۔ والمبرسم
من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہیں واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس کے ہے برسام بیماری ہے
مانند جنون کے بعض کتب طبیہ میں ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیوں کے درمیان والے پردے میں عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس
بیماری سے بے ہوشی لاحق ہوتی ہے اس واسطے طلاق واقع نہیں ہوتی والمغمی علیہ ہو لغۃ المغشی اور نہیں طلاق واقع ہوتی جس کو غش آوے اغمی
لغت میں بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ میں بھی مراد ہیں منح الغفار میں ہے کہ اغما یہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی میں کہا کہ غشی
عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بہ سبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری میں کذا فی حاشیۃ المدنی والمدہوش
فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بنباء المفعول فھو مدہوش وادہشہ اللہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جس کی عقل جاتی رہے
کذا فی فتح القدیر اور قاموس میں کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہیں ادہشہ اللہ یعنی
بے ہوش یا متحیر کرے اسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے استاد خیر الدین رملی
نے فتاوی خیریہ میں کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہیں واقع ہوتی اور اجماع میں فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہیں
پڑتی سوائے مست کے کہ مست کی طلاق بنابر زجر اور توبیخ کے واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل میں مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش
یہاں بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جنہے مدہوش کو یہاں بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اس واسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہیں اور
مدہوش قاموس میں بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ و لذا لا یتصف بصدق
ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہیں واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہ ہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق
اور کاذب نہیں بولتے اور اس کے کلام کو خبر اور انشا نہیں کہتے اس واسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہیں چنانچہ کتب اصول میں یہ مصرح ہے فلو
قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے سے اس کے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق
دی ہو اس نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس نے ضمیر کو اس کی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار
کے نہیں یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اسکو میں نے واقع کر دیا تو طلاق پڑجاتی ہے

اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہیں پڑتی دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو میں معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اس کو لغو کر دیا بخلاف نائم کے کہ اس کا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہیں اس واسطے کہ اس کا قصد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ میں نے اس طلاق کو واقع کر دیا یا میں نے اس کو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اس وقت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم میں صادر ہوئی تھی اس جنس کی طلاق بیداری میں میں نے واقع کر دی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملک احدہما الآخر کلا او بعضہ بطل النکاح اور جب کہ مالک ہوا زوج اور زوجہ میں سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہو یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اس واسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک مسلما فطلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین اوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کر دیا جب کہ اس کی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت میں یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار السلام میں آئی مسلمان ہو کر پھر اس کا زوج نکلا اسی طرح مسلمان ہو کر پھر اس نے اس کو طلاق دی عدت میں تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو قرار دیا ہے دونوں صورتوں میں اور واقع کیا ہے اس کو محمد نے دونوں صورتوں میں اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اس واسطے کہ مالک ہوتے اور دار السلام میں آتے ہی جدائی دونوں میں ہوگئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردوں پر ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اس کو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اس کو دو بار طلاق ہوگی اس واسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے نہ مردوں پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملک اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا اس واسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے اس واسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف میں قوی نہیں آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھ کر دیا کہ تجھ کو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جس پر نقش ثابت نہیں رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرہ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یوں لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تجھ کو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاوے گی بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وہذہ حیلۃ عجیبۃ وسیجیئ ما لو استثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو لکھا جس کا مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوائے تیرے اور سوائے فلانی کے یعنی مثلاً سوائے زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا

توزینب کوطلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنیٰ کرلیا تھا گو بعد اس کے مٹا ڈالا ہو مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا اور وہاں زینب سے نکاح کیا یہ خبر سن کر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اس طرح سے کریمہ کو لکھا تا کہ اس کا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑی شارح کہتا ہے کہ یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق میں عنقریب آوے گا جس کو مستثنیٰ کرلے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا **الصریح ما لم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ کطلقتک. وانت طالق ومطلقۃ** بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق لولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہ ہو مگر اس میں اگرچہ فارسی زبان میں ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنی طلاق صریح عربی میں منحصر نہیں بلکہ ہر بولی میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنی میں مستعمل نہ ہوتا ہو چنانچہ عربی میں طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنی میں نے تجھ کو طلاق دی اور انت طالق اور مطلقہ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقہ کا تشدید لام صریح ہے اور تخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا پہلی مثال میں کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال میں انت ہے اس واسطے کہ اگر بے خطاب یوں بولے گا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہو گی یا یوں کہے کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سو مقرر میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی بہ سبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونوں صورتوں میں طلاق کو عورت کی طرف مضاف نہیں کیا تو اول صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اس کے غیر کی اور دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اس کے غیر کی ہم خطاب میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہ ہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضاء میں نہ دیانت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **ویقع الطلاق بہا** ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یوں کہا کہ شئت طلاقک یعنی میں نے تیری طلاق چاہی ورضیت طلاقک یعنی میں راضی ہوا تیری طلاق سے ووقعت علیک طلاقک یعنی میں نے تجھ پر طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدتہ تخویفا لم تصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح میں داخل ہیں الفاظ محرف چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی نے عوض ط کے یا طلاک یعنے کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی ت عوض ط کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہیں اور تلاک بتشدید لام بھی جہاں میں مستعمل ہے یا ط ل ق یعنی طلاق کو بطریق تہجی کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اس واسطے کہ صریح عظیم ہے کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ محرفہ کے بولنے میں کچھ فرق نہیں درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم و جاہل جو الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کرے گا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اس واسطے یہ الفاظ صریح میں داخل ہیں نیت کے محتاج نہیں اور اگر زوج نے کہا کہ میں نے بالقصد طلاق کو محرف کہا عورت کے ڈرانے کے واسطے تو ظاہر میں اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی یعنی قاضی اس عذر کو نہ مانے گا اگر وہ سچا ہے تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر بظاہر اس وقت

زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتویٰ ہے ولو قیل له طلقت امرأتک فقال نعم او بلیٰ بالہجاء طلقت بحر
اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اس نے کہا نعم یا بلے ہجے کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م
یا بلے کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی البحر الرائق یا یہ مطلب ہے کہ ہاں میں نے طلاق دی
ہجے کر کے یعنی ط ل ا ق لیکن اس صورت میں تکرار لازم آتا ہے اس واسطے کہ طلاق ہجی کی سابق میں ہو چکی **واحدة رجعية وان نوى**
خلافها من البائن او اكثر خلافا للشافعي او لم ينو شيئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اس نے ایک رجعی
کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بول کر کچھ ارادہ نہ کیا تو بھی ایک طلاق رجعی
واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہیں ہم طلاق رجعی وہ کہ جس میں تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کی رضامندی رجوع میں شرط
نہیں اور اس کی عدت میں ترک زینت نہیں اور ایک گھر میں زوج اور زوجہ کا رہنا جائز ہے عدت میں۔ بخلاف طلاق بائن کے اس واسطے
علماء نے کہا ہے کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہے اور طلاق بائن مانند قتل کے ہے **ولو نوى به الطلاق عن وثاق دين ان لم يقرنه بعدد ولو مكرها**
صدق قضاء ايضا كما صرح بالوثاق او القيد اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اس کی دیانت پر عمل کیا جائے گا یعنی
تصدیق اس کی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس نے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یوں نہ کہا کہ تجھ کو تین طلاق اس واسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ
ہے طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر اس نے قید سے چھوڑنے کا ارادہ بیان کیا تو اس کی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا
کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کے وقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کرے گا تو ظاہر میں بھی اس کی تصدیق ہوگی اور طلاق نہ واقع ہوگی **وكذا لو نوى طلاقها**
من زوجها الاول على الصحيح خانية اور اسی طرح ظاہر اور باطن میں تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اس کے اول زوج سے ارادہ کیا
بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح میں تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں کذا فی الخانیہ **ولو نوى عن العمل لم يصدق اصلا ولو صرح به دين فقط** اور اگر
نیت کی زوج نے طلقتک کو بول کر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے میں نے تجھ کو چھوڑا تو مطلقا اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی نہ دیانت میں
نہ قضا میں اس واسطے کہ یہ ایسی نیت ہے کہ اس کو لفظ محتمل نہیں اور اگر لفظ عن العمل کو کھول کر کہا یعنی یوں بولا کہ طلقتک عن العمل تو اس کی
تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اس کے معنی کا علم
شرط نہیں سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کر کے بولا تو قضا میں طلاق واقع ہوگی نہ دیانت میں اور مشائخ
اوزجندی نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا میں نہ دیانت میں تاکہ فریب سے املاک آدمیوں کی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں چنانچہ بزازیہ میں
اس کی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفي انت الطلاق** او طلاق وانت طالق الطلاق او وانت طالق طلاقا **واحدة رجعية ان لم ينو شيئا او نوى**
یعنی بالمصدر لانه لو نوى بطالق واحدة وبالطلاق اخرى وقعتا رجعيتين لو مدخولا بها کقوله انت طالق زيلعي **واحدة او ثنتين** لانه صريح مصدر لا يحتمل العدد اور انت
الطلاق یا انت طلاق میں یعنی جس ترکیب میں مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا میں ایک طلاق
رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک و طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی
قید اس واسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کرے گا۔ اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کرے
گا تو دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہ ہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو جاوے گی دوسری
طلاق کا محل ہی باقی نہ رہا انت طالق طلاقا سے دو طلاق ایسی واقع ہوں گی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت

لاق سے كذا فی الزيلعی فقط مصدر سے ایک یا دو بار طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں
لتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اس میں کثرت کی گنجائش نہیں **فان نوى ثلثا فثلث** لانہ فرد حکمی **ولذا كان الثنتان فی الامة** وكذا فی حرة
قدمها واحدة جوہرہ لكن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلة الثلث فی الحرة** سو اگر اقوال ثابت میں مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع
وں گی اس واسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہے طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسی واسطے دو طلاق لونڈی
کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ کے حق میں یعنی لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا
نت طلاق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ دو طلاق اس کے حق میں فرد حکمی ہے اور اسی طرح اس حرہ
کے حق میں جس کو ایک طلاق سابق میں ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہے كذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے
یعنی وہ طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہوگی **ومن الالفاظ المستعملة الطلاق يلزمني وعلى الطلاق والحرام يلزمني وعلى الحرام فيقع بلا نية للعرف**
ولو لم يكن له امراة يكون يمينا فيكفر بالحنث تصحيح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھ کو لازم ہے اگر میں ایسا کروں اور حرام
مجھ کو لازم ہوا اگر میں نے ایسا کیا اور مجھ پر طلاق لازم ہے اگر ایسا کروں اور مجھ پر حرام لازم ہے اگر میں ایسا کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع
ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف میں طلاق کر قسم کھانا رائج ہو گیا ہے تو ان پر جاری ہونا اس کا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے
بولنے والے کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاویں گے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے كذا فی تصحيح القدوری **وكذا على الطلاق من ذراعی** بحر
اور اسی طرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھ پر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے كذا فی بحر الرائق ثم صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ میں مصرح ہے
کہ انت طالق من هذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولیٰ طلاق واقع
ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اس واسطے کہ مقیس علیہ میں عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا
کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی نے کہا کہ یہ تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے **ولو قال طلاقك على لم يقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض**
ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یوں کہا کہ تیری طلاق مجھ پر ہے تو نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ احتمال بھی اس میں
ہے کہ تیری طلاق مجھ پر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یوں کہا کہ تیری طلاق مجھ پر لازم ہے یا واجب
ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واجب ہوگی یا نہیں بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی میں کہ
قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب میں واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں ۔ كذا فی حاشية المدنی ۔ **ولو قال**
طلقك الله **هل يفتقر** الى **النية** قال الكمال **الحق نعم** اور اگر یوں کہا کہ خدا تجھ کو طلاق دے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال
الدین بن ہمام نے یہ کہا کہ یہ حق ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق
بد دعا کے ہو **ولو قال لها كوني طالقا او اطلقي او يا مطلقة بالتشديد يقع** اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یوں کہا کہ
مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی **وكذا يا طال بكسر اللام وضمها لانه ترخيم او انت طال بالكسر الا توقف على النية كما لو تهجى او بالعتق** اور
اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زیر کر کے اور پیش دے کر اس واسطے کہ طال ترخیم
ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت طال زیر دے کر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال میں لام کو زبر دے
کر یا پیش دے کر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اس کے حرف

جدا جدا بولے جیسے انت طا لق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح ر یعنی تو حرہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں بدون نیت کے طلاق نہ ہو گی م شارح نے یہاں تھی طلاق کو کنایات میں داخل کیا اور سابق میں اس کو صریح میں شمار کر چکا ہے اس واسطے کہ تھی طلاق میں روایت مختلف ہے خانیہ میں مصرح ہے کہ تھی طلاق صریح میں داخل ہے نیت کی حاجت نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ تھی طلاق کی کنایات میں داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہو گی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہاں بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی النہر عن التصحیح التصحیح عدم الوقوع بوہبتک طلاقک ونحوہ اور نہر الفائق میں تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہ ہونا صحیح قول ہے اس کلام سے کہ میں نے تجھ کو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اودعتک طلاقک یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودلیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودلیعت اور رہن سے طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی **واذا اضاف الطلاق الیہا کانت طالق او الی مایعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد** لان الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن **والفرج والوجہ والراس** وکذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصۃ **او اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا او ثلثہا وقع** لعدم تجزیہ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یوں کہا کہ تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر اور اسی طرح است یعنی چوتڑ یعنی یوں کہا کہ تیری گردن اور روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونوں کو اس واسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پاؤں سر جسد میں داخل ہیں نہ بدن میں نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کے لیکن یہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہیں واقع ہوتے یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جز شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہو گی نصف اور ثلث کی نسبت سے اس واسطے طلاق ہو گی کہ طلاق میں تقسیم نہیں کہ اس میں نصف یا ثلث یا عشر کی گنجائش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جزو معین کی طرف نسبت ہوئی جو جز کہ بجائے کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جز غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جاوے گی ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدۃ ونصفک الاسفل ثنتین وقعت بخاری فافتی بعضہم بطلقۃ وبعضہم بثلث عملا بالاضافتین خلاصۃ اور کہا اگر زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہیں۔ یہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا میں اور متقدمین سے اس میں کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اس واسطے کہ نصف اعلی میں سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہو گئی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی میں مندرج ہو چکا تو اس کا کچھ اثر باقی نہ رہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہو گئی اور بعضے فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا۔ دونوں نسبتوں پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ **واذا قال الرقبۃ منک او الوجہ او وضع یدہ علی الرأس او العنق او الوجہ وقال ہذا العضو طالق لم یقع فی الاصح** لانہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یدہ بل قال ہذا الرأس طالق واشار الی رأسہا وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو فینبغی ان یدین فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ اس نے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ جہ سبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یوں کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول اصح میں اور اگر امثلہ سابقہ یعنی راسک طالق ورقبتک طالق میں تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق کی جاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف میں مشہور اور رائج ہو

اگر رواج اس کا نہ ہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اس کی تصدیق ہوگی چنانچہ بحرالرائق سے یہی مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
لا یقع لو اضافہ الی الید الا بنیۃ المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم
والصدر والذقن والسن والریق والعرق وکذا الثدی والدم جوہرہ لانہ لا یعبر بہ عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ عنہا وقع چنانچہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت
طلاق کی ہاتھ کی طرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پاؤں کے اور دبر کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی
کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منہ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور
پسینہ کے اور اسی طرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اس واسطے کہ ان اعضا
سے کل جسم کی تعبیر نہیں ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان اعضاء سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا کل ما کان من اسباب الحرمۃ
والحل اتفاقا اور اسی طرح جو اسباب حرمت کے ہیں نہ حلت کے ان کا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور
ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب چنانچہ نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اس عضو سے کیا جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہے جیسے سر اور
گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤں کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح
کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے نہ صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقۃ
ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزارواں حصہ ہو یا لاکھواں حصہ واقع ہوا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الا
جزاء وقع اخری وہکذا اور اگر زیادہ ہوں اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہوں تو تین طلاق
واقع ہوں گی چنانچہ اگر یوں کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثہا یعنی تجھ کو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیاں اس کی تو دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے
کہ طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا مالم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق اس وقت تک ہے جب تک یوں نہیں
کہا کہ نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یوں ہی کہا تو تین طلاق واقع ہوں گی یعنی ہرچند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق
پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہ ہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہو تو وہ غیر ہوتا ہے
اول کا تو بسبب مغائرت کے تین طلاقیں ٹھہر گئیں بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آوے گا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر
مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یوں کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ
ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہو جاتا ہے نیت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان علی المختار جوہرہ
اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے اور نصف اس کا تو دو طلاقیں ہوں گی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان
علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی اور اسی طرح اگر مثال سابق میں بجائے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقیں ہوں گی بنا بر قول مختار کے اور قول
ضعیف میں ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام میں دو خطائیں واقع ہوئی ہیں ایک نقل میں دوسری
حکم میں نقل میں یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اس نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط میں نہیں چنانچہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری
میں محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم میں یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ میں بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاقیں واقع ہوئیں تو انت طالق نصف
طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ میں بطریق اولے تین واقع ہوں گی اس واسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسیجئی ان استثناء بعض التطلیق
لغو بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق میں آوے گا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع کے یعنی اگر یوں کہا کہ انت

طالق ثلثا الا نصف طلقۃ تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہیں بخلاف ایقاع کے کہ اس میں بعض طلاق لغو نہیں ہوتی یعنی اگر یوں کہے گا کہ تجھ کو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہوں گی ویقع بقولہ من واحدۃ الی ثنتین او مابین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک وبقولہ من واحدۃ و مابین واحدۃ الی ثلث ثنتان الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط عند الامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الالف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہوں گی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جن میں اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہیں یہ ہے کہ ان میں فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے نزدیک امام اعظمؒ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہے اس واسطے اس میں دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہ ہو فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل کہ جن کا مرجع اور اصل اباحت ہے چنانچہ یہ مثال کہ لے میرے مال سے سو سے ہزار تک تو اس میں دونوں حدیں یعنی سو اور ہزار داخل ہوں گے باتفاق امام اور صاحبین کے ویقع بثلثۃ انصاف طلقتین ثلثۃ وقیل ثنتان اور واقع ہوگی دو طلاق کے تین آدھوں سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہوگی وبثلثۃ انصاف طلقۃ او نصفی طلقتین طلقتان وقیل ثلث والاول اصح اور واقع ہونگی ایک طلاق کے تین آدھوں سے اور دو طلاق کے دو آدھوں سے دو طلاق اور قول ضعیف میں تین طلاق اور پہلا قول اصح ہے یعنی دو طلاق کا ولو واحدۃ فی ثنتین واحدۃ وان لم ینو او نوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھ کو ایک طلاق ہے دو طلاق میں ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو میں یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ضرب اجزاء کو بڑھاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں رکھا کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوی واحدۃ وثنتین فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدۃ فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہوں گی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی وفی غیر المدخولۃ واحدۃ کقولہ لہا واحدۃ وثنتین ولانہ لم یبق للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھ کو ایک اور دو طلاق ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل باقی نہ رہا وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا اور اگر نیت کے ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی مطلقاً خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اس واسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے ویقع بثنتین فی ثنتین ولو بنیۃ الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہوں گی دو طلاق اس قول سے کہ تجھ کو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اس واسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اس کا حکم ویسا ہے جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین فی ثنتین میں فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہوں گی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو تین طلاق واقع ہوں گی وبقولہ من ہنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ مالم یصفہا بطول او کبر فبائنۃ اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے یہاں سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کیساتھ موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کیساتھ متصف کرے گا تو طلاق بائن واقع ہوگی وانت طالق بمکۃ او فی مکۃ او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ او انت مریضۃ او انت تصلین اور یہ قول کہ انت طالق بمکۃ او فی مکۃ یعنی تجھ کو طلاق ہے مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے

پڑے میں تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے دخول مکہ اور گھر پر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے کہ تجھ کو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی میں خواہ بیمار ہو یا نہ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس واسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسی طرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں ولیصدق فی الکل دیانۃ اور تصدیق کی جاوے گی زوج کی ان مثالوں میں باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے لوقال عنیت اذا دخلت الدار اواذا لبست اواذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی السنۃ اول راس الشہر اوالی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق فی الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہے وانت طالق فی ثوب میں انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مریضۃ میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسی طرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہوگی اسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گزر جانے اور بدون سرما آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی واذا دخلت مکۃ تعلیق اور یوں کہنا کہ تجھ کو طلاق ہے جب مکہ میں داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا فی صلوتک ونحوہ ذلک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسی طرح یہ قول تعلیق ہے کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے میں اور اسی طرح تجھ کو طلاق ہے تیرے ایسے کپڑا پہننے میں یا تجھ کو طلاق ہے تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق میں داخل ہیں اس واسطے کہ ظرف مشابہ ہے شرط کے باعتبار جمعیت کے اس واسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا ولو قال لدخولک اولحیضک تنجیز اور اگر یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر میں یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں ولو بالباء تعلیق اور اگر لام کے بجائے باء موحدہ بولا یعنی یوں کہا کہ انت طالق بدخولک الدار وبحیضک تو یہ قول تعلیق ہے یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض فحتی تحیض اخری اور اگر اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے حیض میں اور حالانکہ اس کو حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ اس کو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے حیضہ میں یعنی ایک بار حیض آنے میں تو وہ مطلقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اس واسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہیں اور کمال حیض بدون طہر کے نہیں خلاصہ یہ کہ اگر حیض بدون تا کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تا کو اس میں ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر پر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجیٔ ثلثۃ ایام تعلیق بمجیٔ الیوم الثالث سوی یوم کلمہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تین دن میں فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تین دن کے آنے میں تعلیق ہے طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر سوائے اس دن کے جس دن یہ کلام کیا اس واسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے نہ ماضی میں اور آنا دن کا ابتدائے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہ ہوا اس واسطے اس دن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمۃ لغو اور یوں کہنا کہ تجھ کو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہیں واقع ہوتی اس واسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ میں نہیں وقبلہ تنجیز اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول میں کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اس کو تو تعلیق ہوگی اس واسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع میں صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہو گیا تعلیق نہ رہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل

نہ ہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہو گی طلاق کی وسئل الکسائی محمداً عمن قال لامرأۃ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ؛ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشام
فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ؛ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ؛ کم یقع فقال ان رفع ثلث فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقنا علی الملتقی
اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کرے گی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے
اور اگر سختی اور بدمزاجی کرے گی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو اور لعب نہیں تین بار اور جو سختی اور
بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اس نے لفظ
ثلث کو رفع کر دیا تو ایک طلاق ہو گی اور اگر اس کو نصب دیا تو تین بار طلاق ہو گی شارح نے کہا اور پوری تقریر اس کی مغنی اللبیب اور ہماری شرح
میں ہے جو ملتقی پر ہے ہم جب لفظ ثلث مرفوع ہو گا تو ایک بار طلاق ہو گی گویا یوں کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب
ثلثاً منصوب ہو گا تو تین بار طلاق ہو گی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثاً ہو گی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہو گا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول
میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا ان کو جواب نہ آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق میں کہا کہ یہ
حکایت غلط ہے اس واسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کامل عربیت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف
ہے چنانچہ مبسوط میں مذکور ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی میں بھی یوں ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی
نے حاشیہ مغنی اللبیب میں اس کی تصریح کر دی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح اور
اس قول سے کہ تو طلاق ہے کل یا کل میں تو واقع ہو گی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر ای آخر النہار قضاء وصدق فیہما
دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی میں یعنی انت طالق فی غد میں نیت عصر یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور
تصدیق کی جاوے گی متکلم کے دونوں قولوں میں باعتبار دیانت کے اور مانند اس کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان میں تو اگر اس
متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب میں بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہو گی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضا قول ثانی میں صحیح ہو گی اور دیانۃً
دونوں میں تصدیق ہو گی وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے
کل آج پہلا لفظ معتبر ہو گا اور دوسرا لفظ لغو ہو گا تو اول قول میں آج طلاق ہو گی اور ثانی قول میں کل ہو گی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی
ثنتان اور اگر مثال سابق میں عطف واو کر کے کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم وغداً یا انت طالق غداً والیوم تو قول اول میں ایک طلاق ہو گی۔
یعنی الیوم وغدا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہوں گی یعنی غداً والیوم میں کقولہ انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ وعکسہ او الیوم وراس الشہر
چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہو گی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق بالنہار واللیل تو ایک بار
واقع ہو گی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہو گا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایک بار طلاق واقع
ہو گی اور اگر اول روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دو بار طلاق ہو گی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ
تو دو بار طلاق واقع ہو گی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو ایک بار طلاق ہو گی اور اسی طرح عکس اس کا یعنی عکس
باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اس کا حکم بھی مفصل مذکور ہو چکا یا یوں متکلم بولا کہ انت طالق
الیوم وراس الشہر تو اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہو گی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہو گی۔ کذا فی حاشیۃ المدنی
والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدأ بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہ

ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو تو دو وقت کی طرف کہ ایک ان میں ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا
ڈالا سوا اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہوں گے اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغداً میں اور اگر ابتدا
مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنی دو بار طلاق واقع ہوگی جیسے انت طالق غداً والیوم میں وفی انت طالق الیوم واذا جاء غد او انت طالق
لا بل غدا طلقت واحدة للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آوے گا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق
ہے تو اس کو ایک بار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے تلفظ لا و بل سے نفی کلام سابق ارادہ کا سو ابطال منجز
کا ممکن نہیں انت طالق واحدة اولا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ للایقاع اوللوقوع
تو طالق ہے ایک بار یا کہ طلاق نہیں یا یوں کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونوں قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے
طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اس واسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اس میں واقع ہے اور قول ثانی اس واسطے لغو ہوا کہ اس میں طلاق مضاف ہے اس
حالت کی طرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کے کہ اس حالت میں اس کو اہلیت
طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کے کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں رہا کذا انت طالق قبل ان اتزوجک
اوامس وقد نکحھا الیوم اور اسی طرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل اس کے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی
جو دن کہ ہو چکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونوں قول اس واسطے لغو ہوئے کہ طلاق کو اس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ
اس کو ملکیت طلاق کی نہ تھی اس واسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحھا قبل اوامس وقع الآن لان الانشاء فی
الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تھا اور پھر یوں کہا تھا کہ انت طالق امس تو وقت تکلم
کے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد ولو عکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا
کہ انت طالق امس والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اس کے کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایک بار ہوگی اور بعض علما نے اس
کے بالعکس کہا یعنی اول صورت میں ایک بار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہے
استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی اور انت طالق قبل ان اخلق او
قبل ان تخلقی او طلقتک وانا صبی او نائم او مجنون وکان معهوداً کان لغواً یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدائش کے یا قبل تیری پیدائش کے یا یوں
کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی جب کہ میں لڑکا تھا یا جب کہ میں سوتا تھا یا جب کہ میں دیوانہ تھا اور حالانکہ اس کا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا،
اس واسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہیں ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ
یعتق کما یتحقق لو اقر لبعد لم اشتراہ لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اس کے کہ میں تجھ کو خرید کروں یا یوں کہا
کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اس کو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہیں احتمال ہے کہ اس کو
اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اس طرح بھی آزاد ہو جاوے گا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق
میں کہ یہ آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا ان تینوں صورتوں میں آزادی ثابت ہوگی بہ سبب اقرار کرنے قائل کے اس کی آزادی کا انت طالق
قبل موتی بشھرین او اکثر ومات قبل مضی شھرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعدہ طلقت مستند الاول المدة لا
عند الموت وفائدتہ انہ لا میراث لھا لان العدة قد تنقضی بشھرین بثلاث حیض تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے

ملے فلاہر مترجم کا وہم اول سے سہو ہوا ہے کہ اتحد کو صیغہ تثنیہ سمجھ لیا حالانکہ صیغہ واحد ہے اور ضمیر طلاق کی طرف یعنی طلاق واحد ہوگا اور ساوان لیکا یہ قول شارح کا اسی صفحہ کے آخر میں اور الغو لبعد والے سے رہ گئے

زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہ ہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہو گی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملے گی اس واسطے کہ عدت کا ہے منقضی ہو جاتی ہے دو مہینے میں تین حیض ہو کر م مصنف اور شارح نے اس مقام میں قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اس واسطے کہ حق میراث میں استناد ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر میں تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لها انت طالق کل یوم** او کل جمعۃ او راس کل شهر **ولا نیۃ له تقع واحدة** فان نواه کل یوم او قال فی یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انه متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال میں کچھ نیت نہیں تو ایک بار طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اس نے یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن میں یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتوں میں تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن میں اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالوں میں یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام میں تو ایک بار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان الفاظ میں لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ میں ہے کہ اگر یوں کہے گا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق تو واقع ہوں گی تین طلاق فی الحال هم روایت خلاصہ کی مختلف ہے شارح کے قول کے اس واسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم میں تین طلاق تین دن میں واقع ہوں گی اور خلاصہ میں فی الحال واقع کہا اور دونوں کلاموں میں سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہیں ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ میں یوں عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمیں لفظ یوم کا نہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت میں تین بار طلاق فی الحال واقع ہوں گی اور شاید کہ نسخہ بحرالرائق میں تحریف واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی **قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیهما فتطلق الاخری** لوجود شرط حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو میں بڑی عمر والی کو طلاق ہے اس وقت تو کسی کو طلاق نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک میں سے مر جاوے پھر جب ایک مرے گی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اس وقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی هم شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونوں عورتوں کے مرجانے کے ثابت نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ ہے شاید اس کی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع میں بعد حینئذ کے لفظ مستنداً کا بھی مرقوم ہے **قال انت طالق قبل قدوم زید بشهر فقدم بعد شهر وقع الطلاق مقتصرا** کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینے کے پھر زید آیا بعد مہینے کے تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے هم مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو مذکور کیا تو اس واسطے شارح نے اسناد اور اقتصار کو اگلے قول میں مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم ہو کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورة ما لیس بعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہے واقع میں سو علت ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یوں کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھ کو طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں

وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہوگیا طلاق کا یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاوے گا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال جیسے انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو مجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستنداً الی ماقبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوٰۃ حین الحلول مستند الوجود النصاب اور استناد عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کی طرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوٰۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوٰۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنی حولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظہر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا تطلق من حین القول فتعتد منہ اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر میں ہو تو تجھ کو طلاق ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسی وقت سے اس کی عدت ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہے یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ مستقبل میں ہے بطور تعلیق کے تو اس کو انقلاب کہتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق اس کو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے یا قبل سے مستند ہوکر اس کو استناد کہتے ہیں اور اگر بہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی میں ہے اس کو تبیین بولتے ہیں **انت طالق مالم اطلقک او متی لم اطلقک او متی مالم اطلقک وسکت طلقت** للحال بسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے مادامیکہ تجھ کو طلاق نہ دوں یا جب تک ہیں تجھ کو طلاق نہ دوں یا تاوقتیکہ تجھ کو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کر کے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اس کے سکوت کے اس واسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسی طرح کلمہ ما کا مصدر ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ کہ ان مثالوں میں طلاق کی اضافت ہوئی اس زمانہ کی طرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے پھر جب اس نے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہٰذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **وفی ان لم اطلقک** لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی **یموت احدہما** قبلہ ای تطلیقہ فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول میں کہ تو طالق ہے اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں عورت مطلقہ نہ ہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہے گا یہاں تک کہ کوئی ان دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پھر جب ایک کوئی مرے گا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پلٹے جانے شرط کے یعنی عدم طلاق کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آوے گا **واذا واذا ما بلا نیۃ مثل ان عندہ وثل متی عندہما** وقد مرحکمہا اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہوچکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہونگے تو طلاق نہ واقع ہوگی تاوقتیکہ کوئی زوجین میں سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہوں گے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق ہوگی **ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت** نیتہ اتفاقا مالم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اس کی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہ ہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہ ہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھ کو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو فی الفور طلاق واقع ہوگی **وفی قولہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق** مع الوصل بقولہ مالم اطلقک **طلقت**

بالمنجز و الا ذخیرة فقط استحسانا اور اس قول میں کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہو گی فقط پچھلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہو گی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نہ کیا تو منجز اور معلق دونوں واقع ہوں گی کذا فی حاشیة الطحطاوی والمدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شامی

کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق فحیلتہ ان یطلقھا علی الف ولا تقبل المرأة فان مضی الیوم لا تطلق بہ یفتی خانیة لان التعلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں آج تجھ کو تین طلاق نہ دوں تو تجھ کو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اس کو طلاق دی بعوض ہزار کے یعنی یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گزر جاوے گا تو عورت مطلقہ نہ ہو گی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیة والخلاصة والمحیط اس واسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق کے نحت میں یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق میں داخل ہے اس واسطے طلاق نہ واقع ہو گی انت طالق یوم تزوجک فنکحھا لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تتخیر ولو نہارا بقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہو گی جس دن کہ میں تجھے نکاح کروں پھر نکاح کیا اس سے رات میں تو حانث ہو گا یعنی طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ یوم اس قول میں بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یعنی تجھ کو طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہ ہو گا اور اگر دن میں زید آوے گا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہے گا اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یستوعب المدة یراد بہ النہار کالامر بالید فانہ یصح جعلہ بیدہا یوما او شہرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبہا یراد بہ مطلق الوقت کالایقاع الطلاق فانہ لو قال طلقتک شہرا کان ذکر المدة لغوا ولتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید میں[12 عورت کو اختیار دینا] یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا بھر لے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہو گا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اس کو عورت کے اختیار میں دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسی طرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جب کہ یوم مقرون ہو اس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہ ہو سکے تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہو گا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہے گا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہو گا اور فی الحال طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں انا منک طالق او بری لیس بشیء ولو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ میں تجھ سے طالق ہوں یا کہ میں تجھ سے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے، تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف ہوئی تو بے موقع ہوئی اس لیے لغو ہوئی وتبین فی البائن والحرام

ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان الابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحل وہما مشترکان فتصح الاضافة الیہ حتی لو لم یقل منک او علیک لم یقع اور جدا ہو جاوے گی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنی اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یعنی جدا ہوں یا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو مطلقہ ہو گی اگر طلاق کی نیت کرے اس واسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونوں یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہیں درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہو گی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہاں تک کہ اگر نہ کہے گا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ اس میں عورت کی طرف خطاب نہیں تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث یقع اذ نوی وان لم یقل منی بخلاف

ف یوم سے نہار اور وقت کس وقت مراد ہے ۱۲

اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اس واسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج بنیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھ سے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اس میں یوں ہے کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تا وقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا لیشترط قولہا بائن منی ہاں اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یوں کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی وقوع طلاق میں منی کا لفظ عورت کو کہنا ضروری ہے ہم بحر الرائق میں خلاصہ ان مسائل کا یوں مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت او بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یوں کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہیں یعنی یوں کہا کہ تو حرام ہے مجھ پر ضروری نہیں اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یوں کہا کہ میں حرام یا بائن ہوں تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یوں کہے کہ میں حرام ہوں تجھ پر یا اور تو بائن ہے مجھ سے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت او بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونوں کی طرف ضروری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بابنتک عن الزوجیۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ میں نے تجھ کو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اس واسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح میں اور صریح محتاج نیت کا نہیں انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فاعتق سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجود التطلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کما زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہے کسی کی کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھ کو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھ کو دو بار طلاق ہے پھر اس کے مالک نے اس کو آزاد کیا تو وہ طلاق سے مطلقہ ہوگی اور اس کے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اس کے طلاق واقع ہوئی اس واسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا وطلاق کی درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہاں گنجائش رہی اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کا ہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا میں یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد میں مقارن ہیں ونقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جنسین مختلفین یحل محل الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح میں طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جنسوں　　مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسیں ہیں مختلف ان میں کلمہ مع کا داخل ہوا اس واسطے بجائے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یوں ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کر دے تو تجھ کو دو بار طلاق ہے ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجی الغد فجاء الغد لا رجعۃ لتعلیقہا بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اس کی کل کے آنے پر یعنی اس کے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اس کے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھ کو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن　　تو زوج کو رجعت کا اختیار نہ ہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونوں کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق میں دو طلاق ایسی ہیں جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اس کے زوج کو رجعت کا اختیار باقی رہا وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونوں مسئلوں میں یعنی اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں تین حیض ہیں بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ میں اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اس کی وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ طلاق اس وقت واقع ہوئی جب کہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہ ہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اس طرح منتشر انگلیوں سے اشارہ کر کے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق اور

دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاق ہوں گی اس واسطے کہ لفظ ہکذا میں ہا واسطے تنبیہ کے ہے
اور کاف واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے۔ بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا فثلث والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ
فی الصفات ولذا قال ابوحنیفۃ ایمانی کایمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بحر بخلاف اس کے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اس کے اور تین
انگلیوں سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اس واسطے کہ
مسئلہ سابقہ میں کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تجھ کو ایسی طلاق ہے جس کی ذات ان انگلیوں کی
ذات کے مانند ہے تو اس صورت میں انگلیوں کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ میں یعنی مثل ہذا میں کلمہ مثل کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الصفات
کے تو اس نے گویا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ثابت ہے مانند ثبوت ان انگلیوں کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور
جب کہ کاف اور مثل میں تفرقہ ثابت ہوا تو بنا براسی تفرقہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنی
میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات میں یکساں ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہے صفات میں کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ
ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہیں ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ہر مومن کا ایمان
ذات میں متحد ہوا اور یوں امام نے نہیں کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہے اس واسطے کہ صفات مختلف ہیں کیونکہ علم الیقین اور
عین الیقین اور حق الیقین میں بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہے وہ اور مومنین کو کہاں کذا فی حاشیۃ المدنی
وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ ککف اور اشارہ کرنے میں معتبر منتشر انگلیاں ہیں بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے
یعنی اگر وہ مضموم انگلیوں سے اشارہ کرکے نیت کرے گا تو اس کی دیانت میں تصدیق ہوگی نہ قضا میں مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کرے گا
ہتھیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیوں کے تو فقط دیانت میں اس کی تصدیق ہوگی نہ قضا میں بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن
البحر والمعتمد فی الاشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ میں کھولنا سب انگلیوں کا ہے یعنی اشارہ کف میں باعتبار دیانت کے
تصدیق نہ ہوگی جب تک سب انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ نہ کھولے گا اور جب کہ بعض کو کھولے گا اور بعض کو متصل رکھے گا تو معتبر منتشر انگلیاں
ہوں گی اس واسطے کہ نشر کرنا انگلیوں کا قرینہ ہے عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی
واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہے کہ قضا میں اس کی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہوں اور کف سے اشارہ
کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا میں اور اس طرح اشارہ کف سے ایک بار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ
اور کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیوں سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم
یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا تو ایسی ہے انگلیوں سے اشارہ کرکے اور یوں نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ میں نے اس
مسئلہ کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم حلبی نے کہا کہ اس صورت میں طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہے اس واسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح
میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور اشارہ بیان ہوتا ہے ملفوظ کا سو یہاں موجود نہیں اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہے اگرچہ قائل نیت
طلاق کی کرے اس واسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہیں اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق میں تاثیر نہیں اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق
کی بعض علماء کے قول سے تصریح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیوں
کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیوں کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ ان کا شوہر کی طرف تو معتبر ملی انگلیاں ہوں گی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج

بین ان اس کے دلو کان رؤسہا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہوں سر انگلیوں کے مخاطب کی طرف سوا اگر افتراق کیا انگلیوں کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہے افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیوں کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہے اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہم جب کہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اس کے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا **ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتہ** وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو بائن ہے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یوں ہوگا کہ تو طالق ہے قطعاً اور یقیناً اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسی طرح اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **او افحش الطلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت** یا یوں کہا کہ تو طالق ہے افحش طلاق سے یا تجھ کو طلاق شیطان ہے یا طلاق بدعت ہے یا تجھ کو بدتر طلاق ہے یا تجھ کو مانند طلاق پہاڑ کے ہے یا تو طالق ہے مانند ہزار کے یا تجھ کو گھر بھر کی طلاق ہے **او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ** یا یوں کہا کہ تجھ کو سخت طلاق ہے یا چوڑی طلاق یا لمبی طلاق ہے او اسوء ہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا　فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ فیصح مر یا یوں کہا کہ تجھ کو اسوء طلاق ہے یعنی بری طلاق ہے یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا اخشن طلاق ہے اخشن بمعنی اشد طلاق ہے یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ میں اس واسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کیساتھ جس کو طلاق محتمل ہے یعنی صفت بینونت کی ان سب الفاظ میں مندرج ہے مثلاً طلاق بدعت اس واسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی مسنون ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اس واسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہیں چنانچہ تفصیل اس کی مطولات میں مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ میں اس وقت ہے کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نہ کی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نیت کی تو صحیح ہوگی اس واسطے کہ باب اول میں مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں صحیح ہوگی ہم صیغہ افعل کا ان الفاظ میں بمعنی تفضیل کے نہیں بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اس کے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہوں گی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات جو متصل طالق کے واقع ہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یوں کہا کہ انت طالق بائن یا یوں کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یوں کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اس واسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہیں ہوتی مگر طلاق بائن سے اس واسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت ہر طرح سے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرہ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طالق ہے اس

شرط پر کہ مجھ کو رجعت نہیں تجھ پر تو اس کو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہیں اس واسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوں گی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں قول ثانی کو اس طرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیوں کہ ہدایہ میں کہا ہے کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادتی سے موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وخطاء من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا ازبع اور بحرالرائق میں خطا کار کہا ہے ان کو جنہوں نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات میں اور اس قول موثقین میں جو وثیقہ نکاح میں بعد ذکر عقد اور شرط کے لکھتے ہیں کہ جب اس عورت پر دوسرا نکاح کرے گا تو اس کو شہر سے باہر لے جاوے گا تو یہ عورت طالق ہو گی ایسی طلاق کہ مالک ہو جاوے گی بسبب اس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر موثقین بتشدید ثاء مثلثہ وکسر وہ لوگ ہیں جو عدول ہیں دار القضاء کے موثقین اس واسطے ان کو کہتے ہیں کہ وہ شاہدوں کی توثیق کرتے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ ان کے لکھے شرعی کاغذ لوگوں میں معتمد ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحرالرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہیں فی البزازیہ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لایسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر میں تجھ کو ایک طلاق دوں تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اس کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہو گی اس واسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہیں تو لازم آوے گی سبقت صفت کی موصوف پر اس واسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہیں ہوئی پھر قبل وقوع اس کو بائن قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخطیہ صاحب بحر پر وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فہی بائن اور ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اس کا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اس واسطے کہ اس میں صراحت بینونت کی نہیں لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت سے ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلت بائنا او ثلثا لایصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر میں زوج نے کہا کہ میں نے اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دیں تو صحیح نہ ہو گا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہیں پھر اس کو بائن وغیرہ قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا انتہی قول البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ میں البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجت علیک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک اذ غایۃ مساواتہ لانت بائن والوصف لایسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ہنا وفی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول میں کہ جب میں تیرے اوپر دوسرا نکاح کروں تو تو طالق ہے ایسی طلاق سے کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس کے اپنی ذات کی اس واسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ صفت سبقت نہیں کرتی موصوف پر اسی طرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں یہاں اور کنایات طلاق میں بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنۃ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق سے لفظ اکثر کا تاء مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول میں سو تین طلاق اس قول سے واقع ہوں گی

اور قائل کی تصدیق دیانت میں نہ ہوگی ایک طلاق کی نیت میں ھم عوام عرب بالفعل بجائے اکثر ثبا مثلثہ کے اکثر تباء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہیں ، تحریف کرکے مصنف نے تصریح کردی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے میں یکساں ہے اس واسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق میں تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق اوانت طالق مرار او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرہ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کی دیانت میں تصدیق نہ ہوگی اگر یوں کہے گا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کے اکثر یہاں ثباء مثلثہ سے یا یوں کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزاروں بار یا یوں کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال میں تین بار طلاق واقع ہوگی بنابر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ ھم لفظ مرار میں تین بار طلاق ہوگی اس واسطے کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہیں اور لفظ الوف میں بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی کہ منتہیٰ طلاق تین ہیں اور لا قلیل میں اور لا کثیر میں تین طلاق اس واسطے ہوں گی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہیں اور بعد اس کے کہا اس نے کہ لا کثیر تو اس میں کلام سابق کی نفی ہوگی جو مقبول نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ لا قلیل میں اور لا کثیر میں دو بار طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اس واسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اس واسطے کہ اکثر طلاق تین ہیں تو دو طلاق ثابت ہوئیں اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھ کو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اس واسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کہ یا تجھ کو اجل طلاق ہے یا تجھ کو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی یا تجھ کو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھ کو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال میں دو بار طلاق واقع ہوگی ھم عامہ طلاق میں دو بار طلاق اس واسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہیں اور اجل طلاق میں محشیوں نے کہا کہ لفظ اجل یہاں تحریف کاتبین سے ہے اس واسطے کہ بحرالرائق میں جُلّ الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث میں دو اس واسطے مراد ہیں کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہیں کما فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہاں تین مراد ہیں اس واسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق میں دو اس واسطے ہوئیں کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر ولا قلیل علی الاشبہ مضمرات اور اسی طرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر بنابر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اس واسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا میں جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا وفی القنیۃ طلقتک اخر الثلث تطلیقات فثلث طالق اخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور قنیہ میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہوں گی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاقوں کی پچھلی طلاق سے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونوں صورتوں میں خوب باریک ہے ھم پہلی صورت میں یعنی آخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف اور الف لام ہے اس پر عہد کا تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہوں گی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اس میں آخر مضاف ہے نکرہ کی طرف اس میں کوئی علامت عہد کی نہیں اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہیں اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ لفظ کل

کا جب مضاف ہو معرفہ کی طرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو نکرہ کی طرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسی واسطے کل الرمان ماکول غلط ہے اس واسطے کہ کل اجزاء انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اس واسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہیں تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کی مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحد اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے وہ چیز مراد ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں اس کو اسم جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کی طرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ تشبیہ مقتضی ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یوں کہنے سے کہ تجھ کو طلاق ہے بقدر عدد رمل یعنی ریت کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جس کا واحد ممتاز ہو تباء وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرہ بولتے ہیں اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہیں اس کو اسم جنس جمعی کہتے ہیں وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یوں کہنے سے کہ تجھ کو طلاق ہے بعدد شیطان کے بالوں کے یا میری ہتیلی کے پیٹ کے بالوں کی شمار کے برابر تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جس کی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اس واسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اس پر اطلاع ممکن نہیں تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسی طرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر او ساق او ساقک او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے بشمار ہتیلی کے بیٹھ کے بالونکے یا بشمار میری پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالوں کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیوں کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالوں یا مچھلیوں کے اگر بال اور مچھلیاں پائی جاویں اور اگر وہاں کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاوے گی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامرأۃ او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یوں کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کرے گا برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہ قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امرأۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسوال قرینتان ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے مؤکد کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اس نے کہا کہ نہیں تو عورت مطلقہ نہ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اس واسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت میں دو قرینہ ہیں ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونوں مسئلوں میں یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے محتمل ہے صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہے واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے خبریت قوی ہوگئی اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم اور خلاصۃ میں ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہیں دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اس نے جواب میں بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہ ہوگی اس واسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہے واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ میں نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ طلاق نہیں دی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر میں ہے کہ بلے اور نعم میں فرق نہ کرنا چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہر چند اصل

ف بیان حکم اسم جنس افرادی وجمعی ۱۲

لغت عرب میں پہلے اور عجم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونوں میں فرق کرنا لائق نہیں اس واسطے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں تو دونوں لفظوں سے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر و فی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعاً اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہوں سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو مرد کا یہ کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اس واسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کو باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہے کہ قسم کھائی ہے لیکن یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور قاطع نکاح کا مشکوک ہے حالانکہ شک سے یقین نہیں ٹلتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو میں شک ہے تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو میں اور تین میں شک ہے تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ یطلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہے اس مرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نقل نہیں کیا اور نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اس کی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اس واسطے حاجت نہ ہوئی کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ ارتدادی میں یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد ان میں داخل نہیں۔

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل ہیں عورت غیر مدخول کی طلاق کے قال لزوجۃ غیر المدخولۃ بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجۃ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقوں کے حالت زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہوگئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اس واسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں اور جب کہ مرد نے اس کو زانیہ کہا تھا تو وہ اس کی زوجہ تھی پھر جب اس نے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہیں ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ لتعلق الاستثنا بالوصف بزازیۃ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق میں فاصل نہیں اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال میں فاصل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیہ تو طلاق اس صورت میں نہ واقع ہوئی اس واسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے **وقعن** لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاق واقع ہوتا ہم کو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہ رد ہے حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ ان کے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتیں فقط انت طالق سے اس پر طلاق بائن ہوگئی لفظ ثلثا کا بسبب نہ باقی رہنے محل کے لغو ہوگیا اس کے زوج کو جائز ہے کہ اس عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور یہ آیہ شریفہ (فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ) عورت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ میں زوج ثانی سے نکاح کر لینا شرط نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول سے دیا و ماقیل انہ لا یقع لنزول الآیات فی الموطوۃ

ف طلاق مغلظہ بعد نکاح فاسد میں حاجت محلل کی نہیں ۱۲

باطل و محض منشاء الغفلة عما تقرر ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہیں واقع ہوتیں اور غیر مدخولہ میں محل شرط نہیں بسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ میں سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہیں منشا اس قول باطل کا غفلت ہے اس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہے کہ استدلال اور حدیث میں اعتبار ہے عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہے مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو شامل ہے وحمل فی غرر الاذکار علی کونہا متفرقة فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہے حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار میں متفرق تین طلاق ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین طلاق کہے گا تو نہ واقع ہوگی اس صورت میں مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجماع یک بارگی تین طلاق کہے گا تو تینوں واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع میں صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور میں کچھ اختلاف نہیں لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم **وان فرق** بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ **بانت بالاولی** لا الی عدة اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہے گا بذکر وصف یعنی یوں کہے گا کہ انت طالق واحدة و واحدة و واحدة یا بذکر خبر تفریق کے چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق وطالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یوں کہا کہ انت طالقٌ وانت طالقٌ وانت طالقٌ یا بدون عطف کے چنانچہ یوں کہے گا کہ انت طالقٌ انت طالقٌ انت طالقٌ تو ان تینوں صورتوں میں پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائے گی بدون علت کے اس واسطے کہ طلاق غیر مدخولہ میں عدت نہیں چنانچہ کلام مجید میں مصرح ہے **ولذا لم تقع الثانیة** بخلاف الموطوءة حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا علت پڑ جاتی ہے اسی واسطے اس پر طلاق ثانی نہیں پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے اس پر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہو جاتی ہیں کل امثلہ سابقہ میں وعم التفریق قولہ **وکذا انت طالق ثلثا متفرقات** او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدة وقع واحدة اور شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسی طرح ہے یوں کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یوں کہنا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھ کو پھر طلاق دی عورت کو ایک بار تو واقع ہوگی دونوں صورتوں میں ایک طلاق اس واسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی میں بمعنی شرط کے ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کے واسطے محل باقی نہ رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہاں بمعنی بعد کے ہے جیسے ان مع العسر یسرا میں ہے تو غیر مدخولہ میں بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل باقی نہ رہا بسبب نہ ہونے عدت کے کما لو قال نصفا و واحدة علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنا بر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اس واسطے کہ نصفًا و واحدة بولنا مستعمل نہیں بلکہ واحدةً و نصفًا بولنا مستعمل ہے پھر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدة و نصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملة واحدة اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے اور آدھی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی بالاتفاق اس واسطے کہ یہ ایک جملہ ہے موافق استعمال کے ولو قال واحدة وعشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدة وعشرین یا یوں کہا کہ واحدة وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہونگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہے طلاق متفرق نہیں **والطلاق یقع** بعدد قرن بہ لا بہ نفسہ عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہے عدد سے جو طلاق کے متصل ہے نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے یہاں مراد عدد سے وہ ہے جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدم الوقوع بالصیغة اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہوا چنانچہ انت طالق واحدة او ثنتین وثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہیں چنانچہ انت طالق تو یہاں وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا **فلو ماتت** ای الموطوءة وغیرہا **بعد الایقاع قبل تمام العدد** لغا لما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ طلاق

سے اور جب کہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل باقی نہ رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مرے گی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو مات الزوج او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع واحدۃ عملاً بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بالقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اس کا منہ بند کر لیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اس واسطے کہ جب عدد مذکور نہ ہوسکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اس واسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اس کے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ لعطف او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ ولا تلحقہا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایک بار اور ایک بار یعنی لوا و عاطفہ بولا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ایک بار قبل ایک بار کے یا یوں کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے جس کے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اس کو نہ لاحق ہوگی بہ سبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلہا واحدۃ او مع واحدۃ معہا واحدۃ ثنتان الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام میں کہ تو طالق ہے ایک بار بعد ایک بار کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ایک بار جیسے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایک بار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھ کو ایک طلاق جس کے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالوں میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ او بعدہا واحدۃ میں طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالوں میں تو اول اور ثانی دونوں متصل ہوجاویں گی اس واسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی میں طلاق واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃً واقع ہوئیں یہ تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت میں اور معیت میں تو صاف اقتران علت ہے ویقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقہما بالشرط دفعۃ اور واقع ہوتی ہیں اس قول سے کہ تجھ کو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی دو طلاقیں بسبب تعلق ہونے دو طلاقوں کے شرط سے یک بارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے ویقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مشروط پر یعنی اگر یوں ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اس واسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوۃ ثنتان فی کلہا لوجود العدۃ اور واقع ہوں گی زوجہ مدخولہ کے حق میں دو طلاقیں سب اگلی مثالوں میں بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح میں ہوگی اور دوسری عدت میں بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اس کی طلاق میں عدت نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کے واسطے محل باقی نہیں ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ٭ ولازال عندہ الاحسان ٭ فی فتی علق الطلاق بشہر ٭ قبل ما بعد قبلہ رمضان ٭ ویشد علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل وبعد سے وہ نظم ہے جو بعضوں نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اس جوان کے مقدمہ میں کہ اس نے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جس کے مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع آخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ سے کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچویں یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتویں یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھویں یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظوں سے ذی الحجہ کی مہینے میں چنانچہ

پہلی وجہ میں یہ ہے اس واسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعد ہے اور اس کے قبل شوال ہے اور اس کے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا
وبمعض بعدٍ فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق جمادی الاخری میں چنانچہ پانچویں وجہ میں ہے اس واسطے کہ بعد جمادی الاخری
کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا ولقبل اولا او وسطاً او آخراً فی شوال وبعد
کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسی
طرح یعنی بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں واسطے لغو ہو جانے دو طرفوں متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہوں گے
اور ایک بعد تو لغو ہو جائے گا ایک قبل اور بعد اور باقی رہے گا وہ مہینہ جس کے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہوں گے اور ایک قبل تو لغو ہو جائے
گا ایک قبل اور بعد اور باقی رہے گا وہ مہینہ جس کے بعد رمضان ہے یعنی شعبان اسی طرح شرح کی ہے محشیوں نے یعنی حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی
نے اور اسی طرح انھوں نے کہا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہو گئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اس واسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت
کے ساقط ہو گئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہے شعبان کے اور جہاں شارح نے شعبان کہا وہاں شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ
کے شارح نے اس مقام میں اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اس کے خلاف تحقیق کی ہے یہ مختصر لائق اس سب بیان کے
نہیں اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جہاں دو قبل ہوں بعد کے ساتھ کسی طرح وہاں شوال جواب ہے اور جہاں
دو بعد ہوں قبل کے ساتھ کسی طرح وہاں شعبان جواب ہے چنانچہ بعضے علماء نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب میں یوں نظم کیا ہے اشعار
محض قبل حجۃ محض بعدٍ ٭ فالجمادی الاخیر فاعلان ٭ مع قبلین کیف ما کان بعدٌ ٭ فہو شوال عکس شعبان ٭ ہکذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امرأتی طالق
ولہ امرأتان او ثلث تطلق واحدۃ منہن ولہ خیار التعیین اتفاقا اور اگر زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اس کی دو عورتیں ہیں
یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت ان میں سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جس کو چاہے اس کو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے
کہ شارح نے اس مسئلہ میں اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین بھی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اس میں کہ علماء کا خلاف ہے
اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا واما تصحیح الزیلعی فانما ہو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حررہ المصنف وسیجئی فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق
غیر صریح میں ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح میں ہے چنانچہ اس کو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب
الایلا میں آوے گا قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ کہا اپنی چار عورتوں سے کہ تمھارے درمیان میں ایک
طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہیں اس واسطے ہر ایک کو
ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی قسمۃ کل واحدۃ بینہن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسی طرح چار
عورتوں میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اس نے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہیں تو ہر ایک کا
حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہیں تو ہر ایک کا پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتوں کے مراد رکھے یعنی تین طلاق یا چار طلاق ہیں ہر ایک
فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہوں گی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائے گی اور اگر چار عورتوں سے کہا کہ
تم کو دو طلاق ہیں اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہوں گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس
تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلقتان ہکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتوں سے کہ تمھارے درمیان پانچ طلاق ہیں تو واقع ہوں
گی ہر ایک پر دو طلاق اس واسطے کہ چار طلاق چاروں پر منقسم ہو گئیں اور پانچویں طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو

دو پہنچا اسی طرح ہر ایک کو دو دو ملیں گی آٹھ طلاق تک **فان زاد علیہا طلقت کل واحدۃ ثلثا** سو اگر زیادہ ہوں گی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین
تین طلاق ہوں گی گیارہ تک بعض کو کل کریں گے اور بارہ تک تین تین پوری ہوں گی اور بارہ سے زیادہ میں زائد لغو ہو جاویں گی ومثلہ قولہ اشرکتکن
فی تطلیقۃ الخانیۃ اور مثل بینکن تطلیقۃ کے ہے اشرکتکن فی تطلیقۃ یعنی تم کو شریک کیا میں نے ایک طلاق میں کذا فی الخانیۃ **وفیہا قال لامرأتین
لم یدخل بواحدۃ منہما امرأتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منہما لا یصدق ولو مدخولتین فلہ ایقاع
الطلاق علی احدیہما لصحۃ** تفریق الطلاق علی المدخولۃ دون غیرہا اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی دو عورتوں سے جو مدخولہ نہیں ہیں کہ میری عورت
طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ میں نے اس طلاق مکرر سے ان دو میں سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونوں عورتوں کا تو اس کی تصدیق نہ
ہوگی اور اگر دونوں عورتیں مدخولہ ہیں تو زوج کو ان میں سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی
مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے یعنی تو دوسری طلاق واقع ہونے کی اس میں گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اس کی عدت نہیں تو دوسری طلاق کا واں
محل نہیں اس واسطے زوج کی تصدیق نہ ہوگی قاضی کے نزدیک **قال امرأتی طالق ولم یسم ولہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحسانا**
کہ زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اس کی ایک عورت مشہور ہے تو اس کی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان
کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہ ہو طحطاوی نے کہا جب کہ زوج مدعی دوسری عورت کا نہ ہو اور ایک ہی اس کی عورت
مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اس کی طلاق کا **فان قال لی امرأۃ اخری وایاہا عنیت لا یقبل قولہ الا ببینۃ ولو کان لہ امرأتان
کلتاہما معروفۃ لہ صرفہ الی ایتہما شاء خانیۃ** ولم یحک خلافا سو جب کہ زوج کی سوائے ایک عورت کے مشہور نہیں اور اس نے کہا کہ میری
عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہے گا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ میں نے کیا تو اس کا یہ قول نہ مقبول ہوگا
بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتیں ہیں اور دونوں مشہور ہیں تو اس کو اختیار ہے کہ طلاق جس کی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیہ اور خانیہ
کے مصنف نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں منقول کیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین کرر
کہا لفظ طلاق کو یعنی یوں کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہے گا کہ میں نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی
تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمہا طالق او حرۃ فناداہا ان نوی الطلاق والعتاق
وقعا والا لا متعا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اس نے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہہ کر پکارا اگر بنیت طلاق یا عتاق کی تو طلاق یا
عتاق واقع ہوں گے اور اگر بنیت نہیں کی نہ اعتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأتہ ہذہ الکلبۃ طالق طلقت او لعبدہ ہذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے
کہ یہ کتیا مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہو جائے گی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ پہلی صورت میں گالی کا ارادہ
کیا اور طلاق کا اور دوسری میں گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی بہ الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا
زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حُر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہوں گی مگر جب
کہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اس کی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم
بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانۃ شرح وہبانیۃ اور اسی طرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی
اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائے گا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونوں میں تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اگر گواہ نہ کر رکھے
گا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اس کی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائے گا علماء میں اختلاف ہے کہ قسم میں قسم کھانے والے

کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہے اور نہیں تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الاشباہ وفی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک وقال عنیت غیرہا دین لو بغیرہ صدق قضاء اور نہر الفائق میں ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب طالق ہے اور واقع میں اس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ میں نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جس کا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اس کی دیانت میں تصدیق ہوگی نہ قضا میں اور اگر اس کی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا میں بھی اس کی تصدیق ہوگی وعلی ہذا لوحلف لدائنہ بطلاق امرأۃ فلانۃ واسمہا غیرہ لم تطلق اور اسی طرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرض خواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق سے اگر فلاں دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اس کی زوجہ کا نام زینب نہیں بلکہ حلیمہ ہے مثلاً تو اس کی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی اربعۃ مذاہب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعہ قضاءً ودیانۃ اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہمارے زمانہ میں مرد کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے چاروں مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھ کو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا میں بھی اور دیانت میں بھی اور فتاوے رملی میں ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اس واسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان القاضی او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہاء کے قول میں یا فلانے قاضی کے قول میں یا فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا میں تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأۃ بخلاف نساء المحلۃ او الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اس کی عورت کو نہ طلاق ہوگی اس واسطے کہ یہ طلاق صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً من البحر لیکن اگر نیت کرے گا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتوں کے یعنی اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں اور ان میں اس کی زوجہ بھی داخل ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گاؤں اور شہر کی عورتوں میں خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یوں کہا کہ گاؤں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اس کی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے ہے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گاؤں کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھ کو طلاق دے زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو دوسری طلاق اس پر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھ کو طلاق دے مجھ کو طلاق دے مجھ کو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ میں نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یوں کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتباراً بالانشاء کذا ابنت نفسی اذا نوی ولو ثلث بخلاف الاول اور اگر کہا زوجہ نے کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اس کو جائز رکھا تو اس پر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہو گئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسی طرح ہے ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اس پر طلاق پڑ جائے گی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی نیت کی ہو اس واسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اوّل

کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہیں اور تین طلاق کی نیت کرنا اس میں صحیح نہیں و فی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جوابا اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنی کہ اگر زوج کہے کہ مثلاً اختاری[۱] نفسک زوجہ اس کے جواب میں کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہیں ہوسکتا وفی البزازیۃ قال من اصحابہ من کانت امرأتہ علیہ حرام فلیفعل لہذا الامر ففعلہ واحد منہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیوں سے کہ جس شخص کی زوجہ اس پر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اس کی جانب سے اقرار ہے اس کی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہیں اس واسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیہ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدہ فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس ہو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اس شخص کے کلام کا کہ اس نے ایک جماعت سے کہا کہ جس کی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجا دے پھر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتیں مطلقہ ہوگئیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہیں روایت بزازیہ میں فاعل ایک ہے اور اس میں جماعت شارح نے مزید تاکید کا یہاں ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث. چند لوگ ہیں کہ باتیں کر رہے ہیں ایک مجلس میں سو ایک مرد نے ان میں سے کہا کہ جو بولے گا بعد اس کے تو اس کی جورو کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اس کی جورو پر طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ کلمہ من کا جس کا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہیں نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اس کا حکم یہاں مذکور نہیں ظاہرا اس کے تکلم سے طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ؛

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو رتبہ بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء مالم یوضع لہ ای للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہاء کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کے واسطے موضوع نہ ہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اس واسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات **لا تطلق بہا** قضاء **الا بنیۃ** او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اس وقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو ہم شارح نے قضا کی قید اس واسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اس میں دلالت حال کا کچھ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اس واسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوں کے محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہاں ایسا مرجح سوائے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اس طرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھ کو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضاً و غضب و مذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب اولا ولا سو حالات تین ہیں

---

[۱] یعنی اپنے نفس کو اختیار کر ۱۲؎

ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں بعضے ان میں محتمل ہیں تردکو یعنی عورت کے سوال طلاق کارد ان میں سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہیں یا بعضے ان میں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کے محتمل ہیں نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں **فنحو اخرجی واذہبی وقومی** تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العروبۃ یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں اور سب دشتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یا اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنی اپنے ضروری کام کے واسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اس واسطے کہ تجھ کو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپالے حیا کر ایسا کام نکریا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اس واسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہیں اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اس واسطے کیا کہ شرعاً ممنوع ہے تو رد ہوا سوال کا یا اس واسطے کہ مجھ کو تیرا دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چلی جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اغربی بغین معجمہ اور رائے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور رہو یا اعربی بعین مہملہ وزاء معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بعد دوری کے تو مطلب یہ ہے کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھ اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا **ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن** ومرادفہا کبتۃ بتلۃ **یصلح سبا** اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بےحرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریۃ یعنی تو خوبیوں سے بری ہے یا نکاح سے بری اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوئی بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن بمعنی منفصل ہے یعنی تو خوبیوں سے منفصل اور منقطع ہے یہ دشنام ہے یا نکاح سے منفصل ہے یہ جواب سوال کا اور بتہ مشتق ہے بت سے بمعنی قطع کے اور بتلہ مشتق ہے تبل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونوں لفظوں میں بھی احتمال سب اور جواب کا ظاہر اور باہر ہے **ونحو اعتدی واستبری رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لایحتمل الرد والسب** اور مانند ان الفاظ کے نہیں احتمال رکھتے رد سوال کا اور نہ سب اور دشنام کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضوں کو اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبری یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کرلے تاکہ میں تجھ کو طلاق دوں تو یہ وعدہ ہے طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری میں ایک ہی ہے خوبیوں میں یا برائیوں میں بےمثل ہے تو یہ مدح ہے یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہے مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کرلے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ دونوں الفاظ کنایہ کے ہیں تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہ ہوگی جب تک کہ وہ اپنی ذات کو

طلاق نہ دے اور کنایات طلاق میں ان دونوں لفظوں کو اس واسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی ان میں احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری میں یہ احتمال ہے کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی میں اور امرک بیدک میں یہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو میں سے طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق میں حواشی سعدیہ سے منقول ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا کنایات طلاق میں مناسب نہیں اس واسطے کہ اس کی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم میں واقع ہوگئے یہ گمان کرکے کہ ان لفظوں سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اس پر آگاہ کر دیا ہے کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطلاوے سرحتک مشتق ہے سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی میں نے تجھ کو کسی کام کے واسطے بھیجا یا اس واسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہے اور اسی طرح فارقتک یعنی کسی کام کے واسطے اس مکان میں چھوڑا یا طلاق دی اس واسطے چھوڑا اھ ان الفاظ میں احتمال رد سوال اور دشنام کا نہیں بلکہ یہ مخصوص ہیں جواب کے واسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اس کی تصریح کی ہے اور بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ انت واحدۃ میں احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بد کاموں میں یکتا ہے چنانچہ منح الغفار میں اس کی تصریح ہے اور اعتدی میں بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر ان قبائح کو جو تجھ سے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی **ففی حالۃ الرضاء** ای غیر الغضب والمذاکرۃ **تتوقف الاقسام الثلثۃ** تاثیرا علی النیۃ للاحتمال تو حالت رضامندی میں یعنی سوائے حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق میں تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے بسبب احتمال کے یعنی اس حالت میں احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہیں اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کے واسطے مخصوص ہیں تو لائق یوں ہے کہ رضامندی میں ان سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہو جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب نہیں کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کے واسطے موضوع ہیں بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب کیلئے ہیں اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگی اس حالت میں وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ رہے گا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہے عدم نیت میں اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اس کے گھر میں سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اس کی حاکم سے سو اگر زوج وہاں بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے کذا فی المجتبی لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی میں باعث تفریق نہیں **وفی الغضب** توقف الاولان ان نوے وقع والا لا اور خفگی کی حالت میں دونوں قسمیں پہلی نیت پر موقوف رہیں گی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہے اگر وہ پہلی قسموں سے نیت طلاق کی کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہیں حالت غضب میں ان سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاوے گی اس واسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا **وفی مذاکرۃ الطلاق تتوقف الاول فقط** اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الاخرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسموں سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہ ہو ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اس واسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے مرد کی تصدیق نہ کی جائے گی باعتبار قضا کے نفی نیت میں اس واسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اس واسطے مقبول ہوں گے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاویں نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اس کے اقرار کے گواہ البتہ

مقبول ہوں گے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع بقول کم ان نویت ولو کم یقع بقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام میں وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا میں اور قسمیں اولین حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل کرے فتوی دینے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یوں ہو یعنی سائل کہے کہ میں نے یوں کہا آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہاں طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ میں نے یوں کہا ہے اس لفظ سے کتنی بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے ایک بار اور تعرض نہ کرے یہاں نیت مشروط ہونے کے لیے کذا فی البزازیہ اس کو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونے کا ذکر اس واسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یوں سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھانا ہے انکار نیت کا۔ **وتقع** رجعیۃ بقول اعتدی واستبری رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی استبری رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہو گی اس واسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یوں تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ نیت کی ہو اس واسطے کہ واحدۃ اس صورت میں صفت ہو گئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونوں احتمال ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت سے طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے اور خواص بھی اس کا التزام نہیں رکھتے یہاں تک کہ یہ مدار ہے نہ نحو اور لغت پر **وتقع بباقیہا** ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طا ال ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہاں مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہو گا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہوں تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ میں نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھ پر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے وانت طا ال ق یعنی تو طالق ہے اور طالق کو بطور ہجی کے کہا اور سوائے ان مثالوں کے جس کی فقہا نے تصریح کی ہے ہم مصنف نے کہا کہ سوائے امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسے ہیں کہ ان سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہ ہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یوں دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب میں مذکور ہو چکے ہیں ان میں سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہیں **خلا اختاری** فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوائے لفظ اختاری کے اس واسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں جیسا کہ اعتدی اور استبری رحمک اور انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اس کی تصریح آوے گی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ امرک بیدک سے ہوتی ہے تاوقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اس کا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آوے گا **البائن ان نواہا او الثنتین** لما تقرر ان الطلاق مصدر لا یحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہے یقع باقیہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہ ہو گا دو کی نیت کرنے

سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہ علت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اس واسطے کہ سرحتک و فارقتک و خلیۃ و بریۃ میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحاوی **وثلث ان نواہ** للوحدۃ الجنسیۃ ولذا صح فی الامۃ ثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسی واسطے . . . . . . ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی نیت کرنا بھی صحیح ہے خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہے وحدت کے واسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک میں یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین میں تو تین فرد حکمی ہوئی اس واسطے کہ تین حرہ کے حق میں کل طلاق ہیں اور اسی طرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اس واسطے کہ کل طلاق ہیں **قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق** اقتضاء لنیۃ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دو سے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اس کی تصدیق کی جاوے گی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اس واسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض کے ہیں اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد تلفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہ اس کی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی **وان لم ینو به** ای بالباقی **شیئا فثلث** لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہوں گی بواسطے دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے اول لفظ سے یعنی جب اس نے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہ ہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ ودلالت حال یہاں تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کرے گا تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اس واسطے کہ جب اس نے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہو گی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اس واسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو به بالکل لم یقع اور اگر زوجہ نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کرے گا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامها اربعۃ وعشرون ذکرها الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے ان کو ذکر کیا ہے ان میں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اس میں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نویں یہ کہ اول دو لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارہویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودھویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نہ کی سولھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترہویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نہ کی ان گیارہ صورتوں میں

یعنی ساتویں سے سترہویں تک دو طلاقیں واقع ہوں گی اٹھارہویں یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسویں یہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسویں یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسویں یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی ان چھ صورتوں میں یعنی اٹھارہویں سے بائیسویں تک تین طلاقیں واقع ہوں گی چوبیسویں صورت یہ کہ ان الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نہ کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہ ہوگی ہاں اگر مابعد میں حیض کی نیت کرے گا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا اور اسی طرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہے مثلا لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی میں نفی نیت مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظ میں عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اس واسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اس کے قبل طلاق کی نیت نہیں تو اس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اس کے قبل طلاق کی نیت ہو چکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کر لے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاءً اور چوبیس قسموں مذکورہ پر ایک یہ قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت میں بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہوں گی قضا میں اس واسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی او عطفہ بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین وقعتا وان لم ینو فبغیر الواو ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق[1] اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا ف سے یعنی یوں کہا کہ انت طالق واعتدی یا یوں کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہوں گی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی میں دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی میں بعضوں کے نزدیک ایک طلاق اور بعضوں کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اس کو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ فہو کما قال اور اسی طرح اگر کہا زوج نے عدت میں کہ لازم کردیں میں نے اپنی عورت کو تین طلاق اسی ایک طلاق سے جس کے سبب عدت میں تھی یا یوں کہا کہ میں نے اس کو دو طلاق لازم کردیں اسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا یعنی وہ عورت اس پر حرام ہو گئی اور کبھی اس کو حلال نہ ہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھ کو طلاق دوں تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اس کو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اس واسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہو چکا اس کو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط[2] عدت کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یوں کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسری

[1] تجھ کو طلاق عدت کر ۱۲ [2] ایک نسخے میں عدت کی جگہ عدد ہے اور بشرط عدت کے یہ معنی ہیں کہ عورت مطلقہ عدت میں ہو تو دوسری طلاق لاحق ہو سکتی ہے اول کے ساتھ اور بعد انقضائے عدت لاحق نہیں ہو سکتی اور بشرط عدد کے یہ معنی ہیں کہ گنجائش عدد کی طلاق میں پائی جاوے تو غیر مدخولہ کے حق میں لاحق نہیں ہوگی کہ اس میں گنجائش عدد کی نہیں ۱۲

طلاق واقع ہوگی اور بائن ہو جائے گی اس واسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح
اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یوں کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح ما لا یحتاج
الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقھما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہ ہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو یا رجعی
کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح میں داخل ہے تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہوگی ھم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے
جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہوئی جیسا کہ بعضوں کا گمان
ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونوں اس کو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم
المال کما فی الخلاصۃ اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح میں داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی
اور مال دینا اس میں لازم نہ آوے گا کذا فی الخلاصۃ ھم رجعی کے بعد مال دینا اس واسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت
کو نہ چھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانے کا بدلہ دیا اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اس کی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ
حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشھور تو معتبر طلاق کے صریح اور بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت
کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن
میں داخل ہے اس واسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اس میں طاری ہو گئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا
عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ ولا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری
بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی میں نے تجھ کو ایک بار طلاق
بائن ٹھہرا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اس کے انشاء طلاق ٹھہرانے میں یعنی بائن ثانی
سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اس واسطے کہ اس کا خبر ڈالنا اول سے ممکن نہیں یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع
طلاق سابق کی خبر دی ھم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ
واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور جو شارح
نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کر کے خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اس واسطے کہ یہاں مراد اخبار سے خبر نحوی
نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء
بخلاف سابق کے یہ سب ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھ کو دوسری طلاق　بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا
انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہو
گی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائے گا ھم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا
اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث میں بینونت کبری یعنی
طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی
ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار فانت بائن ناویا الطلاق ثم
ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا

کہ بائن ملحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جب کہ بائن معلق شرط پہ ہو یا کہ بائن معناف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو بعد اس کے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں خبر واقع ہونے کی اس واسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد مجز عنہ کے ومثلہ المعناف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد لیقع اخری اور مانند معلق کے ہے معناف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھ کو طلاق بائن ہے کل پھر اس کو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آوے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اس واسطے کہ معناف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا فی البحر عن وہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی النیۃ اور بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضروری ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت لیقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولے گی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اس پر واقع ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اس پر ہوئی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر اخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھ پر حرام ہے پھر اسی طرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھ پر حرام ہے سو زوج نے ان دونوں میں سے کوئی کیا تو اس کی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسی طرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اس کو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح کتنجیزہ بدائع، مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کے اس واسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دے گا پھر معناف کرے گا بائن یا معلق کرے تو صحیح نہ ہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں ویستثنی ما فی البزازیۃ قال کل امرأۃ طالق لم یقع علی المختلعۃ اور اس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنی ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اس کی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جس پر طلاق بدلے مال کے ہوئی اس واسطے کہ صریح بائن کو اس وقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کی طرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اس کی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامرأتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ میں اگر ایسا کروں تو اس کی عورت ایسی ہے یعنی طالق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اس واسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے تو وہ اس کی عورت نہ رہی علاوہ اس کے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں ویضبط الکل ما قیل ؎ کل اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقتہ من قبلہ :: الا بکل امرأتہ وقد خلع :: والحق الصریح بعد لم یقع اور جمع کر دی ہیں نظم میں بعض علماء نے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امراۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعض نسخوں میں مصرع اولیٰ یوں ہے ولحوقا اجز لا بائنا مع مثلہ :: یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے **کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ** کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق **لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا** جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور

خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اس کی عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی **وکل فرقۃ ہی طلاق یقع** الطلاق **فی عدتہا** علی نحو ما بینا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اس کی عدت میں اس طرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہم نے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہے اور جو عورت بسبب وطی اشتباہی کے عدت میں ہے اس کو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ ھم اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہو جاوے تو اس کی عدت میں بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں اس واسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کر کے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کرے گا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہرا عدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ذہبی وتزوجی تقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کر لے اگر تجھ کو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونوں روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونوں قولوں میں واو اور ف کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا اذہبی الی جہنم لیقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصۃ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وکذا اذہبی عنی اور اسی طرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسی طرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی کے ہے یعنی جا رخصت کے وقت عرب بولتے ہیں افلح بخیر[1] اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری ہر او کہ تو با مراد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وفسخت النکاح اور اسی طرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق میں اس قول سے شاید نیت اس واسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں یعنی یوں نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کی طرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہ ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قول کو کہ الفاظ طلاق صریح میں شمار نہیں کیا تو یہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا بہر صورت یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی وانت حل کالمیتۃ اولحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسی طرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھ پر حرام ہے مثل پانی کے اس واسطے کہ یہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی میں گویا یوں کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے بہنے کے وقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان نوی مالم یقل خذی ای طریق شئت اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چار دن رستے تجھ پر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یوں نہ کہے کہ تو لے جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوا اس واسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنی تو سانڈ ہے یعنی تو بیقید ہے جیسے سانڈ وحبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہیں تو اس کی گردن پر رسی ڈال دیتے ہیں والحقی باہلک یعنی اپنے لوگوں میں جا مل وہبتک لاہلک او ابیک او امک یعنی میں نے تجھ کو تیرے لوگوں کو دیا یا تجھ کو تیرے باپ یا تیری ماں کو دیا وعفوت عنک لاجل اہلک یعنی میں نے تجھ کو معاف کیا تیرے لوگوں کے سبب سے رددتک الیہم یعنی میں نے تجھ کو تیرے لوگوں پر پھیر دیا اور ان صورتوں میں ان کا قبول کرنا شرط نہیں اور اگر یوں کہا کہ میں تجھ کو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری

---

[1] یعنی بخیریت جا ۱۲

عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو واعتقتک یعنی میں نے تجھ کو آزاد کیا وکونی حرۃ یعنی تو آزاد ہو جا واظفری بمرادک یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وخالعتک میں نے تجھ سے خلع کیا وتمنی یعنی ہٹ ولست لی بامرأۃ یعنی تو میری جورو نہیں ولست لک بزوج یعنی میں تیرا زوج نہیں ولا نکاح بینی وبینک یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں وصرت غیر امرأتی یعنی تو میری جورو نہ رہی وقالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وابتغی الازواج یعنی اور شوہر تلاش کر وابعدی عنی یعنی مجھ سے دور ہو تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنی میں تجھ کو نہیں چاہتا میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا مجھ کو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ ؛

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جب کہ مصنف ذکر کر چکا اس طلاق کو جس کو زوج خود واقع کرتا ہے دونوں قسموں کے ساتھ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اس طلاق کو جس کو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وانواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل میں یہ ہے کہ جس کو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے غیر کے واسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہے والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ اور الفاظ تفویض کے تین ہیں ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت **قال لہا اختاری او امرک بیدک ونوی تفویض الطلاق** لانہا کنایۃ فلا یعملان بلانیۃ **او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا** بہ مشافہۃ او اخبارا اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے نیت کی ان دونوں لفظوں میں طلاق سپرد کرنے کی اس واسطے کہ دونوں لفظ کنایہ طلاق ہیں تو طلاق واقع ہونے میں بدون نیت کے عمل نہ کریں گے یا زوج نے یوں کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی مجلس ہیں یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہیں تک اس کو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہ زوج سے اس کا علم ہوا ہو خواہ وکیل سے یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو **وان طال** یوما او اکثر مالم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہوگئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل میں وہاں تک اختیار رہے جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہیں ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے مثلاً زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار رہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہوگئی **مالم تقم** لتبدل مجلسہا حقیقۃ **او حکما بان تعمل ما یقطعہ** مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہے جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اس واسطے کہ اٹھنے میں اس کی مجلس کا تبدل ہے حقیقت میں یا تبدل مجلس حکماً ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہے اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اس واسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہے گی عورت کے قبول پر مجلس میں توکیل نہیں بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہیں حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہاں تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ میں اس کو طلاق نہ دوں گا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہ ہوگا قول اصح میں اس واسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہ ہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اس واسطے کہ

۱؎ یعنی اس کو اختیار رہے چاہے کرے چاہے نہ کرے اور وکالت میں عمل کا کرنا معین ہو گا وکیل کو اختیار نہیں کہ نہ کرے ؎

وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کرے گا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ اس کو خیر باب کے مقام پر دو لوٹیر لا۔ کیتا اس واسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تعلق لبعدہ ای المجلس الا اذا او علی قولہ طلقی نفسک واخواتہ متی شئت او متی ماشئت او اذا شئت او اذا ماشئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکی گی عورت بعد مجلس علم کے مگر اس وقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک اور اس کے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ماشئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ماشئت کا تو اس کے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہ ہوگا بلکہ ہر وقت اس کو اختیار باقی رہے گا اس واسطے کہ قول زوج کا یوں ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جس وقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ لما مر اور نہیں صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول میں کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوکن کو یا اس قول میں جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر اسی مجلس سے نہیں اس واسطے کہ یہ قول محض توکیل ہے مطلق تملیک نہیں اس واسطے کہ مامور اس میں عمل غیر کے واسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے اور توکیل میں مجلس کی قید نہیں وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول میں کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوکن کو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق میں اور توکیل ہے اس کی سوکن کے حق میں کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق ولانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہیں اور اس کی سوکن کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اس کی سوکن کے الا اذا علقہ بالمشیئۃ فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل میں رجوع کرنا درست ہے مگر جب زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اس وقت میں توکیل تملیک ہو جاوے گی توکیل نہ باقی رہے گی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوکن کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہیں کیونکہ یہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اس واسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اس کی خواہش اور رائے پر رکھا تو اس کو مالک کر دیا اس واسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس ل یعقل فیصح تفویض لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکموں میں ہے سو تملیک میں نہیں رجوع کر سکتا زوج اور نہیں معزول کر سکتا مملک لہ کو اور باطل نہیں ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہیں مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونوں کلام کر سکتے ہوں بخلاف توکیل کے کہ اس میں رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہیں اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ذکر عدم رجوع کرنا کافی ہے یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہ ہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فہنا تسامح ابتداء لا بقاء بعکس القاعدۃ فلیحفظ ہاں اگر مفوض الیہ یعنی جس کو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اس نے حالت جنون میں طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ میں مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا میں نہ بقا میں بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہے بقا امر میں ایسا جو کہ نہیں مسامحہ ہوتا ابتدا امر میں اور اس مسئلہ میں بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتدا میں مسامحہ ہوا نہ بقا میں یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اس کا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض علیہ وقت

تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اس کی طلاق درست نہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اس نے ایقاع طلاق پر باوجود اس کی بے عقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اس کے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہاں تفویض تھی اس کے عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہیں **وجلوس لقائمۃ واتکاء القاعدۃ وقعود المتکئۃ ودعاء الاب** اوغیرہ **للمشورۃ** بفتح فضم المشاورۃ **و** دعاء **الشہود للاشہاد** علی اختیارہا الطلاق اذا لم یکن عندہا من یدعوہم سواء تحولت عن مکانہا اولا فی الاصح خلاصہ اور قاطع مجلس کا نہیں بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اس کے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہوں کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی ان کا بلا دینے والا نہ ہو خواہ اس بلانے میں عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹل ہو دونوں برابر ہیں قول اصح میں کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہوں کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اس کو اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح میں تصریح ہے کہ مشورہ میں دو لغت ہیں لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس میں ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی **والایقاف دابۃ ہی راکبتہا لا یقطع** المجلس اور ٹھہرانا اس سواری کا جس پر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہیں کرتا ولو اقامہا او جامعہا مکرہۃ بطل لتمکنہا من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اٹھایا یا زبردستی اس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع میں عورت یوں کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی[1] پھر جب اس نے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا **والفلک لہا کالبیت وسیر دابتہا کسیرہا** حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ لاضافتہ الیہا اور کشتی عورت کے حق میں مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اس کی سواری کا مانند چلنے عورت کے ہے یہاں تک کہ نہیں بدلتی مجلس کشتی کے چلنے سے اور بدلتی ہے سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اس واسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور چلتا ہے بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ او یکون فی محمل یقودہا الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے مگر اس وقت مجلس نہیں بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب میں زوج کے چپ رہنے کے ساتھ ہی یعنی فوراً سن کر جانور کے یا اپنے قدم اٹھاتے ہی جواب دیا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیۃ یا کہ زوج اور زوجہ دونوں ایک کجاوے میں ہوں اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اس وقت میں مثل کشتی کے ہے یعنی اس کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی **وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث** لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کر لے اس میں صحیح نہیں عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہیں جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اس واسطے کہ بینونت چند قسم ہو سکتی ہے یعنی بینونت صغریٰ اور بینونت کبریٰ تو اگر انت بائن میں تین طلاق کی نیت کرے گی تو صحیح ہے بسبب تنوع کے اور اسی طرح امر بالید بھی چند قسم ہے زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغریٰ کا ارادہ کرے یا کبریٰ کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اس میں تنوع اور گنجائش تعدد کو نہیں اس واسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہے استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہے اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہے اس کو عموم نہیں ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اس کی تقدیر ہو گی اور قدر ضرورت یہاں ادنیٰ مرتبہ ہے بینونت کا یعنی بینونت صغریٰ اس واسطے کہ بینونت صغریٰ سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہے تو بینونت کبریٰ

[1] یعنی میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ۱۲

نی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیة المدنی **بل تبین بواحدة ان قالت اخترت** نفسی او انا **اختار نفسی** استحسانا بخلاف
طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد۔ جوہرہ مالم یتعارف او تنوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک میں بائن ہوگی عورت ایک
لاق کہ اگر یوں کہے گی کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یوں کہے کہ میں اختیار کرتی ہوں اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف
اس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک تو عورت نے جواب میں کہا کہ انا طالق یعنی میں مطلقہ ہوں یا یوں کہا کہ میں اپنی ذات کو طلاق دیتی ہوں تو
لاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ وعدہ ہے ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہیں کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جب تک ہے کہ وقوع
لاق اس لفظ سے متعارف نہ ہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ میں صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج
ور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس چاہتا ہے کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اس
اسطے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہیں انشاء ہوتا ہے ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی
وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ جب آیت تخییر[1] کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ
نہا سے یہ حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ و رسولہ والدار الاخرہ یعنی میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہوں اور مسلم
دوسری روایت میں یوں ہے کہ بل اختار اللہ و رسولہ یعنی بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
واب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا **وذکر النفس او الاختیارة فی احد کلامیہما شرط** لصحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ
زوجین میں سے ایک کے کلام شرط ہے اس واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم
وا ہے ہم ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہیں بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہے وہ بھی انھیں دونوں لفظوں کی برابر ہے وبشرط
ذکرہ **متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح** لانہا تملک فیہ بالانشاء اور مشروط ہے ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام میں پھر
ر منفصل ہے سو اگر اسی مجلس میں اس کا ذکر ہو گیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ عورت مجلس میں انشاء طلاق کی مالک ہے تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی
بھی مالک ہے **والا لا** الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس ورد تاجیۃ واقرہ البہنسی والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ اکمل
بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس میں نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہیں تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے اختیار نفس پر اتفاق
کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اس نے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد
الشاجیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہے اس کو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے
عنایہ میں بصیغہ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹھیک ہے بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق
فلو قال اختاری اختیارة او طلقة او امک **وقع لو قالت اخترت** فان ذکر الاختیارة کذکر النفس افاتاء فیہ لو مدو کذا ذکر التطلیقة
پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ[2] یا یوں کہا اختاری طلقۃ[3] یا یوں کہا کہ اختاری امک[4] تو طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے کہا اخترت اس واسطے
کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہے خصوصیت طلاق میں اس واسطے کہ لفظ اختیارۃ میں تا واسطے وحدت کے ہے اور تا وحدت نشانی

---

[1] یعنی سورہ احزاب کی یہ آیات یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما یعنی اے نبی کہہ اپنی ازواج سے اگر تم چاہتی ہو زندگی دنیا کی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو اور رخصت کروں بھلی طرح اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے تم میں سے نیکوں کے لیے بڑا ثواب ۱۲ [2] اختیار کر ایک اختیار [3] اختیار کر ایک طلاق [4] اختیار کر اپنی ماں کو

سے اتحاد کی اور اسی طرح ذکر تطلیقہ کا وقوع طلاق میں مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اس سے بھی صریح تر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و تکرار لفظ اختاری
و قولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یوں کہنا عورت کا کہ میں نے اپنے باپ یا اپنی ماں
کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہروں کو اختیار کیا قائم مقام ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہیں لیکن
اگر عورت کے ماں باپ نہ ہوں اور اس کا بھائی ہو اور وہ کہے کہ میں نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلا عن البحر و الشرط ذکر ذلک فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص اختیارہ بلا ئمہ کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اس کا یعنی نفس یا قائم مقام نفس
کا ایک کے کلام میں خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہم نے مثالوں میں مذکور کیا تو نہیں مخصوص ہے اس کا ذکر زوج کے کلام میں جیسا کہ بعضوں کا
گمان ہے ولو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یوں
کہا کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہیں بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع
ہو گئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اس سے رجوع کرنا درست نہیں وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو
اور جو کتاب اختیار میں مسئلہ ثانیہ میں عدم وقوع طلاق مذکور ہے سو خطا ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبار المقدم و بطل امرہا کما لو عطفتہ باو و رتباالتخییر
فاختارتہ او قالت الحقت نفسی باہلی ہاں اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنی یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یوں کہے
کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جس کو اول ذکر کیا اس کا اعتبار ہے اور مؤخر
کا کچھ اعتبار نہیں اور باطل ہو گیا اختیار اس کا چنانچہ باطل ہے اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یوں کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار
کیا میں نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج کو اس واسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اس کا باطل ہو گیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج
نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار کرے سو اس نے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور
زوج کو مال دینا واجب نہیں اس واسطے کہ رشوت دینا حرام ہے بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہے یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا
الحقت نفسی باہلی یعنی میں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں میں ملایا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف
اور مشہور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کرر ای لفظ اختاری **ثلثا** بعطف او غیرہ **فقالت اخترت او اخترت
اختیارۃ او اخترت الاولے او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا** بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی ثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ
اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو
عورت نے جواب میں فقط اخترت کہا یعنی میں نے اختیار کیا یا یوں کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یوں کہا کہ میں نے پہلی یا درمیان والی یا پچھلی
اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ
اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اس واسطے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے اس میں نیت مشروط نہیں کی اور زیادات
اور جامع کبیر میں اور قاضی خان وغیرہا میں نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر میں بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے بحر الرائق میں کہا کہ باعتبار
اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ و اختارہ
الطحطاوی بحر واقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا
بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخیرۃ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی

اور طحاوی نے اس کو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام نے البتہ اس کا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اس واسطے کہ فقہاء کا یوں کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسی کو لیتے ان الفاظ میں سے ہے جن سے اعلام دیا جاتا ہے افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے **ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ** او اخترت الطلقۃ الاولی **بانت بواحدۃ فی الاصح** لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے لہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق سے یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق سے بائن ہوگی مذہب اصح میں اس واسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی **امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاخترت نفسہا طلقت رجعیۃ** لتفویضہ الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی ہوگی اس واسطے کہ زوج نے اس کو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگی چنانچہ بالعکس اس کے یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بفی و مثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بھی ہے مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اس میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اس واسطے کہ فی اور بے یہاں واسطے ظرفیت کے ہیں اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ اس میں لفظ طلاق کا منفصل ہے اس واسطے کہ علت اور غایت شے کی شے سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہ ہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظ الطلاق لم یکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اس طرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھ کو خرچ نہ پہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کی طرف سے خرچ نہ پہنچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اس واسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہ ہو تو بائن طلاق واقع ہوگی م نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امراتی فلا خیار لہا مالم یخیرہا زوجہا نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اس واسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب تک وہ مرد اس کو نہ کرے گا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچانے اس مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہے پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے

کر تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو سو کہا زوجہ نے کہ میں نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغداً اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کرے گی تو کل بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غداً تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغائرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار باطل نہ ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہما کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے میں تو مختار رہے گی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینے میں یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلاً دسویں تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار ہے وان قال یوماً او شہراً فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر زوج نے کہا کہ اختاری یوما یعنی اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت میں عورت خود مختار ہے طلاق کی ولو جعل لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی او یومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینہ کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اس کے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت اولا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت مجلس عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے ؛

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر یہاں بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اس کے زوج نے اس کے تصرف میں کر دیا تخییر کا مقدم کیا اس واسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اس میں اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر** امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین کی نیت کرنے میں اختیار کے مانند نہیں نہ اس کے غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے باقی امور میں دونوں برابر ہیں **اذ قال لہا** ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ **امرک بیدک** او بشمالک او فمک او لسانک **ینوی ثلثا** ای تفویضہا **فقالت** فی مجلسہا اخترت نفسی **بواحدۃ** او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق **وقعن** جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اس واسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیۃ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا واحدہ[1] سے اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا طالق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہوں گی **م** صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یوں کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کرے گی تو شرط پائی جاوے گی تو طلاق واقع ہوگی اسی طرح صغیرہ کے ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسی طرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسی طرح تین طلاق واقع ہوں گی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا ان کو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ

---

[1] اگر تو اختیار کرے اپنے نفس کو تو تو ایسی ہے یعنے طلاق ہے ۱۲

یکیجیے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا مع شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہرالفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اس کی
کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید بائن لفظ لو جعل امرہا بیدہا فقال الاب قبلت طلقت اس واسطے کہ امر جب باپ
کے ہاتھ میں ہوا اور پھر اس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاوے گی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اس واسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی
شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی **واعرتک طلاقک** وامرک
بیداللہ ویدک اوامری بیدک علی المختار خلاصۃ **کامرک بیدک** وذکر اسم اللہ تعالی للتبرک وان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہ اقوال یعنی میں نے تجھ
کو تیری طلاق رعایت دی اور امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنی اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول
مختار کے کذا فی الخلاصۃ اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ
ویدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت کے واسطے ہے اور اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت نہ کرے گا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی
ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق
مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اس وقت موجود نہیں تو قسم لی جاوے گی
زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لا دے گی تو مقبول ہوں گے اس کے گواہ دلالت حال پر یا اس کے اقرار پر چنانچہ یہ
مضمون اول باب الکنایات میں مذکور ہو چکا **واتحاد المجلس علمہا** وذکر النفس اوما یقوم مقامہا **شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم
بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق** لعدم شرط خانیۃ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا
نفس یا اس کے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو اختیار دیا اور اس کو اس کا علم نہ ہوا اور عورت نے اپنی ذات
کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑے گی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنی علم کے کذا فی الخانیۃ **وکل لفظ یصلح
للایقاع منہ یصلح للجواب منہا ومالا یصلح** للایقاع منہ **فلا یصلح** للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو طلقتک لان
المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی
جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے
کہا کہ میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہو گی اس واسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب
زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب
کے لائق نہیں اس واسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق سے نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ
الاختیار خاصۃ فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اس واسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے
کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر
لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اس کے باپ کے قبول کرنے
سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اس کو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوائے لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے
ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ کا اور اس کے باپ کا جواب صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف

لہ اگر زوج نے زوجہ کا امر اس کے باپ کے اختیار میں کیا اور اس کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو جاوے گی ۱۲

کی طرف سے یوں ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب دینا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی** قولہا فی جوابہ **طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ** لما ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق سے یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق سے تو بائن ہو گی ایک طلاق کیا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اسی کی تفویض کا اعتبار ہو گا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اس کو اختیار ہو گا **ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد** لانہما تملیکان اور نہ داخل ہو گی رات مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں رات اس واسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا **فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم فکان امرہا بیدہا بعد غد ولو** طلقت لیلا لم یصح لعدم تعلق الامر بہ سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہو گا اختیار اسی دن کا تو اس کا اختیار باقی رہے گا پرسوں کا اور اگر عورت طلاق دے گی رات کو تو صحیح نہ ہو گی اس واسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دے گی عورت مگر ایک با یعنی ہر چند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی **ویدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغداً وان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد** لانہ تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کرے گی تفویض کو آج تو باقی نہ رہے گا اختیار کل کے دن میں اس واسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی **ولو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران** ولم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہے گا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اس واسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضی خان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہاء کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل چنانچہ یہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ ہے آگاہ کرنا ہے شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر امرانہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اس کے رد کر دینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا دونوں قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرض دار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اس کے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وانہ فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الوالجیۃ امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکاً اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم وغداً میں اگر عورت اول دن انکار کرے گی تو دوسرے دن میں بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہے گا اور والجیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے

رد کر اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اس کا اس دن جس دن اس نے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اس دن
کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متعدد ہونے کے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول
قول کا تناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہاں اثبات
تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی تبقی لو طلقها بائنا بل یبطل امرها ان کان التفویض منجزا نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار
فامرک بیدک او موقتا عمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اس کو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوگا اختیار عورت کا
جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہاں اس کا اختیار باطل ہوگا اس واسطے کہ اگر باطل نہ ہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن
کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اس طرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض وقت ہو اس طرح کہ امر
تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو اختیار عورت کا باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی
العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لیکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض
منجز کے ہے یعنی دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد اس واسطے ہے کہ ظاہر روایت مقدم ہے فروع مسائل ملحقہ
شارح کے نکحها علی ان امرها بیدها صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہ صحیح ہے ھم بحر الرائق میں خلاصہ اور
بزازیہ سے اس میں تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو ادعت جعل امرها بیدها لم تسمع الا اذا طلقت نفسها بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنیکا عورت کو اس دعوی کی سماعت
ہوگی مگر جب کہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل
وانکر فالقول لها کہا عورت نے کہ میں طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اس کا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرها بیدها ان
ضربها بغیر جنایۃ فضربها ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا
ہے کہ میں نے قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتها علی الشرط المنفی کما سیجیئ اور مقبول
ہوتے ہیں گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اس کا ذکر آوے گا یعنی اگر عورت گواہ لادے کہ زوج نے اس کو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول
ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن شرط منفی پر مقبول ہیں طلب اولیاؤها طلاقها فقال الزوج لابیها ما ترید منی افعل ما ترید فخرج فطلقها ابوها لم تطلق ان لم یرد
الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیوں نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اس کے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا
جی چاہے اور یہ کہہ کر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہ ہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق
کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اس میں معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا تدخل نکاح الفضولی مالم یقل ان دخلت امراۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح
فضولی کا جب تک زوج یوں نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح میں یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کروں
تو اس کی طلاق تیرے اختیار میں ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اس کے نکاح میں فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا
تو زوجہ اولی اس کی طلاق کی مالک نہ ہوگی اس واسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے
اس کو جائز رکھا اور اسی طرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرها بین رجلین فطلقها احدهما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص
کو تفویض کی پھر ان میں سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ دیا تھا **فصل فی المشیئۃ** یہ فصل

ہے مشیت میں یعنی وہ مسائل جن میں طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر **قال لہا طلقی نفسک ولم ینو اولوی واحدۃ** او ثنتین فی الحرۃ **فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن** قید بخطابہا لانہ لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ میں پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایک بار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینوں صورتیں عدم نیت کے ساتھ ہوں یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتوں میں ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اس واسطے کہ اگر یوں کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتوں میں سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب میں نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت میں خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی **ولقولہا** فی جوابہ **ابنت نفسی طلقت رجعیۃ** ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب میں یعنی طلقی نفسک کے جواب میں عورت کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اس پر واقع ہوگی اگر زوج نے اس کو جائز رکھا اس واسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا ہم زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق میں دونوں کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کی طرف اشارہ کیا سو اس کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **لا باخترت نفسی** وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب بھی نہ ہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا **ولا یملک** الزوج **الرجوع عنہ** ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے رجوع کرنے کا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یوں ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اس واسطے نہیں کہ تفویض میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق میں رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض میں بھی نہیں **ولیقید بالمجلس** لانہ تملیک **الا اذا زاد متی شئت** ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اس واسطے کہ تملیک ہے مگر جب کہ زوج نے متی شئت اور مانند اس کے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دے سکے گی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت واذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے **ولو قال لرجل ذلک** او قال لہا طلقی **لم یتقید بالمجلس** لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوکن کو تو یہ مقید مجلس نہ ہوگا تو اس کو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اس میں لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اس واسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ میں تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہیں کر سکتا ہم بحرالرائق میں اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یوں بتلائی کہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **الا اذا زاد ان شئت** فیتقید بہ **ولا یرجع** لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید مجلس نہیں ہوتی مگر جبکہ توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اس وقت میں مقید مجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کر سکے گا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت باقی نہ رہی اس واسطے کہ وکالت میں خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں

وفی الخانیۃ طلقت ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشاء فاذا شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء عنہ غافلون اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہ ہوگا جب تک عورت طلاق کی خواہش کرے گی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کرے گی اپنی مجلس علم میں تو وکیل اس کو طلاق دے اپنی مجلس میں نہ غیر اس مجلس میں اس واسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسی طرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنی وکلاء طلاق نہیں جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا من النہر **قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت** لانہ بعض ما فوضہ وکذا الوکیل مالم یقل بالف کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک بار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسی طرح وکیل کا حکم ہے جب تک یوں زوج نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درہم کے مثلاً تو اس صورت میں اگر وکیل ایک طلاق واقع کرے گا تو نہ واقع ہوگی **لا یقع شئی فی عکسہ** وقالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اس کے بالعکس میں یعنی اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دے لیں تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی **طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ وکذا عکسہ لا یقع** فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بثلث فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفہا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسی طرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اس واسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اس طرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اس نے نصف طلاق واقع کی تو دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے جس میں مشیت پر تعلیق نہیں **امرہا بیائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر** الزوج بہ **ویلغو وصفہا** لان الاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل وہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شئی لانہا ما اتت بمشیتہ ما فوض الیہا خانیۃ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنی پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جس کا زوج نے امر کیا اس واسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساقط زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہے گی اور وصف لغو ہو جائے گا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہے تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے چنانچہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اس میں جواب ہی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج کے واقع ہونا اس وقت ہے جبکہ طلاق معلق نہ ہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ عورت بجا نہ لائی اس امر کو جو اس کی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا من الخانیۃ **قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق** او قالت شئت **ان کذا المعدوم** ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار **بطل الامر** لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت تکلم دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے

اس واسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیئت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیئت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی **وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی** اراد بالماضی المحقق وجودہ کان کان ابی فی الدار وھو فیھا اوان کان ہذا لیلا وھی فیہ مثلا **طلقت** لانہ تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اس کا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہے اور حالانکہ عورت اسوقت رات ہی میں تھی مثلا تو عورت مطلقہ ہو گی اسی وقت اس واسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے **قال لہا انت طالق متی شئت او متی ماشئت او اذا شئت او اذا ماشئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق** نفسہا **الا واحدۃ** لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ماشئت یا اذا شئت یا اذا ماشئت کے لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہ ہو گا یہ اختیار مشیئت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اس واسطے کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہے گی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہ ہو گی دوسری تعلیق کی بعد تعلیق اول کے بسبب عموم افعال کے **ولہا تفریق الثلث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی** لانہا تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست ہے ولیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکے گی اور نہ دو طلاق کو اس واسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں **ولو طلقت بعد زوج اخر لا یقع** ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا تفریقہا بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہو گی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلا حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اس نے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کیں تو اس نے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اس کو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہ ہو گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور اس کا مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ میں آوے گا **انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا لا مشیۃ** لہا لانہما للمکان ولا تعلق للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکے گی مگر جب کہ چاہے گی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہو گی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اس کی خواہش کا کچھ اعتبار نہ ہو گا اس واسطے کہ حیث اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اس واسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اس واسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اس واسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وفی کیف شئت یقع** فی الحال رجعیۃ اور انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہو گی یعنی قبل مشیئت عورت کے طلاق رجعی ہو گی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون مشیئت کے طلاق نہ ہو گی
دلیل امامؒ کی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وان شاءت**
بائنۃ او ثلثا وقع ما شاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر بعد
مشیئت میں عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہو گا جو کہ وہ چاہے گی اس واسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیئت عورت
کی موافق ہے ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہے مشیئت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی یعنی اس صورت میں دونوں کی نیت لغو ہو گی
اصل وقوع صریح کا باقی رہے گا اگر عورت مدخولہ ہے اور اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہو گی اور باطل ہو گا امر مشیئت کا اور قول زیلعی اور
عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے سو سہو ہے قلم کا ٹھیک یوں ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی کم شئت او**
ما شئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جے
بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے میں تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق
واقع کرنا طلاق بدعی میں نہ شمار ہو گا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہے تین طلاق کی طرف اپنی خلاصی کے واسطے اس واسطے کہ اس کو بعد مجلس کے
اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اس کو تین طلاق دینا بدعت ہے **وان ردت** او انت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک
اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یوں کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا لائی اس فعل کو کہ مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہو جائے گا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہے گا
اس واسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اس کا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے **قال لہا طلقی نفسک من ثلث ماشئت تطلق ما دون**
الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات
کو تین سے جس قدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کم تر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق میں وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر
اپنی ذات کے واسطے تین سے جس قدر کہ تو چاہے اس واسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث میں تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبینؒ نے کہ من بیانیہ ہے تو اس
صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکے گی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اس واسطے کہ من اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے
قال انت طالق ان شئت وان لم تشاء طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہو گی اس
واسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط بلاشبہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق لم تطلق لانہ
یجوز ان لاتحب ولاتبغض ولا یجوز ان لیشاء وان لاتشاء اور اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اس کو مبغوض
اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب نہ رکھتی ہو نہ مبغوض
بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیئت اور عدم مشیئت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق
فقالت کل فقالت کل انا اشد حبا لم یقع لدعوی کل ان صاحبتہا افعل حبا منہا فلم تتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہ تم دو میں جو
زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اس کو طلاق ہے یا یوں کہا کہ تم میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو سے اس کو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ میں زیادہ تر
محبت رکھتی ہوں طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ ہر ایک عورت کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی سوکن کو کم تر حب ہے بہ نسبت
مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق کے آپس کے **تتمۃ** التعلیق بالمشیئۃ او الارادۃ او
الرضا او الہوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو

معلق کرنا عورت کی مشیئت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا یعنی خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جس میں تعلیق کے معنی ہیں پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہیں بلکہ خاص تعلیق ہے تو مقید بمجلس نہیں واللہ اعلم بالصواب ۔

باب التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اس واسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا طلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃ من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا و اصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اس کو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت[1] طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اس واسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے ویسمی یمینا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی مجازا کہتے ہیں وشرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اس کا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یوں کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسی وقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہ ہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازات فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی اوبے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہ ہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے ووجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا رابط سے مراد وہ حرف ہے جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا وشرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حر او حکما کقولہ المنکوحۃ او معتدۃ ان ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کرے گا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہ ہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جاوے گی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اس واسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اس واسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اس واسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی الحاشیۃ

---

[1] تو طالق ہے جب تو داخل ہو گھر میں ۱۲

المدنی او الاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی لذلک کان نکحت امرأۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امرأۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہوں گا تیرا یہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کی طرف اسی طرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسی طرح کل امرأۃ نکحتہا فہی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی ویکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کے واسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہ ہو مگر جو عورت کہ معین ہو گئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے مم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر ہوا وصف یعنی باسم ونسب اور تعبیر ہوا و نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یوں ہے کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کروں گا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ زینب معین ہو چکی اسم اور نسب سے اس کی تعلیق طلاق میں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق بتزوجہا سو اگر مرد کہے گا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہو گی بمجرد اس کے نکاح کے اس واسطے کہ یہ عورت باسم ونسب اور اشارہ معین نہیں تو اس کی صحت تعلیق میں معنے شرط کے کافی ہیں ولو قال ہذہ المرأۃ الی آخرہ لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یوں کہے گا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے میں نکاح کروں گا طالق ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اس سے نکاح کرے گا اس واسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہو گیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا۔ بے فائدہ ہو گیا اس واسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہے غیر معروف میں اور معروف میں وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت میں شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اس طرح کہ اگر عورت سے نکاح کروں گا تو یہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہو گی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یوں کہنا مرد کا اجنبی عورت سے اگر تو زیارت یعنی ملاقات کرے گی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہ تعلیق اس واسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کے وقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطاہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسی طرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ میں جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہ منکوحہ نہ طالق ہو گی اس واسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش نہ ملک ہے نہ اضافت ملک کی اور مانند اس کے یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے پھر مول لیا اس نے ایک لونڈی کو پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہ ہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا بالطعام معہا بطبخ عند المزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق میں کہ یہ عورت کی زیارت ہمارے عرف میں یعنی مصر کے عرف میں نہیں ہوتی مگر جب کہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اس کھانے کو جس کی زیارت کو گئی ہے اس کے پاس پکاوے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو اس کو زیارت نہ کہیں گے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر میں یہ عرف باقی نہیں رہا کما لغا ابقاعہ للطلاق مقارنا لثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک او بعد نکاحک وصح مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونے کے

متصل یعنی مجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ ہی اور ایقاع طلاق یوں صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح کرنے میرے کے تجھ کو بسبب تمام ہو جانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر ہم بحرالرائق میں دونوں صورتوں میں اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک میں جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر کلام کامل ہوا تو زوج بمعنی ملک مجازاً قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک میں فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہیں تو کلام ناقص ہوا اس واسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل میں مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک میں فاعل مذکور نہیں لیکن مقدر ہے اس طرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہاں قیاسی ہے اور جب کہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او زوالہ کمع موتی او موتک یا لغو ہے ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اس واسطے کہ حالت موت منافی ہے ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب میں مفصل مذکور ہو چکا فائدہ فی المجتبیٰ عن محمد فی المضافۃ

لایقع و بہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی وللحنفی تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل محکم بل افتاء عدل وبفتویین فی حادثتین وہذا العلم لا یلیق

بہ بزازیہ فائدہ ہے مناسب مقام کے مجتبیٰ میں امام محمد سے روایت ہے کہ یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اس طرح کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمدؒ نکاح کرنے کے بعد طلاق نہ واقع ہو گی اور اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبیٰ اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کر دینے میں یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اس کو جائز ہے مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر حنفی اس عورت کی بلا تردد حلال ہو گی کذا فی البحرالرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق میں تقلید محکم یعنی حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید حنفی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی میں خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتویٰ دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دو مفتیوں کے دو فتوی پر عمل کرنا دو مقدمہ میں جائز ہے یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتویٰ دیا اور اس نے اس فتویٰ پر عمل کیا ایک عورت کے حق میں پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا تو وہ شخص دوسرے فتویٰ پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں نہ پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتویٰ اس کو دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا کہ فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا کہ اس کا علم رکھے فتویٰ نہ دے تاکہ جاہل لوگ ہدم مذہب پر راہ نہ پاویں اور بحرالرائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہے اس طرح کہ کسی عالم کے پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے اپنی احتیاج طرف نکل فضولی کے بیان کرے سو عالم اس کا نکاح عورت سے کر دے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہ ہوا کذا فی الحاشیۃ المدنی ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کم تر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اس کے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کرے گا اور بعد اس کے شرط تعلیق پائی جائے گی تو طلاق نہ واقع ہو گی الا المضافۃ الی الملک کما مر تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ سابق میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جب بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی الحاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور

ہوچکا سو درست نہیں ہوا اس واسطے کہ سابق میں یہ مسئلہ کہیں مذکور نہیں لا تنجیز ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی
نیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال المحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل
ہوتی ہے بینونت کبریٰ سے یعنی تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہوگئی اور حلت باطل ہوچکی تو اب
وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق باطل ہوگئی اور جو حلت کے بعد زوج ثانی کے پیدا ہوگی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہیں فلو علق الثلث
او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیٔ تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو
واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہوگی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہوگا کچھ عورت کے دخول دار سے اس واسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ
باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین
طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا تعلیق اس واسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج
کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج
کی بسبب بینونت صغریٰ کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہوچکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جب تک حلت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے
پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کرے گی اور شرط پائی جائے گی تو جس قدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہوگی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو
خواہ تین واوقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جس قدر ملک اول میں عدد طلاق
کے باقی رہ گئے اتنے بعد وجود شرط کے واقع ہوں گے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی تھی یعنی فی الحال واقع کر دی...
اس واسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آوے گا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین و محمد تعلیق باطل نہیں ہوتی
لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمدؒ کے نزدیک جس قدر تین طلاق باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے وثمرتہ فی من
علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد اور ثمرۂ اختلاف شیخینؒ اور محمدؒ کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق
کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اس نے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی
تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا درست ہے اس واسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اس کا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین
طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اس واسطے اس کو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد
کے کہ ان کے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کر سکتا اس واسطے کہ دو طلاق پہلے واقع ہوچکی تھیں اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہوچکیں
رجعت کی گنجائش کہاں رہی وکذا یبطل بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما اور اسی طرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب میں مرتد
ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہیں ہوتی وبفوت محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناہ
فیما علقناہ علی الملتقی وسیجیٔ مسئلۃ الکوز بفروعہا اور اسی طرح باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنے کا مقام نہ باقی رہنے سے
مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کرے گی یا داخل ہوگی اس گھر میں تو طلاق ہے پھر وہ شخص مر گیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہو
گئی یعنی اگر عورت اس باغ میں جائے گی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہم نے شرح ملتقی میں خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع
کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب میں آوے گا فرع مسئلہ شارح کا قال لزوجتہ الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ
رجعتہا قنیۃ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا

درست ہے کذا فی النفیہ اس واسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے زیادہ اس پر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی تھی کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار رہا تو جب دو طلاق معلق واقع ہوئیں تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اس واسطے رجعت کر سکتا ہے والفاظ الشرط اے علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال مالم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیاں وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہیں نزدیک وجود شرط کے ایک ان میں سے ان مکسورہ ہے اگر زوج نے اس کو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جب تک کہ زوج تعلیق کی نیت نہ کرے اور . . . . اگر تعلیق کی نیت کرے گا باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد ولن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ میں اور جملہ اسمیہ میں اور جملہ فعلیہ جامدہ میں اور اس جملہ میں جو متصل ہے ما اور قد اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہم نے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی میں ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر و نہی اور تمنی اور تخصیص اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سالتکم من اجر اور قد کی مثال ان یسرق فقد سرق اخ لہ اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یوں ہے ان دخلت ما طلقی او فانت طالق او فعسی ان طلقتی او فما انت لی بزوجۃ بہ نیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی معی بہ نیت طلاق او فسوف اطلقک خلاصہ یہ ہے کہ ان مواقع میں ف کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو اس نے شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہاں اگر زوج تعلیق کی نیت کرے گا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ ولو مبتداء لاضافتہا المبنی اور یہ الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہیں ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بموجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہے بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار لتعلق بدخولہا اور الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر میں تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن دخل من کن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فازداد عموما فی الغایۃ وہی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم میں سے داخل ہوگی گھر میں وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت ان میں سے داخل ہوگی گھر میں چند بار تو اس پر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کی طرف تو اس کا عموم زیادہ ہو گیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما میں مشہور ہے نہ اس کے غیر میں اور بحر الرائق میں روایت غایۃ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی الحاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم

لہ اصطلاح میں اس حرف کو کہتے ہیں جو سین یا سوف سے شروع ہو اور لغت میں تم سے رہائی دینے کو کہتے ہیں ۱۲ ۲ لہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں ۱۲ ۳ لہ اگر کھلے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے ۱۲ ۴ لہ پھر اگر ہٹ جاؤ گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری ۱۲ ۵ لہ اگر چوری کرے تو اس کے بھائی نے پہلے چورایا ہے ۱۲ ۶ لہ اور جو کریں گے بھلائی سو نا منظور نہ ہوگی ۱۲ ۷ لہ اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کرے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے ۱۲ ۸ لہ اگر تو گھر میں جاوے تو طلاق لے یا تو طلاق والی ہے یا قریب ہے کہ طلاق دی جاوے یا تو میری زوجہ نہیں یا میں تجھ کو طلاق دے چکا یا ہرگز میرے ساتھ نہ رہے گی یا آگے تجھ کو طلاق دوں گا ۱۲

اسماو اور ان الفاظ شرط میں سب میں باطل ہو جاتی ہے یمین بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جب کہ ایک بار شرط پائی جائے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار
شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین باطل ہو جاتی ہے بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی
ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق[1] پھر عورت داخل ہوئی گھر میں تین بار تو وہ تین طلاق بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی
کے زوج اول کے نکاح میں آویگی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ نہ واقع ہو گا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امراۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت
سے میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہو گی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ
لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان انکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی
سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اس سے
نکاح کرے گا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جب کہ میں تجھ سے تزوج کروں تو تو طالق ہے
تو اس صورت میں بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہو گی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب یعنی تزوج پر اور یہ سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق
واقع ہو گی ہر بار نکاح کرنے سے اگر چہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اس واسطے کہ جب شرط پائی جائے گی یعنی تزوج تو بالضرور اس کو جزا لاحق
ہو گی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان او سائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ
ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو تو طالق ہے پھر اس کو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک
طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاق یقع ثلث لتکرار الوقوع لکمنہ
لا یزید علیہ الثلث اور اس قول میں کہ کلما وقع علیک طلاق فانت طالق یعنی جب تجھ پر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اس کو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اس واسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور
ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہ ہو گا اس واسطے
کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں تکرار وقوع کی نہیں تو دو ہی بار واقع ہو گی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من
نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا
ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اس کی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا
بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام
آزاد ہو گا بجہت بقائے تعلیق کے بسبب باقی رہنے کل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
کا نہیں اس صورت میں جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلا شبہہ مبطل ہے تعلیق کا اس واسطے
کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہو
جاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اس طرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلاً بعد ابانت اور انقضائے عدت
کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہ ہو گی اسی طرح غلام آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوتی غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے
مسئلہ آئندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جس نے

[1] یعنی جب بار تو گھر میں داخل ہو تو تو طلاق والی ہے

معلق کیا ہیں طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر چکا ہو یہ یہاں تک کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہو جاتی ہے پھر اس عورت سے نکاح کر لے تو اگر عورت پھر اس گھر میں داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا اس صورت میں جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہ ہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایک بار داخل ہونے سے تعلیق نہ باطل ہوگی تو وہاں بعد عدت کے قبل اعادہ نکاح کے عورت کو تین بار گھر میں داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کما مر فی حاشیۃ ازدی **فان اختلفا فی وجود الشرط** ای ثبوتہ فیعم العدمی **فالقول لہ مع الیمین** لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف پڑے زوج اور زوجہ میں وجود شرط میں یعنی ثبوت شرط میں شارح نے وجود کو ثبوت کر اس واسطے تقریر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف میں قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاہا فادعی الوصول وانکرت کان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یوں کہا کہ اگر تجھ کو نہیں نفقہ مثلاً شہر رجب میں نہ پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا اس کا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے قنیہ میں بنظر ظاہر عورت منکرہ جلدی ہوتی ہے لیکن دراصل مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر میں ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا **لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یقیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی** لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ میں اس کی کہ مسئلہ سابقہ میں عورت ہی کا قول معتبر ہے اور اسی کو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق میں اور یہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اس واسطے کہ متون میں مطلقاً قول زوج ہی معتبر ہے اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ میں اختلاف ہے یا اس کے غیر میں لیکن مصنف نے منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا اپنے فتوی میں موافق متون اور شروح کے اس واسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہیں نقل مذہب میں تو بلاشبہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی اور خلاصہ بزازیہ کی روایت پر اس واسطے کہ دونوں فتاوی میں داخل ہیں چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہیں **الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجی صہرتی اللیلۃ فامرأتہ کذا فشہدا انہا لم تجئہ قبلت وطلقت منح** مگر جب کہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہ مقبول ہوں گے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یوں کہا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آوے گی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہیں آئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی پر گواہی مسموع نہیں لیکن یہاں اس واسطے مسموع ہوئی کہ یہ ظاہر میں نفی ہے لیکن حقیقت میں اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وفی التبیین ان لم اجامعک فی حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والآتیۃ لیستا علی اطلاقہما** اور تبیین میں یوں روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ سے جماع نہ کروں تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے جماع حیض میں کیا اگر دعوی جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض میں جماع کرنا اس کو ممکن ہے گو شرعاً جائز نہیں اور اگر دقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہے حائض نہیں تو قول زوج کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ واقع اس کے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنے ان اختلفا فی وجود الشرط فالقول ولہ اور مسئلہ آئندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونوں مسئلے اپنے اطلاق پر نہیں یعنی مقید ہیں مطلق نہیں اس واسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت

ف روایت متون وشروح برفتاویٰ مقدم است ۱۲　ہ اگر نہیں تو داخل ہوئی تو گھر میں آج تو تو طلاق والی ہے ۱۲۔

ے اس کی عدت گزر جائے اور بعد عدت کے عورت گھر میں داخل ہو تو ٹوٹ جائے کی تعلیق اس واسطے کہ ۱۲م

ے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہیں اور تقیید مسئلہ آئندہ کی خود وہیں مصرح ہے وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی
ی نفسہا خاصۃً استحساناً بلا یمین خبر دینا اور جو شرط جس کا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حب اور بغض تو وہاں عورت کے قول کی تصدیق
لی فقط اسی کی ذات کے حق میں نہ غیر کے حق میں اس واسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہے اور اپنی سوکن کے واسطے متہم ہے کذا فی الحاشیۃ المدنی
صدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بخشا وجہ استحسان کی یہ ہے کہ یہ شرط بدون عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی
ر اس پر حکم شرعی مترتب نہ ہو تو عورت پر اس کی خبر دینا واجب ہوتا کہ حرام میں نہ واقع ہو و مراہقۃ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت قریب البلوغ
نہ کی برابر ہے اور احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح میں تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھ کو حیض آیا تو اس کی تصدیق ہو
مانند بالغہ کے اور اسی طرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھ کو احتلام ہوا تو اس کے قول کی تصدیق ہو گی
ل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق وفلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا و عبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم
ن انقطع لم یقبل قولہا زیلعی و حدادی او احب طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعاً حدادی چنانچہ یوں
ا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اس کا
د ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اس وقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا چنانچہ زیلعی
حدادی نے اس کو مصرح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب خدا کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مخیرہ مطلقہ
لی نہ اس کی سوکن اگر زوج نے اس کی تکذیب کی اور اگر زوج نے اس کی تصدیق کی یا زوج کو اس کے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونوں عورتیں مطلقہ
وں گی یعنی خبر دینے والی اور اس کی سوکن کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا یقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلثا وقع من
ین رأت وکان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہو گی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہو گی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ
شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہو گی اس وقت سے جب سے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوئی
س واسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت باخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا دون
رتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہو گا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مر گئی تین دن کے
ندر تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ملے گی اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اگر تین دن برابر
ون جاری رہا تو زوج ثانی اس کا وارث ہو گا اور تصدیق ہو گی عورت کے قول کی اسی کے حق میں نہ اس کی سوکن کے حق میں کما مر وفی ان حضت
یضۃ بعدہا لو تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس قول میں اگر تو حائض ہو گی ایک حیض کہ یا نصف حیض یا ثلث حیض
ب صدق حیض کہ یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکساں ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہو گی
ہاں تک کہ پاک ہو جاوے عورت اس سے اس واسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدوں پاکی کے متصور نہیں ثم انما یقبل قولہا
لم تر حیضۃ اخری جوہرہ پھر یہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے میں وہاں تک مقبول ہے کہ اس نے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرہ
یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہو گا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہ ہو گا وفی ان صمت
یوما فانت طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یصدق بساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھے گی
یک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہو گی وقت غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہو گی

تو نوٹ لی ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اس واسطے کہ یوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے **قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا** ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ بما زوجہ سے کہا کہ اگر تو لڑکا جنا تو تجھ کو ایک بار طلاق ہے اور اگر لڑکی جنی تو تجھ کو دو بار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوئی اس کو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنے شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو **ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیئ لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع** اور تمام ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہو انقضائے عدت کے اس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی **فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء** پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اس میں کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعویٰ کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت میں حیضوں سے ہوگی اس واسطے کہ عدت بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوئی اس واسطے کہ ولادت ولدین معاً شرط واقع ہوگئی طلاق کی **وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاء وثلث تنزہا** اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اس واسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اس کے سبب اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہوں گی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر **وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزہا** اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اس واسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب غلام اول کے اور دو بسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ متحمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وہذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک غلاما فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق** لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریۃ لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اس طرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حمل نام ہے کل کا اس واسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب پائے نہ جانے شرط کے **وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالہا لعموم ما** اور اسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جائے حالانکہ ایسا نہیں **بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم اللفظ العام** بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ بعض فی البطن کا لڑکا اور لڑ

دونوں پر صادق آتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل تو طلاق اس پر نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جب تک دو برس سے زیادہ ولادت نہ ہوگی طلاق واقع ہوگی اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اس واسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بالعدۃ جوہرہ کہا مولی نے اپنی ام ولد سے اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اس کے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائے گی کذا فی الجوہرہ حلبی اور طحاوی محشیوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اس واسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق ولو الثلث لشیئین حقیقۃ بتکرر شرط او لا کان جاء زید او بکر فانت کذا لقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہوں دو چیزوں پر فی الحقیقۃ دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اس طرح کہ اگر آوے گا زید اور اگر آوے گا عمرو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیزوں پر بدوں تکرار شرط کے ہو اس طرح کہ اگر آوے گا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک یمین میں پائی جاوے گی اور اگر شرط ثانی ملک میں پائی جائے گی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب مشروط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک پھر جب شرط ثانی ملک میں نہ حاصل ہو تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے ایک یہ صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جاویں اس میں طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جاویں اس میں طلاق نہ ہوگی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک میں پائی گئی نہ دوسری تو اس میں طلاق نہ ہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک میں پائی گئی نہ پہلی اس میں طلاق واقع ہوگی علق الثلث والعتق وطئہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونوں شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونوں صورتوں میں بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اس واسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہیں بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سو ادخال بعد طلاق ثلثہ اور عتق کے نہیں پایا گیا عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ میں لونڈی میں دسواں حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ ولذا لم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدوں ادخال کے جماع نہیں لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی میں زوج مراجع نہ ہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدوں حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہ ہوگی نزدیک محمدؒ کے اس واسطے کہ اس فعل کو جماع نہیں کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اس واسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہیں اور مساس سے ثبت ہے رجعت کا بحر الرائق میں کہا کہ مذہب ابو یوسفؒ کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی الحاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جب کہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اس طرح کہ آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اس طرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدوں اخراج اور ادخال کے تو دونوں طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی میں اور مرد پر عقر واجب ہوگا بیچ طلاق یا عتق کی تعلیق میں

ورنہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اس میں یوں مذکور ہے کہ تعلیق عتق میں جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اس واسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک میں داخل ہوئی نہ شبہ حلت میں بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہاں شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہیں ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق اذا نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اس طرح کہنے سے زوج کے کہ اگر میں فلانی سے نکاح کروں تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اس کی طلاق بائن کی عدت میں یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اس کی عدت میں جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری میں حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہیں م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہیں اس واسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر میں زوج نکاح کرے گا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر میں باری نہیں تو عدم بقائے نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی و لو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر بحثا بما اذا اراد رجعتہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی میں یا زوج نے یوں نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کروں بلکہ یوں کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو دونوں صورتوں میں منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اس کو مسکین نے اور نہر الفائق میں بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہیں تو مطلقہ رجعی کی باری نہیں چنانچہ باب القسم میں اس کا بیان ہو چکا ہے پھر جب اس کی باری نہ ہوگی تو جدیدہ مطلقہ بھی ہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرا کہ سفر میں باری نہیں حالانکہ وہاں بھی نکاح جائز نہیں تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ ملا کر مگر یہ کہ انشاء اللہ کو منفصل نہ کہا بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلا پن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہے تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انت طالق طالق انشاء اللہ اور فاصل تکمیل چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثلثا او بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہے حد کو یا طلاق کو یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انت طالق یا زانیۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم انشاء اللہ سو ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الخانیۃ یعنی اس قدر انفصال مانع اتصال استثناء کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ وقع بائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو اس میں طلاق واقع ہوگی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اس واسطے کہ لفظ طالق خود موضوع ہے اس واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا او نوی قال رجعیا او بائنا لقع بنیۃ البائن لا الرجعی قنیہ وقواہ فی النہر اور زوج نے کہا کہ انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں م بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اس کی تقویت ہے اور در المختار کے محشیوں نے یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی

تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی مسبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہو گی اور جب کہ ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اس کی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعًا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم خانیۃ استثناء متصل مسموع ہو اس طرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کی طرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنی جب سماع کی یہ حد ہوتی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہو گا کہ ہرچند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جس کو آپ سنے اس سے اصم مستثنیٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لم یقع للشک نہ واقع ہو گی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے اس واسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہم کو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہو گی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہو گی اگرچہ زوجہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسی قدر کہا تھا کہ انت طالق مگر انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اس کا وارث نہ ہوتا کذا فی حاشیۃ للمدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم استثنا کے یعنی استثنا نے زوج کا ارادہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی ولا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اس کے برعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ تلفظ مشروط نہیں کذا فی العمادیۃ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور مشروط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہاں تک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلاقصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق واقع ہو گی بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور اس کے معنی کا علم مشروط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف ما شیئ بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ لعدم الوقوع انتہی وقلت ولم ارہ لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتویٰ دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جس نے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کے واسطے کسی غیر شخص نے درانحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثنائے غیر کا گمان رکھتا ہے فتویٰ دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اس طرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہٰذا عدم وقوع کا فتویٰ دیا شارح کہتا ہے کہ ہم نے اپنے علمائے حنفیہ سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علمائے حنفیہ کا یہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہ ہو گا واللہ اعلم ولو شہدا بہ او ہو لا یذکرہ ان کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانہ لغضب جاز لہ الاعتماد علیہما والا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں اس کا کہنا سو اگر زوج تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا ہے اس کی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدوں کے قول پر جائز ہے اور اگر اس کو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اس کو ان کے قول پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر الرائق ویقبل قولہ ان ادعاہ و

۱؎ تو طالق ہے طالق انشاء اللہ ۱۲ ۲؎ تو طالق ایک یا تین یا طلاق بائن ہے انشاء اللہ ۱۲ ۳؎ تو طالق ہے اے زنا کار انشاء اللہ ۱۲ ۴؎ تو طالق ہے اور طالق والی انشاء اللہ ۱۲ ۵؎ تو طالق ہے اے کلثوم انشاء اللہ ۱۲ ۶؎ تو طالق ہے بطلاق رجعی انشاء اللہ ۱۲

انکرنہ فی ظاہر المروی عن صاحب المذہب وقیل لایقبل الا ببینہ وعلیہ الاعتماد والفتوی احتیاطاً لغلبۃ الفساد خانیۃ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہوا استثنا کا اور منکر ہو اس کی عورت ظاہر الروایت میں جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہیں بدوں گواہوں کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتویٰ ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذافی الخانیہ یعنی اہل زمانہ میں بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدوں گواہوں کے قول زوج پر اعتماد نہ چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کریں جاہل تو ایک طرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہ بھی حیلہ سکھا دیتے ہیں تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعویٰ استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقیل ان عرف الصلاح فالقول لہ اور بعضے علمائے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقویٰ ہو تو اسی کا قول معتبر ہے ثم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ جب دو قول کی ترجیح میں اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے کذافی حاشیۃ المدنی و حکم من لم یوقف علی مشیتہ فیما ذکر کالانس والجن والملائکۃ والجدار والحمار کذلک اور حکم اس شخص کا جس کی مشیت نہیں معلوم ہو سکتی امر مذکور میں یعنی تعلیق بالمشیت میں چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہیں یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ سب آدمیوں کی خواہش معلوم نہیں ہو سکتی اسی طرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہو سکتی اور دیوار اور گدھے میں تو مطلق مشیت نہیں دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات ہیں ولو شرک کان شاء اللہ وشاء زید لم یقع اصلا اور اگر ملا یا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جس کی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلاً نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما لم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم واذا اور ما لم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یوں کہا انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ماشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان سب مثالوں میں طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثنا انت طالق لولا ابوک ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا یقع خانیۃ اور استثنا میں سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوا اور انت طالق لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہ ہوا اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر میں تیرا محب نہ ہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذافی الخانیہ یہ قول استثنا میں اس واسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنہ سبحان اللہ ذکرہ ابن الہمام فی فتواہ اور استثنا میں سے سبحان اللہ بیان کیا ہے اس کو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتویٰ میں یعنی اگر یوں کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہیں ہوتی ثم سبحان اللہ معنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے رقنال وغیرہ محشیوں کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اس کے متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذافی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ وانت حر وحر ان شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجہ لکونہ تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قولہ حر حرا وحر وعتیق لانہ توکید وعطف تفسیر فیصح الاستثنا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولیٰ نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق سے اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اس واسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے اول سے کچھ زیادہ فائدہ اس میں نہیں اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کی لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید میں جدائی نہیں ہوتی تو استثنا صحیح نہیں ہوا بخلاف

ف در اختلاف ترجیح قولین رجوع بظاہر الروایت واجب است

اس قول کے کہ انت حر ان شاء اللہ یا انت حر و عتیق ان شاء اللہ اس واسطے کہ قول اول تاکید ہے اور قول ثانی عطف تفسیری ہے تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام نہ آزاد ہوگا **وکذا یقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسفؒ لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع لو اخرہ وصححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسفؒ الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیۃ ولم یات بالفاء** اور اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ انت طالق اس واسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابو یوسفؒ کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جب کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسی طرح کہ انت طالق ان شاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابو یوسف کے قول کی اور خانیہ میں ہے کہ ابو یوسفؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی ان شاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امامؒ اور محمدؒ کے نزدیک تعلیق اور بہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیت کو یعنی ان شاء اللہ کو اور فی جزا میں نہ لاوے ہم شارح نے تصریح کی کہ متن اس مقام میں خلاف مفتی بہ ہے **وان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ** و القہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاوے گا یعنی یوں کہے کہ ان شاء اللہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے **وثمرتہ فی من حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال** اور ثمرہ اس اختلاف کا اس شخص کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جس نے قسم کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہ کھاؤں گا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ انت طالق اس کی زبان سے نکلا تو اس کی قسم ٹوٹے گی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہم یہ مسئلہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح یمین ہے یعنی تعلیق ہے ابو یوسفؒ کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی **وبانت طالق بمشیۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط** اور اس قول سے کہ تو طالق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضا الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی با معنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہ الصاق مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ مشیت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع ان پر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو **وان اضاف** ای مذکور من المشیۃ وغیرہا **الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس** کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنی مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کی طرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی و منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اس کا بیان ہوچکا ہے یعنی اگر یوں کہا کہ تو طالق ہے بمشیت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضائے زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے بعد مجلس کے نہیں **وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضاءہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالیٰ او الی العبد** لانہ یراد بمثلہ التنجیز عرفا فیصیر کقولہ انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کی طرف منسوب ہوں خواہ بندہ کی طرف اس واسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اس واسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی **وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل** اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی

ف مسئلتین خلاف مفتی بہ است ۱۲ ۔ لہ تو آزاد ہے آزاد اگر خدا چاہے ۱۲ ۔ ۲ے تو آزاد اور عتیق ہے ان شاء اللہ ۱۲ ۔ ۳ے انت ان شاء اللہ طلاق والی ہو ۱۲

مشیت وغیرہ اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق لمشیۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کے واسطے نفس الامر میں ضروری نہیں **و ان کان ذلک بحرف فی ان اضاف الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجود قدرۃ اللہ تعالی قطعا کالعلم** اور اگر امور عشرہ قول مذکور میں متصل ہوں بحرف فی لو اللہ تعالی کی طرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتوں میں اس واسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجائے انت طالق ان شاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت حق تعالی کے یقینا مانند علم الہی کے یعنی اگر یوں کہا کہ انت طالق فی علم اللہ تعالی یا یوں کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ علم الہی اور قدرت الہی قطعی الوجود ہیں اس قادر علیم سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ **وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالہوی والرؤیۃ وتعلیقا فی غیرہا وہی ستۃ** اور اگر نسبت کی بندہ کی طرف تو تملیک ہوگی پہلے چار امور میں یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا میں اور جو لفظ کہ ان کے ہم معنی ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی ان چاروں کے غیر میں اور وہ چھ ہیں یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یوں کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تعلیق کا اختیار ہے اور اگر یوں کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے **ثم العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بہا او لام او فی فہی ستون** پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا عبد کی طرف تو بیس ہوئے اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا ساتھ با کے مستعمل ہوں یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ تعالی او لعلم اللہ تعالی او فی علم اللہ تعالی او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اس واسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہیں و فی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے م اس عبارت سے دو صورتیں مفہوم ہوئیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ بولے دوسرے یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو میں ضرب کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہیں شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا **وعلی ما مر من العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون** اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب میں عنقریب مذکور ہو چکا ہے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں م عمادیہ میں تین احتمال مذکور ہیں ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں حلبی محشی نے کہا کہ یہاں تین سو بیس صورتیں ہیں اس واسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا بندہ کی طرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک کہ خالی نہیں کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا با سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونوں ملفوظ ہوں دوسرے یہ کہ دونوں مکتوب ہوں تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار میں ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے انتہتر ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتیں ثابت کی ہیں وفوق کل ذی علم علیم جس کو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر نہ کیا

لہ تو طالق ہے بسبب مشیت اللہ تعالی یا بوجہ اس کے امر کے ۱۲ ئہ طالق ہے بشرط خواہش زید ۱۲ ئہ تو طالق ہے بشرط حکم زید ۱۲ ئہ اور ہر علم والے کے اس سے بڑھ کر عالم ہے ۱۲ ف تکثیر وجوہ استثناء طلاق ۱۲

تفصیل کا مزہ نہ جانا و فی کیف شاء اللہ تعلق رجعیۃ تو اس قول میں کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنے تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایکبار نہیں دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہاں سے بحث استثنائے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنائے تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنائے عرفی دوسرا استثنائے وضعی استثنائے عرفی مذکور ہو چکا ہے یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنائے وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنائے وضعی وہ ہے جو مابعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور مابعد الا حکم میں مخالف ہوتا ہے ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنے منہ کہتے ہیں اور مابعد الا کو مستثنے بولتے ہیں وفی الاثنتین یقع واحدۃ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھ کو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویۃ اور اس قول کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھ کو تین طلاق ہیں مگر تین تو تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنے منہ کے ہو یا معنے میں برابر اس کے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال متن میں مذکور ہو چکی یعنی ثلث سے ثلث مستثنے ہوا ور مساوی کی مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہؤلاء او الا زینب وعمرۃ وہند وعبیدی احرار الا ہؤلاء او الا سالما وغانما وراشدا وہم الکل صح کما سیجیء فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق الا ہؤلاء یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر یہ یا یوں کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر زینب اور عمرہ اور ہندا اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہؤلاء یعنی میرے غلام آزاد ہیں مگر وہ یا یوں کہا کہ میرے غلام آزاد ہیں مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اس کی عورتیں اور غلام اتنے ہی ہیں جتنے کہ اس نے مذکور کیے تو یہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنائے کل ہے اس واسطے کہ لفظ نساء عام ہے اگرچہ واقع میں اس کی کل عورتیں اتنی ہی ہیں اور لفظ عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر میں اس کے غلام اتنے ہی چنانچہ کتاب الاقرار میں آوے گا ویعتبر فی المستثنے کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ وہو الثلث اور مستثنی میں معتبر ہے ہونا اس کا کل یا بعض مستثنے منہ کا مجملہ اس کلام کے جس کی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہیں یعنی اگر مستثنے منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے ففی انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدۃ تو اس قول میں کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو مجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اس واسطے کہ اکثر اقل سے نہیں گر سکتا والا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول میں کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنے تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہیں والا سبعا یقع ثلث اور اس قول میں کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہوں گی ومتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جب کہ چند استثنا ہوں بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنے کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی مذہب نحویوں کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہوں تو ہر ایک مستثنے کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدۃ میں ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہیں جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی فیقع ثنتان فی انت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ الا سبعۃ جب مستثنے متعدد بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہوں گی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات ہم اس کی دریافت

تھے قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اس کو ثانی مستثنیٰ پر بڑھایا اور ثالث مستثنیٰ کو ثانی سے ساقط کیا وعلیٰ ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنیٰ مراد ہے سو مثال مذکور میں اول مستثنیٰ تسعہ ہے اس کو عشرہ سے ساقط کیا ایک باقی رہا اس کو ثانی مستثنیٰ یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اس سے ثالث یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہ گئے لہٰذا شارحؒ نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہوں گی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنیٰ اخیر کو اس کے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اس کو اس کے قریب سے گرایا اسی طرح گراتے گئے مستثنیٰ منہ تک سو مثال مذکور میں اخیر مستثنیٰ سبعہ ہے اس کو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے آٹھ کو عشرہ سے ساقط کیا دو باقی رہے اسی واسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہوں گی کذا فی حاشیۃ المدنی ویلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہوں گی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلاً زید نے کہا کہ خالد کے مجھ پر دس درم ہیں مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک درم وجہ اس کی بموجب قاعدہ اولیٰ کے یہ ہے کہ مستثنیٰ اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اس کو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے ان کو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے ان کو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے ان کو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اس سے ایک ساقط کیا پانچ باقی رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اس کو تین سے گرایا دو باقی رہے ان کو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے ان کو پانچ سے گرایا تین باقی رہے ان کو چھ سے گرایا تین باقی رہے ان کو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے ان کو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے ان کو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے ان کو دس سے گرایا پانچ باقی رہ گئے لہٰذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں پانچ درم لازم آتے ہیں باقی رہا تیسرا قاعدہ اس کے دریافت کرنے کا سو اس کو شارح نے اپنے اگلے قول میں بیان کیا وتقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وہکذا ثم تسقط ما بیسارک مما بیمینک فما بقی فہو الواقع اور تقریب اس کے دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور عدد ثانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں اور عدد ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسی طرح لیتا جا ایک داہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جس قدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں لیا اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن یعنی دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اس کو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جن کا مجموعہ ہوا پچیس اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جن کا مجموعہ ہوا بیس پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہٰذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہیں اخراج بعض التطلیقۃ لغو بخلاف ایقاعہ ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اس کے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقۃ وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ اگر تجھ کو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق

سلہ ای باقرارہ بان لہ علی الخ

واقع ہوں گی کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ ان کے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفی السراجیۃ انت طالق الا واحدۃ یقع ثنتان انتہی فکانہ استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہوں گی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں سالت المرأۃ الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقۃ فقالت المرأۃ ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک ولہ ثلث نسوۃ غیرہا تطلق المخاطبۃ لا غیرہا اصلا ہو المختار لصیرورۃ الباقی لغوا فلم یقع بصرفہ لصواحبہا شیئ مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق کافی ہیں سو زوج نے کہا کہ تین طلاق تجھ کو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کے واسطے اور حالانکہ اس مرد کی تین عورتیں اور ہیں سوائے مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اس کے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہو گئے تو اس کی سوکنوں پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھ نہ واقع ہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی ایمان الفتح مالفظہ وقد عرف فی الطلاق انہ لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقرہ المصنف ثمہ فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اس کو ثابت رکھا ہے باب الایمان ان سکنت ہذہ البلدۃ فامرأتہ طالق فخرج فورا فخلع امرأتہ ثم سکنہا قبل العدۃ لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اس کے اسی شہر میں آرہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ شرط پائی جانے کے وقت وہ عورت اس کی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر اس کے بعد شہر میں آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اس واسطے کہ اس صورت میں تعلیق ہے سکنی پر تقیید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ان تزوجتک وان تزوجتک فانت کذا لم یقع حتی تزوجہا مرتین بخلاف الولم یؤخر الجزا فلیحفظ اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے بخلاف اس کے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ لاوے سو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کرے گا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک وان تزوجتک اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والہندیہ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک ثم طلقہا واعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعۃ اشہر فلہا ان تطلق نفسہا ولو اختلعت لا لانہ تنجیز والاول تعلیق زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب ہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اس کو طلاق دی یعنی تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور بعد عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اس کے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق نہیں اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہے گا اس واسطے کہ یہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی تفویض منجز ما دام النکاح قائم ہے پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہے گی اور مثال اول تعلیق ہے تو زوال

نکاح سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ودعاہا للوقاع فابت. فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ہذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا یقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کرے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونوں اسے بھول گئے یہاں تک کہ کل کا دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ بتائے تعلیق موقت میں امکان بر ہونے شرط ہے یہاں بسبب نسیان کے اس کا وقت باقی نہ رہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یاتیہا فاستلقی فجاءت فجامعت. ان استیقظ حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نہ کرے گا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اس نے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع میں جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انہ الما مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ کو آسودہ نہ کردوں مانع ہے تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے آسودگی سے مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے بدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ میں زوجہ سے ہزار بار جماع نہ کروں تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اس عدد خاص پر خانیہ میں کہا کہ ستر بار کثیر میں داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تیری وطی کروں تو تو طالق ہے تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اس واسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر زوج وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لے گا تو اس معانی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لہ امراۃ جنب او حائض ولنفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ عورت اس کی جنب ہے جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اس مرد نے کہا تم عورتوں میں سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہے تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی ولو قال افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا ان عورتوں سے کہ تم میں سے افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ذکر کرنے میں حیض افحش اور معیوب تر ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امراتہ طالق ان لم اقضہا فقال ہی ان تطلق امراتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر میں قضائے حاجت نہ کروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہ ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی تصدیق نہ کرے اس واسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہے تا کہ اس کی حاجت کچھ اور ہو جب اس نے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی کے واسطے یوں اظہار کیا علاوہ اس کے جب زوج اور زوجہ میں وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو معنی کے ساتھ لطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامراتہ کذا فذہب بہم لبعض الطریق فاخذہم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تم کو آج کی رات اپنے گھر کی طرف تو اس کی عورت مطلقہ ہے سو ان کو پہلا تھوڑی راہ تو پکڑا اس کو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اس کے گھر تک نہ پہنچ سکے تو وہ شخص حانث نہ ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ تعلق لیجانے پر تھی نہ گھر میں داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلے گی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہ ہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور غرق اور فتنہ کے کہ اس واسطے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف میں یمین سے مستثنیٰ ہوتے ہیں حلف لا یرجع ثم رجع لشئ نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹے گا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہ ہوگا ان لم تجئ بفلان اوان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل ردہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاوے گی

تو تو طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا لے لیا عورت کے دینے سے پہلے تو حانث نہ ہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فلذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسی طرح حانث نہ ہوگا اس قول میں کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھ کو نہ دوں وہ اشرفی جو مجھ پر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی نج کو معاف کر دی اس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین باطل ہوئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالے گا اپنے گھر کے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اس کے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اس کا نکالنا ممکن نہ ہو تو یمین یعنی ادائے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یوں کہے کہ میں نے تجھ کو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہ ہوگا بقی مایکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا ولو دفع لہا الکل بل تبطل الظاہر لا لتصریحہم لصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اس میں جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لے جائے گا یا اس پر دوسرا نکاح کرے گا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہوگی یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اس واسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اس کا پھیر لینا درست ہے مراد تعالیق سے وہ وثائق ہیں جو عقد نکاح کے وقت شروط لکھے جاتے ہیں براءۃ اسقاط یہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کر دے اپنا حق اس کی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہو گیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما لصدقہ اولانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہیں ہوا اس گھر میں آج پھر بولا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر میں نہ داخل ہوا ہو تو اس پر کفارہ قسم کا نہ لازم آوے گا اور اس کا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آوے گا بسبب صدق اس شخص کے یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس میں گناہ ہے کفارہ نہیں اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہیں خدا کی قسم میں خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں قسمیں متناقض ہیں اگر ایک میں صادق ہوتا تو بالضرور دوسرے میں کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہ ہوگی جب تک کہ پہلی قسم میں صادق نہ ہو اور پہلی قسم یمین باللہ ہے اور اس میں قاضی کے حکم کو دخل نہیں پھر بدون قاضی کے اس کا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہٰذا اس مسئلہ میں یہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث بالیمین لدخولہا فی القضاء یہاں تک کہ اگر اس کی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونوں یمین کے قاضی کے حکم میں باقی بیان اس کا باب عتق البعض میں انشاءاللہ تعالیٰ آوے گا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطہ اللحام بدراہمہ قال زوجہا ان لم ترد یہ الیوم فانت کذا فحیلتہ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اس درم کو اپنے درموں میں ملا ڈالا اور اس کے زوج نے کہا کہ اگر اس درم کو آج نہ پھیر لاوے گی تو تو طالق ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جس میں وہ درم داخل ہے لا دے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ درم پگھلایا گیا یا دریا میں گر گیا تو زوج حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذیب اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فامرأتہ کذا فحبس ولو فی بیت حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہوں میں آج جہان میں یا اس دنیا میں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر میں قید رہے یہاں تک کہ وہ دن گذر جاوے تو جب کہ وہ قید ہوگا

حانث نہ ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا (اوینفوا من الارض)[1] تو گویا وہ حبس سے دنیا میں موجود نہ رہا اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجائے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اس واسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا کہا ولوحلف ان لم یجز ب بیت فلان غداً فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نہ ویران کروں فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہے فتویٰ کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فنعہا ابوہا حنث فی المختار اسی طرح حانث ہوگا جس نے یوں کہا کہ اگر میں نہ نکلوں اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اسکے بیڑیاں ڈالی گئیں یا یوں کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں تجھ کو اپنے گھر نہ لے جاؤں تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا سو وہ اس سے چھوٹ بھاگی یا یوں کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہ ہوگی آج کی رات میرے گھر میں تو ایسا ہوگا پھر اس کے باپ نے اس کو نہ جانے دیا تو ان سب صورتوں میں مرد حانث ہوگا قول مختار میں اس واسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اس میں اکراہ کی تاثیر نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق الباب اوقید لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کروں گا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث نہ ہوگا قول مختار میں اس واسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہو شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شئی پر نہ وجود پر جیسا کہ عدم حضور اور عدم ذہاب مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونے سے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہے جیسے دخول ان دخلت میں اور سکونت لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہ ہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فی من حلف لیوفینہ الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافاً لما بحثہ فی البحر فتدبر کما نہر الفائق میں اور مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اس شخص کے حق میں جس نے قسم کھائی کہ مقرر ادا کرے گا آج کے دن اپنے دین کو پھر وہ عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اس شخص کے جو اس کو قرض دے بخلاف اس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اس واسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادائے دین بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادائے دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہ ہوگا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہاں عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہے تو یہاں خبردار رہنا لہٰذا شارح نے تدبر اور تامل کرنے کو فرمایا۔

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جب کہ مصنف نے طلاق تندرست سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو اب طلاق مریض کی شروع کی عنوان بالاصالۃ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض سے تعبیر کیا بسبب اس کی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اس میں احکام مریض ہی کے ہیں اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں یقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجئ اور طلاق دینے والے[2] مریض کو فار بھی

[1] یا نکال دیئے جاویں زمین سے یعنے قید کیے جاویں ۱۲ [2] ایک نسخہ میں اس لفظ کے بعد واللہ سبحانہ اعلم بھی ہے ۱۲

یعنی بھاگنے والا بسبب اس کے بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تا کہ وہ اس کے مال کی وارث نہ ہو تو مردود ہوگا اس پر ارادہ اس کا تمامی عدت تک یعنی اس کے فرار کا کچھ اثر نہ ہوگا عورت عدت تک اس کی وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اس کا ذکر بھی آوے گا **من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره بان اضناه مرض عجز به عن اقامة مصالحه خارج البيت** هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان الى المسجد وعجز السوقي عن الاتيان الى دكانه وفي حقها ان تعجز عن مصالحه داخله كما في البزازية جو شخص کہ غالب حال اس کا ہلاکی سبب مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور لاغر کر ڈالا اس کو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہو گیا اس کے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کار و بار ضروری نہیں کر سکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہے جیسے عاجز ہو جانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق میں حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گھر کے جھاڑنے سے کذافی البزازیہ ومفاده انها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة قال في النهر وهو الظاهر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہ ہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے

قلت وفي آخر وصايا المجتبى المرض المعتبر المضني المبيح لصلاة قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم يقعده في الفراش كالصحيح ثم رمز شيخ حد التطاول سنة انتهى میں کہتا ہوں کہ مجتبیٰ کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونے میں سو وہ ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھ کر اور جس کو بیماری نے بٹھلا دیا اور جس کو فالج کی بیماری ہو وے یعنی آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جس کو سل کی بیماری ہو جب کہ وہ پرانی ہو جاوے اور اس کو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینوں بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبیٰ فتاوی عالمگیری میں یہ حد تطاول کی شیخ تمرتاشی سے منقول ہے اور واقعات میں شمس الدین سرخسی سے کذا في حاشية المدني وفي القنية المفلوج والمسلول والمقعد ما دام يزداد كالمريض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جب تک یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تک ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہے تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہو گئی تو مانند صحیح ہیں **او بارز رجلا اقوى منه او قدم ليقتل من قصاص او رجم او بقي على لوح من السفينة او افترسه سبع وبقي في فيه فار بالطلاق** خبر من یا غلبہ ہلاکی کا اس طرح پر ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار کرنے یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے یا پکڑا ہو اس کو درندہ جانور نے اور اس کے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اس واسطے کہ عورت کا حق اس کے مال میں متعلق ہو چکا شارح نے کہا کہ فار بالطلاق خبر ہے من غالب حاله الهلاك کی یعنی جس پر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے **ولا يصح تبرعه الا من الثلث** اور صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود وغیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کہنا زیادہ مہر مثل سے **فلو ابانها وهي من اهل الميراث علم باهليتها ام لا** كان اسلمت او عتقت ولم يعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اس کی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ اس کی زوجہ کتابیہ مسلمان ہو گئی یا اس کی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اس کا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہو **طائعا بلا رضاها** فلو اكره او رضيت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی سے بدوں رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا

لہ ایک نسخہ میں لم یقعدہ لازم ہے بدون ضمیر مفعول کے یعنے اپاہج وغیرہ جب مدت کے بیمار ہوں اور بستر پر نہ گرے ہوں تو تندرست کے مانند ہوئے ۱۲

اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہے وراثت کا اس واسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے
ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہۃ ورثت اگر عورت پر جبر ہوا اس کے راضی ہونے پر یعنی عورت سے
بہ زبردستی طلاق کا سوال کر دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اس واسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں
وہو کذلک بذلک الحال ومات فیہ فلو صح ثم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسا ہی بیمار اسی حال سے بنا رہا
اور اسی مرض میں مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہو گیا پھر زوجہ کی عدت میں مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اس کی بذلک السبب
موتہ او لغیرہ کان قتل المریض او یموت بجہۃ اخری فی العدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے
موت ہو زوج کی یا اس کے سوا جیسے کہ مریض قتل کر ڈالا جائے یا کسی اور جہت سے مرجائے عدت میں عدت کی قید مدخولہ کے واسطے ہے
تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مرگئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے ہم متن میں
لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دے گا اپنی خوشی سے اور اسی بیماری میں عدت کے اندر
مرجائے گا تو عورت مطلقہ اس کی وارث ہوگی موت اس کی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی
اس واسطے کہ ہر چند اس پر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں ہوتی وعند احمد ترث بعد العدۃ ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک
زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جب تک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے اور یہی مذہب ہے اسحاق اور ابن لیلی کا اور امام مالک کے
نزدیک اگر دس ازواج سے نکاح کرے گی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت بائنا
او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسی طرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے
والی تو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن سے یا تین طلاق سے اس واسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہاں تک کہ وطی اس کی حلال ہے اور زوجین
ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہوگئی
تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اہلیتہا للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کے واسطے زوج کی موت
کے وقت بخلاف بائن کے کہ اس میں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی مشروط ہے وکذا ترث مبانۃ قبلت او طاوعت
ابن زوجہا لمجیٔ الحرمۃ بنیونۃ اور اسی طرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جس نے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اس سے ہم صحبت ہوئی بواسطے
آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کی طرف سے ہوئی نہ زوجہ کی طرف سے سو تقبیل یا
وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہ ہوگی ومن لاعنہا فی مرضہ او الی منہا مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جس نے لعان کیا اپنی عورت سے (یعنی)
بیماری میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اس کا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اس کی وجہ مذکور ہوئی یعنی
زوقت مرد کی طرف سے ہوئی نہ عورت کی طرف سے وان آلی فی صحتہ وبانت بہ ای بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح فمات او ابانہا
فارتدت فاسلمت فمات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت۔ اور اگر ایلا کیا
زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اس کے مرض میں تو وارث نہ ہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن
دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا عدت
میں تو عورت وارث نہ ہوگی زوج کی در صورت صحت اس واسطے وارث نہ ہوگی کہ وارث مطلقہ میں یہ ضروری ہے کہ جس مرض میں زوج نے اس کو

طلاق دی ہے وہ مرض الموت میں ہو پھر جب کہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جس میں طلاق واقع ہوئی مرض الموت
نہ تھا ولابد فی البائن ان تستمر اہلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت
لم ترث اور در صورت ارتداد اس واسطے وارث نہ ہوگی کہ ضرور ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہی طلاق کے
وقت سے موت کے وقت تک یہاں تک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لاوے کتابیہ یا آزاد کی جاوے مملوکہ
تو وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہیں تو دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار
نہ ثابت ہوئی اس واسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیٔ الفرقۃ منہا
چنانچہ عورت وارث نہیں ہوتی اگر زوج نے اسے طلاق رجعی　دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اس کا بوسہ لیا
اس واسطے وارث نہ ہوگی کہ فرقت اسی کی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قیدبہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت عملا باجازۃ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو
وارث نہ ہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت
زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث
رضا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کو مقطوع الذکر
ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہ ہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتوں میں عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث
نہ ہوگی ولو کان الزوج محصور الحبس او فی صف القتال او نزل حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا
من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے
کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر ہو کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت دردمندی یا کہ زوج کو تپ ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم
کے تو عورت وارث نہ ہوگی اگر ان حالات میں مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی میں مرگیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں والحامل لا تکون فارۃ
الا بتلبسہا بالمخاض وہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر اور حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے
درد زہ کے اس واسطے کہ وہ اس وقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کر سکتی اور امام مالک کے نزدیک جب کہ اس کو چھ مہینے پورے
ہو جاویں تب فارہ ہوتی ہے مخاض بمعنی طلق ہے یعنی درد زہ اذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا منہ
بمجیٔ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا او
لا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق
بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق
بائن کو وقت کے آنے پر مثلاً ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اس کی بیماری میں ہوئی یا معلق کیا اس کی طلاق
کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پہ
اور حالانکہ اس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ
سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی بسبب
فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا وان

قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نہ کروں تو تجھ کو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اس کو نہ کیا یعنے تطلیق یا تزوج نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو عورت اس کی وارث ہوگی اور اگر اس صورت میں عورت مرگئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ بسبب ترک طلاق اور تزوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا **وفی غیرہا لاترث وہو ما اذا کان فی الصحۃ او التعلیق فقط اولفعلہا** ولہا منہ بد اور ان صورتوں کے غیر میں وارث نہ ہوگی اور وہ غیر وہ ہے جب کہ تعلیق اور شرط دونوں صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج اور زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اس کو لابد نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں **وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علمہا** خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اول سولہ صورتیں ہیں اس واسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اس واسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنی تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتوں میں عورت وارث ہے اور دس صورتوں میں نہیں **م** تفصیل دہوہ مذکورہ کے احکام کی یوں ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہ ہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں بھی تو وارث نہ ہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط ہوئی مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لہا فی صحتہ ان شئت انا و فلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لاترث** کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت میں کہ اگر میں چاہوں گا اور فلانا شخص چاہے گا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اس کے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی **وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لایخفی اذ مشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط** اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونوں صورتوں میں پوشیدہ نہیں اس واسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اس میں مشیت زوج کی جزء ہے علت کی نہ تمامی علت کی **فتصادقا انّ المریض مرض الموت**

والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین اوعین اواوصی لہا بشیئ فلہا الاقل منہ ای مما اقراواوصی **ومن المیراث للتہمۃ** مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضائے عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کے واسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہو گا وہ ملے گا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاوے گی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاوے گی کمتر مال ملے گا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اس واسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اس کے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اس کے موافق ہو گیا ہو اور قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہو گیا **وتعتد من وقت اقرارہ** بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہو گی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتویٰ ہے **ولومات بعد مضیہا فلہا جمیع ما اقراواوصی** عمادیۃ اور اگر مر گیا زوج بعد انقضائے عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاوے گی جس کا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیۃ اس واسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہ رہی اجنبی ہو گئی تو اقرار یا وصیت اس کے حق میں صحیح ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی **ولولم یکن بمرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ ولوکذبتہ لم یصح اقرارہ** شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت میں نہ ہو تو صحیح ہو گا اقرار اس کا اور وصیت اس کی اور اگر زوج نے صحت میں دعویٰ طلاق اور انقضائے عدت کا کیا اور عورت نے اس کی تکذیب کی تو نہ صحیح ہو گا اقرار اس کا کذا فی شرح المجمع اور اسی طرح وصیت بھی صحیح نہ ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی الفصول**

ادعت علیہ مریضا انہ ابانہا فجحد واحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا لو بعدہ اور فصول میں ہے کہ دعویٰ کیا عورت نے زوج پر اس کی بیماری کی حالت میں کہ اس نے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اس کا انکار کیا اور قسم لی اس سے قاضی نے سو اس نے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی تصدیق کی اور زوج مر گیا تو عورت وارث ہو گی زوج کی اگر اس نے تصدیق زوج کی اس کے مرنے سے پہلے کی اور اگر اس کی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہ ہو گی **کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا** او اقر فان لہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم مانند اس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق سے اپنے امر سے زوج کی بیماری میں بعد اس کے زوج نے اس کے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملے گا یعنی اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاوے گی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاوے گی **قال صحیح لامرأتیہ احدیکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ** الذی مات فیہ فی احدہما صار فارا بالبیان **فترث منہ** کافی ومفادہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبینہ فی احدہما صار فارا ولم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جس میں مر گیا تو ہو گیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اس کی وارث ہو گی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنے تعلیق کی زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنے شرط واقع ہوئی مرض میں پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت میں تو زوج فار ہو گا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النہر الفائق **ولا یشترط علمہ** ای الزوج **باہلیتہا** ای المرأۃ **للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا اعتقہا قبلہ** او کانت کتابیۃ **فاسلمت ولم یعلم بہ کان فارا** فتح ظہیریہ اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں اور حالانکہ عورت کے مالک نے اس کو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہو گئی اور زوج کو اس کی آزادی یا اسلام کا علم نہ ہوا تو بھی زوج فار ہو گا تو عورت اس کی وارث ہو گی کذا فی الظہیریہ **بخلاف لو قال لامتہ انت حرۃ غدا وقال الزوج انت**

طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا لعدم لا ترث خانیہ بخلاف سابق کے یعنی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا
کہ تو آزاد ہے کل اور اس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھ کو تین بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا ......
یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اس کو کلام مولی کا علم نہ ہوا تو عورت وارث نہ ہوگی کذا فی الخانیہ اس واسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اس کو
علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اس کی طرف سے ثابت نہ ہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علق بعتقہا او مرضہ
او وکلہ بہ وہو صحیح فاوقعہ حال مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل
کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت میں سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا
وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینوں صورتوں میں عورت وارث ہوگی ولو باشرت المرأۃ سبب الفرقۃ وہی ای والحال انہا مریضۃ
وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او بتقبیلہا
ومطاوعتہا ابن زوجہا وہی مریضۃ لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ
بیمار تھی اور مر گئی قبل اپنے انقضائے عدت کے تو زوج اس کا وارث ہوگا چنانچہ جس وقت فرقت واقع ہوئی دونوں میں بسبب اختیار
کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں اور خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اس کی مطاوعت
سے اپنی بیماری کی حالت میں زوج باوجود جدائی کے اس واسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسی
واسطے یہ جدائی طلاق نہیں کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان
فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیۃ والفتح عن الجامع وجزم بہ فی الکافی قال فی البحر فکان ہو المذہب لانہا طلاق فکانت مضافۃ الیہ وقیل
قائلہ الزیلعی ہو کالاولی فیرثہا بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ
ان صورتوں میں زوج وارث نہ ہوگا زوجہ کا بنا بر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی میں
بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اس واسطے کہ یہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کی طرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت
ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فان کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب میں جا
ملی تو اگر ارتداد اس کا مرض میں ہوا تھا تو زوج اس کا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اس واسطے
کہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں والا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرثہا بخلاف ردتہ فانہا فی معنی مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت
ہی ورثتہ والا لا خانیۃ اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا بخلاف
ارتداد زوج کے اس واسطے کہ زوج کا ارتداد بجائے اس کے مرض الموت کے ہے اس واسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نہ کرے
تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوئے پھر اگر
عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق ثلثا فنکح امرأۃ ثم
اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لہما لان الموت معرف والاتصاف بالآخریۃ من وقت الشرط
فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تین بار سو اس نے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت

سے نکاح کیا پھر زوج مر گیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہ ہوگا تو وہ عورت وارث نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اس واسطے کہ موت معرف ہے　　لیعنی زوج کی موت سے یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا زوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا . . . .　لیعنے تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اس وقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوئی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل ملحقہ مختار ایا نہا فی مرضہ ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجہا فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترث لانہا فی عدۃ مستقبلۃ وقد حصل التزوج بفعلہا فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیہ زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے مرض الموت میں پھر کہا اس سے کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تین طلاق سے پھر اس سے نکاح کیا عدت میں اور مر گیا اپنے مرض میں تو وہ وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہ ہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ لیعنے طلاق بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدا عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت الوطل ہوئی تو وارث کیونکر ثابت ہوگی اس واسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہوسکے اس واسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہ ہوگا کذبہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کقولہا طلقنی وہو نائم وقالوا فی الیقظۃ ولوالجیہ جھٹلایا عورت کو وارثوں نے بعد موت زوج کے اس کی بیماری کے طلاق دینے میں لیعنی زوج کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اس کو طلاق　نہیں دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اس کا قول اس دعوی میں معتبر ہے کہ زوج نے مجھ کو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثوں نے کہا کہ جاگنے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقہا فی المرض ومات بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتہا اجنبیۃ بخلافہ فی العدۃ جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مر گیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضائے عدت کے بخلاف اس کے کہ اگر زوج عدت میں مر گیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اس کے قبضہ میں ہوگا تو عورت ہی کا قول اس وقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو جیسے نقد اور توشک اور لحاف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ اس میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونوں کے مناسب حال ہے اسی کو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثوں کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی۔

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی کا فتح ہے اور اس کا کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کا ہے بنفسہ متعدی نہیں ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اس واسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہیں ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض مادامت فی العدۃ ای عدۃ المدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا میں رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جب تک کہ مطلقہ عدت میں ہے اور مراد عدت

سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اس واسطے کہ خلوت کی عدم میں رجعت نہیں کذا ذکرہ ابن الکمال م رجعت کو استدامت ملک
قائم کہا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا فامسکوہن بمعروف یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک
قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اس واسطے لگائی کہ رجعت میں مال دینے کی حاجت نہیں اس واسطے کہ تصرف ہے
اپنے ملک قائم میں بلکہ اگر رجعت میں کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اس کا دینا واجب ہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت
میں بقائے عدت کی قید اس واسطے لگائی کہ بعد انقضائے عدت کے رجعت نہیں بسبب نہ باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی
وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے دعویٰ کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار
کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اس کے بالعکس میں یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اس واسطے کہ انکار وطی سے
حق رجعت کا ساقط ہو گیا وتصح مع اکراہ وہزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوکنے کے م ہزل نقیض
ہے جد کی اور قاموس میں ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اس کے منہ
سے نکل گیا کہ میں نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک ورددتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت
ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک سے یعنی میں نے تجھ سے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی میں نے تجھ کو پھیرا اور لفظ رددتک سے
یعنی میں نے تجھ کو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی میں نے تجھ کو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدوں نیت کے بھی اس واسطے کہ
ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہے رجعت میں بلا خلاف اور صریح میں حاجت نیت کی نہیں اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت
کہ تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی رفاتت امراتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدوں نیت کے رجعت صحیح نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ
المدنی ناقلا عن الحموی و بالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاہرۃ المس ولو منہا اختلاسا او نائما او مکرہا او مجنونا او معتوہا
ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرہ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اس فعل سے صحیح ہے جو موجب
ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کی طرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اس
پر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یوں کہے
کہ عورت نے مجھ کو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کریں کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات
میں رجعت ثابت ہوگی اس واسطے کہ رضامندی رجعت میں مشروط نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعت المجنون بالفعل بزازیہ اور رجعت دیوانہ
کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل میں زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہو گیا تو اس کی رجعت فعلی صحیح ہے
اس واسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہیں لائق اعتبار کے نہیں وتصح بتزوجہا فی العدۃ بہ یفتی جوہرہ اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے
عدت میں اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہے امام محمدؒ کا خلافا للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی
المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں بنا بر قول معتمد کے اس واسطے کہ وطی مقعد کی
وطی شہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائنا فان ابانہا فلا رجعت صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دی اور اگر عورت
کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہیں ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے وان ابت او قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ
لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا

یا یوں کہے کہ رجعت میرے واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار رہے بدوں عوض کے اس واسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اس کی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہ ہوگا ولو سمی بل یجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنی یوں کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال مسمی مہر کی زیادتی میں قرار دیا جائے گا یا نہیں جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں درست ہے اور دوسرے قول میں نہیں ویتعجل الموجل بالرجعی ولا یتاجل برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اس کی یہ ہے کہ نکاح کیا عورت سے مہر موجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو ان میں قریب تر ہے پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہ ہوگا یعنی مہر کی مدت پھر عود نہ کرے گی اس واسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لایکون الموجل حالا حتی تنقضی العدۃ اور صیرفیہ میں یوں ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جب تک اس کی عدت نہ منقضی ہو جاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونوں قولوں میں یوں ہے کہ خلاصہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تا کہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاوے گی دونوں میں یعنی عورت اور زوج ثانی میں اگرچہ اس نے وطی بھی کی ہو کذا ذکر الشمنی ہم جدائی اس واسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اس کو مہر مثل دینا لازم آوے گا اور عورت بعد عدت کے زوج اول کے پاس رجوع کرے گی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدوں کا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتاہب وان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہے نہ داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدوں اس کی اجازت کے تا کہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اس کی رجعت کا قصد رکھتا ہو بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہدایہ میں کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اس کو رد کیا بدوں اجازت جانے میں احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اس کی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کے عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنی اس طرح کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی تیری عدت میں سو عورت نے اس کی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعوی رجعت کا صحیح نہ ہوگا وکذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسی طرح رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت میں کہ میں نے اس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ میں نے اس سے جماع کیا تھا اور فصل محرمات میں مقدم ہو چکا ہے کہ گواہ مقبول ہیں نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر لمس اور تقبیل

گواہی سے ثابت ہوں کے عدت میں تو بھی رجعت ثابت ہوگی کان رجعۃ لان لثابت بالبینۃ کالثابت بالمعائنۃ وہذا من اعجب المسائل
حیث لایثبت اقرارہ باقرارہ بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی با جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز گواہی
سے ثابت ہے اس کے برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور یہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ مرد کا اقرار ثابت نہیں ہوتا اس کے
اقرار کرنے سے بلکہ اس کا اقرار ثابت ہے گواہی سے م بحرالرائق اور نہرالفائق میں یہ اعجوبگی امام سرخسی کی طرف منسوب ہے اور حلبی محشی نے
کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں اس واسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یوں اقرار کرنا کہ میں نے عدت میں رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعوی ہے
تو بدوں گواہوں کے کیونکر ثابت ہوگا کذافی حاشیۃ المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ للانشاء
فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت میں کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے بسبب
مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار کا بھی مالک ہے بخلاف قولہ راجعتک یرید الانشاء فقالت
علی الفور مجیبۃ لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدۃ حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف
اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہوں اس قول سے انشائے رجعت کا ارادہ کیا اخبار کا
سو عورت نے بلا توقف جواب میں کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی تو یہ رجعت صحیح نہ ہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضائے
عدت سے یہاں تک کہ اگر عورت سکوت کرے گی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضائے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے
یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہیں تو جب بلا سکوت عورت نے انقضائے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت
انقضائے عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہ ہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہاں اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو
اس صورت میں رجعت کے اندر واقع ہوگی اور امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی انقضائے عدت کی خبر اس وقت مقبول ہوگی جب مدت محتمل ہو
انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہوں اور اگر دو مہینے سے قبل انقضائے عدت کے عورت
نے خبر دی تو مقبول نہ ہوگی اور رجعت ثابت ہو جاوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو انکرت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لی گئی
عورت سے انقضائے عدت پر سو اس نے انقضائے عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ بعدہا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ
السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکرا الزوج والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج
نے بعد عدت کے کہ میں نے اس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اس کی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب کی اس کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہیں
یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہو گئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اس واسطے
کہ لونڈی بیان عدت میں امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا یمکنہا
ابطالہ پھر اگر تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت میں لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول صحیح
کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی میں سو ممکن نہیں لونڈی کو ابطال اس کا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اس کو طلاق دی اور عدت
گذر گئی تو مولی کی ملکیت بحالت وطی میں ظاہر ہو چکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہیں کر سکتی قالت انقضت عدتی
ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارہا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہو گئی پھر اس نے کہا کہ عدت
نہیں منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اس حق میں جو اس پر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی

ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم یقبل الا ببینۃ ولو حرۃ فتح پھر تو اعتبار نیت کا اسی صورت میں ہے اگر انقضائے عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضائے عدت کا بسبب حیض کے دعویٰ کیا بعد طلاق کے دو مہینے میں تو مسموع ہوگا اگر اس مدت سے کمتر میں دعویٰ کیا تو مقبول نہ ہوگا اور مدت معتبر نہیں اسقاط حمل میں اس واسطے کہ ممکن ہے بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہو جائے اور در صورت دعویٰ اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اس کے بعضے اعضا مخلوق ہو چکے تھے اس واسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہیں منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنے اور اگر عورت مدعی انقضائے عدت کی ہو بسبب ولادت کے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بدوں گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر

وتنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر یعم الامۃ لعشرۃ ایام مطلقا **وان لم تغتسل** اور منقطع ہوتی ہے رجعت جب کہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہو گیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ عورت نہائی نہ ہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے **او یمضی وقت صلوٰۃ** یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے عدت منقضی ہو گی **وان لاقل لا ینقطع حتی تغتسل** ولو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تزوج احتیاطا .... اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے کمتر میں تو عدت منقطع نہ ہو گی یہاں تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے بھی طہارت ثابت ہو گی انقضائے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے **او یمضی جمیع وقت صلوٰۃ** فتصیر دینا فی ذمتہا یا یہ کہ گذر جائے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جائے عورت کے ذمے میں مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور غسل نہ کیا تو عصر کے وقت اس کی مدت منقضی ہو گی ولو عاد ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اس واسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی **او حتی یتیمم** عند عدم الماء **وتصلی** ولو نفلا صلوٰۃ تامۃ فی الاصح یا یہاں تک کہ عورت تیمم کرے پانی نہ ہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنی اقل حیض میں عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں سو اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہو گی وفی الکتابیۃ بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب قلت ومفادہ ان المجنونۃ والمعتوہۃ کذلک اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اس کے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفادہ ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسی طرح ہے یعنی اس کی عدت بھی مجرد انقطاع حیض کے منقضی ہو گی اس واسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں **ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع** للتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول وترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہنچانا اگرچہ ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہو گی بواسطے احتمال جلد خشک ہو جانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہنچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اس نے اسکو ترک کیا ہو تو عدت منقطع ہو گی ولو نسیت عضوا لا تنقطع اگر غسل میں پورے عضو پر پانی پہنچانا بھول گئی مانند ہاتھ پاؤں کے تو عدت منقطع نہ ہو گی وکل واحد من المضمضۃ والاستنشاق کالاقل لا انہا عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضۃ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے کہ وہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں بنا بر قول صحیح کے تو کلی نہ کرنا ہو گی غسل میں تو عدت منقطع ہو گی **طلق حاملا منکرا وطیہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر من وقت الطلاق** او لستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح **صحت رجعتہ** السابقۃ طلاق دی حاملہ کو اس کی وطی سے منکر ہو کر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع

حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کے وقت
سے توزوج کی اگلی رجعت صحیح ہو گئی ۱؎ جب کہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی توزوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا
اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہو گئی اس واسطے کہ عین عدت میں واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ
مہینے سے کمتر مدت میں جنے گی تو شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہ ہو گی اس واسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت
بھی صحیح نہ ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی یہاں درمختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں یوں ہے (فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر
فصاعدا من وقت النکاح) ظاہر یہ نسخہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعاً تکذیب زوج
کی ثابت نہ ہو گی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا وتوقف ظهور صحتها على الوضع لاينافي صحتها قبله فلا مسامحة في كلام الوقاية
اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع حمل کے مخالف نہیں تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایۃ
الروایۃ کے کلام میں نہیں ہے یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ
ہے کہ حاملہ طلاق دے اس کی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کے اعتراض کا یہ ہے کہ
وقت طلاق سے بدوں کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہیں ہو سکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہو گئی پھر رجعت کیونکر
صحیح ہو گی اور ملت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدوں ولادت مذکورہ کے شرع اس
تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں
آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی
ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام میں کچھ تساہل اور مسامحت باقی نہ رہی كما صحت لو طلق من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعده
فلا رجعة لمضي العدة منكرا وطيها لان الشرع كذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حيث لم يتعلق باقراره حق الغير چنانچہ رجعت صحیح ہے
اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں اس واسطے کہ بسبب ولادت کے عدت
منقضی ہو گئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت اس واسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے
ولد کے واسطے فراش کے یعنی تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہو گا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہو گیا اس وجہ
سے کہ اس کے اقرار پر غیر کا حق متعلق نہیں ولو خلا بها ثم انكره اي الوطي ثم طلقها لايملك الرجعة لان الشرع لم يكذبه اور اگر عورت
سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اس کو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہ ہو گا اس واسطے کہ شرع نے اس کی تکذیب نہیں کی ولو اقربه وانكرته فله
الرجعة اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اس کا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اس واسطے کہ ظاہر حال شاہد
ہے زوج کا ولو لم يخل بها فلا رجعة له لان الظاهر شاهد لها ولوالجيه اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اس کی منکر ہے اور یہ
حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے کذا فی الولوالجیہ فان
طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاءت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لصيرورته مكذبا كما مر
پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر
رجعت کے بعد عورت لڑکا جنی دو برس سے کم تر میں وقت طلاق سے تو صحیح ہو گی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے

۱؎ پھر لڑکا جنی چھ مہینے سے کمتر یا اس سے زیادہ وقت میں نکاح سے ۱۲

دروغ گو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی میں زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی **ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر** ببطنین یعنے لبعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لاغایۃ لہ الا ان یاس **فھو** ای الولد الثانی **رجعۃ** اذ یجعل العلوق لوطی حادث فی العدۃ بخلاف مالو کان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنے گی تو تو طالق ہے پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اس کے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ میں جنی جب تک کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کرے اس واسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں سوائے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اس واسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائے گا عدت میں بخلاف اس صورت کے جب کہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہیں **وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث** فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلث عملا بکلما **وتعتد للطلاق الثالث بالحیض** لانہا من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور اس قول میں کہ جب تو جنے گی تو تو طالق ہے تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علق اس کا عدت میں وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اس واسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق سے ولد ثالث کے سبب سے کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اس واسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کے واسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اس واسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنے والی عورتوں میں داخل ہے جب تک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو بعد جب بڑھاپے میں داخل ہوگی تو اس کی عدت مہینوں سے ہوگی ولو کانوا ببطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اس ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر **والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین** ویحرم ذلک فی البائن والوفات **لزوجہا** الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ **اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ** والا فلا تفعل ذکرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کے واسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کے واسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں حاصل نہیں سنگار اس وقت مستحب ہے جب کہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہ ہو تو سنگار نہ کرے چنانچہ مسکین نے اس کو ذکر کیا ہے **ولا یخرجہا من بیتہا** ولو لما دون سفر للنہی مطلق **مالم یشہد علی رجعتہا** فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اس کے گھر سے نکال لے جائے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قران مجید میں مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اس کی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کرے گا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید

فتح القدیر میں بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اس کو مسلم رکھا ہے **والطلاق الرجعی لایحرم الوطی خلافاللشافعی فلو**
وطی لاعقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کرے گا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اس واسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے **لکن تکرہ الخلوۃ بہا**
تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ والالایکرہ مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد
نہ ہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں **ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والالاقسم لہا بحر عن البدائع قالح**
صرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کے واسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت
کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اس کی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحرالرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو
مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تاعدت منقطع نہیں **و**
ینکح مبانتہ بمادون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر ایک
طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے م لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ
کا تو بہتر یوں تھا کہ بلا فصل اسی کے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولاتعزموا عقدۃ النکاح
حتی یبلغ الکتب اجلہ یعنی نکاح کا قصد نہ کرو تاوقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر عدت میں نکاح
کرنے کی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الدر والمنتقی **ومنع غیرہ**
فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ نکاح جائز ہوتا
اور بعد اس کے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہ ہوتا کہ زوج اول کا نطفہ ہے یا ثانی کا م یہ تعلیل صغیرہ اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور
معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموماً منع ہے اور زوج اس سے بالاجماع مخصوص ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن النہر **لاینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنبینہا بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول**
نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے
ہم ثابت کریں گے اگر منکوحہ حرہ ہے تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہے تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو
تو بھی نکاح حلال نہیں وما فی المشکلات باطل او مأول کما مر اور جو قول مشکلات میں یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے
سو باطل ہے یا مأول ہے باطل اس وجہ سے ہے کہ نص اور اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اس کی یوں ہو سکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول
ہے تو اس صورت میں اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اس کا بیان باب
الطلاق قبل الدخول میں شرح ہو چکا **حتی یطاہا غیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ**
مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہاں تک کہ جماع کرے اس سے غیر اس کا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا
ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہے یا زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو
مطلقہ ذمیہ کے واسطے خصی کا محلل ہونا اس واسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اس کے فوطے نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اس طرح
ہو سکتی ہے کہ اس کا ولی اس کا نکاح کر دے مگر طلاق اس کی بدوں ہوش آنے کے صحیح نہ ہوگی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہے کہ کتابیہ

ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اس سے نکاح کرے گا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح
اس کا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطأہا بعدہ زوج
ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے
غلام نے نکاح بدوں اذن مولیٰ کے کیا اور وطی کی اس سے قبل اجازت مولیٰ کے تو وطی اس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نہ کرے گی جب تک
دوبارہ اس عورت سے وطی نہ کرے بعد اجازت مولیٰ کے اس واسطے کہ نکاح غلام کا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے بدوں اجازت کے نافذ
نہیں ومن لطیف الحیل ان تزوج بمملوک مراہق بشاہدین فاذا اولج یملکہا لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرہا اور زوج اول پر حلال ہونے
کی نہایت خوب تدبیر یہ ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کرے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدوں کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک
عورت کو غلام کا مالک کر دے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دے کہ وہاں بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے
عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور یہ حیلہ مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح میں شرط نہیں لہذا شارح نے آئندہ قول میں اس کا استدراک کیا
لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جس پر فتویٰ ہو چکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال
نہ کرے گا بسبب کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہ ہوگا تو اس کو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء
الاولیاء میں گذر گیا وتمضی عدتہ اور مطلقہ ثلاثہ زوج اول پر اس وقت حلال ہوگی جب کہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی
عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا
وطی المولیٰ اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نہ کرے گی وطی مولیٰ کی
یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی پھر اس لونڈی کے مالک نے اس سے وطی کی بملک یمین
بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد
طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنی جس نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو دو بار طلاق دی پھر اس لونڈی کو مول لیا تو اس
مشتری کو وطی اس کی بملک یمین حلال نہیں اس واسطے کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالیٰ حتی تنکح زوجا غیرہ ثم مسئلہ
ملک امۃ کا لا یحلہا وطی المولیٰ پر معطوف نہیں اس واسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اس کے تو شارح نے مناسبت مقام اس کو
بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وردۃ وسبی یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی
ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الاسلام میں گرفتار ہو کر آئی پھر اس کے مالک نے اس سے وطی کی تو زوج اول پر
یہ عورت حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ونظیرہ من فرق بینہما بظہار ولعان ثم ارتدت
وسبیت ثم ملکہا لم تحل لہ ابدا اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع
ہوئی پھر زوجہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اس کا مالک ہو گیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہ ہوگی یعنی ظہار میں
بدوں کفارہ کے اور لعان میں بدوں ابطال لعان کے حلال نہ ہوگی تو شارح کے کلام میں یعنی حرمت موبدہ کے ذکر میں مسامحت ہے اس
اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن بہ فلو کانت
صغیرۃ لا یوطأ مثلہا لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی کے ہونے کا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی

[Margin note, vertical, best reading] لعدم الفائدۃ ان لم یطأها الزوج الاول فیھما [illegible]

صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہ ہو تو زوج اول پر حلال نہ ہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اس واسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور
اس کی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان افضاہا بزازیہ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق
ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوگی اگر زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے قبل اور
دبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاویں فلو مفضاۃ لاتحل لہ الا اذا احبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلہا جب وطی متیقن شرط تحلیل
کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلاثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہ ہوگی مگر جب کہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم
ہو جائے کہ وطی اس کی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدوں حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ دونوں مکان مل کر ایک ہو
گئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہ نہیں اس واسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اس کی یہ حالت ہوگئی تو
دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہو گیا کما لو تزوجت بمجبوب فانہا لاتحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح فالاقتصار علی الوطی
قصور الا ان یعم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلاثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ
حاملہ نہ ہو اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہر چند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اس واسطے کہ زوج ثانی کا
آلۂ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہاں تک کہ بسبب اس
دخول حکمی کے اس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل
کے ذکر میں فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نہ رہے گا مقطوع الذکر بھی
وطی حکمی میں داخل رہے گا والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت میں
حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کے واسطے اور مر جانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہیں کرتا بدوں وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل
جانا ہے اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت
میں سبب ہے علت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا
اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وہو التقاء الختانین بلا حائل
یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شائد قول قنیہ کا ضعیف ہے اس واسطے کہ تبیین میں یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال
ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدوں حائل ہونے اس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ہم شیخ رحمتی محشی نے
کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اس واسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد میں محال ہے تو اشکال مصنف
کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلہا من لایقدر علیہ الا بمساعدۃ الید الا اذا انتعش
وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراما وان لم تنزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے
تو عورت کو زوج پر حلال نہ کرے گا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پہ بدوں مددگاری ہاتھ کے مگر اس وقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد ادخال
بمساعدت ید کے اس کو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام میں ہو اگرچہ وطی
ان حالتوں میں حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہ ہو اس واسطے کہ تحلیل میں لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری
جماع سے قلت وفی المجتبیٰ الصواب حلہا بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمۃ لا یحلہا للاول

لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان یکون الوطی فی حالۃ الاغماء کذلک شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مجتبیٰ میں ہے کہ حق یوں ہے کہ ثابت ہوتی ہے
حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقاً خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو خواہ بلا مساعدت　　لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں یوں ہے کہ اگر
سوتی عورت سے وطی کرے گا تو عورت کو زوج اول پر حلال نہ کرے گا بسبب عدم ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی
حدیث صحیح میں مرد اور عورت دونوں کے واسطے جماع کی لذت یابی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہیں اور سزاوار یوں
ہے کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسی طرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے
شارح مشارق فقہ الیسی کتاب معتمد نہیں کہ اس کی روایت نقل مذہب میں درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اس کو رد کرتا ہے اور ذوق عسیلہ
نائمہ کو موجود ہے حکماً کیا تو نہیں جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اس پر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدوں لذت کے موجب غسل کا نہیں
تو نائم کو حکم غسل کا نہیں مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اس واسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہیں رہتی
کذا فی حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج للثانی تحریماً لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت
للاول لصحۃ النکاح وبطلان الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافاً لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل
کی شرط سے بموجب حدیث عبداللہ بن مسعود کے جو جامع ترمذی میں بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت
کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اس پر جس کے واسطے تحلیل ہوئی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونوں پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ
یوں ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھ کو طلاق دوں گا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت
حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہو جانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہیں ہو سکتا طلاق دینے
پر چنانچہ اسی کو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل میں نکاح بھی جائز ہے اور شرط
بھی جائز ہے یہاں تک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کرے گا تو قاضی بجبر اس سے طلاق دلائے گا اور فتح القدیر میں محقق نے
اس کو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت میں ثابت نہیں اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اس واسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جس کو عقد مقتضی نہیں تو اصل
نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطیف الحیل قولہ ان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلاً
فانت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا یوں کہنا ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور جماع کروں تو تو بائن ہے یا اگر میں تجھ کو
تین رات سے مثلاً زیادہ رکھوں تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھے گا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد
عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاوے گی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتک نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیہ اور اگر
عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اس کو طلاق نہ دیگا تو اس کے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات
کا نکاح کیا تجھ سے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ میں رہے یعنی طلاق کا مجھ کو اختیار رہے کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اس کی فصول عمادیہ
میں ہے م فصول عمادیہ میں یوں ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط
پر کہ میرا امر میرے ہاتھ میں رہے اور زوج نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہے گا اور اگر
زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح
جائز ہوگا اور طلاق کا اس کو اختیار نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اس کے نکاح میں نہ تھی
ت حیلہ تحلیل

طور تفویض بدوں ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں حالانکہ دونوں امر اس وقت موجود نہیں بخلاف پہلی صورت کے کہ جب زوج نے
قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوگی اما اذا اضمر ذلک لایکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح
وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملے گا بسبب قصد
اصلاح کے کہ بعد ازالۂ حرمت کے دو بچھڑے مسلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جب کہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع
صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یقضی
ببطلان النکاح ای فی القائم والآن لافی المنقضی بزازیہ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر زوج اول کا
نکاح صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کے واسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدوں ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی
عبارت سے ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اس کو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدوں
زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح میں
کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ میں کذا فی البزازیہ م شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہیں اس واسطے کہ یہ تعبیر اس کو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی
اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب میں صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح
فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ میں تو شافعیؒ کے پاس مرافعہ کرے
طحطاوی نے کہا کہ ایسے مسائل لائق اظہار کے نہیں کہ اس میں مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے علاوہ اس کے تین طلاق کا وجود کبھی متحقق نہ ہوسکے گا اس
واسطے کہ جب شافعیؒ نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو
نہایت متعسر ہے اس واسطے کہ عدالت مشروط نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب
حنفی کے ہو تو ہماں آش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا اولم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال
الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں
کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہ ہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور
اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو
یدخل لم یہدم اتفاقا قنیہ مادون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمدؒ اور زوج ثانی بعد دخول کے
تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اس واسطے کہ جب تین طلاق کو اس نے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دے گا بخلاف
امام محمدؒ کے کہ ان کے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں کی تو بالاتفاق نہ گرا دے گا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا
وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وثنتین لو امۃ وعند محمدؒ وباقی الائمۃ بما بقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے
کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح میں پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس
عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اس واسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنے
نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار رہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار
ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف

نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علمانے چنانچہ صاحب بحراور صاحب نہر نے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کما علی الا طلاق ماخوذ
ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسی واسطے متون میں یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کی مخالف
متون کے معتبر نہیں کذافی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتمل لہ ای للاول ان
یصدقہا ان غلب علی ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی
کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضائے عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اس کی تصدیق کرے یعنی نکاح کر لے اگر اس کو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا
واقل مدۃ عدۃ عندہ تحیض شہران ولامۃ اربعون یوما لم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت نزدیک امام کے حرہ کے واسطے دو مہینے ہیں
اور لونڈی کے واسطے چالیس دن ہیں جب تک کہ عورت اسقاط ولد کا دعویٰ نہ کرے چنانچہ گذرا اس واسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی
ہے ولو تزوجت بعد عدۃ تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق لان اقدامہا علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا
اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اس مدت کے کہ انقضائے عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے
زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونی
عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اس کا نکاح کرنا حلال نہیں جب تک کہ عورت سے حلت کو دریافت نہ کر لے وفی البزازیہ
قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزوج نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصرت علیہ او کذبت نفسہا اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھ کو تین بار طلاق
دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے قول پر ثابت ہی ہو یا کہ اس نے اپنی
ذات کو جھٹلایا ہو یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اس کا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت
کو نکاح کرنا اس سے درست نہ ہوگا کذافی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا بقتلہ لہا قتلہ بدواء
لخوف القصاص ولا تقتل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینۃ فالاثم علیہ ان قتلتہ فلا شیٔ علیہا والبائن کالثلث بزازیہ
عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اس نے اس کو طلاق دی یعنی تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدوں اس کے مار ڈالنے کے
تو عورت کو اس کا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اس پر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو
اور اوزجندی نے کہا کہ اس کی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جائے اور عورت کے گواہ نہ ہوں تو اب
گناہ اس کا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اس کو قتل کر ڈالے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن کا انقطاع
نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذافی البزازیۃ وفیہا شہد انہ طلقہا ثلثا لہا التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتہی قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز
قنیہ اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کے
واسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کرے گا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی
کے اس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست
کرے کذافی حاشیۃ المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے یعنی قضاءً جائز
نہیں اس واسطے کہ قضاء علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں دیانۃً بھی درست نہیں
جیسے کہ قضاءً درست نہیں کذافی القنیہ وفیہا ولم یقدر ہو ان تخلص عنہا ولو غاب سحرتہ فردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا جہدہ اور

قنیہ میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہ ہو بچانے کے چھوڑا اسکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اس سے تو عورت اس پر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف کو تو مرد کو اس کا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اپنے مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قائلہ الاسبیجابی وبہ یفتی کما فی التاتارخانیۃ وشرح الوہبانیۃ عن الملتقط ای والاثم علیہ کما مر اور دوسرا قول طلاق ثلثہ میں جو مرد کو نہیں روک سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل نہ کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر یعنی عدم قتل پر فتویٰ ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہ فتویٰ موجود ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ تصریح اس قول اور جندی میں مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد طلاقہ ثلثۃ کان قبلہا طلقت واحدۃ وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو لم تصدقہ ہی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اس کی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا مجھ کو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اس واسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں .... تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہوگی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اس صورت میں جب کہ عورت مرد کی تصدیق نہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہما واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اس کو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اس واسطے کہ غیر مدخولہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق سے اس واسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبۃ ما لا منا سبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے جیسے یعنی طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونوں باب متصل مذکور ہوئے وہو لغۃ الیمین وشرعا الحلف علی ترک قربہا مدتہ ولو ذمیا ایلا لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلا ذمی کا یہاں متن میں آگے مذکور ہوگا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشیٔ مشق یلزمہ الا المانع کفر اور مولی بضم میم وکسر لام اس کو کہتے ہیں جس کو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہے اس پر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلا کرے گا تو اس کو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے ورکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہ ہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک اور ایلا مذکور سے یہ مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کروں گا تو قسم اللہ کی تجھ سے وطی نہ کروں گا ہر چند عورت اس قول کے وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اس واسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اس نے بعد نکاح ایلا کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ بالقربان ووقع بائن بترکہ اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک وانت طالق) یعنی اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھ سے وطی نہ کروں گا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آوے گا اس قائل کو کفارہ

بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چھوڑنے سے ہم اس مثال میں کفارہ لازم آوے گا وطی سے اس واسطے کہ ایلاء ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آوے گا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اس کے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدوں وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی واہلیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جس کو طلاق کی لیاقت ہے اس کو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اس کا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاوے گا تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک . . . . ذمی کا ایلا صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے یعنی بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہ ہوا تو امام کے نزدیک اس کی ایلا کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلے قول میں اس کا جواب دیا و فائدتہ وقوع الطلاق اور ایلا ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائط عدم النقص عن المدۃ اور ایلا کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہ ہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں ایک مہینہ قربت نہ کروں گا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر فلم یطاء اور حکم ایلا کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اس نے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نہ کی ولزوم الکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزائے معلق لازم آوے گی اگر اس نے قسم توڑی بسبب وطی کے ہم والجزا کا واو بمعنی او ہے یعنے اگر قسم بدوں تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہے اور کبھی کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جب کہ حلف باللہ اور تعلیق معاً ہو چنانچہ اس مثال میں کہ واللہ قربت نہ کروں گا اور اگر قربت کروں تو مجھ پر حج ہے والمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولا حد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کے واسطے چار مہینے ہیں اور لونڈی کے واسطے دو مہینے ہیں اور اکثر مدت کی کچھ حد نہیں تو دونوں کمتر مدتوں سے کمتر کی قسم کھانے میں ایلا نہیں تو اگر حرہ میں دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی میں ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اس سبب کے ہے جو طلاق رجعی میں ہے یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور ناموافقت طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلا کا سبب پڑتا ہے و الفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم کے ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع میں مستعمل ہوا اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع میں مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہیں بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما ینعقد بہ الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلاء صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمۃ اللہ و بجلالہ و کبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہیں اس واسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلاء میں عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف یمین کے یعنی حالت حیض میں باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطاک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو حائض لتعیین المدۃ یا یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ

کروں گا تجھ سے جماع نہ کروں گا تجھ سے وطی نہ کروں گا غسل جنابت نہ کروں گا تیرے سبب سے چار مہینہ اگر خطاب حائضہ سے ہو لسبب معین کر دینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اس واسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہیں ہوتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں قسم میں مدت مذکور نہیں **وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا** اور اگر قربت کروں میں تیری تو مجھ پر حج واجب ہے یا مانند اس کے اس قسم سے جس کا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس قول کے کہ اگر میں قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت واجب ہیں تو اس کا قائل مُولِی نہیں یعنی ایلا کرنے والا نہیں بسبب نہ شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ و قیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ میں تیری قربت کروں تو مجھ پر سو رکعتیں لازم ہیں اس واسطے کہ اس قدر نماز اکثر لوگوں پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اس کو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازے کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اس کو میں نے کتب فقہ میں نہیں دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھ پر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنے کی شرکت مجھ پر واجب ہوئی تو ایلا ثابت ہو اس واسطے کہ اس میں غایت مشقت ہے **او فانت طالق او عبدہ حر** یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مطلقہ ہے یا غلام اس کا آزاد ہے **م** یہاں تک مثالیں ایلا صریح کی تھیں **ومن الکنایۃ لا امسک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک** اور از قسم کنایہ ہیں یہ مثالیں کہ میں تجھ کو نہ چھوؤں گا تیرے پاس نہ آؤں گا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤں گا نہ داخل ہوں گا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤں گا **م** لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہے یعنی تیرے پاس نہ آؤں گا اس واسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح میں کہا کہ غشیان بالکسر بجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن

ومن المؤبد نحوہ حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یوں کہنا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ دابۃ الارض[۱] نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروب گاہ سے طلوع کرے **فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین** سو زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اس وقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر جس وقت کہ حانث ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اس کے سوا میں یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ اعتاق خواہ سوائے اس کے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نہ رہا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع ہوگی **ولا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا** اور اگر مدت میں زوجہ سے وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے **ولو ادعاہ بعد مضیہا لم یقبل قولہ الا ببینۃ** اور اگر زوج نے دعویٰ وطی کا کیا بعد گذر جانے مدت کے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بدون گواہوں کے **و سقط الحلف لو کان موقتا ولو بدتین اذ بمضی الثانیۃ بثنین ثمانیۃ وسقط الایلاء** اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ توقیت و مدت کی ہو اس واسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے آٹھ مہینے صحبت نہ کروں گا پھر چار مہینے اس نے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اس کے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہے گا یعنی اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کرے گا اور بعد اس کے چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے **لا لو کان مؤبدا او کانت ظاہرۃ کما مر** اور قسم ساقط

[۱] یعنی جانور زمین کا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے یعنی صفا پہاڑ مکہ کا پھٹ کر اس میں سے ایک جانور نکلے گا اور سب ایمانداروں اور بے ایمانوں کو اور قرب قیامت کو لوگوں سے بیان کرے گا ۱۲

نہ ہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی وابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض نہ ہو عورت قسم کھانے کے وقت چنانچہ ذکر اس قید کا گذر گیا و
فرع علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فی ای قربان بانت باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط دائمی پر اس قول کو کہ اگر
زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اس پر پڑی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر
دو بار طلاق بائن اور پڑیں گی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار
نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری
بار طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار رہے نکاح کے وقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور
بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اس سے نکاح نہ کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہ ہوگی اس واسطے
کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سو اگر ایلا کرنے والے نے اس عورت
سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اس پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور
تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ
ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب اس پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اس
واسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نہ رہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف مالو بانت بالایلاء
بما دون ثلاث او ابانہا بتنجیز الطلاق ثم عادت بثلث تقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اس کے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب ایلاء
کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین کے نزدیک
زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ ان کے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی
چنانچہ اس کی تصریح باب الرجعہ کے اندر مسئلہ ہدم میں ہو چکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہ ہوئی اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں
تجھ سے قربت نہ کروں گا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اس پر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق
بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک
ہوا نزدیک امام اعظم اور ابو یوسف کے اس واسطے کہ زوج ثانی نے طلاق سابق منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو ایک طلاق بائن
پڑے گی پھر اگر نکاح کر کے قربت نہ کرے گا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کر کے قربت نہ کرے گا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی
اور امام محمد کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی اور اسی طرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا کہ
واللہ میں قربت نہ کروں گا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایک بار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اس نے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج
اول کے نکاح میں آئی تو مانند سابق کے تین بار اس پر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایک بار وان وطبہا بعد زوج آخر کفر لبقاء
الیمین للحنث اگر قسم دائمی کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب
قسم توڑنے کے یعنی ہر چند بعد تین طلاق بائن پڑ جانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑے گی لیکن یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا
واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذین الشہرین ایلاء لتحقق المدۃ اور یوں کہنا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے اور دو مہینے
بعد لگلے دو مہینوں کے تو ایلا ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلا کے اس واسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے

ولو مکث یوما اراد بہ مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ میں دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر اس نے ایک دن توقف کیا شارح کتاب ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اس واسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم میں کذا فی بحر الرائق **ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین اولا لنقص المدۃ** پھر بعد توقف ایک دن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ نہ بیان کیا یعنی اسی قدر بولا کہ واللہ میں دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا تو دونوں صورتوں میں مولی نہ ہوگا یعنی ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اس نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے صحبت نہ کروں تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اس نے ایک دن توقف کر کے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے تو دونوں یمین کے چار مہینے ہوئے ایک دن توقف کا درمیان سے ساقط ہو گیا تو ایک دن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پورے چار مہینے ہیں لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جب کہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی میں نہ مذکور کیا تو دونوں میں متداخل ہوں گے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر میں تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اس میں بھی نہ پائی گئی لکن ان قال اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہے گا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آوے گا اور اگر نہ کہے گا تو دو کفارہ لازم آویں گے پہلی صورت میں اگر پہلے دو مہینوں میں وطی کرے گا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینوں میں وطی کرے گا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اس واسطے کہ مدت ہر یمین کی جدا جدا ہے متداخل نہیں اور دوسری صورت میں اگر دو مہینے کے اندر وطی کرے گا تو دوہرا کفارہ لازم آوے گا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اس واسطے کہ دونوں یمین کی مدت متداخل ہے جدا جدا نہیں **او قال واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا** یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہ ہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اس وقت جب کہ باقی رہ گئے ہوں ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اس وقت مولی ہوگا اور اگر سال میں سے چار مہینے باقی نہیں رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اس نے قربت کی تو مولی نہ ہوگا **ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا** اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا دالا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن تو مولی نہ ہوگا بدوں قربت کے پھر جب عورت سے قربت کرے گا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق میں بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منہ ابدا** اور اگر اس نے مثال مذکور میں الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال مگر وہ دن جس میں تجھ سے قربت کروں گا تو کبھی مولی نہ ہوگا خواہ قربت کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ اس نے ہر ایک اس دن کو مستثنے کر لیا جس میں عورت سے قربت کرے تو اس کا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہیں تمام سال **او قال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطأہا** یا کہ زوج بصرہ میں ہے اور اس نے یوں کہا کہ واللہ میں نہ جاؤں گا اور حالانکہ زوجہ مکہ میں ہے تو اس قول سے مولی نہ ہوگا اس واسطے ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے **آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ ویبطل بمضی المدۃ** ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب نہ باقی رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر م بعضے نسخوں میں بمضی العدۃ ہے بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا

اسی کو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانتہ او اجنبیۃ نکحھا بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لایصح لفوات محلہ ولو وطیھا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنی نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہ ہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کرے گا تو کفارہ لازم آوے گا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہرچند ایلا نہ ہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز تہ مدت میں ہے تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ عجز عجزاً حقیقیا لا حکمیا کالحرام لکونہ باختیارہ عن وطیھا لمرض باحدھما او صغرھا او رتقھا او جبہ او عنہ او بمسافۃ لا یقدر علی قطعھا فی مدۃ الایلا او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیھا فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا یحق ثم ارہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی نہ حکمی چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا اعتکاف کے اس واسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطرابی عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب بستگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اس کو قطع نہیں کر سکتا اور پہنچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہ ہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح لکھتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس کے دریافت کرنے کو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہم نے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیری میں اس کو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ حبس واجبی میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا لحبسھا ونشوزھا ففیئہ نحو قولہ بلسانہ فئت الیھا او راجعتک او ابطلت الایلاء ورجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاھا بالمنع فیرضیھا بالوعد اور اسی طرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اس کی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع کیا زوجہ کی طرف یا یوں کہا میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نہ کر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اس واسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی بسبب منع وطی کے تو اس کو اب راضی کرے وعدہ کر کے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون فیئا پھر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اس کا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اس واسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر فرج میں وطی کرے گا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہ ہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وھو صحیح ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے (فان قدر علی الجماع) سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت سے اس کی مدت گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کر دیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اس کا رجوع کرنا ثابت نہ ہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وھو قیام النکاح وقت الفئ باللسان فلو ابانھا ثم فاء بلسانہ لبقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کو بدائع میں مذکور کیا ہے وہ قیام نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کے وقت عورت منکوحہ ہو بائنہ

تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہ ہوگا اور ایلا باقی رہے گا **قال لامرأتہ انت علی حرام ونحو ذلک**
کانت معی فی الحرام **ایلاء نوی التحریم ولم ینو شیأ وظہار ان نواہ وہدر ان نوی الکذب** وذا دیانۃ ولما قضاء فایلاء قہستانی **وتطلیقۃ**
بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ طلاق بائن وان لم ینوہ لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ
سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور مانند اس کلام کے کچھ اور بولا جس میں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اس نے
تحریم کا ارادہ کیا اس واسطے کہ تحریم حلال کی یمین سے ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور
اگر اس نے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اس نے کذب کا ارادہ کیا اور اس کا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے
تو ایلا ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اس نے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اس نے تین طلاق کی نیت
کی اور فتویٰ اس پر ہے کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبۂ استعمال کے یعنی بالفعل یہ قول
طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سوائے مردوں کے کوئی قسم نہیں کھاتا **ولو لم یکن لہ امرأۃ وحلفت بہ المرأۃ کان یمینا کما لو ماتت**
او بانت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط لم تطلق امرأۃ التزوجۃ بہ یفتی لصیرورتہا یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کی کوئی زوجہ نہ ہو اور اس نے کہا کہ علی الحرام یعنی
حرام مجھ پر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کر کے بولی کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے
زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدوں عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی
مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہ ہوگی اس کی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتویٰ ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع
ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہ ہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق یمین ہوگئی
تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہیں ہو سکتی **ومثلہ انت معی فی الحرام** یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمۃ او حرام علی او لم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او
حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالحمار او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کے مانند ہیں یہ اقوال کہ تو ساتھ میرے ہے حرام میں اور حرام مجھ کو لازم ہوا
اور میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھ پر محرمہ ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھ پر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسی قدر کہا کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور
میں تجھ پر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھ پر حرام کیا یا کہ تو مجھ پر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالوں سے طلاق
بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ اقوال یمین ہو جاویں گے . . . . تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آوے گا **ولو کان**
لہ اربع نسوۃ والمسئلۃ بحالہا وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مر فی الصریح وہو الاظہر
والاشبہ ذکرہ الزیلعی والبزازی وغیرہما وقال الکمال الاشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی ترجمہ
اور اگر زوج کی چار عورتیں ہوں اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم میں یعنی چار عورتوں کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت
مجھ پر حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا
اختیار ہے بیان تعیین میں چنانچہ اس کا ذکر صریح طلاق میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور ان کے
سوا دوسرے فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور برجندی کے اس کو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق
قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسی کا یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسی
کی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا ہے منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول ہے کہ میرے نزدیک

شبہ تحقیق وہ ہے جو فتاوی میں ہے اس واسطے کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھ پر حرام ہے یہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو گی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اس کے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہے نہ کہ "(انت علی حرام)" میں اس واسطے کہ خطاب صریحا نافع ہے عموم کا اور نہ (امرأتی علی حرام) میں ہے اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو (انت علی حرام) میں ہے لہذا شارح نے اگلے قول میں اس کا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق میں ہے کہ واجب ہے کہ ہوں معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنے فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب زوجۂ واحدہ کے چنانچہ متن میں ہے کہ یعنی کنز میں بلکہ یہ واجب ہے انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجۂ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہے چاروں عورتوں کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہو گئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہو گیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ (انت علی حرام) اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہو گیا اس واسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف (امرأتی علی حرام) پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین تو یہ عام ہے اور یہی مراد ہے اصحاب فتاوی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی حرام اس میں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل تحفہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ یقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ حرمت شے واحد ہے اس میں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا اس سے کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کر کے تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہے اس پر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہو گی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی بہ یفتی وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھ پر حرام ہو اور ایک عورت میں تین کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہو گا جیسا کہ اس نے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اس کا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفے کہا کہ تم دونوں مجھ پر حرام ہو تو حانث ہو گا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نہ کروں گا تو حانث نہ ہو گا مگر دونوں کی وطی سے یعنی ایک کی وطی سے قسم نہ ٹوٹے گی اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہ ہو گا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلا معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک میں جدا جدا موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اس کو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی

... ایلاء ... میں یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نہ کی تو ایک ایلا ہوا یعنی اگر چار مہینے بدوں وطی کے منقضی ہوں گے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہوں گی یعنی اگر وطی کرے گا تو تین کفارے لازم ہوں گے اور مجلسیں متعدد ہوں گی یعنی ہر مجلس میں ایک بار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہوں گی اگر چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کرے گا تو تین کفارے لازم آویں گے واللہ اعلم۔

باب الخلع

الخلع (بالضم لغة الازالة) یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے چنانچہ بحرالرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اس واسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانہ یقع بائن غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ولیسا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو خلع کیا طلاق کی نیت سے یوں کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہ ہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اس کے عوض میں کچھ مال مقرر نہ کیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق الزوجیت کا یہاں تک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اس کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیہ بلفظ الخلع خرج بہ الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اس واسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہیں کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المباراۃ فانہ تسقط کما سیجیئ ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع کے ہو مصنف نے اس قول کو اس واسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آئیگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شراء داخل رہے خلع میں اس واسطے کہ وہ بھی اسی طرح مسقط ہے چنانچہ اس کی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اس واسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقائے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدوں تجدید نکاح کے درست ہے ولا باس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب آپس میں پھوٹ پڑی نااتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نااتفاقی مرد کی طرف سے ہو چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت عبداللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا وہ اپنے زوج سے ... نبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کر لے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کرے گی تو اس پر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب کسی طرح موافقت نہ ہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی ید ہا وبطن غنمہا ونحو المذین العکاسہا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدوں عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر

ال بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچہ کے جو بکری کے پیٹ میں ہے
اور حالانکہ دس درم سے کم میں اور عورت کے مقبوضے سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچے سے مہر صحیح نہیں اور علامہ علینی نے اس کا انعکاس جائز
رکھا ہے ہم کلام علینی میں انعکاس سے مراد شائد انعکاس منطقی ہے اس واسطے کہ منطق میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کسی طرح
صحیح نہیں ہو سکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں وصفتہ ما ذکر بقولہ
ہو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا
علی مجلس علمہا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب میں اس واسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت
کے اور صحیح نہیں زوج کو شرط کرنا اپنا اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر . . . . یعنی اگر زوج مجلس بدلے گا تو خلع باطل نہ ہوگا اور موقوف
ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھ کھڑی ہو تو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا
معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہا وصح شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہو
عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے
اختیار کو شرط کرے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف
طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً
ہند کی عورت سے بعوض مال عربی زبان میں کرا دے تو قول صحیح میں صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدوں دریافت کے نہیں ہوتی
بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اس میں علم ہونا ضرور نہیں اس واسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح
ہو جاتا ہے یعنی فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃ کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے
آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہے طلاق میں یعنی اگر غلام کہے مولیٰ سے کہ عوض اس قدر مال کے مجھ کو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول
مولیٰ کے درست ہے اور اگر مولیٰ کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے تجھ کو آزاد کیا تو مولیٰ اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس
کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق والمباراۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا
او ابرئتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا
یا یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مباراۃ کی میں نے تجھ سے یعنی تجھ کو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت
ہو گیا تم خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھ سے مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ
ولو بلا مال ولو بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجئ اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن
ہے اگرچہ خلع بدوں مال کے ہو اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل
واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جب کہ بدل خلع میں مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ
خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر فیہ ما یعتبر فیہا
من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاوے گا اس امر کا جس کا کنایات
میں اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اس کے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں یہی قرینہ

ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر
قاضی حنبلی یا شافعی ہو جب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اس واسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم
قاضی کا نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور مدعی یا مدعی علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اس میں نافذ نہیں خلعها ثم قال لم انو به
الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر
زوج بدل خلع میں کچھ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی چاروں صورتوں میں الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات میں اس واسطے کہ ذکر عوض
کا قرینہ ہے طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت میں بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہیں اس واسطے کہ عورت مانند قاضی کے
ہے ظاہر پہ عمل کرنے میں کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن البحر والاصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانهما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع و
طلاق اور اگر مال مذکور نہیں ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اس خلع میں جو کہ بلفظ خلع یا بلفظ مبارات واقع ہوا ہے اس واسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایہ
ہیں طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہیں بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اس میں زوج کی تصدیق نہ ہوگی بدوں ذکر مال کے بھی اس واسطے کہ وہ دونوں لفظ
طلاق صریح ہیں قرینہ اور نیت کی اس میں کچھ حاجت نہیں لفظ بیع اس واسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہے زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو
زوال ملک منافع لازم ہے وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وھو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی
القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اس میں یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے میں اشارہ ہے نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدوں نیت کے
طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہے مگر مشائخ نے کہا ہے کہ نیت شرط نہیں اس واسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہے
چنانچہ قہستانی میں یہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ میں شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجائے طلاق صریح
مستعمل ہوتا ہوگا وکرہ لہ تحریما اخذ شیئ ویلحق بہ الابراء عما لها علیہ ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اس کو خلع کے عوض
کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اس کی معافی چاہے
تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یوں ہے کہ اس حال میں مال لینا حرام قطعی ہے لیکن اگر لے گا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی
وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض
خلع کے مال لینا مکروہ نہیں اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت ہوگئی ہو تو بھی مال لینا درست ہے اگرچہ خلع میں لینا دینے سے زیادہ
ہو یعنی اگر مثلا دس درم مہر میں عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہے بنابر اس قول کے جس کی وجہ خوبتر ہے کذا فی فتح القدیر
وصحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہے اور تعبیر
ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اس کا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دونوں قولوں کا سو جو فقیہ
کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہے سو وہ کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف
جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدوں مال کے
طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے جبر سے لازم کرلیا ہے یا
اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبریہ مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیها قیمتہ لو البدل قیمیا
ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ میں یا اس کا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر

بدل قیمت والی چیز تھا جیسے غلام یا کپڑا تو عیب پر اس کی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اس کے مانند دینا لازم آویگا اس واسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اس واسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہے **خلعها او طلقها بخمر او خنزير او ميتة او نحوها مما ليس بمال وقع طلاق بائن في الخلع رجعي في غيره وقوعا مجانا فيهما** لبطلان البدل وهو الثمرة كما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اس کو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اس کے اس قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ میں اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ میں دونوں صورتوں میں طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جس کی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا **ولو سمت حلالا كهذا الخل فاذا هو خمر رجع بالمهران لم يعلم والا لاشئ له** اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھ سے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی اور مہر عورت کا قائم رہے گا اس واسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں **كخالعني على ما في يدي اي الحسية ولاشئ في يدها لعدم التسمية** چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھ سے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف **وكذا العكس** اور اسی طرح اس مثال کے بالعکس میں مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اس میں کچھ نہیں **ولو كان في يده جوهرة لها فقبلت فهي له علمت اولا لاضرارها نفسها بقبولها** لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کرے گی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر ہونے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اس کے قبول کر لینے سے **وان زادت من مال او دراهم ردت عليه في الاولى مهرها ان قبضته والا لاشئ عليها جوهرة او ثلثة دراهم في الثانية** اور اگر عورت نے مثال مذکور میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ مجھ سے خلع کر میرے ہاتھ والے مال بدلے یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی صورت میں یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا تو عورت کو کچھ نہ دینا پڑے گا یا یہ کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت میں یعنی درصورت ذکر دراہم کے کذا فی الجوہرہ ہاتھ سے مراد ان دونوں صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ مقبوضہ مراد ہے **ولو في يدها اقل كملتها** اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنی ایک درم ہو یا دو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے **ولو سمت دراهم فبان دنانير لم اره** اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں شارح کہتا ہے کہ میں نے اس کا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم ہی واجب ہوں گے نہ دنانیر لیکن اس کو کہیں مصرح نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی **والبيت والصندوق وبطن الجارية** اذا لم تلد لاقل المدة **وبطن الغنم وثمر الشجر كاليد** فذكر اليد مثال في البحر اور کوٹھڑی اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر میں نہ جنی ہو اور بھیڑ بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم میں مانند ہاتھ کے ہیں تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ میں بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھڑی والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھ سے خلع کر اور حالانکہ اس کی کوٹھڑی اور صندوق میں اور لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنے گی تو مرد اس کے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنے گی

تو مرد اس کا مالک نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا یلزمہا شئی لانہا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ میں مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہ میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یوں کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق میں نہیں یا خلع بعوض مہر میں زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اس پر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اس واسطے کہ اس صورت میں عورت نے مرد کو مرد کو کچھ لالچ نہیں دکھلایا تو زوج کو عورت نے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونیکا گمان تھا پھر اس کو یاد آگیا کہ مجھ پر مہر باقی نہیں رہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کو دھوکا ہوا امام طحاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا خالعت علی عبد آبق لہا علی برأتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اس کی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہ ہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہو اس پر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اس واسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثۃ ای ثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اس کو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کے عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دے چکا تھا تو اس کو پورے ہزار ملیں گے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ دو اور یہ ایک مل کر تین ہو گئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہو گیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقنی علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اس واسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اس واسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شئی لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاہا بالبعض فبعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ مرد راضی نہ ہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہ ہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولیٰ راضی ہوگی وقولہ لہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما سیجئ الالف لانہ تفویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اس کا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہ ہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اس واسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل بدلائی ہے یا تعلیق ہے یعنی بالف کہنے میں بدلائی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احدٰکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ دینار فقبلتا طلقتا بغیر شئی اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کر لیا اس کو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اس واسطے

اور عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھ پر لازم نہیں دینا اگر سو درم کا **انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا**
وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک الف جملۃ تامۃ وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے
تو طالق ہے اور تجھ پر ہزار درم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھ پر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام
آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کر لیا ہو اس واسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنی ما قبل سے
علاقہ نہیں رکھتا اعراب میں خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا عتاق
صحیح ہوگا اور مال دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف یہ پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہو گیا
تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے درحالت وجوب ہزار درم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے **فقال طلقتک علی الف
فلم تقبل فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ بخلاف بعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبلی وقالت قبلت فالقول لہا
وکذا لو قال لعبدہ کذلک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق
ان الطلاق بمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو ینکر اما البیع فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع فلو برہنا اخذ ببینتہا تاتارخانیہ**
زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا
ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا میں نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا
میں نے قبول کیا تھا تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اس کا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی اگر مالک
نے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مالک کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر
یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ میں نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یوں کہنا
غیر عبد سے کہ میں نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول
لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول
زوجہ لازم نہیں اس واسطے کہ تعلیق بدوں قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اس کا
انکار کرتا ہے اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا درصورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہے کہ بیع کا اقرار ہی اقرار ہے قبول کا اس واسطے
کہ بیع عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھر نا اور پلٹنا ہے بیع
سے تو مسموع نہ ہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لیے جاویں گے اس واسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی
تو گواہ اثبات کے اولی ہیں نفی سے کذا فی التتارخانیہ **ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا
فیکون القول لہا لانہا تنکر عکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیۃ** اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی بسبب
اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاوے گا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ
وہ منکر ہے اور اس کے بالعکس میں طلاق نہ واقع ہوگی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ عورت
طلاق واقع کرنے کی مالک نہیں کسی طرح کا دعوی ہو طلاق نہ ہوگی کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت
کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اس واسطے کہ مال تھا عوض خلع کے **فروع مسائل ملحقہ** شارح کے **انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ماقبضہ من**

دینہ او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ
یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھ میں نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض میں سے تھا یعنی زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج
کہا کہ مجھ کو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونوں میں اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی میں زوجہ کہتی ہے کہ مجھ سے زبردستی مال کا اقبال کر
اور زوج کہتا ہے کہ اس نے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتوں میں اگر گواہ نہ ہوں گے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر
فالقول لہا اور اگر عورت یوں کہے گی کہ خلع بلاعوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ و
طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر ولہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے اپنے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھ کو طلاق دی
اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسی کے نہیں ہیں تو عورت کا قول مہر میں معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت میں معتبر
ہوگا مہر میں عورت کا قول اس واسطے معتبر ہوا کہ زوجین میں بقائے مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اسی کا ہے جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ
عدت میں زوج کا قول اس واسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اس کا منکر ہے اور بحر الرائق میں کہ
یہ تعلیل مشکل ہے اس واسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت میں متفق ہیں اس واسطے کہ طلاق اور خلع دونوں سے نفقہ ثابت ہوتا ہے
کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلع امرأتہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مثلیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام
دونوں عورتوں کے معین مہروں پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی
بیس درم لازم ہوں گے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہوں گے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اس صورت میں ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو
دونوں عورتوں کا ہو اور دونوں کے مہر برابر نہ ہوں اور اگر غلام عورتوں کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونوں کے مہر بھی برابر ہوں تو قیمت کی تقسیم کی
حاجت نہیں وہی غلام بدلہ خلع کہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقف علی قبولہا ولم یجب شیئ بحر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے
خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہے گا اس واسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدوں عورت کے قبول کے
کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہ ہوگا کذا فی بحر الرائق اس واسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہیں ویسقط
الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما لکل منہما علی الآخر مما تعلق
وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا بری عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمہر بزازیہ اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح
صحیح میں اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مباراۃ یعنی ابراء جانبین اس طرح کہ عورت کہے مجھ کو
بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ میں نے تجھ کو بری کر دیا خلع اور مباحات ساقط کرتے ہیں ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک حق
دوسرے پر اس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جس کے بعد خلع ہوا یہاں تک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر
پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہے کذا فی البزازیہ
یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ خلع سے بدلہ
شرط کرنے کے ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے
نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہیں چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قبض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے
ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عورت سے بدوں تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑا

دینا ساقط ہو گا . . . . ہر چند قیاس اس کو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہ ہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اس واسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ
تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی السعود وفیہا
خلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کیا اس
شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کسی کا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اس کی یعنی میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص
ہونے برأت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہیں نہ اور حقوق الا النفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان
الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہما
بل بعد ہما سب حقوق متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جب کہ تصریح ہو گئی ہو نفقہ عدت
کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہو گا نہ سکنی اس واسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنی: نکالو مطلقات کو ان کے
رہنے کے مکان سے تا انقضائے عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کر دے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اس طرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان
میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یوں بولی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لوں گی یا کہ اپنے مملوک کے گھر میں رہتی ہو تو اس طرح صحیح
ہو گا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسی طرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور
سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں بموجب ہمارے بیان کے یعنی (قولہ ثابت وقتہما بعد قول المصنف کل حق کی اس واسطے کہ نفقہ اور سکنی
واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد ان کے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے قید لگائی ہے
تو استثنا کرنے کی حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہو گی اور بعض حواشی میں یوں
ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم ہوتی ہے اس واسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ
استثنائے منقطع ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہے کہ
طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی ولا برأ ابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور
زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھ کو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین
رملی بھی اسی کے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہو گی اور ابراء صحیح ہو گا اور
گازرونی اس کا تابع ہو گیا ہے اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہے سو
عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو بری کرے اور میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ برأت صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی منشرط
البراۃ من نفقۃ الولدان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین
بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت
تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہو گیا اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہو گی اور عورت پر نفقہ بھی لازم نہ ہو گا کذا فی بحر الرائق
اور اسی میں منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہو گا تو شرط برأت کی صحیح ہو گی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اس کو دودھ
پلاوے دو برس اس واسطے کہ شیر خوار میں قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تمام مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر
اس کی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہ ہو گا لیکن خلع صحیح ہو گا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

ولو تزوجها او ہربت او ماتت او مات الولد ترجع ببقیۃ نفقۃ الولد و العدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس
عورت نے نکاح کیا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد عدت کو در صورت
نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اس کے باپ کے مال سے کھلاوے گی لہذا زوج کو جس قدر مدت
بعد عدت باقی رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے گا
اس واسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے
تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اس کے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا
شرطت یہ تنبیہ در صورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے گا مگر اس وقت نہ لے سکے گا جب کہ عورت نے اپنی برأت شرط کر لی ہو یعنی خلع کے
وقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضاً ولو فیہا فیہ
کا نظر اور جس صورت میں خلع بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اس کے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہ ہوگا جب کہ
عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیر خوار نہ ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اس کے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ والی کا طعام اور پوشاک پر
صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث نہیں اس واسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت لڑکے دائی کے کھانے اور لباس دینے میں تنگی
نہیں کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولد شہرا مثلا وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اگر عورت نے
خلع کیا مرد سے اس کے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہے سو اس نے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاوے گا
اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اس کا خرچ ضروری دلاوے گا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ
قرض بنا رہے گا جب اس کو مقدور ہوگا تو مرد لے گا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد دا
الاتفاق علی ترکہ لانہ حق الولد و ینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس
رکھے گی اس کے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق میں نہ پسر کے حق میں اس واسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاوے
گا مردوں کے آداب سے ناواقف رہے گا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضروری ہے
اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضروری ہے اس واسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاوے
گا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو پچھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو
کتنا اس پر خرچ ہوا تو اسی قدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا و مہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی وہی ممیزۃ ولم یلزم
المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اس کے مال یا اس کے مہر کے عوض تو اس پر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع ہو
ہے اس صورت میں کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آوے گا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اس واسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے
یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہ ہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا تو اس کو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام مالم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جب
تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسی طرح یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں
خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اس واسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اس کے نائب بھی نہیں ہو سکتے کذا فی حاشیۃ المد

کما لو خالعت بالمرأة بذلک ای بمالها او مہرہا وہی غیر رشیدة فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیہما شرح الوہبانیۃ
چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیاوی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اس کو
مال کا دینا لازم نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے
کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامناً لہ ای ملتزماً لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ
کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مہرلانہ یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنی مال دینا
اپنی ذات پر لازم کر کے خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہو کر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے
اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون
سقوط مہر صغیرہ کے اس واسطے کہ مہر باپ کی ولایت میں داخل نہیں ومن حیل سقوطہ ان یجعلا بدل الخلع علی اجنبی لقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض
ذلک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرا دیں بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھ پر لازم ہوا پھر
زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اس کو جس کو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے
اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی ممن ای ممن یعقل ان
تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شیٔ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر
زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اس کو لیاقت تھی قبول کرنے کی اس طرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے
کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اس پر طلاق واقع ہوگی مفت اس واسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع
بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اس کو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اس پر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ
اس کے باپ نے قبول کر لیا ہو اس کی طرف سے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اس نے قبول
سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اور منتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی
نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأة ولم یذکرا مالاً
طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المہر الموجل لو کان علیہ والا یکن علیہ من المؤجل شیٔ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل
کما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھے خلع کیا سو قبول کر لیا عورت نے اور دونوں نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی
بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر موجل ہنوز اس پر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا
تو عورت پھیر دے اس کو جس قدر کہ مہر معجل زوج اس کو دے چکا ہے اس واسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے عورت کی طرف سے
تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ و بدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل من ارثہ
والثلث وان ماتت فی العدة ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہے اس
کے تہائی مال سے اس واسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا سو زوج اس
کو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہ ہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر ہوگا
زوج کو ملے گا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاوے گا یہ اس صورت میں جب کہ عورت

عدت میں مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاوے گا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور بدل ثلث سے
کم نہ ہو تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولیٰ لحجرہا عن
التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو لازم ہوگا اس پر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اس نے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے
یعنی ہنوز مال دے کر اس نے اپنی گلوخلاصی نہیں کی لہذا اس کو عقود زائدہ بغیر ضرور یہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولیٰ لزمہا المال للحال
فتباع الامۃ وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو ان دونوں پر
فی الحال مال لازم ہوگا تو لونڈی بدل خلع کے واسطے بیچ لی جائے گی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کریں گی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدوں
اجازت مالک کے خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا ان پر لازم آوے گا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان کان زوجہا حرا صح الخلع مجانا و
ان کان زوجہا مکاتبا وعبدا او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اس کے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی
کو بدل خلع کا قرار دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اس کا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے
اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک ہو جاوے گی اس واسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہے گا باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ زوج زوجہ کا
مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور مدبر کی ظاہر ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اس کی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہ ہوگا اور بعد
آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اس کی ام ولد ہو جاوے گی اگر اولاد ہوگی اور اگر اولاد نہ ہوگی نکاح فسخ ہو کر اس کی لونڈی بن جاوے گی تو یہ جو
متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اس صورت میں ہے جب تک وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا
لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل
ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہو گیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہے لہذا
زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قبائح لازم نہ آویں کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال خالعتک علی الف قالہ ثلثا فقبلت
طلقت ثلثۃ آلاف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر اس کو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو گی
بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو
تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اس کو تین بار کہا تو اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین
بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لم تطلق
لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع در الملتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اس پر تین طلاق واقع
ہوں گی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاوے گی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق
نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے
قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جب تک چار طلاق کو عورت نہ قبول کرے گی شرط نہ پائی جاوے گی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول و
علی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف
ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یوں کہا کہ (انت طالق علی ان تدخلی الدار) یعنی تو طالق
ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کرنا

چاہیے اس واسطے کہ ان اور اس کے بعد کا فعل معنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت میں قبول پر طلاق پر موقوف ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اس کے جواب میں غور و تامل کرم مصدر صریح اور مصدر ماول میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار واما عدمہ تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ (انت[1] اما ان تدخلی واما ان لاتدخلی) اس واسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اس واسطے کہ دخول حقیقۃً مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازاً ہے اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی طرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سألتک الثلث فلک ثلثھا فالقول لھا زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ایک طلاق کے بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھ کو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعھا علی ان صداقھا لولدھا اولاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور شرط باطل ہے اس واسطے کہ خلع اس کو مقتضی ہے کہ زوجین میں ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعاً ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں تجھ سے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اس واسطے کہ تعلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی پر فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اس واسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی حنفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابرأتک من المھر بشرط الطلاق الرجعی فطلقھا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لھا وھما بائنتان لکن یقع غدا بغیر شیٔ ان لم یجدد ملکہ اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اس کو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی . . . . باعتبار الیقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھ کو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونوں طلاق کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہوں گی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدوں مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت پر مال دینا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیوں کر ہو ہاں اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف مابقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اس کی روایت بخوبی ثابت ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشھر فامرک بیدک بعد ان تبرئنی من المھر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسھا لایسقط المھر ویقع الرجعی

---

[1] تو یا تو تیرا داخل ہونا ہے گھر میں یا نہ داخل ہونا ۱۲۔ [2] تو یا داخل ہو یا نہ داخل ہو ۱۲۔

اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب رہوں تجھ سے چار مہینے .... تو تجھ کو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ مجھ کو بری الذمہ کر دے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اس کو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اس کا ساقط نہ ہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء کان الخلع اوسع من البیع اور بزازی میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اس کو بیس درم دے یا اتنے من چاول دے تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے اس واسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم میں مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ روایت بزازی سے یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہو گیا لیکن یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اس کا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہ ہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا قمشتہا فقبل لم یحرم و بشرط کتبۃ الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر ہے یا اس شرط پر کہ خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اس کو قبول کر لیا تو بمجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاوے گی بلکہ حرام ہوتے میں لکھ دینا زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہے طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ۔

باب الظہار

یہ باب ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں غالباً عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اس واسطے مقدم کیا کہ اس کی حرمت زیادہ ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذ قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا عرب (ظاہر من امرأتہ) اس وقت بولتے ہیں جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت میں ہر چند اور بھی ثابت ہیں لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع میں ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کے واسطے ظہار نہیں ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اس واسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ میں معنی عبادت کے ہیں اور حالانکہ عبادت لائق نہیں مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یوں کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے ظہار سے نکل گیا اس واسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اس واسطے کہ قرآن مجید میں ثبوت ظہار میں من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور عرف میں نساء رجل اس کی زوجات کو بولتے ہیں تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہے سیجیٔ اور فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہے تشبیہ اس عضو سے جس عضو سے عورت کی تعبیر کی جاتی ہے چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہے عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے

ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہے ایسے وصف کر کہ ممکن نہیں زوال اس کا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ گاہے زوال پذیر نہیں خواہ حرمت
باعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جزشائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اس کے اس عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہے یا جزشائع کی تشبیہ دینا اس کو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ تو میرے نزدیک
ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہ باخت امرأتہ
ومطلقۃ ثلاث وکذا لمجوسیۃ لجواز اسلامہا تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ
دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہرچند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہے لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہ ہو سکے بلکہ اگر زوجہ مر جائے یا بعد
طلاق کے اس کی عدت گذر جائے تو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہے اور اسی طرح مجوسیہ
کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اس کے اسلام کے یعنی ہرچند مجوسیہ مسلم پر حرام ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مرد پر حلال ہوگا
تو اس کی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری و قولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بالفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر
اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہے شخص مقدر کی جو شامل ہے مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہے تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے
تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اس پر لازم
آوے گا اس واسطے کہ مشبہ بہ عام ہے نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہے
اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق میں اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہے کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط
الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہ بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق میں رد
کیا ہے بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نسا سے ہو یہاں تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دے گا اپنے
باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہیں اس واسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہے اور شرع کا حکم عورتوں میں وارد ہے
نہ مردوں میں نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما
نوی علی الصحیح ہاں بدائع کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہے خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے کہ خون
اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے
اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے مم خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نساء کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع
کے مخالف ہوا لیکن بدائع کی طرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ
مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اس کی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور
خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہ ہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور
دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اس کا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوی قاضی خاں
میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ
نیت نہ کرے گا تو ایلاء ہے اور اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کرے گا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضی
خاں کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا

للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اس واسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس کے پیٹھ کے ساتھ
بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اس کی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اس کو ذکر کیا ہے محیط کی
طرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ
اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی
سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو ایسا یہاں تک کہ اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح
کروں تو تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کے واسطے ایک کفارہ لازم آوے گا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ و
لا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسا جیسے
میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھ پر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے نہ حرمت ہوگی نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے
اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے گی تو اس پر کفارہ یمین کا لازم آوے گا نہ کفارہ ظہار کا اس واسطے
کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی و ذا ای الظہار کانت علی کظہر امی وامک وکذا لو حذف علی کما فی النہر
دراسک کظہر امی ونحوہ کارقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او امی
او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہ یعنی ظہار کی مثالیں
چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسی طرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر
الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عتق یا یوں
کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے کہ از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اس کے پیٹ کے ہے یا مانند اس کی ران کے
ہے یا مانند اس کی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ اسی طرح
لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اس میں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی اور
قریبی ہے اور تجھ کو اس کا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو
تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جن کو دیکھنا اس کو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دے گا تو ظہار کا حکم نہ ثابت ہوگا
اس واسطے کہ ان اعضا کو دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے ویصیر بہ مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ ودواعیہ
للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہو جاتا ہے
بدون نیت کے اس واسطے کہ یہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہیں پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے
حرام ہیں چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یتماسا اور یہ شامل ہے وطی
اور اس کی دواعی کو سب کو اور محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اس کو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی کے
نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق میں کہا کہ قید سفر کی روایت میں تحریف ہے اس واسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونوں میں درست ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
حتی یکفر ولو عادت الیہ بملک الیمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اس کے دواعی حرام ہیں یہاں تک کہ کفارہ دے

لہ اس سے پیشتر کہ دونوں ایک دوسرے کو چھو دیں ١٢

یعنی بدوں کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہیں اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے
اور یہی حکم ہے لعان کا ملک یمین کی یہ صورت ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اس کو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی
اور دار الحرب میں جا ملی پھر وہاں سے گرفتار ہو آئی اور زوج اس کا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار
کیا پھر اس کو تین بار طلاق دی اور اس نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو ان صورتوں میں ظہار کا
حکم باقی رہے گا اس واسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہیں بدوں کفارہ دینے کے وطی اس عورت کی حلال نہیں **فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر**
للظہار فقط وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف
یہ ہے کہ اس پر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا میں ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا**
قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کی طرف اگر عورت سے وطی کر چکا ہو قبل کفارہ دینے کے اس واسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے **وعودہ المذکور فی**
الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدالہ ان لا یطاہا لا کفارۃ علیہ علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود الرجوع واللام
بمعنی عن اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون[1] لما قالوا میں سو مراد اس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہے عورت کی وطی کی استباحت پر سو
اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اس قصد وطی سے ہٹ گیا تو اس پر کفارہ نہ لازم ہوگا اس واسطے کہ عزم مؤکد نہ رہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے
قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سو ارادہ وطی کا کریں فراء نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ
واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اس واسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہے جیسے طہارۃ قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی
وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ
وطی کے **وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ** ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور
واجب ہے عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم پکڑنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ
عورت سے ضرر دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہاں تک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے **فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب**
سو اگر زوج کہے کہ میں کفارہ ظہار کا دے چکا ہوں تو اس کی تصدیق کرنا چاہیے جب تک کہ وہ مشہور بدروغ گوئی نہ ہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدوں گواہوں
کے تصدیق کرنا نہ چاہیے **ولو قیدہ بوقت سقط بمضیہ** اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اس وقت کے گذر جانے
سے مثلا ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے **وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی**
تبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق کرنا ظہار کا حق تعالی کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلا یوں کہنا کہ انت علی کظہر امی ان شاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے
جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت فلانے کے یعنی اگر ظہار مشیت زید یا عمر کر یگا تو اس کی مشیت سے ظہار صحیح ہے **وان نوی بانت علی مثل امی او کامی و**
کذا لو حذف علی خانیۃ **برا او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ** لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا بجائے
مثل امی کے کامی بولا اور اسی طرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق
یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اس کی اور جو نیت کرے گا وہی واقع ہوگا اس واسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم
کی نیت کرے گا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار **والا ینو شیئا او حذف الکاف**

[1] پھر رجوع کریں اس بات سے کہ انھوں نے کہی ۱۲

لغا ویتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نہ کرے گا یا کاف کو یا مثل کو حذف کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اس واسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اس کے جیسے خالہ اور عمہ کہ ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں اس واسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اس واسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق ویمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو یثبت الادنی ہو الظہار فی الاصح** اور اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کرے گا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اس میں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نہ کرے گا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح میں **و بانت علی کظہر امی یثبت الظہار لا غیرہ لانہ صریح** اور اس قول سے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اس واسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلاء کا ارادہ کرے گا تو لغو ہوگا **ولا ظہار صحیح من امتہ** اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اس واسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اس واسطے کہ عرف میں نساء رجل اس کی زوجات کو کہتے ہیں نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق **و لا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ** اور ظہار صحیح نہیں اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اس کے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کیا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اس واسطے کہ اس کو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اس کا نکاح کر دیا تھا **انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا و کفر لکل وقال مالک واحمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء** مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہاء کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کے واسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کے واسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلاء کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نہ کروں گا پھر اس نے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاویں گی **ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار** دون التاکید فان بمجلس صدق قضاء **والا لا علی المعتمد** وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اس پر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اس کی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ تصریح اس کی فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ میں مذکور ہو چکی ہے مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اس کی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اس کے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اس پر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آوے گا مگر جب تاکید کی نیت کرے گا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ اسبیجابی وغیرہ اور بعض کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کی طرف منسوب کی ہے اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسی طرح

منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو اتی بفی تجدد لہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہے تو اس پر رات اور دن وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاوے گا تو اس دن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلے گا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اس واسطے کہ فی ظرفیت کے واسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہے آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آوے گا تو مرد مظاہر ہو جاوے گا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے اس میں یوں ہے کہ اگر اس طرح کہے گا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائے گا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار ہے پھر جب کل کا دن آوے گا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسی طرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا ہے انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت میں ہے جب یوں کہے انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہ ہوگا باقی رہے گا اور جب دن آوے گا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علق بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کرے گا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یوں کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر میں داخل ہو اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آوے گا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ د جب کلہ اتحد استحسانا ویصح استحسانا ویصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا اجزأ تاتارخانیہ وبحر اور یوں کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسی واسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں نہ شعبان میں اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دے گا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز نہ ہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دے گا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیہ والبحر م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں۔

باب الکفارۃ

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علماء ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اس کی شرط ہے اور بعضوں نے اس کے برعکس کہا ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اس واسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ واجب ساقط ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب ہے بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ امر اس کا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہ ہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادائے کفارہ کے مر جاوے گا تو گنہگار مرے گا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پا کر ادائے کفارہ کی نیت کرے گا تو جائز نہ ہوگا اس واسطے

کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہو تا خود بخود بلا نیت مالک آزاد ہو جاوے گا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اس طرح کہ قاضی نے قصاص میں اس کے قتل کا حکم دیا پھر اس کے مالک نے کفارۂ ظہار میں اس کو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اس کے جواز اعتاق میں اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہے کہ یہ جائز نہیں اور شرح مبسوط میں کرخی سے منقول ہے کہ یہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریہ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو رکھا ہو تو اس کا آزاد کرنا کفارہ ظہار میں درست ہے لیکن جس قدر مال پر رہن ہو گا اتنا مالک پر دینا لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جس کی زندگی معلوم ہے یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد وحربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جس کو مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر میں کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اس کو دار الحرب میں مطلق العنان کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جس کی شرمگاہ میں ایسے گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار میں جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونوں کان کٹے ہوں او ذاہب الحاجبین وشعر لحیتہ وراسہ یا غلام کے دونوں ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع انف او شفتین ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اس کے دونوں لب کٹے ہوں بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ واحدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چندھا یا اس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹ ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ تو داہنا پاؤں اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤں کٹ ہو گا تو اس کا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اس کا ذکر آگے آوے گا او مکاتبا لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جس نے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہیں کیا اور مکاتب کو اس کے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کے مر گیا پھر اس کے وارث نے مکاتب کو مورث کی طرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہیں وکذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ یصنعہ بخلاف الارث اور اسی طرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلاً مظاہر کا بھائی کسی کا غلام تھا اور اس نے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اس کو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اس واسطے کہ مول لینا اس کا اختیاری فعل ہے بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہیں یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث میں پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہیں تو یہ اعتاق نہ ہو گا بلکہ عتق ہو گا چنانچہ اس کا ذکر عنقریب گذر گیا واعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما سیجیء اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ کی جانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جس کی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤں سے چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اس واسطے کہ وہ حکم میت ہے اور مراد فوت منفعت سے یہ ہے کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ میں ضرر نہ کرے گا الاعمی والمجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش میں آجاتا ہو تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالت میں اور ایسا بیمار جس کی صحت کی امید نہ رہی ہو اور جس کے دانت

گر پڑے۔ ہوں اس واسطے کہ یہ بالکل جانے پر قادر نہیں **والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب**
اور جائز نہیں وہ غلام جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیاں ہر ہاتھ کی کٹی ہوں یا دونوں پاؤں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ایک طرف
سے کٹا ہو اس واسطے کہ ان صورتوں میں تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہے **ومعتوہ مغلوب** کافی اور جس غلام پر کہ بجنری اور بیہوشی غالب ہو
کذا فی الکافی **ولا یجزی مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد ادائہ شیئا** اور کفایت نہیں کرتا آزاد
کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اس مکاتب کا جس نے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہے اور وہ عاجز نہیں ہو گیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اس کے مالک
نے اس کو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اس کا مالک
بہ نیت کفارہ اس کو آزاد کیا چاہے تو اس کی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے **واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن
النقصان** اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اس کی قیمت کے بواسطے جم جانے نقصان کے
نصف اخیر میں یعنی ایک غلام کے دو مالک تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ ادا کر دیا ہے تو نصف اخیر کی مملوکیت میں نقصان پڑ
گیا یعنی دوسرا مالک اب اس کو بیچ نہیں سکتا لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو بھی آزاد کرے گا تو بھی کفارہ نہ ادا ہو گا
ہاں اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا **ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا**
للام قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اس واسطے
کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا کل لہذا صحیح نہیں **فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء
دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل**
سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اس کو جس کو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کے واسطے یا اس کو بیچ کر اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے
اس واسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ میں یوں ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کے واسطے اس کو لئے کفارہ
ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اسی غلام کو آزاد کرے مگر اس وقت غلام کا نہ آزاد کرنا اور روزہ رکھنا درست ہے جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے
انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اس کا آزاد کرنا درست نہ ہو گا اور روزہ رکھنا جائز ہو گا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کی طرف پھیر کر یہ مطلب
جو ہو گا اس واسطے مذکور کیا تا کہ کلام اس کا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کی طرف پھرے تو مطلب یہ ہو گا
کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی احتیاج ہو گی یعنی تا وقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس باب میں ثابت نہ
ہو گی احتمال اخیر نامقبول ہے ھم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اس کی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے **و
لا یعتبر مسکنہ** اور گھر اس معتبر نہیں یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جس میں وہ رہتا ہے تو اس پر اس کا بیچنا اس کی قیمت سے اور کفارہ ظہار کے واسطے غلام کا
خرید کرنا ضرور نہیں اس واسطے کہ مکان ضروریات میں داخل ہے تو اس پر صوم لازم ہو گا **ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان** اور
اگر مظاہر کے پاس مال ہو اور اس پر اتنا ہی قرض ہے قرض کو ادا کر دے تو اس کو صوم کفایت کرتا ہے اس واسطے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہیں اور اگر قرض کو
ہنوز ادا نہیں کیا تو اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہیں **ولو لہ مال غائب انتظرہ** اور اگر اس کا مال غائب ہو یعنی مثلاً
سفر میں ہو تو اس کے حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خرید کر کے آزاد کرے **ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن
الاخری لم یجز وبعکسہ جاز** اور اگر مرد پر کفارے ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اس کے ملک میں ایک ہی غلام ہو سو اس نے ایک کفارے سے

غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارۂ عتاق بلاشک صحیح اور بالعکس اس کے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے اس واسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہ ہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس دن کا ہو تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اس پر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال مل گیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اس واسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اس کا نفل ہو گیا اس پر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندبا ولا قضاء لو افطر وان صار نفلا اور اس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اس پر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا یعنی ہر چند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اس واسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اس کی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اس پر تمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کرے گا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی **متتابعین قبل المسیس لیس فیہما رمضان وایام نہی عن صومہا** دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم جن میں رمضان اور وہ پانچ دن جن کا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہوں اس واسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاوے گا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھے گا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھے گا تو البتہ صحیح ہوگا اور جس طرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسی طرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسی طرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار اور کفارہ یمین اور نذر معین جس میں تتابع مشروط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر لعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اس واسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اس وجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جب کہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اس نے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آوے گا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اس کو پھر نئے سرے سے روزہ رکھنا پڑے گا ثم کفارۂ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بجائے خود نہیں اس واسطے کہ یہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اس کو بھی ذکر کر دیا **او بغیرہ او وطیہا ای المظاہر منہا** اما لو وطی غیرہا وطیا غیر مفطر لم یضرہ اتفاقا کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر اس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو صوم کو کچھ مضر نہیں بالاتفاق طرفین اور ابی یوسفؒ کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارۂ قتل میں مضر نہیں فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیر تقیید ابن ملک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی القہستانی اما بخلافہ فقتبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ بالاطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ میں اور قید لگانا ابن ملک کا شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ

ہے اور سہواً مفسد نہیں سو یہ قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مفسد ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی بحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا مام قہستانی نے یوں کہا ہے کہ مظاہر منہا سے شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور تتف میں اور ان کے سوا اور کتابوں میں یوں ہے اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں یوں کہا گیا ہے کہ وطی لیل میں عمد اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے جیسے صاحب کفایہ اور اس کے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب نہایہ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتیں قید اتفاقی پر محمول ہیں ان سے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اس پر شاہد ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام** یعنی اگر کفارۂ ظہار میں بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنے پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہیں اگر درمیان اطعام کے اسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام میں اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام میں یعنی حق تعالیٰ نے کفارہ اطعام میں اس سے قبل مساس کے قید نہیں لگائی اور وطی مفسد اطعام نہیں اور اعتاق اور صیام میں قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہے تو استیناف لازم ہوا **والعبد ولو مکاتبا او مستسعی فکذا الحر المحجور علیہ بالسفہ علی المعتمد** اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جس کے مالک نے مثلاً نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی گلو خلاصی کے واسطے اس سے محنت مزدوری کراتا ہو اور اسی طرح وہ حر ہے جس کے تصرف مالی کو اس کے حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنابر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبینؒ کے **لایجزیہ الا الصوم المذکور** غلام وغیرہ کو کفایت نہیں کرتا مگر صوم مذکور یعنے دو مہینے پے درپے روزے رکھنا کفارہ ظہار میں واجب ہے غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اس غلام کو جو پورا آزاد نہیں اور بسبب عدم قدرت کے اپنے اعتاق اور اطعام نہیں ہم اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے قاعدہ یہ ہے کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے لازم یوں تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا **لم یتنصف لما فیہما من معنی العبادۃ** اور کفارہ غلام کا آدھا نہ ہوا اس واسطے کہ کفارہ میں معنی عبادت موجود ہے یعنی ہرچند کفارہ میں مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونوں ہیں لیکن عبادت اس میں غالب ہے اور حالانکہ عبادت میں تنصیف نہیں چنانچہ صوم اور صلوٰۃ میں اسی طرح کفارات ہیں **ولیس للسید منعہ منہ** اور مالک کو اختیار نہیں غلام کو صوم سے منع کرنے کا اس واسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہے سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اس کے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے **ولو ومملیۃ اعتق سیدہ عنہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل ندبا وقیل وجوبا** کفارہ ظہار میں اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہیں کرتا اگرچہ اس کا مالک اس کی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدوں ملک کے نہیں ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ مالک اس کو تملیک کرے مگر احصار میں غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مولیٰ حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولیٰ اس کی طرف سے اطعام یعنی قربانی کا جانور اس کی طرف سے حرم میں بھیجے کہ وہاں ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علماء نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولیٰ پر مستحب ہے اور بعضوں

نے کہا کہ واجب ہے **م** اطلاق اطعام کا یہ سال قربانی پر بخیر مشہور ہے شارح نے اس میں صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہے **فان عجز عن الصوم** لمرض لایرجی برءہ او کبر **اطعم** ای ملک **ستین مسکینا** ولو حکما ولا یجزی غیر المراھق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہیں اس کی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کر دے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اس طرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہیں کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہیں کافی نہیں **کالفطرۃ قدرا** و مصرفا **او قیمۃ** ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغائرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار میں اور مصرف میں کما مر فی الزکوٰۃ یعنی اگر گیہوں سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جَو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اس کی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہوں اور کھجور اور جَو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہوں کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہے اس واسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہوں کا برابر نصف صاع کھجور کے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہوں اور کھجور تو دونوں منصوص ہیں ان میں اعتبار قیمت کا صحیح نہیں **وان** اراد الاباحۃ **غداھم وعشاھم** او غداھم واعطاھم قیمۃ العشاء او عکسہ **واطعمھم غدائین او عشائین** او سحورا او اشبعھم جاز بشرط ادام فی خبز شعیر وذرۃ لا بُر اور کفارہ دینے والا محتاجوں کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو ان کو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے ان کو کھلاوے اور دن ڈھلتے وقت کھانے کی قیمت دے یا اس کے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے . . . . یا ان کو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلنے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ ان کا بھر دے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت آسودہ کر کے کھلاوے تو جائز ہے بشرطیکہ سالن ہو جَو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہیں کہ اس میں بدوں سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جَو اور جوار کے کہ ان میں بدوں سالن کے پیٹ نہیں بھرتا **م** تملیک طعام اور اباحت طعام میں یہ فرق ہے کہ تملیک طعام میں محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام میں محتاج مالک نہیں طعام کا کچھ اس میں تصرف نہیں کر سکتا فقط کھانے کا اس کو اختیار ہے اور اباحت طعام میں مقدار طعام کی کچھ مقرر نہیں نصف صاع میں آسودہ ہو جائے خواہ کم تر میں بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہیں **کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ** چنانچہ یہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہے تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب مذکور ہو چکا **ولو اباحہ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا** اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کرے گا ایک دن میں تو فقط اسی ایک ہی دن کو کفایت کرے گا بالاتفاق یعنی مظاہر پر انسٹھ محتاج کا طعام دینا واجب رہا **وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح** ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسی طرح جب کہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن میں بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے یعنی ایک دن میں ایک شخص کو ساٹھ بار دینا کفایت نہیں کرتا بسبب نہ ہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا **امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظھارہ ففعل الغیر ذلک صح** وہل یرجع ان قال علی ان ترجع رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوٰۃ لا یرجع علی المذہب امر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کی طرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اس کے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور یہ غیر آدمی بقدر طعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانے کے وقت

یوں کہا تھا کہ مجھ سے لے بھیجو تو یہ ہوئے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو دین میں یعنی ادائے قرض میں بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوٰۃ میں مثلے
بنا بر ظاہر مذہب کے **کما صحت الاباحة** بشرط الشبع **فی طعام الکفارات سوی القتل و فی الفدیة** لصوم وجنایة حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا
طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفاروں کے طعام میں سوائے کفارہ قتل کے اس واسطے کہ کفارۂ قتل میں طعام کا حکم نہیں اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم
اور فدیہ جنایت حج میں **م** فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک میں اور بقدر سیری کے حالت اباحت میں اور جس نے
بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اس کو پیٹ بھر کھلا دے
یا تین روزے رکھے **وجاز الجمع بین اباحة وتملیک** اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلا دے
اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجوں کو بطور اباحت کے کھلا دے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہوں تملیک کرے
دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر میں یعنی زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور عشر میں اباحت صحیح نہیں بلکہ تملیک ان میں ضروری ہے **والضابط ان ما شرع**
بلفظ اطعام وطعام جاز فیه الاباحة وما شرع بلفظ ایتاء و اداء شرط فیه التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت کا یہ ہے کہ جو لفظ
الطعام اور طعام مشروع ہے تو اس میں اباحت جائز ہے اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہے تو اس میں تملیک مشروط ہے تو کفارہ ظہار اور
کفارۂ یمین میں اور کفارۂ افطار اور کفارۂ صید میں قرآن مجید میں اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور اطعام عبارت ہے تمکین سے یعنی طعام پر محتاج
کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں لفظ ایتا اور ادا وارد ہے اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہیں لہذا ان میں تملیک
شرط ہے اباحت کافی نہیں **حرر عبدین عن ظهارین من امرأة او امرأتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنهما** **وکذا لو** فی الصحة **الصیام اربعة اشهر**
والاطعام مائة وعشرین فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلاموں کو دو ظہار سے خواہ دونوں ظہار ایک عورت سے کیے ہوں یا دو
عورتوں سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کے واسطے یعنی یوں تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کے واسطے ہے اور
دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہے تو یہ اعتاق دونوں ظہار کی طرف سے صحیح ہے اور اسی کے مثل ہے صحت میں روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار
سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونوں ظہار چونکہ متحد الجنس ہیں لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں بدون
نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے **بخلاف اختلافه الا ان ینوی بکل کلا فیصح** بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارۂ یمین اور
کفارہ قتل تھا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہ ہوگا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کرے گا اس واسطے کہ
یہ کفارات مختلف الجنس ہیں یہ اعتاق صحیح نہیں مگر اس طرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند
اس میں بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ایہام نہیں لیکن یہی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ
یہ متبادر ہوتا ہے کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہیں بلکہ وہی مراد ہے جو مذکور ہو چکی اس واسطے کہ منح الغفار میں یوں
مصرح ہے کہ اگر آزاد کرے کا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کر کے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی **وان حرر**
عنهما رقبة واحدة او صام عنهما شهرین صح عن واحد بعینه وله وطی التی کفر عنها دون الاخری اور اگر دو غلام ہو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار
سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اس ایک ظہار سے جس کو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہے مگر اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا
ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اس عورت کی درست ہے جس کے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی **و عن ظهار و قتل لا یصح** لما مر ما لم
یحرر کافرة فتصح عن الظهار استحسانا لعدم صلاحیتها للقتل اور ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے

جب تک کہ کافر غلام کو آزاد نہ کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کرے گا تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت
رقبہ کافرہ کے واسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ قتل میں غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کے واسطے خاص ہوجاوے گا
اس واسطے کہ ظہار میں اعتاق مسلم اور کافر دونوں کا درست ہے **م** کفارہ ظہار اور کفارہ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلاتعیین نیت اس واسطے صحیح نہیں
کہ یہ دونوں کفارہ مختلف الجنس ہیں تعیین نیت ضروری ہے چنانچہ اس کا بیان سابق میں مذکور ہو چکا **اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ**
عن ظہارین لم یصح عن واحد کذا فی نسخ الشرح و نسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمدؒ و رجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع
گیہوں یکبارگی دو ظہار کی طرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہوں یا دو عورتوں سے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار
کی طرف سے اسی طرح لفظ صحیح کا ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں اور ان متن کے نسخوں میں جو شرح سے علیحدہ ہیں لم یصح کا لفظ ہے تو اس کا
مطلب یہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کی طرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے برخلاف امام محمدؒ کے کہ ان کے
نزدیک دونوں ظہار کی طرف سے صحیح ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں **م** ترجمہ میں گیہوں کا لفظ اس
واسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمدؒ ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبارگی
قید اس واسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کر کے محتاج کو دے گا تو بالاتفاق دونوں ظہار کی طرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا
عن الکافی لیکن دو بار دو دنوں میں دے اس واسطے کہ ایک دن میں چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہیں کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا **وعن افطار و**
ظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو و فی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں
دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونوں کفاروں سے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اصل یہ ہے کہ جس جنس کا کہ سبب
متحد ہے اس میں تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اس میں تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت
ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اس واسطے کہ ان کا سبب ایک ہی
ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کے واسطے چاہے مقرر کرے
اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اس واسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اس میں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا
دونوں صحیح ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت
وجوب کفارہ معتبر نہیں بلکہ کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے
وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اس کو مقدور تھا **اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید**
علی ستین منہم غداء و عشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن میں ایک وقت تو کفایت نہ کرے گا
مگر نصف الطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے ان میں سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست
ہے اعادہ اطعام نزدیک ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام میں ساٹھ محتاجوں کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار
لازم ہے تو ساٹھ محتاجوں کا شمار ایک سو بیس کے ضمن میں تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار
اور کھلانا لازم ہوا **ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان** اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کھانا کھلانا اس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہے اور شکم سیر کا
م یہ مضمون مکرر ہو گیا اس واسطے کہ اس باب میں بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہیں تو اس میں دودھ چھوڑنے والا بچہ بھی داخل

تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا کہ محتاجوں کا پیٹ بھر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہ حاصل نہیں تو اس کا کھلانا بھی جائز نہیں ۔

باب اللعان

یہ باب ہے لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن و ہو الطرد والابعاد وسمی بہ لا بالغضب للعنہ لنفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہم وزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب ساتھ اسکے لعنت اور غضب دونوں لعان میں مذکور ہوتے ہیں بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اس باب سے ہے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اترا حق تعالیٰ فرماتا ہے سورۂ نور میں کہ جو لوگ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاویں اور کوئی گواہ نہ ہو سوا ان کی ذاتوں کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے ماریوں ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اس کا زوج جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اس پر اگر مرد سچا ہو **وشرعًا شهادات اربعة كشهود الزنا موكدات بالايمان** اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیاں جو موکد اور مستحکم ہوں قسموں سے اس واسطے کہ لفظ اشہد کا مشابہ لقیبی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اس کو فقہاء نے کتاب الشہادۃ میں مذکور کیا ہے اور در المنتقی میں کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہیں جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت میں کذا فی حاشیۃ المدنی **مقرونة شهادته باللعن وشهادتها بالغضب** لانهن يكثرن اللعن فكان الغضب اردع لهن اور پانچویں گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچویں گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو لفظ غضب کا اس واسطے مخصوص ہوا کہ عورتیں اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اس سے وحشت اور خوف کم ہوتا ہے تو غضب کا لفظ ان کے واسطے زیادہ ترزجر اور خوف کا باعث ہوگا **قائمة شهادته مقام حد القذف في حقه وشهاداتها مقام حد الزنا في حقها** ای اذا تلاعنا سقط عنه حد القذف وعنها حد الزنا لان الاستشهاد باللہ مهلك كالحد بل اشد مرد کی گواہیاں قائم مقام ہیں حد قذف کے اس کے حق میں اور عورت کی گواہیاں قائم مقام حد زنا کے اس کے حق میں یعنی جب کہ دونوں نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت زنا لگانے کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوگئی اس واسطے کہ جھوٹ میں خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اس واسطے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑ جاتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اس واسطے کہ حد سے فقط دنیا میں تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونوں میں تکلیف ہے **وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحًا** لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ نکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہیں بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے **وسببه قذف الرجل زوجته قذفا يوجب الحد في الاجنبية** **وصفت بذلك** لانها هي المقذوفة فتتم لها شروط الاحصان اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگا دے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہ ہوں اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اس واسطے ہوئی کہ تہمت اسی پر لگی ہے تو شروط احصان کے اس کے واسطے پورے چاہئیں **وركنه شهادات موكدات باليمين واللعن** اور لعان کا رکن گواہیاں ہیں جو مؤکد بقسم و لعن ہوں **وحكمه حرمة الوطى والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفريق بينهما** لحديث المتلاعنان لا يجتمعان ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا

نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنیٰ کا تا عدت دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنے والے جب جدا ہوں تو مجتمع نہ ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی ہر چند قوی نہیں لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبد الرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنے والے کا ہے مجتمع نہ ہوں یعنی جب تک لعان کی حقیقت پر اصرار کریں تو بالاتفاق ان میں اتفاق کا ہے نہیں ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کریں تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم** اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہیں **فمن قذف** بصریح الزنا فی دار الاسلام **زوجتہ** الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی **العفیفۃ عن فعل الزنا** وتہمتہ بان لم توطأ حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جس نے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام میں اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہے بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں عیب لگا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہے فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اس طرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایک بار بھی بسبب شبہ ملت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اس طرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہ ہو مع قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہے **وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم** فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہوں مرد مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید میں اندھا اور مسلمان فاسق اس واسطے کہ دونوں اہل ہیں ادائے شہادت کے **او من نفی نسب الولد** منہا ومن غیرہ یا جس نے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یوں کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہیں اور نہ اس کے زوج سابق کا **وطالبتہ** او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اس سے ولد منفی النسب نے اس کا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اس واسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اس واسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد میں کذا فی الجوہرہ ہم لعان میں مطالبہ اس واسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نہ کرے گی تو لعان ساقط ہے اس واسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار رے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا به اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہ ہو **لاعن** خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لہا لم یستحلف وسقط اللعان لفظ لاعن کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اس کا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو مرد سے قسم نہ لی جاوے گی اور لعان ساقط ہو گا چنانچہ کتاب الدعویٰ میں آوے گا **فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف** سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنی ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغ گوئی کو ظاہر کرے تو اس کو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے **فان لاعن لاعنت** بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ بلعانہا عادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح بکھول

المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اس کی بعد لعان کرے اس واسطے کہ زوج مدعی ہے تو اس کو تقدیم چاہیے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کراوے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کرے دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار **وان ابت حبست حتی تلاعن او تصدقہ فیندفع بہ اللعان** اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کی جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کرے گی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاوے گی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اس واسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اس کو لعان نہ کرنا پڑے۔ **ولا ینفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ** اور جب کہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب ولد کی نفی نہ ہوگی اس واسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہ ہوگی اس کے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہرے گا **ولو امتنعا حبسا** حاوی البحر علی ما افاد لم تعف المرأۃ اور اگر بعد نالش کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونوں قید کیے جاویں گے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے دونوں محبوس نہ ہوں گے لیکن عورت کو مطالبہ حق رہے گا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب واجب ہونے لعان کے عورت پر اس وقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اس وقت میں اس کی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہوں گے اس میں حبس زوجہ کی کیا وجہ اس واسطے کہ بدول لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نے ان واحد میں امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کرے گا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے **واذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف** ای بالغا عاقلا ناطقا مدا الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی من جہتہ فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو اس پر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اس کی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کی طرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد پر حد ماری جاوے گی اور اگر قذف کی شرط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو حد ہے نہ لعان **وان صلح شاہدا والحال انہا ہی لم تصلح ومن لا یحد قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان** لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا التفریع بما فہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانے کی مار کھا چکی ہے اور ایسی زوجہ نہیں جس کے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے یعنی عفیفہ نہیں زانیہ ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاوے گا تو اس پر بھی حد نہیں اور زوج پر جیسے حد نہیں ویسے لعان بھی نہیں اس واسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اس کا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دی جاوے گی واسطے سد باب کے یعنی تعزیر اس واسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنے عدم حد اور لعان تفریع ہے اس کی جو اس کے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ **ولیعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت فلا حد ولا لعان** زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے

تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اس واسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان **ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود** اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پھر لعان عود نہ کرے گا اس کے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اس واسطے کہ زوجیت منقطع ہوگئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نہ کرے گا **وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ** اور اسی طرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اس کی دھوکے کی وطی سے اور اس کے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اس کے **ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ** اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اس کے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مرجاویں یا غائب ہو جاویں تو لعان ساقط ہے **ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد** اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے یا فاسق یا مرتد ہو جاوے **ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان** لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اس کا معلوم ہے تو لعان نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا **بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل** حیث یتلاعنان لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلا بیس یا تیس برس کی ہے اس واسطے کہ اب زوجین لعان کریں گے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃ نہ مجازا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی **وصفتہ ما نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ** اور صفت لعان کی وہ ہے جس کو قرآن اور حدیث ناطق ہے **م** طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار باریوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اس کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں باریوں کہے کہ خدا کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اس کی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار باریوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں باریوں کہے کہ اللہ کا غضب اس پر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور پڑنا ایسی لعنت کافروں کو مخصوص ہے مسلمان کے حق میں ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور پڑنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی **فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم** فیتوارثان قبل تفریقہ **الذی وقع اللعان عندہ ولیفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ** شمنی پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاوے گا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدوں تفریق حاکم کے جدائی نہ ہوگی لہذا دونوں باہم وارث ہونگے قبل تفریق اس حاکم کے جس کے سامنے لعان واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہ ہوں اس واسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والوں میں ملاپ نہیں کذا ذکرہ الشمنی

ولوزالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہوگئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے
کہ اس کا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونوں کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہیں چنانچہ زوج نے اپنی تکذیب کی یا دونوں
میں سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اس پر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہوگیا تو ان
صورتوں میں حاکم زوجین میں تفریق نہ کرے بسبب نہ باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق
فرق تاتارخانیہ ومفادہ انہ لو لم یوکل ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک ان میں سے غائب ہوگیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کے واسطے
تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نہ کر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے
غائب کے آنے کا اس واسطے کہ قضا علی الغائب درست نہیں اور یہ تقریر صاحب نہر کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل
او مات استقبل الحاکم الثانی** خلافا لمحمد اختیار پھر اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نہ کی یہاں تک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے
روبرو دوسری بار لعان کرا دے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں
تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار **ولو اخطأ الحاکم ففرق بینہما بعد وجود الاکثر من کل منہما صح ولو بعد الاقل** ای مرۃ
او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اس نے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی
تو صحیح ہے اس واسطے کہ اکثر بجائے کل کے ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایک بار یا دو بار کے بعد تفریق اس نے کر دی تو یہ تفریق
صحیح نہیں اس واسطے کہ اقل کالعدم ہے **ولو فرق بعد لعانہ** قبل لعانہا نفذ لانہ مجتہد فیہ تاتارخانیہ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ہو فلا ینفذ
اور اگر تفریق کر دی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ اس واسطے کہ اس مقام میں اختلاف
مجتہدین ہے یعنی ہر چند امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق
اور بحر الرائق کے اندر اس میں قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا
تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کرے گا تو نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ مقلد قاضی کا حکم
اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں **وحرم وطیہا بعد اللعان قبل التفریق** لما مر ولہا نفقۃ العدۃ اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے
بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے **وان
قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ** بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان حتی لو علق وہی امۃ او
کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو اس کے باپ
سے نفی کرے اور اس کی ماں سے اس کو ملا دے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جس میں لعان جاری ہو سکتا ہے
یہاں تک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جب زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہ ہوگی بسبب عدم
تلاعن کے م صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہ ہوگا اور نسب کی بھی نفی نہ ہوگی
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وسیجیٔ اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں بتفصیل مذکور ہیں بدائع
میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں عنقریب آویں گی م شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری
عدم اقرار نسب صراحۃ یا دلالۃ چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ میں اس کی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل میں دوسرا لڑکا نہ جنی ہو

ف قضا اور قاضی برخلاف مذہب خود وغیرہ نافذ ۱۲

بھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی
نسبہ حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃً تکذیب نہ کی دلالۃ کی اس طرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ
کر مر گیا سو اس کے نسب کا اس نے دعوی کیا تو اس کو حد قذف کی ماری جاوے گی وله بعد ما کذب نفسہ ان ینکحہا حدا ولا اور جائز ہے
زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرے اس عورت سے کہ حد قذف کی اس کو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اس واسطے کہ بعد تکذیب
کے لعان باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وکذا ان قذف غیرہا فحد او صدقتہ او زنت وان لم تحد
لزوال العفۃ والحاصل ان لہ تزوجہا اذا خرجا او احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسی طرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی
زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اس پر حد قذف ماری گئی یا عورت قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اس پر حد زنا نہ ہوئی ہو یہ نکاح جائز
ہو گا بسبب زوال عفت کے حاصل یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا بعد لعان کے جائز ہے جب کہ دونوں یا ایک اہلیت لعان
سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدہما وکذا الوطء ذلک الخرس بعدہ ای اللعان قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئہ
بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک ان میں سے کوئی گونگا ہو اگرچہ
یہ گنگی پیدائشی نہ ہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہوئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہو گی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے
ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم
لعان کر لکھنے سے جائز نہیں ہے اگر زوج گونگا ہو گا تو اس کو حد قذف نہ ماری جاوے گی اس واسطے کہ اس کی قذف میں شبہ ہے کما لا لعان
بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اس واسطے کہ شاید حمل نہ ہو
بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ لصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط او
اگر حمل کا یقین ہو یا بسبب ولادت کم مدت کے یعنی وقت قذف سے کم تر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہیں غایۃ
الامر یہ ہے کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہو گی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں حالانکہ قذف کی
تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہو گا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ للقذف الصریح
اور دونوں لعان کریں زوج کے یوں کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے لعان کریں بسبب صریح قذف کے یعنی اس کلام میں صریحا
زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ
کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نہ کرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اس کی ولادت کے یعنی بدوں ولادت بچے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ
پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت
ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال
بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ کہ حاکم نہ کرے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ
والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا
کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں ونفی الولد الحی عند التہنیۃ ومدتہا سبعۃ ایام

لہ ۔ ... یہ مفاد مترجم اول یوں کہنا کہ تہمت زنا کی لگائی ۱۲

عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح ولبعدہ لا لاقرارہ دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحالۃ ولادتہ مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہیں باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہے اور بعد اس کے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اس کے اقرار کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اس کا مسموع نہ ہوگا اور اگر مرد غائب ہوا اور لڑکا اس کی غیبت میں پیدا ہوا تو اس کے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایۃ ولاعن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب فقول فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنی جس میں کہ نفی صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہ ہو تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اس کا نسب نفی کرے سو اپنے اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقاً نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توام کا تو اس کو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ہم توامان ان دو لڑکوں کو کہتے ہیں جن کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اس کی تکذیب نفس لازم آئی اس واسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے کہ اقل مدت پوری حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جاوے گا تو حد ماری جاوے گی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بےموقع ہے اس واسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اس کو تکذیب نفس لازم ہو گئی اس واسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قاذف ہو چکا اب رجوع کرنا اس کا اس قول سے مسقط حد نہیں اور اسی واسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور درر اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا شاید کہ یہ لفظ کاتب کے اغلاط سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنی اول توام کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابت فیہما لانہما من ماء واحد اور نسب دونوں لڑکوں کا دونوں صورتوں میں ثابت ہے اس واسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینوں لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں نوادر سے بروایت فتح القدیر یہاں لعان ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ اس میں حد ہے سو لائق اعتماد کے نہیں کہ بقول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ کموت احدہم تمنی اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اس پر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اس کے بیٹے ہیں مانند مر جانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ المحشی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مر جاوے تو اس کا نسب نفی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو ما بقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان ولہ ولد فادعاہ الملاعن ان ولد اللعان ذکرا یثبت نسبہ اجماعا وان کان انثی لا

ف غیر کے بچہ کو اپنا کہنا اور اپنے سے انکار کرنا حرام ہے ۱۲

۴ ویسے ہی غائب کو بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے۔ نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہے۔ ۵

لاستغنائہ بنسب لبیہ خلافا لہما ابن ملک مرگیا ولد لعان کا اور اس کا ایک ولد ہے لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کے نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اس کا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ ہر چند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اس کا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے اثبات نسب ولد میت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اس کا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنی ہر چند ماں اس کی ثابت النسب نہیں لیکن اس کا باپ تو ثابت النسب ہے......... تو اس کی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اعتبار نسب کا باپ ہی سے ہے نہ ماں سے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ بحر اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اس کے نطفہ سے نہیں حرام ہے مانند سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اس کو اپنا بیٹا کہنا یا یہاں تک سکوت کرنا کہ لوگ اس کو اس کا بیٹا کہنے لگیں تو یہ اقرار اور ثبوت حرام ہے واسطے ملا دینے نسب اس شخص کے جو اس کے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنی نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جو اپنے نطفہ سے نہ ہو اس کی صاف نفی کر دے تاکہ خلط نسب نہ ہو جاوے ہم سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم میں اس کو ملا دے گی جو اس قوم سے نہیں یعنی ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کرے گی اس کو خدا بہشت میں نہ داخل کرے گا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کرے گا خدا اس کو اولین و آخرین میں فضیحت کرے گا وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما او ثبت النسب بالاقرار لطریق الحکم لم ینتف نسبا ابدا اور بحر الرائق میں ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایک بار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل میں اس کا نسب کبھی نفی نہیں ہو سکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک واگر زوج ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہیں کیا یہاں تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے لڑکے کو عیب لگایا یعنی یوں کہا کہ یہ لڑکا اس کے زوج کا نہیں سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعاً تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اس لڑکے کا نسب نفی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمناً ثابت ہو گیا ہم یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوامین ثم مات احدہما عن توامہ وامہ واخ لام فالارث اثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وبہ علم ان نفیہما یخرجہ کونہ عصبۃ اور بحر الرائق میں شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک ان میں سے مرگیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو ان تین وارثوں کا ارث مین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد و بار رد دینے کے اس طرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونوں بھائیوں کا تہائی باقی رہا نصف سو ان میں تینوں کو پھیر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونوں توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا ہونے دیا ہر چند دونوں توام ایک نطفہ سے پیدا ہیں لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہے فقہا نے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام میں یعنی ولد منفی میں جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہیں بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم میں اس کی ولدیت ثابت نہیں ایک وراثت میں اور ایک وجوب نفقہ میں فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پا سکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہیں بلکہ اس کی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہیں یہاں تک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسی کو اس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہیں چنانچہ ثابت

النسب میں صحیح نہیں اگرچہ ولد اس غیر کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اس کا دعوی صحیح نہیں انتہی کلامہ م فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے
کہ ولد ملاعنہ لبعض احکام میں ثابت النسب ہے چنانچہ اس کی گواہی ملاعن کے واسطے مقبول نہیں اور نہ ملاعن کی گواہی اس کے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا
ملاعن کو جائز نہیں اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کو جائز ہے اور ولد و فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہیں اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد میں صحیح نہیں باوجود
تصدیق ولد کے اور بعض احکام میں ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ میں قلت قال البهنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد
موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہیں مگر اس صورت میں صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو
کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ بہنسی
نے اس قول کو کسی ایسے فقیہ کی طرف نسبت نہیں کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے
لائق اعتماد کے نہیں۔

باب العنین وغیرہ

یہ باب ہے عنین یعنی نامرد وغیرہ کے احکام میں غیر عنین میں خصی اور مسحور[1] اور خنثی مشکل اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہیں ہم وزن
عناز اس کو کہتے ہیں جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلۂ تناسل کو استادگی نہ ہو کہ جماع کر سکے کذا فی حاشیۃ
المدنی هو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن وہ یعنی عنین ہم وزن سکین لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہ ہو
عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی محبوس اور ممنوع جماع سے اور جمع اسکی عنن ہے وشرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع
منہ ککبر سن او سحر اذ لا خیار لہا لمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع میں عنین اس کو کہتے ہیں جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہ ہو تو جو شخص
وطی فرج پر قادر نہ ہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا یا جادو اس واسطے
کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اس کو اختیار تفریق کا نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں نقصان عورت کی طرف سے
ہے نہ مرد کی طرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرہ جدا کالزر ولو قصیرا لا یمکنہ ادخالہ
داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جب کہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر یا
یا زوج کے آلۂ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسے قمیص کی گھنڈی اور اگر آلۂ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اس کو اندرونی فرج میں نہ داخل کر سکے تو عورت کو
جدائی کا اختیار نہیں کذا فی البحر الرائق اور اس میں بحث اور گفتگو ہے یعنی جب بسبب کوتاہی کے ادخال پر قادر نہ ہو تو وہ شخص مقطوع الذکر
کے برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد
نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی المسئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحر الرائق میں ہے کہ مجبوب مانند عنین
کے ہے مگر دو مسئلوں میں ایک تاجیل میں یعنی عنین کی فرقت میں مدت ہے اور مجبوب میں مدت نہیں اور دوسرا لڑکا ہونے میں یعنی مجبوب کی
زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اس کا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہ ہوگی۔ اور عنین میں تفریق باطل ہو جاوے گی
م کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہیں بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب میں صحت مجبوب شرط نہیں بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم
بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء وغیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کرا دے حاکم عورت کی
کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اس کی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہ ہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی جانتی ہو

[1] یعنی جو سحر سے بند کر دیا گیا ہو کہ عورت پر قادر نہ ہو سکے۔ ۱۲

یا بعد نکاح کے اس حال پر راضی نہ ہوئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اس کو نہیں بلکہ اس کے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہ ہوگی کہ شائد وہ راضی ہو جاوے اور اگر اس کی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اس کا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اس کو طلب فرقت میں اختیار نہیں **بینہما فی الحال** ولو کان المجبوب صغیرا لعدم فائدہ التاخیر مجبوب اور اس کی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کر دے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہ ہونے فائدہ تاخیر کے **فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ** ای الوصول **لا یفرق** لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایک بار عورت سے جماع کرنے کے بعد اس کے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایک بار جماع کرنے کے بعد تو دونوں صورت میں تفریق نہ کی جاوے گی بسبب حاصل ہو جانے عورت کے حق کے ایک بار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی میں کچھ گناہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر **جاءت امراۃ المجبوب بولد** ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہیں سو مجبوب نے اس لڑکے کا دعویٰ کیا ثابت ہو جاوے گا نسب اس کا بعد اس کے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اس کو جدائی میں اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ **ولو** ولدت **بعد التفریق الی سنتین ثبت** نسبہ لانزالہ بالسحق **والتفریق باق بحالہ** لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اس کا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقائے مجبوبیت کے **ولو کان عنینا بطل التفریق** لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اس کی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی بواسطے زوال اس کی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہوں سے یعنی گواہوں نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق باطل نہ ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہو گیا ہم زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہو گی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہیں **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اس واسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہے اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہو گئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اس میں عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اس واسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اس کا اقرار لائق سماعت کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو وجدتہ عنینا** ہو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود ومبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نساء پر قادر نہ ہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہیں کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عرب میں اس کو مربوط[1] بولتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام لخفائہ وان کان باولان الفقہاء یتسامحون فی ذلک نہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جس کے آلۂ تناسل میں استادگی نہیں خصی اس کو کہتے ہیں جس کے آلۂ تناسل

[1] ہندی میں معقود و مربوط کو بندھا ہوا کہتے ہیں اور سحر سے کسی چیز کو بیکار کر دینا بھی باندھنا کہلاتا ہے ۱۲

ہو اور فوطے نہ ہوں خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اس کے آلۂ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اس کی عورت کو اختیار فرقت کا نہیں
کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلۂ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے
لیکن بالتخصیص اس کو ذکر کیا بسبب اس کے مخفی ہونے کے یعنی شاید کسی کو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بہ او
عاطفہ مخصوص ہے اور یہاں عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور میں تساہل کرتے ہیں اس واسطے کہ اصل مقصود ان کا افادہ
احکام ہے کذا فی النہر الفائق م نہر الفائق میں یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اس واسطے کہ خصی کو عنین شامل
تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او **اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ** یعنی اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا
خصی پاوے تو زوج کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلوں پر تو اگر نامردی پیدائشی نہ ہوگی بیماری
سے ہوگی تو سال بھر میں بسبب تبدیل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاوے گی اور عنین کے واسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ **ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ** اور سوائے قاضی شہر کے اور کسی کا مدت ٹھہرانا معتبر نہیں م
تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہیں کذا فی فتاوی قاضی خاں **قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمائۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم** مدت عنین
کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جس کے بارہ مہینوں کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اس کے تین سو
چون دن پورے ہوتے ہیں کچھ تھوڑا دن اور بھی جس کی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہیں کذا فی القہستانی اور بعضے فقہانے کسر کو ذکر نہیں کیا
کذا فی العالمگیری ناقلاً عن الکافی اور واقعات اور لوالجیہ میں سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اس واسطے
کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار **وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما قیل وبہ یفتی** اور قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین
میں سال شمسی معتبر ہے جس کا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضوں نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے
کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے
سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہیں اس واسطے کہ امیر المومنین عمرؓ نے
قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کے واسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمرؓ نے عنین کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب
سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نہ جانتے تھے تو جہاں مطلق سال مذکور ہوگا وہاں قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اس کی خلاف نہ ثابت ہو
اور سابق میں مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اس کا خلاف لائق التفات کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اجل فی اثناء
الشہر فبالایام اجماعا** اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کی جاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال
قمری یا شمسی کا اس صورت میں ہے جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسویں یا پندرھویں تاریخ سے مدت مقرر کی جاوے تو بالاتفاق حساب سال
کا دنوں سے ہوگا نہ مہینوں سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاوے گا اس کو سال عددی کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ورمضان وایام حیضہا
منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا وبہ یفتی ولوالجیۃ** اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی میں داخل ہیں
اور اسی طرح مرد کے ایام حج اور اس کے سفر کرنے کے ایام بھی سال میں داخل ہیں نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اس کے سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت
کی بیماری کی مدت مطلقاً خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اتنی مدت سال پر زیادہ کی جاوے
گی اور اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاوے گی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے **ولو حل**

من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کی جاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہ ہوگا اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لایقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر نہ قادر ہو تو اس کی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاویں گے دو مہینے اس واسطے زیادہ ہوئے تاکہ ان میں روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہیں فان وطی مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب کمامر سو اگر عنین یا خصی نے ایک بار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاء عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت میں ایک بار بھی وطی نہ کر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اس کے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب میں قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے ہم دو صورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اس واسطے کر دے گا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک[1] بالمعروف سے تو اس پر تسریح بالاحسان واجب ہے جب اس نے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہٰذا قاضی اس کا نائب ہو جاوے گا دفع ظلم کے واسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اس کے ولی کی طلب سے یا اس شخص کی طلب سے جس کو قاضی نے مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اس کے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اس واسطے کہ اولاد لونڈی کی اس کے مالک کی مملوک ہے وہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور ولو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیۃ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اس کو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنوں میں زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونوں منزل ہو جاتے ہوں لذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زمانا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اس نے مطالبہ نہ کیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی و لو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا فتح بیضۃ خیرت فی مجلسہا اور اگر دعویٰ کیا زوج نے وطی کا اور اس کا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتوں کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اس کی ران پر پڑے تو وہ باکرہ نہیں یا اس کی شرمگاہ میں زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہیں اور داخل نہ ہو تو باکرہ ہے بہرصورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس میں وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا اور یہ مسئلہ مخالف ہے مسئلہ سابق کے کہ وہاں تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہاں مجلس تک مقصود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ہی ثیب او کان ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر متقی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہے باکرہ نہیں یا وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو زوج

[1] یعنی قرآن مجید میں حکم ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی یا روکنا ہے اچھی طرح پر یا چھوڑ دینا احسان کے ساتھ ۱۲

و قول کی تصدیق کی جاوے گی ساتھ قسم کے سوا اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتداء میں یعنی قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کی جاوے گی اور اگر تہا میں انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاوے گا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے کما یصدق لو وجدت ثیبا و زعمت زوال عذرتها بسبب آخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت میں بھی تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوائے وطی زوج کے مثلا یوں ظاہر کرے کہ زوال بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کر دیا اس صورت میں قول زوج کی اس واسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہے نہ انگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہے سوائے جماع کے اور قول اسی کا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہے اور ظاہر حال اس کا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارته ولو دلالة بطل حقها کما لو وجد منها دلیل اعتراض بان قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضی وقام القاضی قبل ان یختار شیئا بحر فی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق اذ فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اس طرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاوے گا حق اس کا چنانچہ اس طرح بھی اس کا حق باطل ہو جاتا ہے اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بے اتفاقی کرے اس طرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اس کو مددگار قاضی کے کھڑا کریں یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اس واسطے اس کا حق باطل ہو گیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اس کو اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اس کے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے تزوج الاولی او امراۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہے کہ اس کی زوجہ اس سبب نامردی کے جدا ہو چکی ہے تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہیں نہ زوجۂ اولیٰ کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اس واسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون و جذام و برص و رتق و قرن اور زوجین میں سے کسی کو اختیار جدائی کا نہیں دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریاں تو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہیں اور پچھلی دو بیماریاں عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہیں کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہیں جماع سے لیکن قہستانی میں ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسی طرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدوں مضرت کے اس کے پاس نہ ٹھہر سکے عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ للمدنی و خالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا ہے باقی تینوں اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ میں اگر یہ بیماریاں زوج میں ہوں اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریوں کے نکاح کو رد کر دے تو صحیح ہوگا اس کا حکم کذا فی فتح القدیر ؎ شارح کے اس قول میں چند خلل ہیں اول یہ کہ ظاہر کلام شارح اس کو مقتضی ہے کہ آئمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریوں سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہے کہ ان کے نزدیک جنون اور جذام اور برص میں دونوں کو اختیار ہے اور پچھلی دو بیماریوں میں فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے تیسرا خلل یہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر میں ہم نے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا کہ شاید یہ تحریف ہے کاتبوں کی بلکہ صواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا ای العنین و زوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونوں یعنی عنین اور اس کی عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح

کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق زق امتہ وکذا زوجتہ وبل تجبر الظاہر نعم لان التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ نہر اور مالک کو جائز ہے اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور اسی طرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہے اور اگر زوجہ نہ مانے تو اس میں کیا زبردستی کرنا درست ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ درست ہے واللہ اعلم اس واسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہے وہ بدوں اس کے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی وقادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے بیان کیا ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہے یا سنی مذہب ہے یا قادر ہے مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اس کے برخلاف ہے یعنی غلام ہے یا رافضی یا خارجی ہے یا محتاج کہ اس کو مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان ابن فلان ہے اور نا گہاں وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو اختیار رہے فرقت کا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہو اور والدین اس کے نہ معلوم ہوں م عورت کو ان مسائل میں اختیار فسخ ہوا بسبب فقدان کفاءت کے اول میں رقبیت کے سبب سے اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت مالی نہیں اور رابع میں کفایت نسبی نہیں۔

باب العِدّۃ

یہ باب ہے احکام عدت کے بیان میں ہی لغۃ بالکسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول و تشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول و تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہیں اور اس مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کے واسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع میں اس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت یا مرد کو لازم آتا ہے نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہیں جو موانع ہیں وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہے لیکن اصطلاح فقہا میں عدت مخصوص ہے عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ لمانع لزم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرنا ہے اس قاعدہ کلیہ کی طرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہے بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہے انتظار کرنا مرد کو اس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوائے اپنی زوجہ کے م فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع کو یوں ضبط کیا ہے کہ اپنی زوجہ کی بہن اس کی عمہ اور خالہ اور اس کی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کرکے پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کرکے پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہیے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد بالشبہ نکاح وطی کرکے پانچویں سے نکاح کرنا بدوں گذرنے عدت کے جائز نہیں اس واسطے کہ نکاح فاسد اور شبہ نکاح میں بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہے اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کرکے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایک بار حیض ہو جانے کے یا ایک مہینہ گذرنے کے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدوں مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدوں گذرنے عدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہے کہ

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں **واصطلاحا تربص یلزم المرأۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح** فلا عدۃ لزنا **او شبھتہ** کنکاح فاسد ومزفوفۃ لغیر زوجھا وینبغی زیادۃ او شبہہ لیشتمل عدۃ ام الولد اور اصطلاح فقہا میں عدت عبارت ہے اس انتظار سے جو عورت کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہیں لازم ہے واسطے زنا کے اس واسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جس کو عورتیں شب زفاف میں زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دیں اور کہیں کہ یہ تیری زوجہ ہے اور وہ مرد وطی کرے تو اس پر عدت واجب ہے شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت میں لائق یہ ہے کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو مولیٰ آزاد کرے یا اس کو چھوڑ کر مولیٰ مر جاوے اس واسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہے مانند زوجہ کے بسبب ہمبستری مولیٰ کے کذا فی البحر الرائق ہم شبہہ بکسر اول اور سکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہے بمعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہیں اس واسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہیں تو اس وقت میں صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہیں اس واسطے کہ طلاق رجعی میں نکاح نہیں زائل ہوتا اسی واسطے بلا تجدید نکاح عدت میں رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہے کہ عدت نام ہے اس مدت کا کہ واسطے انقضائے بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اس میں سب افراد عدت کے داخل ہو گئے یہاں تک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہو گئی اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہو گیا ...... اس واسطے کہ اس تعریف میں ذکر لزوم کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیوں کا جن کا نکاح ہوا تھا دو بہنوں سے عورتوں نے چوک کر اس کی زوجہ اس کے پاس کر دی اور اس کی اس کے پاس آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہا مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہے بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج کے پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہے علما نے فرمایا وہ کیا ہے بیان کرو امام اعظم نے دونوں بھائیوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونوں کو یہ پسند ہے کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونوں نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہیں امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہمبستر عورت سے نکاح کر لے تو اس میں عدت لازم نہ ہوگی کہ طلاق قبل دخول میں عدت نہیں سب علما نے اس کو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہمبستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہ ہوئی **وسبب وجوبھا عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت وخلوۃ صحیحۃ فلا عدۃ بخلوۃ الرتقاء** اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جو متاکد بتسلیم وطی یا قائم مقام وطی کے ہے قائم مقام وطی عبارت ہے موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہیں رتقا کی خلوت سے اس واسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہیں بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت ہے جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہیں **وشرطھا الفرقۃ** اور شرط عدت کی جدائی ہے **ورکنھا حرمات ثابتۃ بھا کحرمۃ تزوج وخروج وصحۃ الطلاق فیھا ای فی العدۃ** اور عدت کے رکن وہ حرمتیں ہیں جو بسبب عدۃ کے ثابت ہیں جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہیں حقیقت شے کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکور تو عدت کا حکم کہنا مناسب تھا اس واسطے کہ حکم اس کو کہتے ہیں جو شئی پر مبنی ہو اور اسی طرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم میں داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہے یعنی جن کو یہاں رکن کہا ہے ان کو حکم عدت میں مذکور کیا ہے **وحکمھا حرمۃ نکاح اختھا** اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہے عدت کا **وانواعھا حیض واشھر ووضع حمل کما افادہ بقولہ** اور

اقسام عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل میں چنانچہ اس کو مصنف نے آئندہ قول میں مذکور کیا **وهي في حق حرة ولو كتابية تحت مسلم تحيض لطلاق**
ولو رجعيا او فسخ بجميع اسبابه ومنه الفرقة بتقبيل ابن الزوج نهر اور عدت حرہ کی حق میں اگرچہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اس حرہ کی جس کو حیض آیا ہو
خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح میں اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہو
چکے اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے کذا فی النہر منح الغفار میں مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ
جمیع اسباب فسخ کو شامل رہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور عدم کفایت کو **بعد الدخول حقيقة او حكما**
اسقط في الشرح وجزم بان قوله الاتي ان وطئت راجع للجميع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں حقيقة او حكما کو ساقط کر دیا ہے اور یقین کیا ہے کہ اس کا آئندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہے یعنی عدت بالحیض اور عدت
بالاشہر کو تو یہاں حقيقة او حكما کہنا کچھ ضرور نہیں اس واسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے **ثلث حيض كوامل لعدم تجزي الحيضة** حرہ مذکورہ
کی عدت پوری تین حیض ہیں بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے
اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اس کی تکمیل بعض حیض رابع سے کی جاوے لیکن چونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہیں لہذا
کل حیض رابع عدت ممتد ہو گی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہے **فالاولى لتعرف براءة الرحم والثانية لحرمة النكاح والثالثة لفضيلة الحرية**
جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہیں تو اب اس کے مشروع ہونے کی حکمت دریافت کرنی چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کے ہے
اس واسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اس کو حاصل تھی
اور کھانے کپڑے کا کچھ اس کو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اس واسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ
کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اس واسطے
کہ استحاضہ حمل میں بھی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہے احتمال کا **كذا عدة ام ولد مات مولاها او اعتقها لان لها فراشا كالحرة مالم**
يكن حاملا او آيسة او محرمة عليه اور اسی طرح عدت اس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جس کا مالک مرگیا یا اس کو اس نے آزاد کر دیا اس واسطے کہ
ام ولد کو بھی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اس وقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہ ہو اگر حاملہ ہو گی تو
تا وضع حمل اس کی عدت ہے اور اگر آئسہ ہو گی تو تین مہینے اس کی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہو گئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام
ہونے کی یہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت میں ہو یا مولیٰ کے فرزند نے بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الخانیه **ولو مات مولاها**
وزوجها ولم يدر الاول تعتد باربعة اشهر وعشر او بالابعد الاجلين بحر اور اگر مولیٰ ام ولد کا اور زوج اس کا مرگیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت
چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتوں میں بعید تر ہے اس کو عدت ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ہم اگر معلوم ہو کہ مولیٰ پہلے مرگیا تو ام ولد پر عدت
نہیں اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اس کے دو مہینے پانچ دن عدت ہیں اور اگر مولیٰ زوج کی عدت میں مرگیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولیٰ بعد
عدت زوج کے مرگیا تو تین حیض کامل اس کی عدت ہے اور اگر مولیٰ اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہ ہو تو اس کی تفصیل بحر الرائق میں
یوں ہے کہ اگر اس قدر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت میں ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن
کی ہے احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اس کی عدت
چار مہینے اور دس دن ہیں باعتبار اشتمال تین حیض کے اور اگر دونوں کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مرگیا تو امام کے نزدیک

چار مہینے دس دن کی مدت ہے بدوں اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجھا لعدم تحقق حریتھا یوم موتہ اور ام ولد وارث نہ ہوگی اپنے زوج کی سب صورتوں میں بسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ و مدبرۃ کان یطاء لعدم فراش جوہرہ اور عدت نہیں لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہ ہوگا بدوں اقرار مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اس کا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کے ولد کا نسب مولی سے ثابت ہے بدوں اقرار مولی کے بھی **وکذا موطؤۃ بشبھۃ** کمزفوفۃ لغیر بعلھا **او نکاح فاسد** کموقت **فی الموت والفرقۃ** یتعلق بالصورتین معًا اور اسی طرح تین حیض کامل کی عدت ہے اس عورت کی جس کی وطی بشبہہ ہو گئی چنانچہ عورت شب زفاف میں اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس پہنچائی گئی یا اندھیری رات میں زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت میں بھی اور جدائی میں بھی شارح کہتا ہے موت اور جدائی دونوں صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی میں تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت میں تین ہی حیض کی عدت ہے ان صورتوں میں مرد کی موت سے عدت وفات نہ واسطے اظہار غمناکی کے ہے زوج کے فوت سے جس کا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتوں کے کہ انمیں اصل زوجیت ثابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والعدۃ **فی** حق **من لم تحض** حرۃ اوام ولد **لصغر** بان لم تبلغ تسعا **او کبر** بان بلغت سن الایاس اور عدت اس عورت کے حق میں جس کو حیض نہیں آیا ہی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہیں پہنچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ ناامیدی کی عمر کو پہنچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی **او بلغت بالسن** وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ بالطہر بان حاضت ثم امتد طہرھا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرہ وغیرھا یا بالغ ہو گئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اس کو حیض نہیں آیا اور حیض نہ آنے کی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہو گئی جوان عورت یعنی طہر والی جس کو حیض ایک بار آیا پھر اس کا طہر ممتد اور دراز ہو گیا تو اس کی عدت باعتبار تین مہینے کے نہیں بلکہ اس کی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہاں تک کہ ناامیدی کی حد کو پہنچے یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آوے گا تو اس کی طلاق یا فسخ کی عدت آخر نہ ہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اس کی عدت ہوگی کذا فی الجوہرہ وغیرھا وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائھا بتسعۃ اشھر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ لمبے طہر والی کی عدت نو مہینے میں منقضی ہو جاتی ہے سو نادر روایت ہے مخالف ہے جمیع روایات معتبرہ کے تو کوئی مفتی حنفی مذہب اس کا فتوی نہ دے **م** یہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے نہ سمجھے کہ اس کی عدت نو مہینے کی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا[۱] اور بعد اس کے اس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اس پر حکم دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ یاد رکھنے کے لائق ہے اس واسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضوں نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی میں کہا کہ بعض ہمارے اصحاب اور استاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہیں اس مسئلہ میں بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ میں بھی انقضائے عدت نو مہینے میں مذکور ہے لیکن بحر الرائق میں یوں ہے کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہے تو لائق فتوی کے نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ قاضی مالکی کی طرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہے کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصل کر دے گا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اس واسطے کہ بقول حموی اکثر ملکوں میں حنفی مذہب ہیں مثلاً بخارا اور ہندوستان ہیں وہاں قاضی مالکی نہیں پھر کس کے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک بہ علیٰ تقلید ہے اور اس کے جواز میں کسی نزاع اور گفتگو نہیں بشرط

[۱] تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اس طرح چھ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ اگر جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا

عدم تلفیق[1] کے کیف و فی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ فی البحر والنہر اور کیونکر فتویٰ دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح میں یوں مذکور ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعیؒ کا مذہب ایسے امر میں کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہے کہ یوں کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر میں یوں کہا ہے ہاں اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اس کو توڑ نہیں سکتا اس واسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہو جاتا ہے کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق ؎ حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعیؒ کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اس واسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ تکلم بصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد میں غیر کا قول خطا محمل الصواب ہے لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب اعتقاد کرتا ہے اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ تقلید مفضول کی جائز ہے باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہے فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اس کو بیان کیا ہے اور اسی واسطے حموی نے کہا ہے کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہے وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر ؎ وفا عدۃ بان مالکی یقرر ؎ ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا ؎ یقال بلا نقد علیہ ینظر ؎ شارح کہتا ہے اور البتہ نظم کیا ہے اس کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے حنفی نے سو یوں فرمایا ہے کہ واسطے اس عورت کے جس کا طہر ممتد ہے نو مہینے پوری عدت ہے اگر مالکی قاضی اس کا حکم کر کے ثابت کر دے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہیں اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا و فا عدۃ اصل میں و فاء عدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخوں میں یقدر بجائے یقرر کے ہے طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہے سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکوں میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہاں نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلثۃ حیض بشہر احتیاطاً اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہے یہ ہے کہ اس کے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اس حساب سے کل عدۃ اس کی سات مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ؎ اور یہ قول حکم کا ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہے کہ اس کے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اس کو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو موجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجائے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اس واسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق میں تین مہینے کی عدت ہے اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا دنوں سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکم وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اس کا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں سے عدت لازم ہوتی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدائے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کیا موافق قدوری کے قول کے جو غیر صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت

[1] یعنی یہ نہ ہو کہ ایک ہی مسئلہ میں کسی قدر تقلید ایک امام کی اور کسی قدر دوسرے کی۔ ۱۲

کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہے کہ شیر خوار کے باپ نے
اس کا نکاح فاسد کردیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **وعدۃ الموت اربعۃ اشھر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر**
وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے میں بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ
بیان اس کا ہوچکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن مدت موت ہے بشرط باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اس واسطے کہ نکاح فاسد میں مرد کی موت
سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اس کی زوجہ پر عدت وفات نہیں اس واسطے کہ موت کے
وقت نکاح باقی نہیں بسبب آزاد ہونے مکاتب کے ادائے بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور
حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہیں رہتا **مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا**
واجب ہے عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوا اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے
اور دس دن سے خالی نہیں سوائے حاملہ کے کہ اس کی عدت بعد وضع حمل ہے **قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر لم تحض وہی واقعۃ الفتوی ولم ارہا فلان فراجعہ**
شارح کہتا ہے کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں ممتدہ طہر کو بھی شامل ہے ممتدہ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اس کو اکثر حیض
نہیں ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور میں نے اس کو کسی کتاب فقہ میں صریح نہیں دیکھا سوائے دیکھنے والے درالمختار کے اب اس
مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ میں **ہم** طحطاوی نے کہا کہ جب فقہا تصریح کرچکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہیں سوائے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ میں ممتدۃ
طہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے **وفی حق امۃ تحیض لطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی** اور جس لونڈی کو
حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اس کے حق میں دو حیض کی عدت ہے بواسطہ عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت
لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا النصف کو پورا کردیا **وفی امۃ لم تحض لطلاق**
او فسخ او مات عنہا زوجہا النصف مما للحرۃ لقبول التنصیف اور اس لونڈی کے حق میں جس کو حیض نہیں آتا بسبب خردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے
بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اس کا زوج اس کو زندہ چھوڑ کر مرگیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنی حرہ کی عدت ایسی صورتوں میں
آدھی ہوسکتی ہے لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آیسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات دو
مہینے پانچ دن ہے **وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی وضع**
جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق میں مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اس طرح پر کہ زید نے نکاح کیا اس
عورت سے جس کو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مرگیا یا اس کو طلاق دی تو اس کی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی
جواہر الفتاوی وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اس واسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو
اس کی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے **وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا** اور بحر الرائق میں ہے
کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن بچہ کے ہے سب احکام میں مگر عورت کے حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر بجائے کل نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی اگر
حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہوگئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنا بر اس احتیاط کے
کہ جمیع حمل کا وضع نہیں ہوا **ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعہ** اور کچھ اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا
ہو تو اس قدر نکلنے سے عدت آخر نہ ہوگی اور قصاص بھی نہ ہوگا اس کے قطع کرنے میں بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہ ہوگا بلکہ بیسواں حصہ

خونبہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہوں تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوئی کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ او لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا بعد اس کا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اس کا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور حتی ہو عورت کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے با بتدائے موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل منسوب نہیں لیکن انقضائے عدت بدوں وضع حمل کے نہیں بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اس میں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکساں ہو گئی اور یہ قول امام اعظم اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ ان کے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدت الموت اجماعا لعدم الحمل حین الموت اور اس عورت کے حق میں جو حاملہ ہوئی بعد موت صغیر کے اس طرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اس کو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالیہا اذ لاماء للصبی ونسب ولد صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر جب منی نہیں تو ولد کہاں نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا فتح ہاں لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مر گیا تو اس کی بقائے عدت اس کے گرنے تک سزاوار ہے یا کہ عورت ناامیدی تک پہنچے کذا فی النہر الفائق م یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ حمی محشی نے کہا کہ جب عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہو گی لیکن یہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اس واسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہرتا زندہ و مردہ دونوں کو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وہی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا بان تربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت منہا ثلث حیض من وقت الطلاق شمنی وفیہ قصور لانہا لو لم تر فیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجہ فار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مر گیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اس طرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان میں قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی ہے پوری نہیں کہ سب عورتوں کو شامل نہیں اس واسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنوں میں ہو یہاں تک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اس کی عدت باقی رہے گی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہو گی م تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاویٰ قاضی خاں کے یوں ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاویں تو عدت منقضی ہو گئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکیں اور تین حیض نہ ہو چکیں تو جب تک تین بار حیض نہ ہو گا عدت آخر نہ ہو گی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکیں تو بدوں تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہ ہو گی فائدہ ابعد الاجلین چار صورتوں میں ہوتی ہے ایک فار کی عورت جس کا

بیان ابھی ہوا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتیں ہیں اور اس نے ایک کو معین کر کے طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کر چکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر زوج مرگیا اور یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدوں بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین کے صحت کی حالت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضائے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خاں اور پانچویں صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جس کو شارح اسی باب میں مذکور کر چکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مر جاویں اور معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان **المطلقۃ** الرجعی **بالموت** اجماعًا اور فار کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اس واسطے کہ اس کی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اس میں تین حیض ہوں یا نہ ہوں **والعدۃ فی من اعتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن والموت ان تتم کعدۃ حرۃ** اور عدت اس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنی لونڈی کے زوج نے اس کو طلاق رجعی دی تو اس کی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز اس کی عدت منقضی نہ ہوئی تھی کہ اس کے مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو اب اس پر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت **واعتقت فی احدہما ای البائن اوالموت فلعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین** اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت میں تو اس کی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستًا کامۃ صغیرۃ منکوحۃ مطلقت رجعیا فنعتد لشہر ونصف فحاضت فتصیر حیضتین فاعتقت فتصیر ثلثا فامتد طہرہا الا یاس فتصیر بالاشہر فعاد دمہا فتصیر بالحیض فمات زوجہا فتصیر اربعۃ اشہر وعشرًا اور کا ہے بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اس کی عدت ہے ڈیڑھ مہینہ پھر اس کو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضائے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اس کی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل تین حیض کے طہر اس کا دراز ہوگیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض آیا تو اب اس کی عدت تین مہینے کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضائے تین حیض کے زوج اس کا مرگیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہوگی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار کے انتقال کا قائل ہے تو لشائد کہ اس نے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسۃ اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا واستانفت بالحیض لان شرط الخلفیۃ تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایۃ کما فی الغایۃ واختارہ فی الہدایۃ فتعین المصیر الیہ قالہ فی البحر بعد حکایۃ ستۃ اقوال مصححۃ واقرہ المصنف آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اس کے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق عادت قدیم کے یا کہ اس کو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اس نے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اس واسطے کہ عین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اس واسطے کہ عدت بالاشہر خلف یعنی نائب[12] عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونے کی یہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہے موت تک تو اس صورت میں بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے ناامیدی نہ رہی اس واسطے کہ آئسہ وہ ہے جس کو

نہ حیض ہونے کا اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہے کذا فی الغایۃ اور اسی کو پسند کیا ہے ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہو گیا ایسا ہی کہا ہے بحر الرائق میں بعد نقل کرنے چند قول کے جن کی تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ میں اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح میں م آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مرادیں چند قول ہیں لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اس واسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہے کہ معراج الدرایۃ میں اسی قول پر فتوی ہے **لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید انہا ان رأتہ قبل تمام الاشہر استانفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعۃ و ملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل بالحیض کما صحح فی الخلاصۃ وغیرہا وفی الجوہرۃ والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایۃ وفی النہر انہ اعدل الاقوال وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی** لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جس کو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہو گئی مکرر سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تو عدت پوری ہو گئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہے اسی کو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہے اور موجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمان مستقبل میں اگر زوج ثانی طلاق دیوے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسی کی تصحیح کی ہے خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ اور مجتبی میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری میں یوں ہے کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ یہی قول سب روایات میں معتدل تر ہے اور پوری تقریر اس کی شارح کی اس شرح میں ہے جو ملتقی الابحر پر لکھی **والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض کما تستانف العدۃ بالشہور من حاضت حیضۃ او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل** اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نہ کرے مگر جب کہ اس کو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جس کو ایک بار یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہو گئی یعنی پچپن برس کو پہنچ گئی ان صورتوں میں پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا حکم اس واسطے ہوا تاکہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچا ڈر ہے اس واسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جائز نہیں **والایاس سنۃ للرومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر** اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی النہر الفائق م محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اس کے سوا میں ساٹھ برس یا ترکی ہوتا ہے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق **وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا** اور بحر الرائق میں جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہنچی اور اس کو حیض نہ آیا تو اس پر ایاس کا حکم کیا جاوے گا **وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطلہ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ والنسب بحر** اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اس میں عدت نہیں نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسی طرح نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق **والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر عالم بحالہا کما سیجیء والموطوءۃ لشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما**

وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا بحر یعنی اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجیٔ اور عدت اس عورت کی جس کی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب میں آوے گا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہے تو اس میں عدت نہیں اور جس کی وطی بشبہہ ہو گئی اس کو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اس کی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہاں تک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ عورت واقف اور راضی نہ ہو یعنی دونوں قیدیں یا ایک قید ضروری ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن بجبر اس کو مرد کے پاس شب زفاف میں کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہے اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اس نے اعتبار نہ کیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اس پر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اس واسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان عدتہا بالاشہر والوضع** عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرۃ اور معتقہ پر عدت نہیں دراں حالیکہ ام ولد اور آئسہ اور حاملہ نہ ہو اس واسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینوں سے ہے اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے **الحیض للموت ای موت الواطی وغیرہ کفرقۃ ومتارکۃ لان عدۃ ہؤلاء لتعرف براءۃ الرحم وہو بالحیض ولم یکتف بحیضۃ احتیاطا** یعنی عدت منکوحہ نکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں وطی کرنے والے کی عدت میں بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتوں کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اس واسطے کہ عدت ان کی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے **ولا اعتداد بحیض طلقت فیہ اجماعا** اور اس حیض کا جس میں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اس واسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہوں گے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اس کے سوا تین اور حیض حرہ میں اور دو حیض لونڈی میں لازم ہوں گے **واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما وعلیہا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولی** اور جب وطی ہو گئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہوگی معتدہ پر دوسری عدۃ بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونوں عدتیں متداخل ہو جاویں گی یعنی مل جاویں گی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہو گئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اس کو ایک بار حیض آیا اور اس نے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دو بار حیض آیا تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں محسوب ہوں گے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہو گئی پہلا حیض اور یہ دو حیض مل کر اور زوج ثانی کی عدت میں فقط دو ہی حیض ہیں تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہو گی خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چار حیض ہیں پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونوں عدتوں میں مشترک اور متداخل ہیں ہم معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تا کہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بشبہہ میں اور اگر طلاق رجعی کی عدت میں معتدہ سے زوج وطی کرے گا تو رجعت ثابت ہو جاوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی **وکذا لو بالاشہر او بہما لو معتدۃ وفاۃ** اور اسی طرح متداخل ہوں گی

دو عدتیں اگر ہر ایک عدت مہینوں کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت میں وطی بشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا
مہینوں سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینوں کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت
میں تھی کہ اس کی وطی بشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی ہو گئے تو دونوں عدتیں منقضی ہوگئیں بسبب تداخل کے اور اگر
اس مدت میں حیض جاری نہ ہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قولہ والمرئی منہما لعمتہما وتم الکامل لو
حبلت فعدتہما الوضع الا معتدہ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل کما مر وصحح فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتوں کا جیسا کہ حیض کی عدتوں میں ہوتا ہے ویسا
ہی مہینوں کی عدت میں بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول المرئی منہما کو محذوف کرتا . . . . یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونوں
قسم کی عدتوں کو شامل ہوتا اور اس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت میں حاملہ ہوگئی تو اس کی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتیں لازم ہیں ایک
حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونوں عدتیں وضع حمل سے منقضی ہو جاویں گی اس واسطے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے
مگر معتدہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہے سو اس کو تغیر نہیں ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اس کا بیان زوجہ صغیرہ میں جب کہ بعد موت صغیر کے
وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی بدائع میں ومبدأ العدۃ بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد
موت کے ہونا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جہلت المرأۃ بہما ای بالطلاق والموت لانہا اجل فلا یشترط العلم بمضیہ سواء اعترف
بالطلاق او انکر اور آخر ہو جاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہ ہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہو گئے یا زوج مر گیا اور
چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہو گئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہ ہو اس واسطے عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اس
کے گذر جانے کا علم مشروط نہیں خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأتہ ثم انکر واقیمت علیہ بینۃ وقضی القاضی بالفرقۃ کان
او عنہ جلبہ فی الشوال وقضی بہ فی المحرم فالعدۃ من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا
اور گواہوں نے اس کو جھوٹا لیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اس کو شوال میں طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا
ہوا محرم میں تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبہم
من وقت البیان اور طلاق مبہم میں ابتدائے عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شہدا بطلاقہا ثم بعد ایام عدلا فقضی بالفرقۃ فالعدۃ
من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدوں نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدوں کی ثابت ہوئی پھر قاضی نے
حکم جدائی کا دیا تو ابتدائے عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے بخلاف مالو اقر بطلاقہا منذ زمان ماض فان الفتوی انہا من وقت
الاقرار مطلقا نفیا لتہمۃ المواضعۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب میں کہا کہ
میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتوی اس پر ہے کہ ابتدائے عدت اقرار کے وقت سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اس کی تصدیق کرے
یا تکذیب یا کہے کہ مجھ کو معلوم نہیں یہ فتوی ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے کہ خلاف واقع اظہار انقضائے عدت
میں زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہوں کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچویں عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض ہو کہ زوج
ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ
فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہر ثان
اختیار ولا نفقۃ ولا سکنی ولا کسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد میں کی یعنی زوج نے جو

طلاق کو زمان ماضی کی طرف منسوب کیا تھا اس کی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوائے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوئی بعد اس وقت کے جس میں ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اس پر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم ہوگا اور نہ سکنی اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اس کی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر چکی تو اس کا حق ساقط ہوگیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقرا بالطلاق فہا تنقضی عدتہا لا ان منکرا اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اس کے پاس رہا کچھ مدت تک اگر مقر ہے اس کی طلاق کا تو عدت اس کی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا ان بین الناس او اشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا انتہی وحینئذ فمبدأہا من وقت الثبوت وظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق میں یوں ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اس کے ساتھ رہا کچھ سو اگر اس کا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہو گیا تو عدت اس کی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہیں تو انقضائے عدت نہیں اور اسی طرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگوں میں اور گواہ کیا لوگوں کو اس پر تو عدت منقضی ہوگئی اور نہیں تو نہیں یہی قول صحیح ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہ ہوگی مرد کی جھڑکی کے واسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اس وقت یعنی عدم شہرت طلاق میں ابتدائے عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی **ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق** من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرہ وغیرہا وفیدہ فی البحر بحثا بکونہ بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہے دونوں میں پھر اگر مرد وطی اس عورت سے کرے گا تو اس کو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق میں دلیل بیان کر کے مخصوص کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اس صورت میں لازم آوے گی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اس واسطے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ یا ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا اسی طرح کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ ولولا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کرے گا تو متارکت صحیح نہ ہوگی اگر منکوحہ نکاح فاسدہ مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسی طرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنے کا ارادہ نہ ہو والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا یوجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد میں خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہیں والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد فی بیت الزوج بزازیہ اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنی اگر دوسری بار اس عورت سے نکاح صحیح کرے گا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اس واسطے کہ نکاح فاسد کی طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اس واسطے کہ واقع میں وہ زوج ہی نہیں کذا فی البزازیہ **قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا** لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاہر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجائش رکھتی ہے انقضائے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہے تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے عورت کے اور اگر مدت میں انقضائے عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں اس واسطے کہ ہر چند عورت اس بیان میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے

یعنی امین کے قول کی اس وقت تصدیق ہوتی ہے جب ظاہر حال اس کے بیان کے مخالف نہ ہو اور جب عدت میں گنجائش انقضائے عدت کی نہ ہوئے
تو ظاہر حال اس کا مخالف ہوا لہذا اس کا قول مقبول نہ ہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا لحرۃ ستون یوما ولامۃ اربعون پھر اگر
عدت عورت کے مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اس کی مذکور ہو چکی یعنی طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن
اور لونڈی ہو تو آدھی اس کی اور اگر عدت حیضوں کی ہے تو کم مدت انقضائے عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن
ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اس واسطے کہ معتبر طلاق سنی ہے نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس
دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسی طرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن
مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہے اس حساب سے
کہ گویا اس کو آخر طہر میں طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر پندرہ
دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اسکا قول مع الیمین قبول ہوگا
اور اس مدت سے کم میں مقبول نہ ہوگا مالم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ ومالم یکن طلاقہا معلق بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض
اور اس اقل مدت کا اعتبار اس وقت تک ہے جب تک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اس کی تصریح باب الرجعہ
میں مذکور ہو چکی اور جب تک کہ طلاق عورت کی اس کی ولادت پر معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس
کے ملائے جاویں گے چنانچہ اس کا　بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کرے گی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضاء
بن گئے ہوں تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاوے گی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت میں کمتر
مدت انقضائے عدت حرہ کے پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی
تعیین میں پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ
لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اس کی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق
دی اس کو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت از سر نو　اس واسطے کہ عورت
مرد کے قبضہ اور قابو میں ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقائے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اس نے دوسرا نکاح کیا تو قبض
اول بجائے قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبض میں ہو اور وہ اس کے مالک سے اس کو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض
ٹھہرے گا تجدید قبض کی حاجت نہیں وہذہ احدی المسائل العشرۃ مبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل
عشرہ کا جن کی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کی وطی کے ھم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یوں ہے کہ پہلا مسئلہ
تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسی عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ
واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور ہو چکا ہے ۳ نکاح کیا اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا
پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پھر عدت کے
اندر اس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے
طلاق بائن دی پھر عدت میں نکاح کیا . . . . پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے

۶۔ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اس کو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت میں زوج نے اس سے نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی، ۷۔ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اس سے عدت میں نکاح کیا پھر قبل دخول کے طلاق دی ۸۔ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی قبل دخول کے ۹۔ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اس نے اپنی ذات کو اختیار کر کے نکاح فسخ کیا پھر عدت میں اس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی۔ ۱۰۔ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ آزاد ہو گئی اور اس نے فسخ نکاح کر دیا قبل دخول کے سوان مسائل عشرہ میں دخول نکاح اول بجائے دخول نکاح ثانی کے ہے امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر لا عدۃ علیہا[1] ابطلہ المصنف بما یطول وجزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فلیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وہذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول ہے کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول کے مطلقہ ہوئی اس پر عدت واجب نہیں سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل اور یقین کیا ہے اس پر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ اگر رشوت سے کر حکم کرے گا جاری نہ ہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کر دے سند قضا میں غیر مشہور پر عمل کرنے کی تو حکم جاری ہو جاوے گا تو اس وقت میں وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہیں ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اس کے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنے کا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اس پر عدت نہیں نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہوں اس واسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہیں ان سے اور ان کے اعتقادیات سے اور اس واسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقید لو لوالجی بما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا تھا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہوں اور یہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اس کو زندہ چھوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مستبینۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسی طرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الاسلام میں گرفتار ہو کر اپنے زوج سے جدا ہو گئی بسبب تباین دارین کے اس واسطے کہ عدت جہاں کہیں واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سوائے حاملہ حربیہ کے کہ اس سے نکاح کر لینا صحیح نہیں یہ عدم صحت اس وجہ سے نہیں کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر یا امان لے کر پھر مسلمان ہو گئی یا ذمیہ ہو گئی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حربی جانور اور پتھر میں داخل ہے سوائے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی ہر چند ان کے

[1] ایک نسخہ میں علیہا کے بعد متحل للازواج ہے یعنے جب اس پر عدت نہیں تو ازواج کو حلال ہوگی ۱۲

عدت نہیں لیکن بخیال ولد ثابت النسب اس سے نکاح کرنا صحیح نہیں **وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل**
بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا فی شرح الوہبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربہا زوجہا حتی تحیض لاحتمال
علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اور اسی طرح عدت نہیں اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اس سے
غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخوں میں ودخل بہا داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہے اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہے اس واسطے کہ اگر مرد
ثانی نکاح کر کے دخول نہ کرے گا تو عدت کا احتمال ہی نہیں اور اسی قول پر یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہیں
بسبب نکاح ثانی کے اس واسطے مرد پر حد ماری جاوے گی ساتھ دانست حرمت کے اس واسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جان کر وطی کرنا بھی زنا ہے
اور زنا موجب عدت کا نہیں اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہیں اس واسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع میں عزت نہیں اور
شرح وہبانیہ میں یوں ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اس کا زوج اس سے قربت نہ کرے یہاں تک کہ اس کو ایک بار حیض آجاوے بسبب احتمال
نطفہ رہ جانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اس واسطے
کہ روایت معتمد مفتی بہ میں کچھ عدت نہیں اور فصل محرمات میں شارح تشریح کر چکا ہے کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت
وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الی ان منقضی العدۃ ولا نفقۃ**
لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فقید بہ بخلاف اس کے جب کہ زوجہ ثانی کو معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی
منکوحہ ہے اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اس وقت میں عورت حرام ہو گی زوج اول پر یہاں تک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہو جاوے
اس واسطے کہ یہ زنا نہیں شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اس کی عدت کا نفقہ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہے کہ
عورت نافرمان اس وقت ہو گی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی سے نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہو گا تو وہ نافرمان نہیں اور نفقہ عدت کا
زوج اول پر لازم ہو گا چنانچہ اس کی تفصیل اسی باب میں مذکور ہو چکی سو اس کو غور اور تامل کر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **ادخلت منیہ فی فرجہا ہل**
تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجہا لتعرف براءۃ الرحم وفی النہر بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈال دی منی مرد کی اپنی شرمگاہ میں کیا اس پر عدت لازم
ہے بحر الرائق میں بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہاں عدت لازم ہے واسطے دریافت ہو جانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق میں بدلیل اس
سوال کے جواب میں تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہیں تو عدت بھی لازم نہیں
ان دونوں جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اس کے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر
نکاح صحیح ہے اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہے اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کر
دی ہے کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے بہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی
اپنے بھائی یعنی صاحب بحر سے بلا وجہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث**
حیض وان لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ میں ہے کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اس کو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو
عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہیں جب تک کہ اس عدت میں تین حیض اس کو نہ آویں اگرچہ قبل ولادت کے اس کو حیض نہ آیا
ہو اس واسطے کہ جس کو حیض نہیں آتا وہ حاملہ نہیں ہوتی تو اس کی عدت حیضوں کی ہو گی نہ مہینوں کی **وفیہا طلقہا ثلثا ولیقول کنت طلقتہا**
واحدۃ ومضت عدتہا فلو منفیہا معلوما عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ میں ہے کہ طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے

کہتا ہے کہ میں اس کو ایک طلاق دے چکا تھا اور اس کی عدت بھی گذر گئی یعنی تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تین طلاق نہ واقع ہوں کی بسبب عدم بقائے ملک کے کہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اس کو حلال ہو جاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگوں کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہوں گی اور اگر لوگوں کو انقضائے عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اس کو حلال نہ ہو گی ولو حکم علیہ بوقوع الثلاث بالبینۃ بعد انکارہ فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہو چکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رایہا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اس کے غائب زوج نے اس کو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لا باس ان ینکحہا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی ہے اور اس کی عدت منقضی ہو گئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اس سے نکاح کرے م لا باس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نہ کرنا اولی ہے بالتحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اس وقت سے کہ جس میں یقین ہو جاوے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتمل لم تسقط نفقتہا وجاز نکاح اختہا عملا بخبریہما بالقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فترثہ لو مات دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضائے عدت کی خبر دے چکی ہے اور عورت اس کی تکذیب کرتی ہے اس مدت میں جو انقضائے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہ ہوگا اور جائز نہ ہو گا مرد کو نکاح کر لینا اوس کی بہن سے بنابر عمل کرنے دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورتوں کی خبر پر عمل کیا اور اس کی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اس کی بہن بیوی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ۔

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنی سوگ میں جاء من باب اعتدو مدو فرووی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہے بجائے حائے مہملہ بمعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے ہے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد بضم الحاء وکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل **قولہ اذا کانت معتدۃ بت او موت** وان امرہا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اس کی وطی کر چکا ہو سوگ اس وقت واجب ہے جب کہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو بت یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نہ کرنے کی وصیت کر گیا ہو اس واسطے کہ

ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہم نے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے م جلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کے واسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کے واسطے مضر ہے اس واسطے کہ معتدہ موت پر بہرصورت ترک زینت واجب ہے مدخولہ ہو یا نہ ہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لھا کسب الا فیہ والدھن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر المزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر راجع للجمیع اذا الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرائش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتوں کی کنگھی کرنے سے تو کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں اس واسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذافی البحر اور اگر سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ ہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذافی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اس سے کپڑے رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اس واسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوں کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگاوے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا باس باسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحۃ لہ اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جس میں کسم کی خوشبو باقی نہیں لا احداد علی سبعۃ کافرۃ وصغیرۃ ومجنونۃ ومعتدۃ عتق کموتہ عن ام ولدہ ومعتدۃ نکاح فاسد او وطی بشبھۃ او طلاق رجعی سوگ نہیں سات عورتوں پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی کی عدت والیوں پر م کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اس واسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اس کو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اس کو آرائش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اس کا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابۃ ثلثۃ ایام فقط وللزوج منعھا لان الزینۃ حقہ فتح وینبغی حل الزیادۃ علی الثلثۃ اذا رضی الزوج او لم تکن مزوجۃ نھر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والوں کی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اس واسطے کہ آرائش حق ہے مرد کا کذافی فتح القدیر اور لائق یوں ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جب زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہ ہو کذافی النہر الفائق م صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں اس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر میں اسی قدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کی طرف نسبت کیا کہ تین دن میں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ وہم پڑ گیا ہے اس کو یہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے بشرط برضائے زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے

اطلاق حدیث مذکور کے اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا
ماں کی موت میں یعنی تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کے واسطے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی التاتارخانیہ ولا تعذر فی لبس السواد وہی
آثمۃ الا الزوجۃ فی حق زوجہا فتعذر الی ثلثۃ ایام قال فی البحر وظاہرہ منعہا من السواد تاسفا علی موت زوجہا فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ
میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق میں تین دن
تک معذور ہے بحرالرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین
دن سے زیادہ ھم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضائقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہیں تو مطلب یہ ہے
کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ یہ تفصیل تاتارخانیہ سے
مفہوم ہوتی ہے وفی النہر لو بلغت فی العدۃ لزمہا الحداد فیما بقی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اس پر سوگ
کرنا لازم ہوگا مابقی عدت میں والمعتدۃ ای معتدۃ کانت علی فیعم معتدۃ عتق ونکاح فاسد واما الخالیۃ فتخطب اذا لم یخطبہا غیرہ ومرضی بہ فلو سکتت
فقولان تحرم خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ
نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اس وقت جب کہ دوسرے نے
اس کو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اس میں دو قول ہیں اول یہ ہے کہ
پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ھم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
حضرت نے فرمایا لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم میں سے پیام نکاح نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح
اور بعضے اہل لغت بضم اول بھی قائل ہیں وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ لوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق
ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی مجمل قول پیام نکاح کا دینا درست ہے
دکھول کر چنانچہ یوں کہنا کہ میں نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں یا کہ مجھ کو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھ کو نیک بخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض
مطلقہ سے بالاجماع اس واسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق سننے والے کے عداوت کی نوبت پہنچی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے
جواز تعریض کا واسطے معتدۂ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدۂ وطی بشبہہ کے اس واسطے کہ ان صورتوں میں کوئی طلاق دینے والا نہیں جس کی عداوت
کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی میں مضمرات سے یوں منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے
نکلنے پر ہے اس واسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں اس واسطے
کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں اس واسطے کہ نفقہ سب عدت والیوں
کا مرد پر فرض ہے سوائے معتدۂ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیوں کو جائز نہ ہوا تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا یخرج معتدۃ رجعی و
بائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری ببیت الزوج معراج لو
حرۃ او امۃ مبواۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسی طرح سے جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریہ اگرچہ عورت نے اپنی عدت
کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت میں زوج کے گھر کو
کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جس کو زوج نے ایک مکان رہنے کے واسطے مقرر کر دیا

ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے[1] اگر لونڈی کے واسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اس کی عدت میں نکلنا
درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اس واسطے کہ خدمت مولی کی اس پر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلفۃ
من بیتہا اصلا لا لیلا و لا نہارا و لا الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ و لو باذنہ لانہ حق اللہ تعالیٰ بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے
گھر سے جس میں قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اس صحن میں نکلے جس میں غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی
اجازت نکلنے میں ہو تو بھی نہ نکلے اس واسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالیٰ کا تو زوج اس کو باطل نہیں کر سکتا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لا تخرجوہن
من بیوتہن و لا یخرجن یعنی عدت والیوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی کے کہ اس کو عدت میں نکلنا جائز ہے
بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے و معتدۃ موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج
للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دن میں اور رات میں اور اکثر شب اپنے
گھر میں شب باشی کرے اس واسطے کہ نفقہ اس کا اسی پر ہے نہ وارثوں پر تو ضرورت ہوئی اس کو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہاں تک کہ
اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاوے گی پھر اس کو بھی باہر نکلنا جائز نہ ہوگا کذا فی فتح القدیر[2] مراد جدیدین
سے رات اور دن ہے اس واسطے کہ ہر دن نیا دن اور ہر رات نئی رات ہے و جوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح مالا بد لہا منہ کزراعۃ و لا وکیل لہا
اور جائز رکھا قنیہ میں نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کے واسطے جیسے کھیتی کی خبر گیری کے واسطے اس حالت میں جب کہ کوئی اس کا
کارندہ نہ ہو طلقت او مات وہی زائرۃ فی غیر مسکنہا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مر گیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ داروں کے
ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فورا اپنے گھر میں پلٹ آوے اس واسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے
و تعتدان ای معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ و لا تخرجان منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کریں اس مکان میں
جس میں عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکلی جاویں اس سے الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا او لا تجد کراء
البیت و نحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ و فی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہیں مگر اس وقت جب کہ
کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈرے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے
یا گھر کے کرایہ دینے کا عورت کا مقدور نہ ہو اسی قسم کی ضرورتوں میں نکلے اور رہے اس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان
دور نہ جا رہے یہ حکم تھا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتیں پیش آویں تو وہاں رہے جہاں کہ زوج چاہے و لو لم یکفہا
نصیبہا من الدار اشترت من الاجانب مجتبی و ظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر و اقرہ آخرہ و المصنف قلت لکن الذی رأیتہ
بنسختی المجتبی استترت من لا ستار فیحرر رادہ اگر معتدہ وفات کو کفایت نہ کرے اس کا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اس کو ملا
تو خرید کرے بیگانوں سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اس کو مقدور ہو یا کرایہ دینے کی وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اس کو صاحب بحر
کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ میں نے مجتبی کے دو نسخوں میں دیکھا ہے بجائے
اشترت کے سوا استترت ہے جس کا مصدر استتار ہے تو اس کو   تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر میں مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر
حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نہ کرے تو عورت بیگانے لوگوں سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخوں میں شارح نے استترت

[1] بہتر یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا اور نہ نکلیں بصیغہ معروف ۱۲

دیکھا سو غلط نسخے تھے اس واسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا کمتر ہے کہ رہنے کو کفایت نہیں کرتا پھر جب مکان بقدر کفایت نہ ہو تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلے گا علاوہ اس کے پوری عبارت مجتبیٰ کی یوں ہے کہ استرت من الاجانب واولادہ الکبار یعنی عورت پردہ کرے بیگانوں اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہیں اس واسطے کہ وہ عورت کے محرم ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا بد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ لان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضروری ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہ ہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضروری ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہیں ہوتی وان ضاق المنزل علیہما او کان الزوج فاسقا فخروجہ اولیٰ لان مکثہا واجب لامکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے نہ رہے یا کہ زوج فاسق ہو جس کو حرام حلال کی کچھ تمیز نہیں تو نکل جانا مرد کا اس مکان سے بہتر ہے اس واسطے کہ رہنا عورت کا اس مکان میں تا عدت واجب ہے مرد کا رہنا اس مکان میں کچھ واجب نہیں اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہر چند فقہا نے زوج فاسق کے خروج کو اولیٰ کہا ہے اور اولیٰ سے وجوب نہیں ثابت نہیں ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل میں وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولیٰ بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اس واسطے کہ جب مبیح[1] اور محرّم متعارض ہوتے ہیں تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینہما امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما اور مستحب یہ ہے کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کر دے جس کی روزی بیت المال سے دی جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت میں حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کر کے لوگوں کو بلا سکے وفی المجتبیٰ الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال ولہما ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبیٰ میں یوں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کی جاوے کہ وہ حائل رہے دونوں میں کہا مجتبیٰ کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر میں بعد عدت کے بشرطیکہ دونوں زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سر اور ہاتھوں کو برہنہ نہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونوں کے ایک جا رہنے میں کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب میں جن میں طلاق وغیرہ سے جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونوں کی اولاد ہے کہ ان کا چھوڑنا دونوں پر سخت مشکل ہے سو دونوں اولاد والے گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور آپس میں جورو خاوند کی طرح نہیں ملتے کیا اس طرح کا رہنا ان کو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل مضت طلاق بائن دی عورت کو یا اس کو چھوڑ کر سفر میں مرد مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہ ہو تو عورت وہاں سے لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت منقضی کر لے اور اگر عورت کے شہر میں اور اس جگہ میں تین

[1] یعنی مباح کرنے والا اور حرام کرنے والا

دن کی راہ ہو اور جہاں کو جاتی تھی اس کی مسافت وہاں سے تین منزل سے کم ہے تو وہیں چلی جاوے **وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی اولا فی الصورتین** اور اگر اس جگہ سے دونوں طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہاں سے وطن بھی تین منزل ہے یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے میں اور مکان مقصود کی طرف چلے جانے میں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں عورت کے ساتھ کوئی اس کا محرم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں جب وطن تک مدت سفر نہ ہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو اور جب دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھر اور چلے جانے میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو **والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج** اور جب کہ دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہے لیکن وطن میں پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر میں منقضی کرے **ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہ سفر او کانت فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان** ولیکن اگر عورت کا جانے یا پھرنے میں ایسے مقام پر گذار ہو جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گاؤں نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ کی کہ اس محل اقامت میں جہاں گذار ہو اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گاؤں میں ہو جو لائق رہنے کے ہے وہیں عدت کرے اگر محرم کو نہ پاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح وہیں عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام کے پھر بعد عدت کے وہاں سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہ ہو تو اس کو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اس کا محرم آوے یا کہ عورت وہاں کسی سے نکاح کر لے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہو گی تو عدت وہیں کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتنقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ فتح مع اہل الکلام فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہ ان یتحول بہا والالا** اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی جس پر طلاق واقع ہوئی جنگل میں کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو ان کا دستور ہے کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے جہاں جہاں چارہ اور پانی ان کے جانوروں کو ملتا ہے وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ختم ہو جاوے تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انہیں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکانی کرتے رہے ڈولی میں یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگوں کے پاس رہنے سے اس مکان میں جس میں زوج نے اس کو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہے کہ اس کو ساتھ لے کر چلتا پھرتا رہے ڈولی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ مضرت نہ ہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے **ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر** اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاوے گی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں **ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فی ما مر غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المباینۃ** اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ میں یعنی اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو ادھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ

لہ صواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہو تا بعد تین طلاقوں ۱۲

کو ممنوع ہے اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اس پر مفارقت لازم ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا بجوار لہ بجیبہ و انہا تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس میں رکھے تو قاضی اس کو نہ قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیہ زوجہ نے ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہوگئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کے واسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ کالکتابیۃ والمجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبیٰ شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اس کے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کے واسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جس کو مولیٰ نے آزاد کر دیا ہے روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م شارح نے کلام بدائع سے مجتبیٰ اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا یعنی مجتبیٰ کی نفع منع خروج اس پر محمول ہے کہ روکنا حق اللہ میں نہیں اور روایت ظہیریہ اس پر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہیں بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کے واسطے ہے اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اس کے مخالف ہے سو یہ سہو کاتب ہے اس واسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ سے۔

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان میں یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہے اور کس میں نہیں اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی اور تین اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں م سنن دار قطنی اور بیہقی میں بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش غل مغزل یعنی جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اس قدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہے کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہے حدیث موقوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت داخل اجتہاد و مجتہد نہیں تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا انہوں نے کہا سبحان اللہ یہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں جنی ہر لڑکا چار برس میں لیکن یہ استدلال تمام نہیں اس واسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہیں ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے یہاں تک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر **واقلہا ستۃ اشہر اجماعا** اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اس میں کسی کو خلاف نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿حملہ وفصالہ ثلثون شہرا﴾ یعنی حمل ولد کا اور فصال اس کا ہے تیس مہینے یہاں حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہیں تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہیں اور یہ جو علما نے آیت مذکور سے باب الرضاع میں امام اعظم کے مذہب کے واسطے استدلال کیا ہے کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہیں ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہیں اس واسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد میں رضاعت کے واسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کے واسطے

لہ ایک نسخہ میں المباینۃ کے بعد کما مر ہے یعنی چنانچہ مباینت کا حکم اوپر گذر چکا ہے ۱۲۔

جو بیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع ہیں الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں علاوہ اس کے تحقیق یہ ہے کہ عدد میں گنجائش مجازیت کی نہیں کذا فی
فتح القدیر **فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی** بالاشہر لایاسها بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی **وان ولدت لاکثر من سنتین**
ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اس کی مہینوں کے حساب سے ہو
بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب میں برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی اگرچہ معتدۂ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے
زیادہ میں جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاوے گا بسبب احتمال دراز ہونے اس کے طہر کے اور باحتمال اس کے
حاملہ ہونے کے عدت میں یعنی احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اس کو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت میں زوج
نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس میں لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہرے گا **مالم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ**
زیادہ دو سال کی ولایت سے ولد ثابت النسب اس صورت میں ہوگا جب کہ عورت اقرار نہ کرتی ہو انقضائے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضائے
عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضائے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب نہ
نہ ہوگا اس واسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں تو آٹھ مہینے انقضاء عدت اور حدوث حمل اور تولد کے
محتمل ہیں اور اگر انقضائے عدت کا اس نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ
مدت انقضائے عدت کی محتمل نہیں تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اس واسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا
کہ عین عدت میں حمل رہا تھا م ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ میں یہی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر میں عورت
جنے گی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ میں بجائے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر **وکانت الولادۃ**
رجعۃ او فی الاکثر منہما او اتہامہا لعلوقہا فی العدۃ **لا فی الاقل** للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے
زیادہ یا پورے دو سال میں جنی بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت میں جنی تو ولادت سے رجعت ثابت نہ ہوگی بسبب شک
کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر میں بھی ثابت ہوگا م ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا
پورے دو سال میں ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت میں حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے میں مثلاً ولادت
ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن نسب بہر صورت
ثابت ہے **کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق** لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہے نسب
بدون دعوی زوج کے مبتوتہ میں یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ میں جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر میں طلاق کے وقت سے ثبوت نسب
ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی مبتوتہ دو سال سے کمتر میں جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ
ثبوت نسب میں شارع کو اہتمام زیادہ ہے تا کہ لڑکا ضائع نہ ہو لہذا اس کے ثبوت میں احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہیں بخلاف ثبوت
رجعت کے اس میں احتمال کافی نہیں یقین چاہیے **ولم تقر بمضیہا** کما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے میں اس وقت
ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضائے
عدت دو سال سے کمتر اور چھ سے اکثر میں جنے گی تو ثبوت نسب نہ ہوگا اور اگر بعد اقرار کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو ولد ثابت النسب
ہوگا اس واسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہ ہوگی اور وقت فرقت سے پورے چھ مہینے

یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابوسعید نے تصریح کی
کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامھا لا یثبت النسب وقیل یثبت
لتصور العلوق فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہ ہوگا یہ روایت ہے قدوری
کی اس واسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت
ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل
زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضی خاں کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت
میں سہو ہے بحرالرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وقایہ
اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ علما روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی الا یدعوہ
لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضا پوری دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر زوج کے دعویٰ سے البتہ ثابت النسب ہوگا
اس واسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ھ یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ
کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعویٰ زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحرالرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط
شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اس کے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور تفسیر شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب
الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدھما لاقل من سنتین والآخر لاکثرہ پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہ ہوگا
مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اس طرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں
جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اس واسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی
ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں الا اذا ملکھا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشھر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من
وقت الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر جب کہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اس طرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اس کو
طلاق دی پھر اس کو خرید کیا تو اس کا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے
دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریہ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی
کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں
لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منھا لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے منقول ہے کہ ثبوت نسب
میں دعوہ زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا شارح نے استدراک کیا متن کا
م ظاہراً یہ وہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدقہ
المرأۃ فی روایۃ وھو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرے
بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح
القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقۃ ولو رجعیا المراھقۃ المدخول بھا وکذا غیر المدخولۃ ان ولدت لاقل من الاقل اور ثابت ہے

نسب مراہقہ مطلقہ کے ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں ہم کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اس سے کمتر ساڑھے پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اس کا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے پر نشان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اس کی ولادت متصور نہیں اس واسطے کہ اس میں نطفہ نہیں کذافی حاشیۃ المدنی **غیر المقرۃ بالقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لذلک من وقت الاقرار اذا لم تدع حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ** جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضائے عدت کا اقرار نہیں کیا اس کا ولد ثابت النسب ہے اور اسی طرح اگر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جو چھ مہینے سے کمتر میں جنی اقرار کے وقت سے یہ اس وقت میں ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہیں کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہے **لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا لکونہ بعدہا لانہا الصغر ہا یجعل سکوتہا کاقرارہا بمضی عدتہا** مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جب کہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت میں بواسطے حمل رہنے کے نکاح میں یا عدت میں اور اگر نو مہینے سے کمتر میں جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ میں جنے تو ثبوت نسب نہ ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اس واسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اس کا سکوت بجائے اقرار انقضائے عدت قرار دیا جاوے گا ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو احتمال ہے کہ اس کو نکاح میں یا عدت میں حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہے عدم اقرار کا ہاں اگر اقرار انقضائے عدت کرتی اور اس کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ میں لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہ ہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہے چونکہ انقضائے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینوں پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اس کا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہے تو جب کہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب نہ ثابت ہوگا **فلو ادعت حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا بالبلوغ** سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام میں بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحر الرائق میں کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن میں پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی میں ستائیس مہینے سے کمتر میں جنی تو اس کا ولد ثابت النسب ہوگا کذافی الغایۃ البیان مراہقہ اس حکم میں تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اور احکام میں برابر نہیں مثلا طلاق رجعی میں اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے میں یا زیادہ میں جنے گی تو نسب ثابت نہ ہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اس کے ولد کا نسب یاس تک ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذافی حاشیۃ المدنی **ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا** اور ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت کا اگر ابتدائے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہ ہو اس واسطے کہ فراش عقد سے ثابت ہوتا ہے نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا **اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا** اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر میں جنے تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضائے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ میں جنے تو نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا **ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت** اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضائے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے میں تو نسب ثابت نہ ہوگا **واما الآئسۃ فکلی تنفس لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل** زیلعی اور عدت موت میں آئسہ برابر حائضہ کے ہے اس واسطے کہ عدت موت کی مہینوں کے حساب سے ہے ہر معتدہ کے واسطے سوائے حاملہ کے

کذا ذکرہ الزیلعی **وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت** بدائع **ولہا ذکا لاکثر** بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت میں
ابتدائے موت سے تو نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال میں جنی تو اس کا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہ
کہ معتدۂ موت کو معتدۂ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار**
ولاقل من اکثرہا من وقت البیت للتیقن بکذبہا اور اسی طرح ثابت ہوتا ہے نسب اس عورت کے ولد کا جس نے اقرار کیا ہے اپنی عدت کے
گذر جانے کا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو
دو برس سے کمتر مدت میں وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے دروغ گوئی عورت کے یعنی جب وقت
اقرار سے چار یا پانچ مہینے میں جنی تو معلوم ہوا کہ اس وقت اس کے رحم میں نطفہ تھا اور اس کا اقرار انقضائے عدت کا محض غلط تھا اس واسطے
کہ چھ مہینے سے کمتر میں تولد ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی اقرار
سے دوسری شرط یہ کہ وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگرچہ وقت اقرار
سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اس نے اقرار انقضائے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے
بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار **والا لا یثبت لاحتمال**
حدوثہا بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا اس واسطے
احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضائے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے **ویثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق**
ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قبل او برجل اور ثابت ہوتا ہے نسب ولد معتدۂ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار
ہو گیا ہو یعنی زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری
دلیل سے ہوگا یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط
دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے **او حبل ظاہر وہل تکفی**
الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ
اور مفتی ابو السعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیاں حمل کی اس قدر ظاہر ہوں کہ حمل ہونے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہے گواہی
کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل کہا ہے کہ ہاں شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اس واسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج
کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے مزور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **او اقرار الزوج** بہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے
کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا **ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل** اور اگر تعیین ولد
میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے باجماع امام اور صاحبین کے
چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ رجعی دو برس سے کم میں جنے
گی تو ثبوت میں در حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی **او تصدیق**
بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگوں سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اس کے بعد
بعضے وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثوں کے حق میں نہ سب وارثوں کے حق میں یعنی ورثہ مقرین

دیں گے نہ ورثہ منکرین **وانما یثبت فی حق غیرہم** حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر
بقیۃ الورثۃ وہم من اہل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفع الرجوع اور ثابت ہو جاوے گا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے
حق میں اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت[1] کی ان میں سے اس طرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسی طرح اگر تصدیق کریں وارث
مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہوں تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہوں تو اس وقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور نفع نہ کرے گا بعد تصدیق کے
منکر ہو جانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑے گا والا یتم نصابہا لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں
تصدیق نہ کریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہ ہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لے گا ولا یشترط
لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم فی الاصح لانظر الشبہۃ الاقرار وشرط العدد لنظر الشبہۃ الشہادۃ اور وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی
بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں برعایت شبہ اقرار اور شرط کیا ہے فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق
ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اس واسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں
اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہے تو تصدیق میں بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط
العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر اللہم الا ان یقال لاجل الشرکۃ فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح میں زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہے پھر مصنف نے کہا ہمارے استاد یعنی صاحب بحرالرائق
کا یوں کہنا کہ مناسب نہیں مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہیں اس واسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت میں
بحث ہے اور کیونکر مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے میں یعنی مقر کا اقرار بہر صورت اس پر حجت ہے خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یوں جواب ہو
سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کے واسطے سو اس مطلب کو غور کر اور اس مسئلہ کو کتب معتمدہ میں
تلاش کرنا چاہیے ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کے واسطے مشروط نہیں غیر کے واسطے
البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہیں دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہیں اور شارح کی تقریر سے معلوم
ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کریں تو کچھ عدالت کی حاجت نہیں **ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول و
ادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف** وبہ یفتی کما سیجیء فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پھر دونوں میں اختلاف ہو سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھ
سے نکاح کیا ہے چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم
کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لی جاوے گی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی میں اس کا ذکر آوے گا وہو ای الولد
ابنہ بشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح حملا لہا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہے اس واسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا
شاہد ہے بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے **قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ
نکحہا لزمہ نسبہ** احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد
نے کہ اگر نکاح کروں میں اس عورت سے تو اس کو طلاق ہے پھر نکاح کیا اس سے سو وہ پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد
پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح میں یعنی عین ایجاب اور قبول کی حالت میں وطی ہوئی اور اختتام

---

[1] یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے ۱۲

نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہرے گا اور اسی طرح ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگر چھ مہینے سے زیادہ میں عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر میں عدم ثبوت نسب میں بحث کی ہے اور اس کو بحر الرائق میں مسلم رکھا ہے م فتح القدیر میں کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ میں نفی نسب کی کرنا مخالف ہے احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے نہایت بعید ہے اس واسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہیں ہو سکتی ولزمہ مہرہا لجعلہ واطئا حکما ولایکون بہ محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اس واسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہ ہوگا کذا فی النہایہ۔ اس واسطے کہ محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ میں وطی واقع ہے قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اس پر صادق نہیں علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما کما مر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اس کی ولادت پر . . . . تو طلاق واقع ہو گی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہو گی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل او کان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک کالنسب ولوازمہ کاموميۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنے والے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہو گی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اس کے جیسے اس عورت کا ماں ہونا اس لڑکے کے واسطے سو وہ ثابت نہ ہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد وان کان بک حبل فہو منی فشہدت امرأۃ ظاہرۃ بعم غیر القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسبہ الی سنتین حتی ینفیہ غایۃ کہا مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اس وقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی خواہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت تو وہ لونڈی اس کی ام ولد ہے باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولیٰ کے وقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہ ہوگی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولیٰ کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق سے مقید کیا اس واسطے کہ اگر مولیٰ نے بلا تعلیق یوں کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھ سے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہاں تک کہ اس کی نفی کرے مولیٰ کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی ومات المقر فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل والاسلام وبانہا ام الغلام انا امرأتہ وہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مر گیا مقر سو کہا اس کی ماں نے جس کی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور تھا کہ میں عورت ہوں مقر کی اور لڑکا اس کا بیٹا ہے تو یہ دونوں وارث ہوں گے اس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اس سے پیدا ہو سکتا ہے اور لڑکا معروف النسب نہ ہو اور مرد کی تکذیب بھی نہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا او موتہا لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت زوجتہ لہ وہی امۃ لا ترث فی الصور المذکورۃ بل لہا مہر المثل قیل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا معروف اور مشہور نہ ہو تو عورت وارث مقر کی نہ ہوگی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو

میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اسی طرح عدم وراثت کا بھی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہے گا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یوں کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان مسائل مذکورہ میں وارث نہ ہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملے گا بعضوں نے کہا کہ ہاں مہر ملے گا کما فی تمرتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہیں اور اتقانی نے اس کو رد کیا ہے کذا فی النہر الفائق **زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وہو لا یقبل الفسخ** مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اس کا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اس کا نسب مالک سے ثابت نہ ہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا بعد تمام ہونے کے ہم ترجمہ میں تمام ہونے کی قید لگائی تاکہ فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اس واسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فسخ نہیں انفساخ ہے یعنی خود ٹوٹ گیا بدوں توڑنے کے اور فسخ عبارت ہے توڑنے سے **وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولدہ لاقرارہ ببنوتہ وامومیتہا** اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونے کا **ولدت امۃ الموطوءۃ لہ ولدا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ** لضعف فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدوں دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہ ہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اس کا ولد بدوں دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاوے گی اس واسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف **کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولدہا واحد** عبارۃ الدرر استولدہا **ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بہ بدونہا لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہا مولیہا** چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصوں ہیں کہ ان میں سے ایک شخص نے طلب ولد کی یعنی اس کی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہے کہ دونوں نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا بدوں دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہے جس کے مولی نے اس کو مکاتبہ کیا تو اس کا ولد بھی ثابت النسب نہ ہوگا بدوں دعوی مولی کے وسیجی فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد میں آوے گا کہ فراش عورت کا چار مراتب پر ہے ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب نہیں دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب ہے اور اس کی نفی نہیں ہو سکتی بدوں لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش یعنی فراش معتدہ بائن کہ اس کا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اس کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسی طرح اس واسطے کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں اور اسی طرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب معدوم ہونے شروط لعان کے یعنی صحیح ورجعیت **وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی مشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداما** فتح اور البنایۃ کفایت کی ہے فقہا نے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب میں تمام فراش عبارت ہے حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہ ہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہائے مغرب میں عورت منتہائے مشرق میں اتنے فاصلہ سے رہتے ہوں کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے میں جنی ابتدائے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہے بسبب

متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب میں ساعت واحد میں آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت میں ولادت فرض کی جاوے تاکہ اس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہنچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ ولا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ و بادعائہا یکفر فوراً فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ومن لولی قال طی مسافۃ یجوز جہول ثم بعض یکفر واثباتہا فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول نص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لکن نہر الفائق میں ہے کہ تصور وطی مغربی میں دوسری وجہ استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل میں کرامات میں داخل نہیں شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں سو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کے واسطے جائز ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہیں کرامت میں ساتھ معجزے کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونوں خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہے کرامت اور معجزہ میں اس واسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعائے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہے ولی پھر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہے اور پوری تقریر اس کی شرح وہبانیہ میں کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعض علما اس کو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت میں خواہ طے مسافت ہو یا غیر اس کی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہے کہ طے مسافت بعیدہ کو زمانۂ قلیل میں ولی کے واسطے بعضے علما جائز نہیں رکھتے اور اس کے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضے کافر اور اسی طرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیا میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کر کے پانی بہنا انگلیوں سے اور طعام قلیل میں جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت ناجائز جانتے ہیں اور حق یہ ہے کہ طے مسافت کرامت میں داخل ہے اور اس کا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہیں سوائے اس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہے جو مذکور ہو چکا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امراتہ فتزوجت باٰخر وولدت اولادا ثم عاد ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتمل الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی بما اعتمدہ المصنف وعللہ ابن ملک بانہ المستفرش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اس کو موت

ف جواز کرامت طی الارض ۱۲ ف سمعانی نے کہا کہ امام نجم الدین بڑے فاضل اور دقیقہ رس اور کامل تھے ہر علم میں ان کی تصنیف موجود ہے قریب سو کتابوں کے تصنیف کیں ۴۶۲ھ میں پیدا ہوئے سمرقند میں ۵۳۷ھ میں وفات پائی ۱۲ ف معجزہ و کرامت ۱۲

زوج کی یا طلاق کی خبر پہنچی سو اس نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدوں خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کہہ کے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہوں گے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جس کی طرف امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب لقائے نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اس کا محتمل ہو اس طرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کیے ہیں پھر فتوی اسی پر دیا ہے جس کو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونے کی ابن مالک نے شرح مجمع البحرین میں یوں بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اسی کے تحت تصرف ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی کے واسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اس کی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اس کی طرف رجوع کرو طحطاوی نے کہا کہ زوج ثانی کے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اس کی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اس واسطے کہ جب زوج اول آوے گا تو عورت اس کو دلائی جاوے گی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول مذ شراہا منذ ذمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں ابتدائے خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اس واسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اس واسطے کہ خرید کے وقت سے اقل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقیہ ہے اس واسطے کہ اگر بدوں طلاق کے بھی اس کو خرید کرے گا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے والا الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتین فذ طلقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوگا بدوں اقرار مرد کے اس واسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اس واسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دوبار طلاق بائن ہو گئی تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتدائے طلاق سے ہوگا نہ ابتدائے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد اس کا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جس کو دوبار طلاق بائن ہوئی تو اس کے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت میں یعنی اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں جنے گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اس کی وطی نہیں ہو سکتی لہذا اس کے حمل کو ابعد اوقات کی طرف نسبت کیا یعنی ماقبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعدان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا فی المسئلتین اور طلاق رجعی میں ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدائے خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو دونوں صورتوں میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جس کو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں

کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اس میں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اور طلاق میں چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہیں تو نسب ثابت ہے اور اگر نکاح سے چھ مہینے کم مدت ہے ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہے تو نسب ثابت ہے اور اگر ولادت اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہے تو مرد پر اس کا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہ ہو بہر صورت نسب ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقها بعد الشراء اور اسی طرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو آزاد کیا بعد خریدنے کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی فلو باعها فولدت لاکثر من الاقل مذ باعها فادعاه بل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو خرید کیا پھر اس کو بیچ ڈالا پھر وہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتدائے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہیں یہاں دو قول ہیں ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدوں تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اس واسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہو گیا اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریہ مات عن ام ولده او اعتقها فولدت لدون سنتین لزمه ولاکثر لا الا ان یدعیه مولی مر گیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے بعد موت یا آزادی کم مدت میں جنی تو نسب اس کا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدة فولدت لستتین من عتقه او موته ولنصف حول فاکثر مذ تزوجت وادعیاه معًا کان للمولی اتفاقا لکونها معتدة بخلاف مالو تزوجت ام الولد بلا اذنه فانه للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں آزاد کرنے مولی سے یا اس کے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدائے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ ہی مولی کہتا ہے یہ میرا ولد ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اس واسطے کہ وہ ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدوں اذن مولی کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتدائے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق زمولی کا ہم شارح کے[1] قول میں موت کا ذکر بے معنی ہے اس واسطے کہ بعد موت کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اس واسطے کہ عدت میں ہوا ولو لاکثر منهما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اس واسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہو گئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کی طرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفه لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدائے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں

[1] یہ اعتراض مترجم اول کا بے معنی ہے اس لیے کہ دعوی ہونے کا بعد موت کے اس کے وارث کے ذریعہ سے ممکن ہے ۷

جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اس واسطے نسب نہ لازم ہوا کہ نسبت
اس کی زوج اول کی طرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اس واسطے کہ
کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اس واسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہے کہ زوج
اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ میں نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ الدرر ولولا قل منہما ولنصفہ فقی عنہ البحر بحثا
انہ للاول لکن نقل مناعن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد و ولدہ للاول ان
امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتدائے طلاق بائن سے
پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحرالرائق کے باب العدۃ میں بحث کرکے کہا ہے کہ یہ ولد زوج اول کا ہے اس واسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے
بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحرالرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ
پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اس کے انقضائے عدت پر اور بعد علت کے زوج اول سے ملحق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی
قوی ہے تو بحث صاحب بحرالرائق اعتماد کے نہیں اور الحاق ولد کا زوج ثانی کے واسطے اس صورت میں ہے کہ اس کو بقائے عدت اول کا علم نہ ہو
یہاں تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کے وقت بقائے عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہوا اثبات اس کا
زوج اول سے اس طرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں ابتدائے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال زیادہ مدت میں
اور نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ الدرر ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان
لاربعۃ اشہر فلیس للثانی وان لاربعۃ الا یوما فلیس للاول وفسد النکاح والکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اس کے پیٹ سے بچہ
ناتمام جس کے بعضے اعضا ظاہر ہو چکے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اس کا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم
چار مہینے میں گرا تو نسب اس کا زوج اول سے ہوگا اور اگر نکاح فاسد ہوگا یہ سب مسائل بحرالرائق سے منقول ہیں پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب
اس واسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہیں ہوتی مگر ایک سو بیس دن میں تو چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن سے خون بستہ ہوتا ہے اور
اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ میں اس واسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت میں واقع ہوا فلت وفی مجموع
الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجموع الفتاوی میں ہے کہ نکاح کیا کافر نے
مسلمان عورت کا پھر جنی اس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہیں
اس واسطے کہ یہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اس واسطے کہ اس کی وطی بشبہ ہے لہذا اس میں نسب ثابت ہوتا ہے ہم اگر ایک مرد نے زنا
کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اس نے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ
مہینے سے کمتر میں جنی نسب ثابت نہ ہوگا مگر دعوی نسب البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یوں نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میرا بیٹا
زنا سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور لڑکا اس کا وارث نہ ہوگا کذا فی البنایع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی اور وہ اولاد امام
کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اس واسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک
اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ ہکذا فی العالمگیریۃ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرہا تربیۃ الولد یہ باب ہے حضانت میں بفتح وکسر حا عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکوں کی پرورش کے

احکام اس باب میں مذکور ہیں صراح اور قاموس میں حضانت کو بکسر اول کہا ہے اور شارح نے باعتبار مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے
اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کے یہ ہیں کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر
ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اس میں یہی شروط ہیں سوائے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ثبتت
للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ حتی تسلم لانہا تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور اگر
بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں ولد کی مرتد ہو گئی ہو تو اس کو حق پرورش کا نہیں یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرے اس واسطے ارتداد میں حق پرورش
نہیں کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہے گی پھر حبس میں پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد کے ماں باپ دونوں مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا
اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اسی کا ہو گا اس واسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدائشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزناء
وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ
لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے
مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ اس واسطے کہ جب عورت حرام کار ہو گی یا
گانے یا نوحہ گری کا پیشہ کیا یا چوری کرنے کی اس کو خو پڑ گئی تو گھر میں نہ ٹھہرے گی تو لڑکا تباہ ہو گا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جو امر کہ عمل
باطلاق فقہاء سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اس کو حق پرورش نہیں اور قنیہ میں ہے
کہ ماں سزاوار تر ہے پرورش ولد میں اگرچہ وہ بد طریق مشہور بفسق ہو جب تک کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف م اکثر کتب فقہ میں
وارد ہے کہ فاجرہ کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوۃ
کو اس واسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہو گی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور
فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیوں نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا
تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت میں کچھ مفید نہیں مفتی ابو سعید نے کہا کہ مطلق فجور
مسقط حضانت کا نہیں تاوقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہ ہو غرمی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او غیر مامونۃ
ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اس پر اطمینان نہ ہو مجتبی میں تفسیر غیر مامونہ کی اس طرح پر کی ہے کہ
ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ
شو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالہن بخدمۃ المولی لکن وان کان الولد رقیقا کان
الحق بہ لانہ للمولی مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے
بسبب مشغول رہنے ان عورتوں کے خدمت مولی میں تو انکو فرصت پرورش ولد کی کہاں لیکن اگر ولد ان کا مملوک ہو گا مولی کا تو یہی عورتیں اس ولد کی پرورش
کے واسطے لائق تر ہیں اس واسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے تو اس کی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبی م تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق
نہیں آتی اس واسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہیں تو نفی حضانت کی یوں علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے
اور ان عورتوں کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہ ہو گی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے

ف مناسب یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا کہ جو امر ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ فقہا کے اطلاق پر عمل ہو یعنی مطلق فسق کو مانع حضانت قرار دیا جائے۔ ۱۲

غیر محرم کے ساتھ اس واسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہ ہوگا اور اگر اس کی ماں نے اس کے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہیں اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی **اوابت عن تربیتہ مجانا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک** ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ **علی المذہب** وبل یرجع العم والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہیں اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں اس کی ماں سے کہا جاوے کہ یہ لڑکے کو مفت اپنے پاس رکھے یا کہ اس کی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جس قدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہے اس کو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہیں بعضے علما نے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا پہنچتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہرا ذکر عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہ ہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پاوے لذا ذکرہ شرنبلالی فی کشف المناتح علی حاشیۃ الدر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ واردت تربیتہ بلا نفقۃ مقدورۃ فاراد وصیہ تربیتہ بہا ودفع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے اس کی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دے کر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاوے گا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزم ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی میں ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اس کی مفت حالانکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اس کا اختیار ہے **ولا تجبر من لہا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لہا** بان لم یاخذ ثدی غیرہا او لم یکن للاب ولا للصغیر مال بہ یفتی خانیہ وسیجیء فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہے اس پر جبر کرنا پرورش کے واسطے نہیں پہنچتا کہ شاید اس سے نہ ہو سکتی ہو مگر جب کہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسی کی چھاتی نہ لیتا ہو سوائے اس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہ ہوں تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورت میں بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاوے گا پرورش کے واسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ اور عنقریب اس کا ذکر باب النفقہ میں آوے گا ہم ہدایا اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہ ہو تو پرورش کے واسطے ماں پر جبر کیا جاوے گا تاکہ صغیر ضائع نہ ہو جاوے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی **واذا اسقطت الام حقہا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ** بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہو گئی تو اس صورت میں حق حضانت کا نانی کی طرف منتقل ہوگا کذا فی البحر **ولا یقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدہا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد** فلیس لہا ان یبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرہا اجبرت بلا خلاف فتح وہذا الیم مالو وجدوا امتنع من القبول بحر وحینئذ فلا اجرۃ لہا جوہرہ اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاوے گی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں کہ اس کو باطل کر سکے شرط کر کے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاوے گا

بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہے اس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا اقبال نہ کرے کذا فی البحر اور اس وقت میں یعنی سوائے ماں کے کوئی نہ ہو یا ہو مگر اقبال نہ کرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نہ پاوے گی اس واسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرہ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں پرورش میں چنانچہ قبل اس کے تفصیل اس کی مذکور ہو چکی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں[1] مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہر زادہ سے اور فتح القدیر میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا اگر یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی نے کہا کہ کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنی درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین المتنافین سے راضی ہووے اور لازم یوں تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر چاہتے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ** لابیہ وہی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقل المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جب کہ وہ منکوحہ اور معتدہ اس کے باپ کی نہ ہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ یعنی تو باپ پر تین چیزیں واجب ہوئیں اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی شرنبلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار میں جواہر الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ قاضی خان سے یوں سوال کیا کہ بینونہ کو اجرت حضانت کی پہنچتی ہے بعد ایام شیر خوارگی کے جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت میں تحریف یا سقوط ہے اس واسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزیں ہیں رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو وفی الشرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لہا امساک الولد ولیس لہا مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناہما جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار ان علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب بہ اور باقانی کی شرح نقایہ میں بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ کہ جس کو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہے اور اس عورت کا کوئی مکان نہیں جہاں صغیر کو ساتھ لے کر رہے تو جواب میں کہا باپ پر دونوں کے واسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش میں واجب ہے اور اسی طرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاوے گا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی حال المحضون لو لہ مال والا فعلی من لزمہ نفقتہ **قال** شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اس کو مال وراثت سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہ ہو تو حضانت کا صرف اس پر واجب ہے جس پر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں کے قواعد بھی اسی کو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنی بنا بر قول راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تصریح روایت کی نہیں لیکن نظر فقہی اس کو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہ ہو اور مال بھی نہ ہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی خیر الدین رملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم

[1] یعنی پرورش کیلئے اس پر جبر کیا جاوے گا ۱۲

اہلیۃ القربیٰ پھر بعد ماں کے اس طرح کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہے یا اس نے حضانت قبول نہ کی یا اس نے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح
کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بچند واسطہ نانی بعید ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم
اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی تو اس صورت میں حق پرورش کا نانی کو نہ پہنچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی
کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بچند واسطہ بعید ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہنچے گا واما
ام الاب الام فتوخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کی جاتی ہے بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق ثم لاخت الاب ثم ام
ثم لام لان ہذہ الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اس واسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص
ہے ماں کی قرابت والیوں کو ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پرورش کا پھر سگی
بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ثم سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پہ مقدم نہیں بنا بر قول صحیح کے۔ کذا فی فتاوی قاضی خاں و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح
ہے جو شارح نے یہاں ذکر کی چنانچہ آئندہ قول میں خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کرے گا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام
ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہیں اسی طرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کے واسطے مقدم ہے
پھر مادری خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں ثم العمات کذلک پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپھیاں اسی طرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسی طرح پر یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اس کے بعد سوتیلی
خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسی طرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات
والآباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری
پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اس کے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا یفہم من فتح القدیر م اس ترتیب مذکورہ کی وجہ یہ ہے
کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ہے ماں کی جانب سے لہٰذا درباب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہے باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داؤد
میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کا ظرف تھا اور میری چھاتی اس
کے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اس کا گہوارہ اور جھولا تھا اور اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دی اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھ سے چھین لے تو
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے میں تو احق ہے جب تک کہ تو دوسرا نکاح کرلے اور اختیار شرح مختار میں سعید بن مسیبؓ سے مروی ہے
کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا
صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اس کی رال لڑکے کے واسطے بہتر ہے تیرے شہد سے پھر لڑکا عورت کو دے دیا پرورش کے واسطے اور اصل
اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد میں علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنی مدینہ میں تو جعفر طیار نے کہا کہ میں اس کو پالوں گا میں احق ہوں میرے چچا کی بیٹی
اور اس کی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضی نے کہا کہ میں احق ہوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اس کی احق ہے
پھر زید نے کہا کہ میں اس کا احق ہوں کہ میں اس کو مکہ سے لایا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ
رہے گی اس واسطے کہ خالہ ماں کے برابر ہے ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ
پھر نساء مذکورات کی عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت میں احق ہیں تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر

بھتیجے اسی طرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے پھر چچا پھر اس کے بیٹے اسی ترتیب پر یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر
واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون اگر مستحق حضانت چند شخص یک درجہ جمع ہوں جیسے
سگے بھائی یا سگے چچا تو ان میں جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری میں دونوں برابر ہوں تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار
شرح المختار سوائے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنی عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہیں اور اسی طرح چچا کا بیٹا جس پر اطمینان
نہ ہو وہ صغیرہ لائق شہوت کے حضانت کے واسطے سزاوار نہیں ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام
ثم للخال لابوین ثم لام برہان وعینی بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہ ہو تو ذوی الارحام پرورش کے واسطے احق ہوں گے تو مادری بھائی کو صغیر دیا
جاوے گا پھر اس کے بیٹے کو مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلاً عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم
ولا حق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں چنانچہ تین بھائی تو ان میں سے جو زیادہ ترکارساز ہو
صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ متقی ہو پھر جو عمر میں زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حق پرورش نہیں بسبب نامحرم ہونے
کے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ منہر اوالی ان یخاف ان یالف الکفر
فینزع منہا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جب تک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق میں کہا مناسب یوں
ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر کی جاوے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اس وقت میں یا یہاں تک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا
یعنی کافرہ ماں کی صحبت سے جب مالوف ہو کفر کا کھٹکا ہو اگرچہ صغیر دین کو نہ بوجھتا ہو تو اس کے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر والحاضنۃ
یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغض لہ لما فی القنیۃ لو تزوجت الام باٰخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب
اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے اور اسی طرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اس شخص کے
پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہے اس واسطے کہ قنیہ میں ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے پھر صغیر کو اس کی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے
گھر میں تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہنچتا ہے اس واسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد سے غالباً خوش نہیں ہوتا وفی البحر
قد ترددت فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عازبۃ والظاہر السقوط قیاساً علی ما مر فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام
والاجنبی اور بحر الرائق میں ہے میں متردد ہوں اس حکم میں کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اس کے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر میں رکھے حالانکہ خالہ مجرد ہے
بلا زوج ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہے بقیاس اس کے کہ مذکور ہو چکا یعنی جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے
داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر میں رہنے سے لیکن نہر الفائق میں ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں ظاہر حکم عدم
سقوط حضانت ہے اس واسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان میں فرق صریح ہے اس واسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہیں ہوتا بخلاف
زوج ام کے قال والرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جس میں محرمیت نہیں جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کے برابر ہے یعنی
اگر صغیر کی ماں صغیر کے ابن عم سے نکاح کرے گی تو حق حضانت ساقط ہو جاوے گا اور اسی طرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں
رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہے حق حضانت
کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری

ف رضاعی رشتے حضانت میں مثل اجنبی ہیں ۱۲

جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آوے گا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہ ہوگا والقول لها فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج میں یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہیں تو اس وقت میں عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہ ہوگا کذا فی تطبیقہ ان ابهمته لا ان عینته اور اسی طرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے میں اگر اس نے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اس کو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ میں نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اس نے مجھے طلاق دی تو اس صورت میں اس کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا تھا سو اس نے مجھ کو طلاق دی تو اس صورت میں دعوی طلاق کا مسموع نہ ہوگا بدوں گواہوں کے یا اقرار زید کے اس واسطے کہ یہاں صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنة اما او غیرها احق به بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لانه الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے میں یہاں تک کہ اس کو حاجت نہ رہے عورتوں کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ تقریر سات برس کی حصول استغنا . . . . میں غالب ہے م یہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کر لے بدوں اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتوں سے اور واقع میں دونوں قولوں میں کچھ تفاوت نہیں اس واسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنه فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحده دفع اليه ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ لڑکے کی عمر میں باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہے کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے اس واسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم و تادیب اور نماز سکھانا واجب ہے اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے میں غیر کا محتاج ہو آپ نہ کر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاوے گا ماں یا خالہ کے پاس رہے گا والام والجدة لام او لاب احق بها بالصغيرة حتى تحيض اى تبلغ فى ظاهر الرواية اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے میں سزاوار تر ہیں یہاں تک کہ اس کو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اس واسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتوں کے آداب دریافت کرنے کی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم میں عورت زیادہ تر قادر مرد سے ہے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اس پر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہے بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضها فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم بسنها ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے میں یا ماں کہتی ہو کہ ہنوز اس کو حیض نہیں آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنابر بحث کے نہ بنابر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول منکر کا ہوتا مگر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اختلاف والدین میں یوں لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جس میں حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول ہے صاحب النہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ میں بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہیں بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ میں تو صغیرہ صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کریں تو ان کی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہیں اس امر میں ماں باپ کو اس کی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتى يحتلم الغلام وتتزوج الصغيرة ويدخل بها الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہیں اپنے پاس

رکھنے میں یہاں تک کہ صغیرہ کو احتلام ہوا اور صغیرہ کا نکاح اور زوج اس کی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی و
بنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہیں صغیرہ کی پرورش میں یہاں تک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق
شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہے فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ
ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ھ ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور ان کے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک
اس واسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانے کے بدون خدمت لینے کی نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت
نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک و بہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ماں
اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنی ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا
فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی مصرح ہے نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف رح سے
بھی ثابت ہے موافق امام محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ھ صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس نہ رکھنا ظاہر اس صورت میں ہے جب کہ باپ نے اس کو طلاق دی
ہو اور وہ کہیں الگ رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہ ہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد
انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت
صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جب تک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہ ہو
مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج کے ہو اور زوج اس کے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے
اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہ ہو کذا فی القنیہ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف رح کی
ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنی نو برس تک کسی طرح حق حضانت ساقط نہ ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا
ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی دارا واخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر عندہ
فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنۃ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت
الجدۃ لا ان ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد
لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مر گئی ہے تو مجھ کو اس لڑکے کا خرچ دے
اس واسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اس کی نہیں مر گئی اور وہ میرے گھر میں ہے
اور ارادہ کیا اس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاوے گا یہاں تک کہ قاضی اس کی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لے
جاوے اس واسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاوے گا کہ مرد نے اس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیقت غیر کا یعنی نانی اور ماں دونوں
کو حق پرورش ثابت ہے لیکن ہوتے نانی کے ماں احق ہے پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا
ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اس کے پیٹ سے اور نانی نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے
کی ماں تو مر گئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہو گا اور لڑکا انہیں دونوں کو دلایا جاوے گا اس واسطے
کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر یہ لڑکا انہیں دونوں کا ہے کذا زوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست
فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس

زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اس کے بالعکس دعوی کیا عورت نے سوا اس نے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسی کے پاس نہیں تو حکم کیا جاوے گا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حالت زوجین کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجد وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدۃ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسی طرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لے گا صغیر کو اس عورت سے اور اسی طرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی سزاوار تر ہے صغیر کا اس واسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اس نے نانی ہونے کا انکار کیا تو اس کے حق حضانت کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اس کا بیٹا کہہ کر آخر ہو گیا یہاں تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر و لا خیار للولد عندنا مطلقا ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد لہ ذلک مؤید زادہ معزیا للمنیۃ اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بلوغ ہونے کے تو اس کو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اس کو جائز ہے چنانچہ اس کو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کی طرف منسوب کر کے تنہا رہنا مشروط ہے اس کے رشید ہونے پر اور اگر اس کی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جس کا تو چاہے تو اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اس کو لے گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اس واسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اس واسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم وہیں کا رہنا اختیار کرے گا جہاں کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہ ہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی وافادہ بقولہ بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا اور حکم بلوغ کا مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہنچی لڑکی عورتوں کی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اس کو باپ اپنے پاس رکھے اس واسطے کہ اس کو فاسق مردوں کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جب کہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے تو رہے جہاں اس کا جی چاہے اس واسطے کہ اس پر اب خوف باقی نہیں رہا اور دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ مسنہ اور بڈھی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوجیز وکفایۃ المستعفظ وان ثیبا لا یضمہا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد ولایۃ الضم لا لغیرہما کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایک بار اس کا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اس کو پاس رکھنے کی نہیں مگر جب کہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہ ہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایہ لیس للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ

فلا ضمہ لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شیء ولا نفقۃ علیہ الا ان تبرع بحر اور لڑکا جب کہ عاقل ہوا اور ایسا ہوشیار ہو جائے کہ دوسرے کا محتاج نہ رہے سکھانے کا تو باپ کو اس پر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جب کہ اس پر اطمینان اور اعتماد نہ ہو یعنی مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اس وقت میں باپ کو اختیار ہے اس کو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار وننگ کے اور باپ کو ولد بالغ کی تادیب کا اختیار ہے اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہوا اور باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں اگر وہ کسب سے عاجز نہ ہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق والحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہے اس میں جو مذکور ہو چکا وان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہ ہو اور اس کا بھائی یا چچا ہو تو اس کو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہ ہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد مال بالغہ اس واسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اس کو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح حکم ہے ہر عصبہ میں جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہ ہو اور نہ ان کے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اس میں حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہ ہو تو حاکم اس کو چھوڑ دے جہاں چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اس کی حفاظت پر کچھ فرق نہیں اس میں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اس واسطے اختیار ہوا کہ وہ اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانوں کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ پہنچیں لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب وکام کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ ان کو کام کے واسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا ان سے نوکری اور مزدوری کراوے اور ان کی اجرت سے ان پر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ ان کا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہوں اس کو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے جیسے باقی املاک صغیر کی امین کے پاس سپرد رہیں اگر باپ فضول خرچ ہو جیسے اس کی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کی طرف منسوب کرکے لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری قہستانی جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جن کے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہروں میں زیادہ تفاوت نہ ہو اس طرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اسی دن اپنے شہر میں پھر آنا تو لے جانے سے عورت کو روکا نہ جاوے گا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب دونوں شہروں میں اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایک دن میں جانا اور آنا متصور ہے تو اس شہر میں جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کی طرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکون مستامنین درصورت تفاوت دو شہروں کے مطلقہ کو لیجانا ولد کا

جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گاؤں سے شہر کی طرف جاوے اس واسطے کہ شہر میں صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اس کے یعنی شہر سے گاؤں میں لیجانا درست نہیں بسبب ضرر صغیر اس واسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاوے گی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لے جانا درست ہے جب کہ وہ بستی جس میں مطلقہ گئی ہو وطن ہے اس کا اور حالانکہ وہیں زوج نے اس کا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گاؤں ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہاں صغیر کا لے جانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لے جانا دار الحرب میں بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا مابقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی میں لے جانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو قادر نہیں صغیر کے لے جانے پر اس واسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاوے گا اخراج سے ماں کے شہر سے بدوں ماں کی رضامندی کے جب تک صغیر ماں کی پرورش میں ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر بہ الی ان یعود حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے تو جائز ہے باپ کو سفر میں ساتھ لے جانا صغیر کا یہاں تک کہ عود کر آوے حق اس کی ماں کا یعنی جب صغیر کی ماں کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہیں بلکہ ماں کے پاس پہنچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا تو حق حضانت نے عود کیا کذا فی السراجیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں جواز سفر کو مقید کیا ہے اس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت نے کسی طرف انتقال نہ کیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہے مقام تردد اس میں نہیں یعنی ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہ ہوگی تو البتہ باپ کو سفر میں لے جانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر میں لے جانا ناجائز ہوگا اس واسطے کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہے ثم شرنبلالیہ میں برہان سے وہ روایت منقول ہے جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا لے جانا محل اقامت سے قبل استغنائے صغیر کے جائز نہیں اگرچہ ماں کی حضانت نہ رہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی میں ہے کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لے جانا باہر شہر کے اس مکان تک درست ہے کہ ممکن ہو ماں کو دیکھ آنا اپنے ولد کا ہر روز جیسے ایک شہر کے دوسرے کنارے میں لے جانا بھی اسی شرط کو مشروط ہے یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیہ اذا اسقطت حضانۃ الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہ لہا بل ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وافتی شیخنا الرملی بان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب وعزاہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہے اور سراجیہ میں ہے کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہیں باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کو دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاوے گی اور فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اس کا بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر میں لیجاوے اور اس کا فتوی بھی دیا ہے کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہیں صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہیں رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ فرع مسائل ملحقہ شارح کا تزوج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخراجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا فعلیہ ردہ بحر بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ میں پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ میں لے گیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ میں لے گیا ہو تو اس کو بصرہ میں عورت کے پاس پہنچا دینا لازم نہیں بلکہ عورت سے کہا جاوے گا کہ اگر تو چاہے تو وہاں جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اس کے لے گیا تھا تو صغیر کو پہنچا دینا ماں کے پاس لازم ہوگا باپ پر جیسے صغیر کو

ساتھ اس کی ماں کے لے گیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کردیا پھر اس کو طلاق دی تو مرد پر لازم ہے پہنچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذافی حاشیۃ المدنی

باب النفقۃ

ہی لغۃ ماینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہے نفقہ کے احکام میں نفقہ لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کو خرچ کرے آدمی اپنے اہل وعیال پر وشرعاً ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع میں نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی امام محمد سے منقول ہیں کذافی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہے اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر میں یوں ہے کہ اصطلاح شرعی میں نفقہ شے کا عبارت ہے اس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اس میں بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفاً ہی الطعام اور عرف میں نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہیں لہذا اکثر کتب فقہ میں نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہیں اس واسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا اور وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے آیت میں یوں ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازداج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت میں فرمایا کہ رکھو عورتوں کو جہاں تم رہتے ہو اور تیسری آیت میں ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو تو جس قدر خدا نے اس کو دیا ہے اتنا صرف کرے حق تعالیٰ کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہیں فرماتا اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا رزق تم پر واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے کذافی فتح القدیر **ونفقۃ الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ فی زوجیۃ وقرابۃ وملک** بدأ بالاول المناسبۃ بامر اولانہا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابویوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اسی کا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اس واسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا **فتجب للزوجۃ** بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اس طرح پر کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اس طرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذافی بحرالرائق اس واسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہیں تو اس کا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں اس واسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہیں طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں اور یہی عالمگیری میں بھی مذکور ہے کذافی حاشیۃ المدنی علی زوجہا لانہا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اس واسطے کہ نفقہ بدلہ ہے احتباس کا یعنی زوج کے گھر میں مقید ہوئی تلاش معاش کو نہیں جا سکتی لہذا زوج پر اس کی خبر گیری ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ سے مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت وقاض وعامل ووصی زیلعی ومقاتلۃ قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال المضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کے واسطے تو غیر پر اس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ ان کا بقدر کفایت ان کی اور ان کے اہل وعیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اس واسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسی طرح نفقہ وصی کا میت کے مال میں واجب ہے اس مدت تک کہ میت کے مہمات میں مصروف رہے کذافی الزیلعی اور اسی طرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہے کہ دفع اعدائے دین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور

جس مضارب نے مضاربت کے واسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اس کی روزی واجب ہے ولا یرد الرهن لحبسه لمنفعتها اور اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ جب کوئی غیر کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اس کی روزی واجب ہے تو لازم یہ ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اس کی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اس کا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئے لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اس کا واجب ہوگا نہ مرتہن پر **ولو صغیرا** جدا فی ماله لا علی ابیه الا اذا کان ضمنها کما مر فی المهر اگر زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اس کے مال میں نہ صغیر کے باپ پر مگر اس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اس کا ذکر ہو چکا لا یقدر **علی الوطی** لان المانع من قبله اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہے اس واسطے کہ مانع وطی کا زوج کی طرف سے ہے نہ زوجہ کی طرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہ ہوگی تو نفقہ واجب نہ ہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ میں مذکور کرے گا **او فقیرا** اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا **ولو کانت مسلمة او کافرة او کبیرة او صغیرة تطیق الوطی** او تشتهی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع عنها فلا نفقة کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہے یا ایسی صغیرہ جماع کے سوا تقبیل و مساس بھی لائق ہو یہاں تک کہ اگر تقبیل و مساس کے بھی لائق نہ ہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اس کا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اس طرح بھی نفقہ واجب نہیں جب کہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نہایت صغیر ہوں ہر چند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ م مصنف کو مناسب تھا کہ بجائے ولو کانت مسلمة کے سواء کانت کہتا کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کا نہ کیا **فقیرة او غنیة موطوءة اولا** کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہ ہو اس طرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے م اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب زیادتی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع کے نہ ہوے تو مانع عورت ہی کی طرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اس کا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کی طرف سے ثابت نہیں کہ زوج ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس بامنفعت سے مطلق نہ بالخصوص احتباس باوطی سے او معتوهة او کبیرة لا توطاء وکذا صغیرة تصلح للخدمة او للاستیناس ان امسکها فی بیته عند الثانی واختاره فی التحفة خواہ زوجہ بے ہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہ ہو اور اسی طرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور موانست کے ہے اگر زوج اس کو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابی یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا ولو کله موجلا عند الثانی وعلیه الفتوی کما فی البحر والنهر واقره محشی الاشباه لانه منع بحق فیستحق النفقة نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اس نے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہ ہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق آئمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اس واسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے اور اشباہ کے محشی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اس لیے کہ مہر لینے کے واسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اس کے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی **بقدر حالهما** به یفتی ویخاطب بقدر وسعه والباقی

دین الی المیسرۃ وہو موسر ادہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایۃ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اگر زوج کم مقدور ہے اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اس کو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور زوجہ محتاج ہے تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اس کو جس سے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکساں نہ ہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس ہو تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورتوں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدر راور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جس پر رزق تنگ ہو وہ اس کے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کے واسطے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھ کو اس قدر نہیں دیتا جو مجھ کو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اس کی دانستگی میں لے لوں تو مجھ کو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھ کو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنے متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اس کے مقدور سے وہ اس پر دین رہے گا جب مقدور ہوگا تب ادا کرے گا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ یعنی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نہ کیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہ ہوتی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا ما منعت وعلیہ الفتوی کما حررہ فی الفتح اور اسی طرح نفقہ واجب ہے جب کہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اس نے آنے سے انکار نہ کیا ہو یا انکار کیا ہو مہر معجل لینے کے واسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہ رہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسی طرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع نہ ہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اس کو تحریر کیا ہے وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابیہا ان لم یکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتہا اور خانیہ میں ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر میں بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہ ہو اس کا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں آ سکتی ہو اور نہ آوے تو اس کا نفقہ لازم نہیں چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ لا نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسد وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطا والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ خلافا للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اس عورت کا جس نے زوج کے ولد کا بوسہ لیا اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور اس لونڈی منکوحہ کا جس کے مولی نے اس کے واسطے علیحدہ مکان

رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب ہیں اس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر
شرعی اور ایسی عورت کو شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہ رہے گی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے
گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ ان کے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ
اس کا واجب نہ ہوگا تا وقتیکہ زوج گھر میں نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے
اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ
المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج میں ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں
اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اس پر قسم کھاتی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم ہووے گا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ
نہ مقروضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اس پر گذر گئے اور اس نے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط
ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اس نے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہ ہوگا زوج کو دینا پڑے گا اور یہی حال ہے موت کا
خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید
کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اس واسطے کہ اگر زوج کو گھر میں وطی سے ممانعت کرے گی تو ناشزہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج
پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا کالخارجۃ
مالم تکن سالۃ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر
خارجہ کے ہے اس کا نفقہ زوج پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے
کہے کہ مجھ کو دوسرے مکان میں لے چل میں یہاں نہ رہوں گی اور اگر زوج نے اس میں توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو
تو نفقہ اس کا ساقط نہ ہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبہۃ فی زماننا بخلاف مالو خرجت من بیت
الغصب او ابت الذہاب الیہ او السفر معہ او مع اجنبی بعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اس گھر میں جس میں زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہ ہو
معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب نہ معتبر ہونے
شبہات کے کہ ہمارے زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ
اس کے اجتناب شبہات مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے زبون ہے بخلاف اس کے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر میں رہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہے سو وہ وہاں سے نکل گئی تو ناشزہ نہ ہوگی اس واسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر میں رہتا ہے اور
وہاں زوجہ کو بلایا اور وہاں جانے سے اس نے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لے جاوے اور اس نے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں
اور اس کا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اس واسطے کہ سفر میں لے جانا بدوں مرضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہے اور اس نے ایک اجنبی
نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اس نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اس کا نفقہ زوج پر لازم ہے اس واسطے
کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنی ایک دو منزل ہے اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کرے گی تو نفقہ ساقط
ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسی طرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اس نے
نوکری کر لی لڑکے کے دودھ پلانے کی اور زوج اس کا شریف ہے کہ اس کو عار آتی ہے دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر

نہیں نکلی بلکہ وہیں دودھ پلاتی ہے تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہے اور اسی قول کو جس کو شارح نے ضعیف کہا ہے محشیوں نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیوں وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو سلمت نفسها بالليل دون النهار او عكسه فلا نفقة لنقص التسليم قال في المجتبى وبه عرف جواب واقعة في زماننا بانه لو تزوج من المحترفات التي تكون بالنهار في مصالحها وبالليل عنده فلا نفقة لها انتهى قال في النهر وفيه نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس کے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کے واسطے جاتی ہو تو اس کا نفقہ زوج پر لازم نہیں لبسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہے کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اس طرح کہ اگر پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کاموں میں رہتی ہیں اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہیں تو ان کا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا لبسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض ہے ھم شارح نے اس اعتراض کو بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہیں بخلاف اس کے جو بلا عذرات یا دن کو تسلیم نفس نہ کرے شیخ رحمتی نے اس کا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں اس واسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہے طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہیں لبسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہو سکتی **و محبوسة** ولو ظلما الا اذا حبسها هو بدين له فلها النفقة في الاصح جوهرة كذا لو قدر على الوصول اليها في الحبس صيرفية كحبسه مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ بظلم قید ہوا اس واسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو میں نہیں مگر جب کہ زوج ہی نے اس کو قید کیا ہو لبسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اس کو نفقہ ملے گا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسی طرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاوے گی اگر زوج قید خانہ میں اس تک پہنچ کر اس پر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اس پر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو یا حق پر عورت اس تک پہنچ سکتی ہو یا نہ اس واسطے کہ قوت احتباس اور عدم تسلیم یہاں عورت کی طرف سے نہیں علاوہ اس کے زوج کے گھر میں وہ موجود بھی ہے اور وہ نکل جانے سے راضی بھی نہ ہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہے لیکن فی تصحیح القدوری لو حبس في سجن السلطان فالصحيح سقوطها لیکن تصحیح قدوری میں یوں ہے کہ اگر زوج قید خانہ سلطانی میں ہوگا تو قول صحیح یہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی محشیوں نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضی خاں سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری میں اس کے مخالف ہے تو خطا نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہے یا صاحب نہر سے جہاں سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے مخالف ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اس واسطے کہ عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولیٰ واجب ہوگا ھم فتاوی قاضی خاں اور عالمگیری کو میں نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہے عبارت قاضی خاں کی یہ ہے وان حبس في سجن السلطان ظلما اختلفوا فيه والصحيح انها تستحق النفقة یعنی اگر زوج محبوس ہو قید خانہ سلطانی میں بظلم تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں یہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم في البحر عن مال الفتاوى انه لو خيف عليها الفساد يحبس معه عند المتاخرين اور بحر الرائق میں مال الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کی جاوے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اس کو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہ ہوں کذا فی حاشیۃ المدنی **و مريضة لم تزف** اي لا يمكنها الانتقال معه اصلا فلا نفقة لها وان لم تمنع نفسها لعدم التسليم تقدير البحر اور اس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر میں نہیں آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اس کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ زوج کے گھر میں آنے سے انکار نہ کرتی ہو تو بھی نفقہ واجب نہ ہوگا لبسبب

عدم تسلیم کے تقدیر یا کذا فی البحر **ومغصوبۃ کرھا** اور اس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جس کو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وحاجۃ ولو نفلا لامعہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس** اور اس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگر نفل حج ہے نفقہ ساقط ہے بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہو گا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ ولو نفلا کے مقام پر لو فرضا کہتا اس واسطے کہ فرض حج کے جانے میں سقوط اور عدم سقوط نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے **ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لانفقۃ السفر ولا الکراء** اگرچہ زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر **امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان یاتیہا بطعام مہیاء** انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہاں غور کرنا چاہیے اگر زوجہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایسے کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ ہر چند امیر زادی نہیں لیکن اس کو ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اس کو پکا ہوا کھانا تیار دیوے **والا بان کانت ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیہ** اور اگر زوجہ ان عورتوں میں سے ہو جو اپنا کام کرتی ہوں اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا تیار کھانا دینا واجب نہیں بلکہ اس کو اناج دے وہ اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اس واسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اس پر جبر نہیں کر سکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اس کو دال اور سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہیں کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی دے تاکہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین** اور جائز نہیں زوجہ کو اجرت لینا اس پر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان کے اعمال کے اس پر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور زہرا میں بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا خرید کر لانا یہ علی مرتضی کے ذمے کر دیئے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ کر دیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں یہاں تک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارہ اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہے اس واسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو سید الخلق ہے اجمعین پھر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی میں گفتگو کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کاموں کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھیں نہ بحکم رسالت اور اس میں بھی تامل ہے کہ صحابی عورتیں کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھیں یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃً واجب کہا نہ قضاً اس واسطے کہ جن کو کہ عادت نہیں ایسے کاموں کی ان پر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی ان پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویجب علیہ آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ لکوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومداس رجلہا وتمامہ فی الجوہرۃ والبحر** اور زوج پر واجب ہیں آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور

ف امور خانہ داری زوجہ پر دیانت کی راہ سے واجب ہیں ۱۲ ف اثاث البیت اور ضروریات زوج پر واجب ہیں ۱۲ -

اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسی طرح او باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہیں اس سے یا کھلی صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل کی گندگی کو دور کر دے اور زوجہ کے پاؤں کی جوتیاں واجب ہیں اور پورا بیان اس کا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ مدنی میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اس کا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اس قدر کہ بساند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہیں لکڑیاں جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کے واسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اس پر ہے جس نے اس کو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونوں اس کی مزدوری محتمل ہے **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ** لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا ہر نصف سال میں ایک بار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی کے یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں آسکتی اور جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دو بار پوشاک کی حاجت ہوئی م اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اس نے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ** ولو بعد فرض القاضی خلاصہ **الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض** ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اس کی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اس کے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ تو بحاضر ہونے زوج کے معین کرے اس واسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اس کے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستر خوان نہ ہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستار خوان ہے کہ بہت لوگ اس کی کشادہ چشمی کے سبب سے اس کے دستر خوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اس پر حکم کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اس کے کھانے میں سے کھالے اور اس کے کپڑوں میں سے کپڑا لے لیا کرے بغیر اس کی اجازت کے اس واسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب میں کیونکر کمی کرے گا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اس کو قید کرے اس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی خلاصہ وغیرہا قولہ **فی کل شہر** ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کر دے مراد اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کے واسطے مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کے واسطے ایک دن کی مدت ٹھہرا دے

اور زمیندار اور کاشتکار کے واسطے سال بھر کی مدت ٹھہرائے اس واسطے کہ پیشہ ور جیسے لہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کرکے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اس واسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جس کو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اس پر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہ الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم عند المساء الیوم الاٰتی اور زوج کو اختیار ہے ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنے کا شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہے کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کے واسطے لازم نہیں کہ اس کا ترک جائز نہ ہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا کریں تو بھی جائز ہے ولہا اخذ کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقیس سائر الدیون علیہ وبہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہے مہینے بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاوے گا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال بھر کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کہ بجبر اس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کرکے جس مدیون پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہاء نے فتوی دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں یہ مذکور ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تا بقائے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل لہ کل شہر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زواج کا یعنی ہر مہینہ میں اس قدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کرے گا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوئی باتفاق آئمہ ثلثہ کے اور اسی طرح دائمی ضمانت ثابت ہو گی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنی فقط اسی قدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کروں گا زوج کی طرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہ بالموت بخلاف سائر الدیون اور بحر الرائق میں ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم مل کر مجرا نہ ہوں گے بدوں رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہے کہ نفقہ کو میرے دین میں سے حساب کرلو تو البتہ برابر ہو جاویں گے اور بدوں رضامندی زوج کے نفقہ اس کے دین میں سے نہ مجرا ہو گا اس واسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ دونوں شخص باہم مجرا دیں یا نہ دیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارا لہا من زوجہا وسکنا فیہ لا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ نے کرایہ پر دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اس میں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہو گا مگر لیکن شارح نے اجارۂ فاسدہ کے فروع میں حاشیۂ اشباہ سے نقل کیا ہے کہ فتوی اس روایت کے مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہے چنانچہ وہاں معلوم ہو گا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطولبت بہ بعد سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء علیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اس گھر میں جس میں وہ با کرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اس نے زوج سے کہا کہ میں تجھ کو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہ ہو گا اور زوجہ ہی پر لازم ہو گا اس واسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فاجرتہ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہے کہ بدوں اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ رکھنے کے واسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اس کا کرایہ زوج پر لازم ہو گا اس واسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا

ﻟﻪ صواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہوتا اور نہ اندازہ کیا جاوے۔

زوج پر لازم ہے لہٰذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **ولیقدر ہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف** اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کی طرف منسوب کیا ہے لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحرالرائق میں محیط پھر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کی قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے دراہم سے پھر مجموعہ کلام کا اندازہ درہم سے کر دے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے

وفیہ لو قترت علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل مما فرض لہا خوفا علیہا من الہزال فانہ یفرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی للبس التزین لان الزینۃ حقہ اور بحرالرائق میں یہ ہے جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کر دیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر سست کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھا دے تو زوج کو جائز ہے کہ اس کی نالش قاضی کے پاس کرے تا کہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اس میں سے جو اس کے لیے مقرر ہو گیا ہے مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی نہ ہو جائے اس واسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کے واسطے مضر ہے کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہیں رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اس کی نالش قاضی کے پاس پوشاک کے واسطے کرے کہ کیوں پوشاک نہیں　پہنتی اور کیوں میلی کچیلی رہتی ہے اس واسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کے واسطے لازم ہے ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کے واسطے لازم ہے یعنی حجامت بنوانا اور مونچھ کتروانا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اس واسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آوے گی تو غیروں کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہوں گے کہ خدا پناہ میں رکھے چنانچہ بنی اسرائیل میں مردوں کے زینت ترک کرنے سے انواع مفاسد پیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہے کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچا دے اور اس کا خیال رکھے اس واسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجھ کو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ **لہن مثل الذی علیہن بالمعروف** کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہے جیسا کہ مردوں کا حق عورتوں پر ہے بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتزاد فی الشتاء جبۃ وسروالا** اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما میں جبہ اور پائجامہ یہ ان عورتوں کے حق میں ہے جو فقط قمیص میں گذران کرتی ہیں جیسے عرب کی گنوار عورتیں جن کو بدوی کہتے ہیں اور جن کو مدام پائجامہ کی عادت ہے چنانچہ شرفائے ہند میں تو ان کو سرما اور گرما میں پائجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ میں منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یوں بیان کی ہے کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہیں وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہے اور بعضوں کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجائے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے فرق اتنا ہے کہ درع وہ ہے جس کا چاک سینہ کی طرف ہو اور قمیص وہ جس کا دونوں مونڈھوں کی طرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ینابیع سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کے واسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہے تو ہر ملک میں ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ میں بالفعل رائج ہے کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہے اور حق تعالیٰ ان کو حیا نصیب کرے **ومایدفع بہ اذی حر و برد**

ف زینت زوجین کی ایک دوسرے کے لیے ہے۔

اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما میں جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو **ولحافا وفراشا وحدہا لانہا وبما تعتزل عنہ ایام حیضہا ومرضہا** زیادہ دیا جاوے جاڑے میں لحاف اور بچھونا عورت کو علیٰحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جس میں زوج اور زوجہ پاس مل کر لیٹتے ہیں علیحدہ اس واسطے چاہیے کہ کا ہے عورت جدا رہتی ہے زوج سے حیض کے ایام میں یا بیماری کے دنوں میں صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کے واسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے **ان طلبتہ** لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کر دے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اس واسطے کہ یہ حق ہے زوجہ کا بدوں اس کی نالش کے اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہیں **ویختلف ذلک یسارا واعسارا وحالا وبلدا** اختیارا اور مختلف ہوتی ہے یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اس کے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اس کے موافق اور گرمی میں گرمی کے موافق اور سردی میں اس کے موافق جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہ ہو ولیس علیہا خفہا بل خف امتہا مجتبیٰ اور واجب نہیں مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اس کی لونڈی کا موزہ واجب ہے اس واسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی المجتبیٰ اور اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر قد استفید من ہذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش ونحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ وقد رأینا ہا من یأمرہا یفرش امتعتہا ولا ضیافہا جبرا علیہا و ذلک حرام کمنع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہوا زقسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اس کا دینا ساقط نہ ہوگا بلکہ واجب ہوگا اس پر اور مقرر دیکھا ہے ہم نے بعضے مردوں کو عورت کے فروش اور ظروف پر حکومت کرتے ہیں اپنے واسطے اور اپنے مہمانوں کے واسطے عورت پر ظلم کر کے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانے مال پر حرام ہے جیسے اس کی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر عن المبتغی الوزفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ ولا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فلینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر زوجہ پہنچائی جاوے زوج کے پاس بدوں اس قدر جہیز کے جو اس کے مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اس صورت میں مطالبہ نہیں جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز میں زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر ان سے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہ ہوگا اس واسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور بلاشک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کے برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنے کے جو مذکور مذکور ہو چکا ہے یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہیں کذا فی النہر الفائق **م** صاحب نہر کے کلام پر محشیوں نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اس کا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں بالیقین اس کا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کے واسطے لکھ دیتے ہوں مثلاً مہر وہاں کا سو درم ہو اور زوج نے دو سو درم دیئے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدوں رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اس کا جہیز نہ دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت میں زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسی طرح کا معمول اور رواج نہ ہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف میں لانا زوج کو جائز نہیں بدوں خوشی زوجہ کے اس واسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہاں زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لے چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر بل تقدیر القاضی للنفقۃ حکم منہ فلت نعم لان طلب التقدیر بشرط دعوی فلا تسقط

بمعنی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب الفصول سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم میں داخل ہے یا نہیں میں کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر قاضی کی حکم ہے اس واسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اس کی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور میں یہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسی کا نام حکم ہے پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دے گا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا المانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا عورت کے واسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقائے نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینے تک میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ حکم تا بقائے نکاح زوجین میں جاری چلا جاوے گا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاوے گا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاوے گا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اس واسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین میں اور دین ہونا نفقہ کا بدوں حکم قاضی یا بدوں تراضی طرفین کے نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اس واسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تموین من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما یہاں تک کہ اگر زوج نے نکاح میں یہ شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسی طرح لباس میں شرط کی کہ ایک ہی لباس رہے گا گرمی اور جاڑے میں تو یہ شرط لازم نہ ہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس میں قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اس واسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہیں اور اس امر میں شرط کی ہے کہ ہنوز واجب نہیں ہوا اور یہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پائے جانے دعوی اور حادثہ کے صاحب بحر الرائق نے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا میں یوں منقول ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہیں مٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ میں تو یہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی مالکی کے حنفی کو بھی تقدیر جائز ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اس کی صحت کا حکم کیا تو یہاں خصومت اور دعوی پہلے نہیں واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وجلہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اس کے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے کہ اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اس کے مخالف جائز نہیں اس واسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اس کو توڑ نہیں سکتا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوج زوجہ کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاوے گی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اس کا حکم موقوف ہو جاوے گا اس واسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جورو خصم راضی تو کیا کرے گا قاضی لیکن اگر بعد اس کے پھر ناراض ہو گی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کرے گا اس واسطے کہ حکم قاضی کا ما دام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت وقضی بہ ہل لہا ان ترجع

وتطلب کسوۃ فما شاء اجاب نعم اور سراجیہ میں ہے کہ عورت کی پوشاک میں درہم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور موافق اس کے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہے گا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اس کو اور نفقہ قاضی دلادے گا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اس کی مالک عورت ہے ماہ شوال میں یہ درم باقی ماندہ مجرا نہ ہوں گے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کرے گا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کے یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اگر اقربا محرم کا نفقہ بچ رہے گا تو مدت آئندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار پانچ مہینے میں سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاوے گا مگر جب کہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اس کے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاوے گی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونوں پوشاکیں سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اس کے واسطے دوسری پوشاک مقرر کی جاوے گی اس واسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت کے واسطے کافی نہ تھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جس پر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہ ہو خادم کو سوائے اس کی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہ ہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نہ کرتا ہو تو وہ نفقہ نہ پاوے گا اس واسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اس کا نفقہ نہیں اس واسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ولو جاء لہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل مازاد علیہ بحر بحثا لو حرۃ ولا امۃ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کے واسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدوں رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک ہوگا زوجہ کے خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زائد ہو اس کے نکال دینے پر زوج کو اختیار رہو گا ۔ کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول لہ فی العسار ولو برہنا فبینتہا اولی خانیہ زوجہ کے خادم کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذاریں زوجہ گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوں گے کذا فی الخانیہ ولو لہ اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوجہ کے چند لڑکے ہوں جن کو ایک خادم کفایت نہ کرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاوے گا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیہ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ ناخذ قال فی السراجیہ ولیفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار پہنچائی گئی زوج کے پاس بہت سے خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی

شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحرالرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ
زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف سے ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہو گا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے
کہ ظاہر الروایۃ میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابویوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہ ہو تو زوج پر یہ
نہیں کہ اس کے واسطے خادم نوکر رکھ دے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہو گا کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیہ **ولا یفرق بینہما**
لعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا اور نہ جدائی کی جاوے گی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے تینوں
قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہو گی اگر زوج غائب ہو اس کے عدم ایفائے حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی
اگر زوج سفر میں ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور رکھنے کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کر سکتا **وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا**
بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الامر والمامور اور جائز رکھا ہے امام شافعیؒ نے تفریق زوجین کی زوج کے
افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا
غائب ہونے زوج کے تو اس کا حکم نافذ نہ ہو گا اس واسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی
مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کر دے تو نافذ ہو گا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذافی البحرالرائق اس واسطے کہ رشوت کا حکم
نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کی طرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جس کو چاہے
حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہو گا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے . . . . افلاس پر ہو گا نہ زوج غائب کے افلاس
پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذارے ہوں افلاس زوج غائب پر اس واسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال اور سریع حصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت
شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہو گیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اس واسطے کہ قضا
علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں ہو سکا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو
گیا ہو کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ **وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما بدونہ الامر فیرجع**
علیہا او بہا علیہ ان صرحت بانہا علیہ او نوت ولو انکر نیتہا فالقول لہا مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی
عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اس سے کہے کہ میں تجھ سے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو
اپنا قرض میرے زوج سے بھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہ ہو اور قاضی کے بدوں حکم اگر عورت قرض لے گی تو قرض دینے والا
اپنا قرض عورت سے لے گا اور عورت زوج سے بھرے گی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے
دل میں اس کی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول
معتبر ہو گا کذافی المجتبی **وتجب الادانۃ علی من تجب علیہ نفقتہا لولا الزوج کاخ وعم وتحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ہذا من المعروف**
زیلعی والاختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اس پر جس پر عورت اور اس کے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہ ہوتا جیسے
بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاوے گا بھائی اور جو اس کے مانند ہے جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اس واسطے کہ یہ معروف اور مروج
ہے کذافی الزیلعی والاختیار اور عنقریب واضح ہو گا فروع میں ہم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہے
اور اس کا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہے یا بھائی مالدار ہے تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہے اور حکم کیا جاوے گا عورت کے

بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت لیوا اور جب اس کے زوج کو مقدور ہو تو اس سے اپنا قرض بھر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہے اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اس واسطے کہ ایسے حال میں بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہے تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کے نفقہ کے واسطے جب کہ عورت اور اس کا زوج مفلس ہوں واجب ہے اس شخص پر جس پر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہ ہوتا اور اسی طرح اگر زوج مفلس ہو اور اولاد صغیر ہو اور اس کو ان کے خرچ کی طاقت نہ ہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا جس پر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر ان کا باپ نہ ہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا پھر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جس قدر ان کو کھلایا پہنایا ہو اس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی **فقضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ الیسار فی المستقبل** قاضی نے حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد مدت کے مالدار ہو گیا اور عورت مفلس بنی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کر دے قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آئندہ کے واسطے نہ زمان گذشتہ کے واسطے نفقہ لیبار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہے اس واسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہے اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آئندہ میں ہے تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **وبالعکس وجب الوسط** کما مر یا اس کے بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ لیبار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنے مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دے گا اور باقی اس پر قرض رہے گا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب میں اس کا بیان گذر گیا **صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لاتکفینی زیدت** مصالحہ کر لیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھ کو اس قدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے جاویں گے **م** ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتا ہے کہ مجرد دعوی بدوں ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہوں تو اس کے دعوی کو نہ سنے والا بقدر کفایت زیادہ کر دے چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اس قدر پر کہ اس کو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کر دیا پھر غلہ گراں ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اسکو بدل ڈالے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال** اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھ کو اس قدر درم دینے کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہے تو کچھ التفات نہ کیا جاوے گا اس کے قول پر کسی حال میں اپنا مقدور ظاہر کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اس کے قادر ہونے پر **الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا** نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان تعرف القاضی عن حالہ بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جب کہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جس قدر پہ صلح ہوگئی ہے اس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اس وقت میں قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کر دے نقل کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ کہ معلوم کرلے قاضی زوج کی بے مقدوری لوگوں سے پوچھ کر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اس کی طاقت کے **وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج لم یلزم الا النفقۃ مثلہا** اور ظہیریہ میں ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہ ہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا **والنفقۃ لا تصیر دینا**

الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصناف او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیٔ اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضائے
طرفین یعنی دونوں کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ درموں پر صلح ہو گئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا
تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی چند مدت بدوں نفقہ گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونوں قدر معین پر راضی
ہو گئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا و بعد ترجع بما انفقت و لو من مال نفسہا بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جس قدر عورت خرچ
کرے گی اس کو زوج سے بھر لے گی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدوں قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول لہ و البینۃ لہا ولو انکرت الفاقہ
فالقول لہا بیمینہا ذخیرۃ اگر دونوں میں اختلاف پڑا مدت میں مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے
سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہوں گے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ
اس کے قسم کھانے کے کذا فی الذخیرۃ و بموت احدہما و طلاقہا و لو رجعیا کما فی الظہیریۃ والخانیۃ و اعتمد فی البحر بحثا عدم سقوطہا بالطلاق لکن اعتمد
المصنف ما فی جواہر الفتاوی عدم سقوطہا بالرجعی کیلا یتخذ الناس ذلک حیلۃ و استحسنہ محشی الاشباہ و بالاول افتی شیخنا لکن صحح الشرنبلالی فی شرحہ الوہبانیۃ
ما بحثہ فی البحر من عدم السقوط و لو بائنا قال و ہو الاصح و رد ما ذکرہ ابن الشحنۃ فتأمل عند الفتوی یسقط المفروض لانہ صلۃ اور ساقط ہوتا ہے نفقہ
مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ والخانیۃ اس واسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت
و طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق میں بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق میں رجعی ہو یا بائن لیکن
مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی میں عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تا کہ لوگ اس کو حیلہ نہ ٹھہرا لیں اسقاط
نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دے کر رجعت کر لیں تا کہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اس میں عورتوں کا بڑا نقصان ہے
اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی میں اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنی مطلق
طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کی تصحیح کی ہے جس کی بحث بحر الرائق میں کی یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو
اور کہا ہے کہ عدم سقوط یہی اصح ہے اور رد کیا ہے اس کو جس کو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجیے اس
مسئلہ میں فتوی دینے کے وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کے
واسطے اس نے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے
رمز تامل یہی مذکور کی ہے اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق فی الصحیح لانہ
استدانۃ علیہ لا علیہا و عبارۃ ابن الکمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امرہ فلیحرر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ کے
قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح میں کذا فی المحیط اس واسطے مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج
کے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یوں ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط
ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ بدوں حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اس کی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے
کرنا چاہیے مم حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقۃ والکسوۃ
المعجلۃ بموت او طلاق عجلہا الزوج او ابوہ ولو قائمۃ بہ یفتی اور نہ پھیر دیا جاوے گا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ
طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اس کے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف میں نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہ ہوگا ای

برفتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانیۃ والفتح یباع القن ویسعے مدبر ومکاتب لم یعجز الماذون بالنکاح وبدونہ لیطالب بعد عتقہ فی نفقۃ زوجتہ المفروضۃ اذا اجتمع علیہ ما یعجز عن ادائہ ولم یفدہ ذخیرۃ ولو بنت للمولی اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ میں بیچا جاوے گا خالص غلام جس کو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدوں اذن مولی کے غلام نے نکاح کیا تو اس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اس کی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہیں ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کرے گا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اس نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا جب کہ اس پر اس قدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کا مالک اس کے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اس کے واسطے بیچا جاوے گا لا امتہ ولا نفقۃ ولدہ ولو زوجتہ حرۃ بل نفقتہ علی امہ ولو مکاتبۃ لتبعیتہ للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اس کے ولد کا اگرچہ زوجہ اس کی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اس کی مکاتبہ ہو اس واسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے میں یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اس کا نفقہ کیونکر ہو اور ماں اس کی مکاتبہ ہے تو لڑکا بھی مکاتب ہے اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہے یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اس کا مولی پر ہے اس واسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقتہ علی ابیہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کرے گا لڑکا اپنی ماں کے واسطے یعنی اس کے کسب کی ماں مالک ہوگی اس واسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ ولد کا اس کے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل نہ ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اس کی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہے کہ نفقہ ولد کا اسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اس واسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدقق اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ ایک مرد نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہو گئی ہے مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی ببیع ثانیا وکذا المشتری الثالث وہلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للمصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاوے گا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اس کو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اس نے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جان کر رد بیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاوے گا نفقہ ثانیہ کے واسطے اور اسی طرح اگر مشتری ثالث خرید کرے گا یہ حال جان کر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اس واسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اس کے دینے سے عاجز ہوگا تو اتنی بار ادائے نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایک بار غلام بیچا جاوے گا نہ بار بار اسی طرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصلاح میں سو جو کہ درر غرر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے م شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اس کا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا سو اس پر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اس کی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اس پر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہے تو دوسری بار بیچا جاوے گا بخلاف اس کے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے وہ پانسو کو بیچا جاوے گا تو دوسری بار نہ بیچا جاوے گا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کے واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے

اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے اس کی علت یہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو ان کے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاوے گا بلکہ اس کے ادا کے واسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاوے گا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی **وتسقط بموتہ وقتلہ** فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں **ویباع فی دین غیرہا مرۃ** لعدم التجدد اور غلام بیچا جاوے گا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا ہے تو اس کے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجئ فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لہا استسعارہ لو لنفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اس کی اجرت لینا درست ہے اپنے دین میں تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کے واسطے کروانا جائز ہے اگرچہ ہر دن کے نفقہ کے واسطے ہو کذا فی البحر اس واسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کے واسطے بیچا جاوے گا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں کفن کے واسطے بیچا جاوے گا چنانچہ عورت کی پوشاک کے واسطے بکتا ہے م یہ جواب روایت مذہب نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اس کو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ** ولو مدبرۃ او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ **انما تجب علی الزوج** ولو عبدا **بالبیتوتۃ** ان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب ہوتا ہے زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اس طرح پر کہ لونڈی اس کو سپرد کر دے مالک اور اس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار میں رکھے گا تو زوج پر نفقہ نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اس کے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے پاس بھیج دے تو نفقہ زوج پر لازم رہے گا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ للمدنی **فلو استخدمہا المولی** او ابدیعدہا **او بواہا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ** ای ولم یکن بواہا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگوں نے یا علیحدہ مکان دیا اس کو بعد طلاق کے واسطے انقضائے عدت کے نہ قبل اس کے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اس کو نہ دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہ ہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر میں پلٹ آئی واسطے عدت کے تو اس کا نفقہ واجب ہوگا زوج پر و فی البحر بحثا فرض النفقۃ قبل البتوتۃ باطل **ونفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ** بحالہما او بحر الرائق میں بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہیں بمناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر مثلاً زوج غنی کی دو زوجہ ہیں ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے **وکذا تجب لہا السکنی فی بیت خال عن اہلہ** سوی طفلہ الذی لا یفہم الجماع وامتہ وام ولدہ **واہلہا** ولو ولدہ من غیرہ **بقدر حالہما** کطعام وکسوۃ اور جس طرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسی طرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایسی کوٹھڑی دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے یعنی اس میں زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہیں جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اس واسطے کہ ان کا رہنا کچھ ہرج کا موجب نہیں اس واسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہیں آتی اور لونڈی اور

ام ولد کا بیٹا بنا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور چنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگوں سے خالی چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے
بھی خالی چاہیے اگر زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے
اس واسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہیں محتاج کے مکان سے **وبیت منفرد من دار له غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفاده لزوم کنف و**
مطبخ وینبغی الافتاء به جو کفایت لحصول المقصود ہدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر میں سے ایک کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح
کنز میں کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی جدا لازم ہیں تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ
اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہوا کذافی البحر الرائق ہدایہ میں ہے کہ کوٹھری مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے
یعنی اسباب محفوظ رہے گا اور معاشرت بلادخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ میں فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہیں کیا اور
صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ
رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اس واسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اس میں نہ جاتے ہوں خالی مضرت سے نہیں کذافی حاشیۃ المدنی
م جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان میں علی الخصوص قصبات میں رواج ہے کہ زوجہ
کے واسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہیں کرتے خصوصا جس کے گھر میں فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اس میں سب گھر کے لوگ رہتے ہیں
اور دالان یا چھپر میں ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کے واسطے کر دیتے ہیں یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اس میں صریحاً زوجہ
کی حق تلفی ہے اور صاف بے حیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار نہ ہونا متصور نہیں تو اس کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے
علیحدہ مکان مقید نہ اہتمام بالضرور لازم ہے **وفی البحر عن الخانیۃ یشترط ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یوذیھا** اور بحر الرائق میں
خانیہ سے منقول ہے کہ شرط لگی یہ ہے کہ گھر میں کوئی زوج کے اقربا سے نہ ہو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دینا ہو **م** لغت عرب میں احماء ان کو
کہتے ہیں جو زوجہ کے رشتہ دار ہوں جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ میں تصریح ہے کہ جب ایک گھر میں مکانات
متعدد ہوں اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر میں رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا
نہیں پہنچتا کذا فی منح الغفار **ونقل المصنف عن الملتقط کفایتہ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدۃ** اور نقل
کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرتا ہے گھر کا ساتھ سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوکنوں کے تو دونوں زوجہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک
کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اس واسطے کہ جس قدر عورت کو سوت کے پاس سے تکلیف ہوتی ہے اتنی
سسر یا دیور سے نہیں ہوتی **م** علی الخصوص ہندوستان کی عورتیں کہ سوت سے نہایت رنج میں ہوتی ہیں بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان
میں دو یا تین یا چار سوتوں کو ایک گھر میں رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے **ولا یلزمہ اتیانہا بمونسۃ**
دلو مر الزوج باسکانہا بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ اور واجب نہیں زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اس کا دل
لگا یا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ میں ایسی جگہ جہاں وہ نہ گھبرائے اور اس کو وحشت نہ ہو کذا
فی السراجیہ **م** یہاں سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے نہ وہ فتاوی کہ سراجیہ کر کے مشہور ہے کذافی منح الغفار شیخ رحمتی محشی
نے کہا کہ پڑوسیوں کے ایسے گھر قریب ہوں کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو ان کو پکار سکے یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتوں سے
ملاقات کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہاں پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہیں کذافی حاشیۃ المدنی **ومفادہ ان البیت بلا جیران**

لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد و پیش پڑوسی لوگ نہ ہوں وہ مکان مسکن شرعی نہیں اس واسطے کہ اس میں
عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن الجیران لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ
شرنبلالی بما مر ان مالا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب
ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیوں سے خصوصا جب کہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل
پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اس میں اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس مکان کے پڑوسی
نہ ہوں اس کو شرع میں مکان ہی نہیں کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور اتنی تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیوں کا اعتبار ہے تو
جہاں پڑوسی نیک بخت نہیں تو وہاں سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کے واسطے لازم نہیں ولا یمنعہا من
الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدر علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان
ابی الزوج فتح اور منع کرنے زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ میں یعنی سات دن میں ایکبار بشرطیکہ والدین اس کے پاس نہ آسکتے ہوں
یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہے جس کو اختیار میں مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اس کو ہو اور وہ اس کی خدمت کا محتاج ہو
تو عورت پر اس کی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اس کی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا
کوئی خادم ہو تو اس پر خبر گیری واجب نہیں اور عورت اس قدر عصیان زوج سے ناشزہ نہ ہوگی کہ اس کا نفقہ زوج پر واجب نہ رہے کذا فی حاشیۃ
المدنی ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے
زوجہ کے والدین کو اس کے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال میں ایکبار
آنے سے منع نہ کرے تو عورت کو ان کے پاس جانا اور ان کو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ
البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیہ اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اس
واسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ میں بیتوتت ہے بجائے کینونت یعنی محارم
کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح
ہو گیا ام فتاوی عالمگیری میں قاضی خاں اور غایۃ سروجی سے منقول ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور ان کو اس کے
پاس آنے سے ہر جمعہ میں ایکبار منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر میں ایکبار مفتی بہ ہے ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ ان کو
زوجہ کے پاس نہ ٹھہرنے دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار میں مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتیں کریں اور اس کو دیکھیں
بشرطیکہ گھر میں نہ داخل ہوں زوج کو اس کا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اس میں قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت میں
نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق میں ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ میں ایکبار اور محارم کے ملنے کے واسطے
سال میں ایک بار باجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کو اسکے جانا بدرجۂ جائز نہیں اور خلاصہ میں ہے کہ زوج کو
جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور ان کی بیمار پرسی کو اور ان کی ماتم پرسی کو یا ان دونوں میں سے فقط ایک کے ملنے کو
یا ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتویں محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا
عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگوں کے ملنے سے اور ان کی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانے سے

اجنبی لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عورت کے محرم نہیں جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دے گا زوجہ کو نامحرموں کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونوں گنہگار ہوں گے چنانچہ اس کا بیان باب المہر میں مذکور ہو چکا م محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہیں اور ولیمہ میں عورت کا جانا جائز نہیں اگرچہ اس کے باپ ہی کا نکاح ہو اس واسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہیں اور اس میں انواع فساد محتمل ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کے واسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بے اجازت زوج کے یہ کام نہیں کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اس پر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اس میں زوج منع نہیں کر سکتا اگر اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم ہو اس واسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہیں ہو سکتا م خلاصہ میں روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جب تک مہر معجل کو زوج نے نہیں دیا تب تک زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہے یا اس پر محمول ہے کہ اس جگہ سوائے اس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہیں تو اس وقت میں اس کو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اس واسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہو گیا اور فرض کے واسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہیں تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہیں اسکی طرف وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا من سؤالہا اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس میں نہ جانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنے کے واسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اس کا کسی عالم سے سوال کر کے دریافت نہیں کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کر کے اس کو بتا دے گا تو پھر عورت کو نکلنا جائز نہ ہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی نہایت ضرورت ہو اور اس نے چاہا کہ مجلس علم میں میں جاؤں کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھوں تو اگر زوج مسئلہ داں ہو تو اسکو بتا دے اور وہاں جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہے کہ گاہے گاہے مجلس علم میں جانے دے لیکن اگر منع کرے گا تو بھی درست ہے اس لیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اس کو ضرورت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر من الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزئین وکشف عورۃ عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف بعضہن وکذا فی الشرنبلالی معزیا للکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام میں جانا عورتوں کا بدوں آرائش اور بدوں اس امر کے کہ کسی کے سامنے بدن کھل جائے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے پھر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ میں کچھ اختلاف باقی نہ رہا عورتوں کے منع کرنے میں دخول حمام سے اس واسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتیں بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہو جاتی ہیں اور اسی طرح شرنبلالیہ میں ہے بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسی طرح عورتوں کے نکلنے میں فی الحقیقۃ اختلاف نہیں اس واسطے کہ ان کی عادت ہے کہ بدوں آرائش اور زینت کے نہیں نکلتی ہیں اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی م فتح القدیر میں کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ یہ ہے کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خاں نے کہا کہ مشروع ہے بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونوں قولوں میں نہ رہا اور منع کرنا عورتوں کا متفق علیہ ہو گیا اس واسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہو جاتی ہیں حمام میں اور چند احادیث مؤید ہیں فقیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر حیر فیہ واستحسنہ فی البحر

ولو مفقودا اور مقرر کیا جاوے گا تینوں قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کے واسطے جس کی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی المصیر فیہ اور اسی کو بحر الرائق میں پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو م زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے میں مدت سفر مشروط نہیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیۃ عن قاضی خاں والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن وانثی مطلقا اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیاں صغیرہ ہوں یا کبیرہ والویہ فقط فلا تفرض لمملوکہ واخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے فقط تو اس کے غلام اور بھائی کے واسطے نہ مقرر ہو گا اور نہ غائب کی طرف سے اس کا دین ادا کیا جاوے اس واسطے کہ اس کی طرف سے دین ادا کروانا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی مال لہ من جنس حقہم کتبر ودطعام اما خلافہ فیفتقر للبیع و لا یباع مال الغائب اتفاقا غائب کے اس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو ان کے لباس کے مناسب اور جو مال کہ ان کے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو اس میں بیچنے کی حاجت ہو گی تاکہ نفقہ ان کا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندہم او علی من یقر بہ عند الامانۃ وعلی الدین ویبدأ بالاول غائب کے اس مال سے نفقہ مفروض ہو گا جو ان لوگوں کے پاس یا اس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو متن کے کلام میں لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اس واسطے کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اس کے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اس واسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اس پر لازم ہوا کہ پہلے امانت کو صرف کرا دے بعد اس کے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر میں تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اول اسی کو صرف کرا دے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور غائب کے امانتدار مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونوں ضامن ہوں گے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکیں گے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا ببینۃ او اقرارہا بحر وسیجئ یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہو گا اور مدیون کا قول اس میں مقبول نہ ہو گا بدوں گواہوں کے یا بدوں زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اس کا ذکر آوے گا ویالزوجیۃ ولقرابۃ الولاد اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانتدار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اس کا کہ ہاں یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہیں وکذا الحکم ثابت اذا علم قاض بذلک ای بمال و زوجیۃ ونسب اور اسی طرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جب کہ قاضی کو اس کا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیزوں میں سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کے واسطے اقرار کی حاجت ہو گی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نہ جانتا ہو تو اسکی حاجت ہو گی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہو گی اور امانتدار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کے واسطے بسبب نہ ہونے خصم کے یعنی غائب یا اس کا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا کفیلا بما اخذتہ وجوبا فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اس مال کا جسکو زوجہ نے نفقہ میں لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح میں م قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و یحلفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطا وکذا کل اخذ نفقۃ فلو ذکر الضمیر کابن الکمال اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونوں قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کی طرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین اور لنگڑے ولد سے اور جوان بیٹیوں سے سوائے صغیر کے تو اگر ان ضمیر مذکر لاتا بجائے مؤنث کے یعنی بجائے کفلہا ویحلفہا کے کفلہ ویحلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر صغیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح میں تو بہتر ہوتا کہ ہر نفقہ لینے والے کو شامل ہوتا اور متن کے کلام میں فقط زوجہ کی کفالت اور قسم مفہوم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا زوجہ اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ

اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جس کی عدت منقضی ہو چکی ہو م واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یوں ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من الایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ اوفاہا النفقۃ طولبت ہی او کفیلہا برد ما اخذت وکذا لو لم یبرہن ونکلت پھر اگر بعد اس کے زوج غائب حاضر ہوا اور اس نے گواہ گذارے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دے چکا ہے تو زوجہ یا اس کے ضامن سے مطالبہ ہو گا اس کے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہے بابت نفقہ کے اور اسی طرح اگر زوج گواہ نہ لا سکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہو گا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لا سکے گا اور زوجہ قسم کھاوے گی کہ مجھ کو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہو گا م یہ عبارت صحیح نہیں اس میں کاتبوں کی تحریف ہے کتب معتمدہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہ ہوں اور عورت قسم کھائے کہ میں نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونوں بری الذمہ ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھ کو نفقہ پہلے دے گیا تھا تو زوج مطالبہ کرے گا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت شارح کی یوں ہو گی کہ لو اقرت[1] طولبت فقط کاتبوں نے تحریف کر کے بجائے اقرت کے حلفت لکھ دیا اور دلیل واضح کاتبوں کی تحریف پر یہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہے (فاذا رجع وبرہن انہ حلفہا مالا او حلفہا لکلمت رجع علی الکفیل والزوجۃ وان اقرت یا خذہا ای النفقۃ یرجع علیہا فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی لا تفرض علی غائب باقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح والنسب نہ مقرر کیا جاوے گا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذارنے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ میں منکوحہ ہوں غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ میں غائب کا باپ ہوں اور غائب کا مدیون یا امین اس کا اقرار نہ کریں تو قاضی نفقہ نہ دلاوے گا ولا تفرض ایضاً ان لم یخلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ ولا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اس صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاوے گا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذارے تا کہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کرے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اس میں قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اس واسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے اور وہ لایہ صحیح نہیں وقال زفر یقضی بہا ای بالنفقۃ لا بہ ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ وہذا من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذارے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیوں کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہ مسئلہ ایک ہے ان چھ مسائل سے جن میں زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضی خاں والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر سے ثابت کیے ہیں نظم میں کہ تحصیل ان کی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتہا علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لہم ویامرہا بالانفاق او الاستدانۃ لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اس کی ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہوں گے گواہ اس کے نکاح پر واسطے نفقہ ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کے واسطے اگر قاضی کو علم نہ ہو نکاح کا پھر قاضی لڑکوں کے واسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اس کے پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اس سے بھر لے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق وبلوغ والتفریق

[1] یعنی اگر زوجہ اقرار کرے کی تو مطالبہ صرف اس سے ہو گا ۱۲ منہ جب شوہر واپس آوے اور گواہ گذارے کہ میں اس کے لیے مال چھوڑ گیا تھا یا عورت سے قسم لے اور وہ انکار کرے قسم کھانے سے تو شوہر کفیل پر رجوع کرے یا زوجہ پر اور اگر عورت نفقہ کے لینے کا اقرار کرے تو صرف اسی پر رجوع کرے ۱۲

لعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کے واسطے اور اس جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلا
قصور ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفایت کی تفریق سے واجب ہے نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اس صورت میں واجب ہو
گی جب مدت عدت کی دراز ہو جاوے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور
خانیہ اور مجتبیٰ میں لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنی کے مذکور کیا ہے اسکی کیا وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہے تو پوشاک
کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اس کو مذکور نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہو گی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی العدۃ علی المختار بزازیۃ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنابر قول مختار
کے کذا فی البزازیہ م معتدہ نے جب کہ نفقہ نہ لیا یا زوج نے اس کو نہ دیا اور عدت گذر گئی تو حلوائی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ ساقط نہ ہو کذا فی منح
الغفار عن البزازیۃ ولو ادعت امتداد الطہر فلہا النفقۃ مالم یحکم بانقضاءہا مالم تدع الحبل فلہا النفقۃ الی سنتین مذ طلقہا اور اگر عورت نے دعوی کیا
امتداد طہر کا تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہو گا جب تک کہ قاضی نے انقضائے عدت کا نہ حکم کیا ہو اس طرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہوں کہ عورت
انقضائے عدت کا اقرار کر چکی ہے پھر جب قاضی انقضائے عدت کا حکم دے گا تو بعد اس کے دعوی امتداد طہر کا مسموع نہ ہو گا اور نفقہ
عورت کو نہ ملے گا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہ ہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اس کو نفقہ دیا جاوے گا دو سال تک ابتدائے طلاق
سے م یہ ترکیب اس کو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضائے عدت کرے گی تو وہ مستحق ہو گی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اس
واسطے کہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضائے عدت کا اقرار کرے گی مدت محتمل میں پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب
نہ ہو گا پھر جب نسب ہی ثابت نہ ہو گا تو نفقہ - - - - کیونکر واجب ہو گا تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنے یوں کہتا و مالم تدع الحبل تو یہ
قباحت نہ لازم آتی اس واسطے کہ ادعائے حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ما قبل سے متعلق نہ رہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فلو ادعت ثم تبین ان لا حبل
فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا
تو عورت سے نفقہ پھیر لینا نہیں پہنچتا اگرچہ زوج نے اس کو شرط بھی کر لیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو میں نفقہ پھیر لوں گا
اس واسطے کہ یہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض ولا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی
معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کر لیے تو اگر عدت اس کی مہینوں کے حساب سے ہو گی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہو گی
اور اگر عدت اس کی حیض سے ہو گی تو یہ صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اس واسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اس کی مدت معین
نہیں ہو سکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینوں قسم کا نفقہ معتدہ موت کے واسطے مطلقا اگرچہ
وہ حاملہ ہو اس واسطے کہ ٹھہرنا معتدۂ موت کا زوج کے گھر میں باعتبار حق زوج کے نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت میں
معرفت صفائے رحم ملحوظ نہیں لہذا اس کی عدت حیض سے نہیں اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اندک اندک زوج کی ملک میں واجب ہوتا ہے
اور بعد موت زوج کے اس کی ملک باقی نہیں اور وارثوں پر واجب کرنا ممکن نہیں کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ
معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے اور قہستانی میں بھی مضمرات سے قول ضعیف اس میں منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرہ معتدۂ وفات کے واسطے نفقہ واجب
نہیں مگر جب کہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولیٰ سے تو اس کے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف

کیا ہو اس واسطے کہ بدوں اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہ ہوگا **وتجب السکنی فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردۃ وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا** اور واجب ہے فقط سکنی اس عدت والی کے واسطے جس کی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جب کہ زوج کے گھر سے نکل گئی تو اس کے واسطے سکنی بھی نہ ہوگا اس جدائی میں کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت لینا سوائے سکنی کے طعام اور لباس نہ واجب ہوگا فرقت معصیت میں اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ سکنی حق ہے اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہو گیا م خلاصہ میں ہے کہ جب جدائی زوج کی طرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفایت میں تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی معصیت ہے چنانچہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی تو ان میں نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج میں اور اسی طرح خوشدامن کی وطی میں نفقہ عورت کا واجب ہے اس واسطے کہ جدائی زوج کی طرف سے ہے نہ زوجہ کی طرف سے کذا فی العالمگیریہ **وتسقط النفقۃ بردتہا بعد البیت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ** قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی اور اگر گھر میں موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت میں مرتد ہو گئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو گیا فقط ارتداد کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہے گی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہ ہوگی زوج کے گھر میں رہے گی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اس ارتداد کے جو قبل طلاق ہے کہ اس میں مطلقاً نفقہ ساقط ہے **لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ** نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہو گئی تو اس کا نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اس کا مقید ہونا لازم نہیں جو اس کا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اس کا نفقہ بسبب حبس حاکم کے ساقط ہے یہاں تک کہ اگر مرتدہ محبوس نہ ہوئی یا حاکم نے اس کو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اس کے واسطے نفقہ واجب ہوگا **الا اذا لحقت بدار الحرب ثم عادت وتابت لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وہو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ** مگر جب کہ عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے آئی اور توبہ کر کے مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں نفقہ اس کا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار سے اس واسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر [illegible] ت کے ہے کذا فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اس کی مشیر ہے کہ سقوط نفقہ میں حکم ہو گیا لحوق دار الحرب کا اس واسطے کہ جب تک قاضی مرتد کے واسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو [illegible] مرتد کا موت حکمی میں نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر آ دے گی تو اس کا نفقہ عود کرے گا مرتدہ کے عود کرنے کے ساتھ سو اس [illegible] یاد رکھنا چاہئے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہو گیا جامع میں روایت یہ ہے کہ نفقہ عود نہیں کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہاں مراد یہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے عود نہیں کرتا اور ذخیرہ کی روایت ہے کہ عود کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتجب النفقۃ بانواعہا علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع** اور واجب ہے نفقہ تینوں قسم کا حر پر اس کے طفل کا شامل ہے مؤنث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چند ہوں یا ایک سب کا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے [illegible] نکل گیا کہ اسیر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہیں م طفل عبارت ہے صغیر سے جب سے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونوں کو شامل ہے کذا فی المغرب اور گاہے طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہے مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر

الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب
ہے اس واسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اس کے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اس کے موجود مال میں ہے جو اس کو بطریق ارث کہیں سے ملا اور اگر
طفل کا مال غائب ہو وہاں حاضر نہ ہو تو اس کے باپ پر نفقہ ہے پھر اس کا باپ اس کے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھر لے اگر نفقہ دینے کے وقت
اس نے رجوع پر گواہ کر لیے ہوں نہ رجوع کر سکے گا اگر اس نے نیت اس کی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہے نہ باعتبار قضا کے
ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکفف وینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اس کا ولد صغیر
دونوں محتاج ہوں تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اس کو طاقت نہ ہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب میسر نہ آوے یا کفایت
نہ کرے تو قرابت والا چچا ہو یا ماموں ان کو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے بھر لے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا
القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی ماں نے باپ سے جھگڑا کیا ان کے
نفقہ میں تو قاضی ان کا نفقہ مقرر کر دے اور باپ کو حکم کرے کہ ان کا نفقہ ماں کو دے جب تک کہ ماں کی خیانت ثابت نہ ہو اور اگر خیانت اس کی ثابت
ہو تو یکبارگی نفقہ نہ دے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہہ دے کہ وہ ان پر خرچ کیا کرے ھ صباحا ومساء کا واو بمعنی او
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی مالا یکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہے صلح کر لینا
ماں کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہو گئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہے مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ
ان کو آٹھ یا نو درم کافی ہیں لیکن جب اندازہ کرنے والے لوگ آئے تو کوئی ان میں سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہیں
اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہو یعنی مثلا سب اندازہ کرنے والے آٹھ ہی درم پر متفق ہوں تو ایسی زیادتی گھٹائی جاوے گی
اور اگر صغار کی ماں نے اس قدر پر صلح کر لی کہ ان کو کافی نہیں ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاوے گا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت
نفقتہم دون حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو ماں کے پاس سے تو اس کا نفقہ دوبارہ سے نہ اپنا حصہ وفی المنیۃ اب معسر وام موسرۃ تؤمر الام
بالانفاق وتکون دینا علی الاب وہی اولی من الجد الموسر وفیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم
کما سیجئ بحر اور منیہ میں ہے کہ باپ محتاج ہے اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب
اس کو مقدور ہو تو ادا کرے اور مالدار ماں مقدم ہے مالدار دادا سے یعنی اگر ماں اور دادا دونوں مقدور والے ہوں تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب
قرب جزئیت اور مزید شفقت کے اور اسی کتاب میں ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہیں اس کی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب
ہے اس کی اولاد کا اگرچہ حرہ کے پیٹ سے ہوں بلکہ ان کی ماں پر نفقہ لازم ہے اور کافر باپ پر اس کے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اس کا ذکر
آوے گا کذا فی البحر م یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہے اپنی کتاب میں نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا یجب لولدہ
الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسی طرح سے
واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ پاؤں سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور
اس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جس کو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیا کرام کے اور اس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے
جس کو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو پیشہ وری کے واسطے کذا فی الزیلعی والعینی م یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور انبیا کرام کو پیشہ کرنا عار
ہے اس واسطے کہ صحابہ اور اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور ان کو نوکری

رکھتے ہوں مزدوری میں نہ لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر ولد انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اس کو مزدوری نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہے اس کے باپ پر نفقہ اس کا واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ناقلاعن الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلاعن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمھا للطلبۃ زماننا کما بسط فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رفعۃ اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اس کو خوب واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور اسی واسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں رفیع الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم میں آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیائی ناپائدار اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے م فتاوی عالمگیری میں وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے تو ان کا نفقہ ان کے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور ان میں آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے ہیں ہوں اور اگر ایسے نہ ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب نہیں **لایشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ملم** یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلارجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الالام موسرۃ بحر نہیں مشارک ہے کوئی باپ کا اس امر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات میں باپ کا کوئی شریک نہیں اسی پر واجب ہے نہ اس کے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اس کے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام وکمال باپ پر ہے تاوقتیکہ نہایت تنگ دست نہ ہو اور جب کہ تنگ دست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں باپ کے سوا اس قرابت والے پر واجب ہوگا جس پر نفقہ طفل کا واجب ہوتا در صورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے بدوں اس کے کہ باپ سے پھیرے بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اس پر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روائیت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اس کی اولاد کے نفقہ میں کوئی شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں اس کی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے متون اور شروح میں اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جس کو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اس واسطے کہ نقل مذہب کے واسطے متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اس کی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب اس پر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اس کے اس کے استاد خیر الدین رملی نے اس کے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل صریح شارح کی عبارت میں یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اس کا یہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہ روایت کی ہو سو یہ بھی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ در مختار کا دیکھا جس کو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اس میں یوں عبارت تھی وفی الجوہرۃ فزدنا یعنی ذرت مذکور شارح کے جوہرہ سے منقول

ہیں اور یہی بلا شبہہ ٹھیک ہے اور باقی نسخ سب غلط ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ولولم یقدرالا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر
نہ ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ماں باپ دونوں کو نفقہ نہ دے سکتا ہو ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اس واسطے
کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہیں تو خدمت گذاری میں ماں مقدم ہے چنانچہ تعظیم اور توقیر میں باپ مقدم ہے اور
روایت ضعیف یہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولولہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر ایک
شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اس واسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہیں اور بھوک پر اس کو
صبر نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفقہ کو دونوں میں تقسیم کر دے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی
زوجہ کا اور اس کے ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کے واسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ
باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرہ ولولہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا
علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ ان پر وہ تقسیم کر دے
بقدر ان کے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی میں ہے کہ نفقہ بہو کا
سسر پر ہے اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امراۃ ابنہ الغائب وولدہ اور قدری
افندی کے واقعات المفتین میں ہے اور باپ سے زبردستی دلایا جاوے گا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی
کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ میں مذکور ہے اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا
فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بہا علی الاب اور اسی طرح ماں سے
زبردستی دلایا جاوے گا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اس کے باپ سے نفقہ پھیر لے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام یرجع علی زوج
امہ اور اسی طرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاوے گا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا
نہ ہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ یرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسی طرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ بجبر
دلایا جاوے گا تاکہ پھیر لے اپنے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور اسی طرح ابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاوے گا جبکہ
اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اس کو اس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین اجنبی
انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی ولو المنفق علیہ صغیرا انتہی
اور فصولین کی چونتیسویں فصل میں ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ میں نے وارثوں کو نفقہ وصی
کے کہنے سے دیا اور اس کا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا بعد خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت
میں قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو نفقہ دیا ہے صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جس کا
ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی او علی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ
وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ومؤن مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع و
قیل لا فی الصحیح یفتی اور فصولین میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اس نے نفقہ دیا تو ایک
قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ ہے کہ بدوں شرط کے پھر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اس کے

لینے سے بر تو جبر اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسی طرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مصارف میں جن میں امر کرنے والے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے جیسا کہ جنایت میں اور مصارف مالیہ میں مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خونبہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دے اور اس نے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے اسقدر مال اپنا پھیر لیگا اور اسی طرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اس کو بھی پھیرے گا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اس نے جس کو بادشاہ نے بظلم مال لینے کے واسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھ کو چھڑا لے سو مرد مامور نے اپنا مال دیا سو اس کو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیرے اور بعضوں نے کہا کہ نہ پھیرے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی نہ پھیر لینے پر **ولیس علی امہ ارضاعہ قضاء بل دیانۃ** اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اس کا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے ہم مال بسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھ کو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اس پر جبر نہیں کر سکتا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا لاتضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اس کے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نہ چاہیے تو دودھ کے واسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اس پر واجب ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے تو قضاءً مجبور نہیں ہو سکتی تو اس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا کہ شائد عاجزی سے اقبال نہ کرتی ہو **الا اذا تعینت** فتجبر کما مر فی الحضانۃ مگر جب کہ ماں ہی متعین ہو جاوے دودھ پلانے کے واسطے اس طرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلاتی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو ایسی صورتوں میں ماں پر دودھ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اس پر زبردستی کرے گا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا ولذا انظر تجبر علی البقاء الا جارۃ بزازیۃ اور اسی طرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیۃ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کے واسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اس نے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اس سے نہایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکھنے میں اس پر جبر کیا جاوے گا تاکہ صغیر تلف نہ ہو **ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا** لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر کرے صغیر کی ماں کے پاس رکھنے اس واسطے کہ حق پرورش ماں کے واسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اس کی ماں کا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہ ہو تو جس کو حق حضانت پہنچتا ہو اس کے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عندالام مالم یشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی کو قیام کرنا ماں کے پاس جب تک کہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو عقد اجارہ میں اس واسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لے جاوے یا گھر میں نہ داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلا جایا کرے اور اگر نوکری کے وقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اس کو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **لا یستاجر الاب امہ لو منکوحۃ** ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اس کو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے کہ ان میں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا جائز رکھا ہے اور قہستانی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کے واسطے جائز ہے

ف بعض نسخوں میں فیجب کی جگہ فتجبر ہے یعنی اس صورت میں ماں متعین ہو گی تو اس پر دودھ پلانے کے لیے زبردستی کی جائیگی اور یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے آئندہ عبارت کی مناسبت سے اور حق ماں کو دودھ پلانا بچہ کا دیانۃً ہے نہ قضاءً ۱۲

طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبیٰ کا قول مفتی بہ ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اس کو نوکر نہ رکھے
وجازنی البائن فی الاصح جوہرۃ لا استیجار منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اس کو
طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت میں ہو تو اس کا نوکر رکھنا دودھ پلانے کے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس ولد کے دودھ
پلانے کے واسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے پیٹ سے نہیں چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اس کی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے
لڑکے کے واسطے درست ہے اس واسطے کہ کریمہ کو اس کا دودھ پلانا واجب نہیں جو نوکری نہ درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب
زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع اور ماں سزاوار تر ہے اپنے ولد کے دودھ
پلانے کی نوکری میں بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نہ مانگتی ہو اس اجرت سے جس کو اجنبی عورت پاتی ہے اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی
ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانے میں اس ماں سے جو بدوں اجرت کے نہیں پلاتی کذا
فی شرح الزیلعی اما اجرت الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاوے گی چنانچہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر
کے دودھ پلانے کے واسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہیں اس کی اجرت وہی پاوے گی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ
اور باپ پر لازم ہے شیر خوار کے واسطے نفقہ اور پوشاک دینا اس واسطے کہ فقط دودھ صغیر کو کفایت نہیں کرتا بلکہ چٹانے کے واسطے اور چیز کی بھی
حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلاً تو قاضی اس کو بھی مقرر کر دے سوائے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے کذا فی حاشیۃ المدنی
وللام اجر الارضاع بلا عقد الاجارۃ اور مطلقہ ماں کے واسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہے بدوں عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے
اندر صغیر کو ماں دودھ پلاوے گی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہو گا اگرچہ باپ نے اس کو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت
لازم نہیں ہوتی بدوں عقد کے وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند استیجار کے۔ یعنی صلح نوکری کے برابر ہے احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے
مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے میں لیا کروں گی اور دودھ پلاؤں گی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں
اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے
جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ
لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اس کے واسطے واجب ہے تو اس کے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہیں
ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہو گی سب دین والوں کے یعنی جیسے اور قرض والوں کو میت کے مال
سے حصہ ملے گا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملے گا اس واسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر ولو
صغیرا لیسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جس پر صدقہ فطر واجب ہے بنا بر قول ارجح کے یعنی جو
مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہ ہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی
ہے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح
الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول میں ولد کے فاضل کسب سے ہم نہر الفائق
میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اس کے اور اس کے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول
پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہو روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اس کے عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ

دونوں پیٹ اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذافی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ
المحیط ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کر لے
خواہ اس کی کمائی سے خرچ سے فاضل ہو یا نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالی نے والدین کافرین کے حق میں فرمایا ہے وصاحبھما فی الدنیا معروفا
یعنی والدین سے ساتھ احسان دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی المبتغی للفقیر ان یسرق
من مال ابنہ الموسر مایکفیہ ان ابی ولاقاضی ثمہ والا اثم اور مبتغی میں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے کہ اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چرالے بقدر
کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہاں قاضی نہ ہو اور اس چوری میں اس پر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں
قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلا دے گا کذافی حاشیۃ المدنی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور
والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ نسل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول
سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی ایسی ہوتے پر دادا کا نفقہ اس وقت فرض ہو گا جب باپ مر گیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی
نفقہ اس صورت میں نانی پر واجب ہو گا جب ماں نہ ہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ والدین
اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد پر ان کا نفقہ واجب ہے اس واسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے ان کو کسب کی
مشقت میں ڈالے والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا
ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہو گا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجھ پر اس کا نفقہ واجب
نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہو گا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی مدعی مقدور گواہوں سے
ثابت کرتا ہے اور منکر بھی اس کو جو مدعی ہو گا مقدور کا اس کے گواہ مقبول ہوں گے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث
وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اس
پر واجب ہے اور آدھا اس پر یہی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اس واسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے
سو دونوں میں برابر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصے دے اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی
کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر نہایت زیادہ مقدور والا ہو اور دوسرا کم مقدور والا ہو
تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہے کذافی العالمگیریہ عن الذخیرۃ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ
النفقۃ علی البنت او بنتھا لانہ لایعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثھما الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک
اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ تر قریب ہو دوسرے سے تو اقرب
ہی پر نفقہ واجب ہو گا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کی بیٹی ہو اور پوتا یا نواسی ہو اور بھائی تو نفقہ اس کا پہلی صورت میں بیٹی پر واجب ہو گا
نہ پوتے پر اور دوسری صورت میں نواسی پر واجب ہو گا نہ بھائی پر اس واسطے کہ یہاں ارث معتبر نہیں لیکن اگر ارث وہاں معتبر ہے جب قرب میں
دونوں برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اس کا نفقہ دونوں پر بقدر ان کی ارث کے ہو گا یعنی سدس دادا پر اور باقی
پوتے پر اس واسطے کہ دونوں سے قرابت بیک واسطہ برابر ہے تو یہاں ترجیح نہ ہو گی مگر بجہت ارث کے اور در صورت تساوی قرابت کے ارث معتبر
ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اس کا نفقہ ولد پر ہو گا

نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلاواسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہاں اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر بااینہمہ رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضائے اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا نتیجہ ترجیح وجوب الفاق کی ہوئی اور یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے م بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر کرنا شارح کا ان مثالوں میں اور آئندہ مثالوں میں بھی بے محل ہوگیا اس واسطے کہ گفتگو یہاں ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذافی حاشیۃ المدنی وفی الخانیۃ لام واب فکارثهما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اس کا نفقہ بقدر ان کی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ میں اس کی مثال گذری اس واسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام واب ام فعلی الام اور قنیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اس کا نفقہ ماں پر ہوگا اس واسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہے لہذا ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولہ عم واب ام فعلی اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اس کا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکلہ فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثهما اور بحرالرائق میں فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور چچا تو اس کا نفقہ دونوں پر بقدر ان کے ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کے اعتبار کرنے کی کیا وجہ ہے قال لو لہ ام وعم واب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہاں دونوں کا احتمال ہے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اس کی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہ ہے کہ یہاں دو روائتیں ہیں ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونوں روایتوں کو مذکور کیا ایک دوسرے کا متناقض جان کر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جس کو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ میں جس میں صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے بموجب روایت قوی کے یہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو م وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہیں لیکن قرابت نسبی نہیں محرم سے مراد وہ ہے کہ جس کے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورت میں خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہیں ان کا نفقہ واجب ہے صغیر ہوں یا بالغہ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ اس واسطے کہ منکوحات کا نفقہ ان کے ازواج پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہے بسبب مزمن دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غافل نافہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار اولا یحسن الکسب لحرفۃ او لکونہ من ذوی البیوت او طالب علم زیادہ کیا ہے ملتقی اور مختار میں یا بالغ بخوبی پیشہ نہ کر سکتا ہو بسبب فرط حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کی نفقہ ولد کبیر میں عنقریب مذکور ہو چکی فقیرا حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع لفظ فقیر حال ہے جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جبکہ ایسے محتاج ہوں کہ ان کو صدقہ لینا حلال ہو تب ان کا نفقہ واجب ہے اگرچہ ان کے ملک میں مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کے واسطے بنا بر قول درست کے کذافی البدائع اس واسطے کہ رہنے

کا مکان او خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہیں تو اس کا وجود بجائے عدم ہے **بقدر الارث لقوله تعالیٰ وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیہ** محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالیٰ کے کہ وارث پر ہے مثل اس کے یعنی جن کا نفقہ مورث پر واجب ہے تو مورث کے بعد وارثوں پر ویسا ہی نفقہ واجب ہے تو اس آیت شریفہ میں حکم مرتب ہوا وراثت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہے تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑ کر تو اس کا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اس کے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا کل نفقہ اس قریب پر واجب ہوگا اور بعض کا وارث ہوتا تو اسی قدر اس پر نفقہ بھی واجب ہوگا اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہے ولہذا جبر کیا جاوے گا قریب پر نفقہ رسانی میں یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دے گا تو قاضی زبردستی اس سے دلاوے گا بسبب ترک وجوب کے کذا فی المنح وحاشیۃ المدنی ثم فرع علی اعتبار الارث بقوله **فنفقة من ای فقیر له اخوات متفرقات موسرات علیهن اخماسا** پھر مصنف نے تصریح کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اس فقیر کا جس کی چند قسم کی مالدار بہنیں ہیں بحساب پنجاں حصوں کے ان پر واجب ہے یعنی اگر اس کی تین بہنیں ہیں ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اس واسطے کہ ان بہنوں کی ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر ان کا بھائی مرتا تو اس کے نصف مال کی سگی بہن وارث ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہے لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اس کو پانچ حصوں کی طرف پھیرا **ولو اخوة متفرقین فسدسها علی الاخ ولام والباقی علی الشقیق کالارث** اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہوں تو اس کے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اس کا مادری بھائی ششم حصہ اس کے مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہیں اور سگے اور مادری بھائی پر بقدر ان کی ارث کے نفقہ واجب ہوا **وکذا لو کان معهن او معهم ابن معسر لانه یجعل کالمیت لیصیروا ورثة** اور اسی طرح حکم سابق بحال رہے گا اگر متفرق بہنوں کے ساتھ یا متفرق بھائیوں کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اس واسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاوے گا تاکہ بہنیں یا بھائی اس کے وارث ٹھہریں اور بموجب ارث کے ان پر نفقہ اس کا واجب ہوا اور اگر اس کو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنیں اس کے ہوتے وارث نہ ہوں گی پھر نفقہ اس فقیر کا کس پر واجب ہو **ولو کان مکانه بنت فنفقة الاب علی الاشقاء فقط لانهم معها** اور اگر بجائے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اس کے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنوں پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اس واسطے کہ سگے بھائی[1] بہن وارث ہونے ہیں میت کے بیٹے کے ساتھ اس واسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اس واسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہے تو وراثت بیٹی اور سگی بہن میں نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہے لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہوں تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی بیٹی کے سبب سے ساقط ہے لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا **وعند التعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزم الکل کذی ام واخوات متفرقات والام والشقیقة موسرتان فالنفقة علیهما ارباعا** اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہوں تو مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالداروں کے لزوم میں یعنی مفلسوں کا زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ ہر مالدار پر کس قدر نفقہ لازم ہے پھر بعد

[1] یہ سہو سے مترجم اول کا سگی بہن کی جگہ سگے بھائی کہنا چاہیے تھا کیونکہ مسئلہ میں فرض کیا ہے کہ فقیر کے دختر اور متفرق بھائی میں علاوہ اس کے سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط بھی نہیں ہوتا بلکہ عصبہ ہوتا ہے ۱۲

دریافت قدر لزوم کے نفقہ اس کا فقط مالداروں ہی پر لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنیں ہیں اور حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہے اور سوتیلی اور ماں جائی بہن دونوں مفلس ہیں تو نفقہ اس کا ماں اور سگی بہن پر لازم ہوگا چہارم حصہ ہو کر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنیں چھوڑ کر مر گیا تو وارث اس کی یوں ہے کہ ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور ماں جائی بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اس کی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور ماں جائی بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور ماں جائی بہنیں مفلس تھیں ان کو لعد دریافت کر لینے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو ان کے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہے اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ لعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا **والمعتبر فیہ** ای فی ارحم المحرم **اہلیۃ الارث لاحقیقتہ** اذ لا تتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہے یعنی کا ہے وارث ہوتا ہو محروم محض نہ ہو کہ حقیقت ارث معتبر ہے اس واسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہیں ہوتی مگر لعد موت کے **فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم** سو نفقہ اس فقیر عاجز کا جس کا ایک ماموں ہے اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اس واسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہرچند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر **ولو استویا فی المحرمیۃ کعم وخال رجح الوارث للحال** مالم یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دی جاوے گی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تا وقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہ ہو اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیۃ یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہے کہ محرم البعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جب کہ محرم اقرب حاضر نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاوے گا پھر جب سگا بھائی آوے تو جس قدر دیا ہے اتنا اس سے بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولزوجتہ اخ موسر اجبر اخوہا علی نفقتہا ورجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اس زوجہ کا ایک بھائی ہے مالدار تو جبر اس سے اس کی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اس کا زوج مقدور والا ہو تو اس سے پھیر لے انتہی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ہی علی من رحمہ کامل ولذا قال القہستانی فی قولہم وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج میں یہ بھی ہے کہ وجوب نفقہ کا اسی پر منحصر ہے جس کی قرابت کامل ہے یعنی قرابت یا محرمیت اور اسی واسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور یہاں گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح میں سو اس کو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہ ہو تو اس کو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں **ولا نفقۃ** **بواجبۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع** علوا او سفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پروتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اس واسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنّی کا نفقہ شیعی مالدار پر اور شیعی کا سُنّی مالدار پر لازم ہوگا

ف شیعی تبرائی مرتد ہے ۱۲

بشرطیکہ تبرائی شیعہ ہو اور الرافضی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اس کا تبرا ثابت ہو تو حاکم اس کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اس واسطے واجب نہیں کہ ان کے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں لانقطاع الارث اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے[1] یہ تعلیل ہے نفقہ و اختلاف دینی کی تو اس کا بلا فاصلہ ذکر کر دینا مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ولیبیع الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف لا الام ولا بقیۃ اقاربہ ولا القاضی اجماعا عرض ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اس کا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اس واسطے جائز ہوا کہ اس کو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا نہ بیچے اس کے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچے بالاتفاق للنفقۃ ولزوجتہ ولاطفالہ کما فی النہر بحثا بقدر حاجتہ لا فرقہما ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کے واسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اس کے اطفال کے نفقہ کے واسطے کذا فی البحر بحثا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ م شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تینوں لفظوں میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کے واسطے اس کے مال منقول کو بیچ لے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اس کے اطفال کا نفقہ مالدار پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اس پر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون میں بیچنا درست نہیں اس واسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا واسطے بیع کے اعانت ہے وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر مالک او قاض ان کان والا فلا ضمان استحسانا تاوان دے گا قضاء نہ دیانۃ امانت دار ولد کا چنانچہ اس کا مدیون تاوان دے گا اگر ودیعت کو خرچ کرے گا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہ ہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کرے گا تو اس پر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اس نے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان دینے کے اس واسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دے کر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسی طرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جس کو اس نے نفقہ دیا اس واسطے کہ اس کو بعینہ اس کا حق پہنچ گیا مثلا زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اس امانت کو ولد سے نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی انفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الاولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب ولد کے اس مال کو جو اس کے پاس ہے اپنے اوپر اور حالانکہ

[1] یعنی اختلاف دین کے ساتھ نفقہ نہیں بسبب نہ ہونے ارث کے ۱۲

وحال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑے ہے تو وہ تاوان نہ دیں گے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہاں تک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اس کو لینا اس کا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدوں رضائے غائب کے ولہذا مال غائب میں ان کا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ ان کو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدوں حکم قاضی کے یا بلا رضائے غائب کے **ولو قال الابن** الاب **انفقت وانت موسر وكذبه الاب حكم الحال يوم الخصومة ولو برهنا فبينة الابن** خلاصہ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اس نے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اس کی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کرے گا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن اس کا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اس دن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوی کے گواہ گذاریں تو ولد کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الخلاصۃ اس واسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے **قضی بنفقة غير الزوجة** زاد الزيلعي **والصغير ومضت مدة شهر** اى شهر فاكثر **سقطت** لحصول الاستغناء فی ما مضی دار القضاء سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے **ھ** زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اس کو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غلطی ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے بالتصریح ثابت ہے کہ قضائے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کے واسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدوں اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذافی حاشیۃ المدنی ملخصا واما ما دون الشهر **ونفقة زوجة والصغير فتصير دينا بالقضاء** اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے **ھ** مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اس واسطے کہ قاضی ہر مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم **الا ان يستدين غير الزوجة بامر قاض فلم يستدن** بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہے مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاوے گا سوا اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اس کو رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخيرة لو اكل الاطفال من مسالة الناس فلا رجوع لامهم بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کر کے کھایا بعد حکم استدانت کے تو ان کی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا ان کے باپ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حاجت دفع ہو گئی ولو اعطوا شيأ واستدانت شيأ و النفقة من المال رجعت بما زادت خانيه اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ اس کی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے ان پر خرچ کیا تو ان کے باپ سے پھیر لے جس قدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذافی الخانیہ **وينفق منها** عزاه فى البحر للمبسوط لكن نظر فيه فى النهر بانه لا اثر لانفاقه بما استدانه حتى لو استدان وانفق من غيره دون مما استدانه لم يسقط ايضا انتهى نفقہ محارم کا اس وقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق اس شرط انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے لیکن نہر الفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال قرض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہیں یہاں تک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اس کو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا انتہی کلامہ **ھ** شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اسی کا مملوک ہے تو نفقہ ساقط ہوا

بسبب رفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو اسی کا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اس پر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فلومات الاب** او من علیہ النفقۃ **بعدہا** ای الاستدانۃ المذکورۃ **فھی** ای النفقۃ **دین ثابت فی ترکہ فی الصحیح** بحر ثم نقل عن البزازیۃ تصحیح مایخالفہ ونقلہ المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذہا من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مر جاوے یا وہ شخص مرے جس پر نفقہ دینا واجب ہے بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے اس کے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاوے گا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یوں بیان کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اس کو اس کے باپ سے نہ پھیر لیا یہاں تک کہ اس کا باپ مر گیا تو باپ کے مال ترکہ سے نہ لے سکے گی یہی قول صحیح ہے انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے ہم جلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کے واسطے ہے یعنی جب دونوں میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جس میں آسانی خلق پر ہو اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے **وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب المحرم یضرب ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوط مادونہ** کما مر اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اس پر مار پڑے گی اور قید نہ ہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اس کا تدارک مارنے سے ہے اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہے **بقید مافوق الشہر** اس واسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اس کا بیان عنقریب ہوچکا ہم عدم حبس سے یہ مراد نہیں کہ حبس اس کا مطلقا جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں اس واسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ** اور قاضی کا حکم صغیر کے واسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تا کہ ماں قرض لے کر اس کو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر میں نہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ جس پر نفقہ صغیر کا واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار **وتجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ منفعۃ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ** اور واجب ہے تینوں قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اس کی ذات کا مالک نہ ہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کے واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اس کا کھانا کپڑا واجب ہے ہم لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بمقدور حاجت بطور غالب عادت اس شہر کے واجب ہے یعنی اس شہر کی اکثر خلق جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اس پر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو ان کو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کے مناسب یہ ہے کہ اس کو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اس طعام سے اس کو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی سراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہو تو اس کی امتیاز چاہیے کھانے اور کپڑے میں بنا برعرف کے کذا فی العالمگیریہ عن غایۃ السراجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی بنی آدم ہیں حق تعالی نے ان کو تمہارا زیردست کیا ہے سو جس کے پاس اس کا بھائی زیردست ہو تو اس کو کھلاوے جس میں سے

پ کھاتا ہے اور پہناوے جس میں سے آپ پہنتا ہے اور نہ ایسا تکلیف کا کام لو جوان پر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی ان کے مددگار ہو
یعنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اس واسطے کرطی وی نے ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا
طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے ان کو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام
کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہیں کہ غلاموں کو اپنا سا پہناتے
ہوں مگر بعضے اصحاب البتہ بنظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح
واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جب
تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہے اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں
نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یوں جواب دیا ہے کہ
جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اس کے ضمان میں ہے تو اس پر نفقہ بھی واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ
غاصب اس کا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع فھی فی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ
فیوجر نفسہ کمعین البناء پھر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اس کا نفقہ اسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہے اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے
جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارا دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے کہ عاقل ہو یا احمق والا لکونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلھا امرہ القاضی ببیعہ قالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نہ
کر سکتا ہو چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری کر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اس کی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اسکے مالک کو بجبر حکم کرے اس کے بعد بیچ ڈالنے کا اور . . .

صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اس کو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اسی پر فتوی ہے ان محلا لہ والا کمدبر وام ولد الزمہ
بالاتفاق لا بغیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اس کا بیچنا جائز ہے اور اگر اس کا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اس کے
مالک پر اس کا نفقہ قاضی لازم کر دے یہ حکومت اس کے سوا اور کچھ نہ کرے عبد لا ینفق مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ
بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب جاز اولم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اس کا مالک اس کو نفقہ نہیں دیتا تو اس نے کھایا یا لیا اپنے مولی
کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اس کی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اس کا مالک کسب کی
اجازت نہ دیتا ہو تو اس کو کھانا اور لینا جائز ہے والا لا کما لو قتر علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبی اور اگر غلام کسب پر
قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہ ہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اس کا مال کھانا اور لینا جائز نہیں چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا
ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اس کا مال بدون اس کی رضامندی کے نہ کھائے بلکہ کمائی کرے اگر اس کو طاقت ہو کذا
فی المجتبی وفیہ تنازعا فی عبد او دابۃ فی اید یھما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی میں ہے کہ دو شخصوں نے جھگڑا کیا غلام یا جانور میں جو ان دونوں
کے قبضے میں ہے تو ان پر جبر کیا جاوے گا اس کے نفقہ میں یعنی دونوں سے زبردستی اس کا قوت دلایا جاوے گا تاوقتیکہ ایک کا دعوی
ثابت ہو نفقۃ العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہاں تک
کہ اس کے مالک کے پاس اس کو پہنچا دے فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ

لہ اکثر نسخ میں جائز نہیں شاید مترجم اول کو جو نسخہ ملا ہو اس میں ہو گئے اور نسق عبارت سے بھی یہ لفظ زائد معلوم ہوتا ہے ۲

ولکن ان خاف القاضی علی العبد التلف باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لے کر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت میں قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اس کو قبول کرے اس واسطے کہ غاصب پر تاوان بہرصورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اس کو قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اس کی قیمت کو قاضی اس کے مالک کے واسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اس کو دے طلب المودع او اخذ الابق او احد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ ونحوہا لایجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا امانت کے غلام کے نفقہ کے واسطے اور مانند اس کے یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کے واسطے تو قاضی اس کو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلاموں کے نفقات کے واسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اس کو کھا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اس میں مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اس غلام کو اجارہ دے اور اس کی مزدوری سے اس کو کھلا دے یا اس کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کو اس کے مولی کے واسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا ضرر نہ ہو وہم اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی تو شارح پر اس کا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی والنفقۃ علی الاجر والراہن والمستعیر والکسوۃ فعلی المعیر وتسقط بالعتق ولو زمنا ولا تلزم بیت المال خلاصۃ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو کرنے والے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس تو عاریت دینے والے پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اس کے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی طرح شیخ کبیر اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو اور کوئی قرابت دار نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدہما من الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جو ہرۃ جانور چارپایہ مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مالک اس پر کچھ صرف نہیں کرتا تو قاضی اس پر زبردستی کرے اور اس سے بھی صرف کراوے تاکہ اس کے شریک پر ضرر نہ پہنچے کذا فی الجوہرہ وفیہا ویومر اما بالبیع واما بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ میں ہے کہ جانوروں کے مالک سے کہا جاوے کہ یا ان کو بیچ ڈالے یا اپنے چوپایوں کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نہ کرے بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ میں کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اس واسطے کرے کہ حدیث میں نہی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے میں دونوں ممنوع کام مجتمع ہیں تعذیت بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ۔ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہ اگرچہ یہاں کوئی مدعی نہیں لیکن مالک کے ترک واجب میں تامل نہیں تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہے اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال مالم یکن لہ شریک کما مر اور نہ جبر کیا جاوے سوائے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جب تک کہ اس کا دوسرا شریک نہ ہو اور اگر اس کا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا قلت . . . . .

وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ انفق الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا اذن

الشریک اوالقاضی فھو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح کہتا ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور ایک شریک اس کو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اس کو نفقہ دے اور اپنے شریک سے بقدر اس کے حصے کے پھیر لے برابر ہے کہ اس کو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار میں باتباع بحرالرائق کے حدصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت میں بلا اجازت شریک اور بدوں حکم قاضی کے تو اس نے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اس کے حصے کے پھیر نہیں سکتا اور یہی حکم ہے نخلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزوں میں صرف کرنے والا بدوں حکم قاضی کے اپنے مصارف کو ان کے مالک یا شریک سے نہیں پھیر سکتا ھ حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت میں یہ فرق ہے کہ جوہرہ کی روایت میں شریک وہاں حاضر ہے اور غلام مشترک پر صرف نہیں کرتا ہے بسبب شرارت اور سرکشی کے لہذا اس سے پھیر لینا درست ہے بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہاں شریک حاضر نہیں غائب ہے لہذا اس کی سرکشی ثابت نہیں تو پھیر لینا بھی لازم نہیں تو معلوم ہوا کہ دونوں روایتوں میں تناقض نہیں واللہ اعلم جوہرہ میں ہے کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اس کا دودھ نہایت نچوڑ کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوھنا بھی مکروہ ہے کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اس کے پینے سے زیادہ بچے تو اس کو دوہے جب تک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہے کہ دوھنے والا ناخن بڑے نہ رکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور اگر سواری اور لادنے کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل نہ کرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اس واسطے مذکور کیا کہ دونوں مشترک ہیں رفع قید میں یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع میں ترسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کئے اور ترسٹھ ہی برس اس عالم میں رہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیئے اور اتنے ہی غلام آزاد کئے اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ المدنی فیرات الاسقاطات باسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع میں بجدا اسما ممتاز اور جدا جدا کئے گئے ہیں بنا بر اختصار کے تاکہ بولنے میں زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہے اور اسقاط دین کا نام ابراء ہے اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہے اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہے مناسب یوں تھا کہ شارح یوں کہتا کہ عن الرق عتاق اس واسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہے اور اعتاق اسقاط حق ہے دعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب اعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اس واسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیوں کہ اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب میں وقوع عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہاں اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہے اور اسقاط مولی کا فعل ہے اور اسی کا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر میں کتاب الاعتاق کو تعبیر کیا ہے نظر بغالب احکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب میں مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہیں کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسی طرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہیں ہر چند لغت عرب میں عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہے لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی میں مناسبت ضرور ہے لہذا شارح نے یہاں فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اس کو نہایت مناسبت ہے بلکہ در حقیقت اتحاد ہے بخلاف اور معانی کے کہ ان میں ایسی مناسبت صریح نہیں اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اس کو عتیق اور معتق اور محرر بولتے ہیں وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص لیصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع میں عتق عبارت ہے اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ اس کا مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار میں داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہیں اور وجہ مخصوص سے مراد صریحا لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃً بہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اس کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہو گی ورکنہ اللفظ الدال علیہ اوما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا وہ لفظ ہے جو ازادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اس کے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دار الاسلام میں امان پھر غلام مسلمان خرید کر کے دار الحرب میں لے جانا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاوے گا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسی طرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آوے گا تو آزاد ہو جاوے گا اور اگر حربی غلام دار الحرب میں مسلمان

ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہ ہوگا کذافی حاشیہ المدنی عن النہر وصفت واجب لکفارۃ ومباح بلانیۃ لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارۂ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلانیت ہو عتق میں نیت شرط نہیں اس واسطے کہ وہ عبادت نہیں یہاں تک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضائے حق تعالی کے آزاد کرے گا تو اس وقت عتق البتہ عبادت ہو جاوے گا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالی کی خوشنودی کے واسطے ہو بموجب اس حدیث کے جس میں عتق اعضاء کا ذکر ہے صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کرے گا تو حق تعالی اس کے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کرے گا کذافی حاشیہ المدنی وہل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضاء مدبر کرنے میں اور اپنے قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں ان میں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اس واسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہے اور شراء قریب میں دوہرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اس واسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بے فائدہ ہو گیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اس کو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہر اکراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذافی حاشیہ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کے واسطے ہو یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہ ہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور ہو تو صاف کفر ہے بہرصورت شیطانی کام ہے اور اسی طرح بت کے واسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب میں چلا جاوے گا یا چوری یا قطاع الطریق کرے گا تو اس کا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذافی حاشیہ المدنی ویصح من حرٍ مکلفٍ ولو سکران او مکرھا او مخطئا او مریضا اولا یعلم بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اس طرح پر کہ مثلاً اس کے غلام کا نام صالح تھا سو اس نے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا صالح سو اس کے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نہ جانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دے اور اشارہ کیا مبیع کی طرف مشتری نے اور مغصوب کی طرف غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاوے گا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کی طرف اشارہ کر کے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اس کو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاوے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے غلام مبیع کی طرف اشارہ کر کے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا اور قیمت دینا اس کو لازم ہوگا کذافی النہر عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہیں اس واسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اس میں ضرور نہیں چنانچہ اس کی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی لامن صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنونٍ ونائم کما لا یصح طلاقہم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جس کی عقل بجا نہ رہی ہو برسام کے مرض سے اور بے ہوش کا اور مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ ان کی طلاق صحیح نہیں ولو اسندہ لحالۃ مما ذکر او قال وانا حربی دار الحرب وقد علم ذلک فی القول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کی طرف یعنی یوں کہا میں نے غلام کو بچپن یا جنون یا بے ہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ

جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دارالحرب میں اور یہ حال لوگوں کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب وخرج عتق الحمل اذا ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو ۔ قول صحیح ہے عتق حر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اس واسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اس واسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے ہو یا نہ ہو تو شک سے ملکیت ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہ ہوگا اس واسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہیں ولو باضافتہ الیہ کان ملکتک او الی سببہ کان اشتریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا یا مسبب مالک کی طرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا کہ عمرو کے غلام سے کہ اگر میں تجھ کو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق مسبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مر جائے گا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہیں ہوگا اس واسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہیں پہونچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اس کی ملک سے نکل جاوے ہاں اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھ کو ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اس واسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعہا بابیہا ثم نکحہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک ثبت مقارنا لہما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اس سے نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجھ کو دو بار طلاق ہے پھر اُس کا باپ مر گیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اس واسطے واقع نہ ہوں گے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معاً پائی گئی اس واسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینوں دفعۃً پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور اعتاق کی شرطوں پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہو گیا تو طلاق کے واسطے محل وقوع نہ باقی رہا اس واسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہیں ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہاں ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اس میں تامل اور غور کر لیجیو بلا نیۃ عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ[1] صریح وہ ہے جو لغت اور شرع میں مستعمل نہ ہوتا ہو مگر عتق میں تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ نیت اس وقت مشروط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار سوا کہ وصفہ بہ کانت حر او ہے کہ عتق صریح کو بصیغۂ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یوں کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اس واسطے کہ حر اس ذات کو کہتے ہیں جس میں حریت پائی جاوے او عتق یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتق ہے یعنی معتق ہے ہر چند لفظ عتق کا مصدر ہے اس میں ذات

---

[1] کنایہ کی تعریف مترجم اول نے اس جگہ فروگذاشت کی کنایہ عتق ان الفاظ کو کہتے ہیں جو احتمال عتق اور غیر عتق کا رکھیں ۱۲

کے معنی نہیں لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زیدٌ عدلٌ میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے او عتیق او معتق او محرر یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الجز فقط کان کنایۃً اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ڈالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہوں گے یعنی انت حرٌ نہ کہے بلکہ یوں کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اس وقت میں عتق صریح نہ ہوں گے بلکہ کنایہ ہوں گے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس کو حر کہا سو اس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اس کا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او اعتقتک او اعتقک اللہ فی الاصح ظہیریۃ یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لا دے اگرچہ جملہ خبریہ یہاں فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھ کو آزاد کیا اعتقک اللہ تعالی قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذافی الظہیریۃ اس واسطے کہ یہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے مدیون سے ابراک اللہ[1] کہنا ابرا کے واسطے مستعمل ہے کذافی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او نادی مولای او یا مولائی یا غلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا مولی ہے یا غلام کو اس طرح پکارا کہ یا مولاے یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولائی مولا کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے مبتّل معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں ازاں جملہ ناصر اور ابن عم اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی المنح عن الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اس واسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہے نہ عتق کا او یا حراد یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریتہ من العمل دین یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا میں نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق نہ دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اس واسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہے الا اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیتہ خانیۃ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جب مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت لوگوں کو اس کا شاہد بھی کر دے کذافی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نہ کرے گا اور اسی طرح طلاق کا بھی حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اس کو جانتے ہوں تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جب تک کہ طلاق کا ارادہ نہ کرے گا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ یا آزاد او عکس بان سماہ بازاد و ناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو مسمی بہ حر کرنے کے بعد جب اس کو زبان عجمی میں بلفظ مترادف[ہم معنی ۱۲] پکارے گا چنانچہ یا آزاد یا اس کے بالعکس کرے یعنی اس کا آزاد نام رکھے اور زبان عربی میں اس کو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جاوے گا بسبب عدم علمیت کے اس واسطے کہ پہلی صورت میں اُس کا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت میں اُسکا آزاد نام ہے نہ حر و کذا راسک حر و وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسی طرح غلام آزاد ہوگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے اور مانند ان اعضاء کے جن سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضاء کا کتاب الطلاق میں گذر گیا ولو اضافہ بجزء شائع کثلثک اعتق ذلک القدر لتجزیۃ عند الامام کما سیجی اور اگر عتق کو جزء شائع کی طرف مضاف کیا مثلاً یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اسی قدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اس کا ذکر آدے گا ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ او لامتہ انت حر خانیۃ اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولی کا اپنے

[1] یعنی خدا نے تجھ کو بری کیا ۱۲۔

غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اس واسطے کہ فقہ کے نزدیک ایسے مقاموں میں اعراب اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وہبتک او بعتک نفسک ۔ فیعتق مطلقا ولوزاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھ کو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جائے گا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ اس نے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یوں زیادہ کر کے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھ کو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا اس کے قبول کرنے پر موقوف ہو گا کذا فی فتح القدیر ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اس کو صریحاً صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحرالرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ویلحق بالصریح قولہ العبدہ وہبتک نفسک و بعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک و عتقک علی فیعتق بلانیۃ ولوزاد واجب لم یعتق لجواز وجوبہ بکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھ پر واقع ہے یا تیرا عتق مجھ پر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے کہ تیرا عتق مجھ پر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہو گا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کے واسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجائش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فاومی براسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع میں ہے مولی نے کسی سے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اس نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں اس طرح سے غلام آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ اس نے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اس کا اشارہ کافی ہے عتق میں ولوزاد من ہذا العمل عتق قضاء اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کرے گا یعنی اگر یوں کہے گا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہو گا قضاء نہ دیانۃ ثم یہ عبارت شارح کی مسئلہ ایماء اس سے متعلق نہیں کما ہو المتبادر بلکہ اس کلام کی طرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال انت حر ولانیۃ لہ عتق المجیب ولو قال عنیت سالما عتقا قضاء اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ ای سالم تو جواب دیا غانم نے سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جائے گا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر سے میں نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاء دونوں آزاد ہو جاویں گے لیکن دیانۃ وہی آزاد ہو گا جس کے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ عتق قضاء اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اس سے جو عربی زبان خوب نہیں جانتا کہ تو اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اس نے اپنے غلام سے یوں ہی کہا تو قضاء اس کا غلام آزاد ہو گا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہو گا بسبب عدم قصد کے ولو قال راسک راس حر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے۔ اگر اس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا وہ عام ہوتی ہے اور کاہ خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہٰذا بدون نیت کے آزاد نہ ہو گا وبالتنوین عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر راسک راس حر میں لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہو گا اس واسطے کہ اس صورت میں حر صفت ہے راس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہے وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک او لا سبیل او لارق او خرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کرے گا اس واسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں یا میری کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا میری ملکیت تجھ پر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھ کو میں نے

سلہ یعنی خدا نے تجھ کو بری کیا ۱۲

چھوڑا م یہ اقوال کنایات ہیں کہ ان میں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں اس واسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب
عتق کے ہو پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کرے گا تو احتمال مندفع ہو کر تعیین مقصود ہو گا کذا فی الدرر وکقولہ لامتہ قد اطلقتک وانت
اعتق ولزوجتہ انت اطلق من فلانۃ وہی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی کتہجیہما اور چنانچہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھ کو مطلق العنان
کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت
سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہو گی اور دوسری مثال میں زوجہ اس کی مطلقہ ہو گی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور
طلاق کی کرے گا جیسے طلاق اور عتاق کی تہجی میں نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یوں کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت طا ل ق
نہر الفائق میں محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے اعتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہو گی
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق بل یثبت لہ احکام الاحرار حتی یقر بانہ مملوکہ ویصدقہ فیملکہ وکذا لیس ہذا
بعبدی لا یعتق وقاس علیہ فی البحر لا ملک لی علیہ لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ میں ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ
ہو گا بلکہ ثابت ہوں گے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی اب مولی اس کی مملوکیت کا دعوی نہ کر سکے گا بسبب تناقض کے اور اس سے
خدمت نہ لے سکے گا اور اگر وہ مرجاوے تو مولی بطریق ولا اس کی وراثت نہ پاوے گا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حریت
تو احرار کے احکام اس پر جاری رہیں گے یہاں تک کہ اس کی عبدیت کا کوئی مدعی ہوا اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اس کا مالک ہو گا
یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اس کا اور مولی بھی اس کی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اس کا
مالک ہو گا اور اسی طرح غلام کو عتق ثابت نہ ہو گا لیکن حکم احرار کے ہو گئے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک
لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہ ہو گا لیکن احکام احرار
اس پر ثابت رہیں گے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اس کی تصدیق کرے تب اس کا مالک ہو گا لیکن نہر الفائق میں
صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اس واسطے کہ لا ملک لی علیک میں
متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقاً نفی ہے طحطاوی محشی
نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہ ہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہو گی تو دونوں
قول برابر ہوں گے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا بعبدی ولا ملک لی علیک بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا
حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویعتق ایضا بہذا ابنی او بنتی للاصغر سنا من المالک والاکبر وکذا ہذا ابی او جدی او ہذہ امی وان لم یصلحوا
لذلک او لم ینو العتق لانہا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالباء واخرہا لتفصیلہا اور یہی صحیح ہے عتق مملوک یوں کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور
لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسی طرح سے یوں کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے
یا دادا یا لونڈی سے یہ کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں
ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نہ رکھتے ہوں یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نہ کیا ہو تو بھی آزاد ہو جاویں گے اس واسطے کہ یہ
الفاظ صریح عتق ہیں نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں ولہذا ماتن ان الفاظ پر باء جارہ لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ
ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا

وجہ سے کہ ان کو صریح کے ساتھ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ ان کے احکام میں تفصیل زیادہ تھی لہذا ان کو موخر لانا مناسب ہوا مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اس واسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسی طرح باپ یا دادا یا ماں کہنے میں عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولدہم لیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا مالم تقل ابی من الزنا فیعتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہوں مولی کا باپ یا بیٹا ہونے کی اور غلاموں کا نسب بھی ان کے وطن میں مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اس کا باپ معلوم او مشہور نہیں کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جب تک یوں نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو نسب اس کا ثابت نہ ہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا م تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اس کا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پھر زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہرے گا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اس وقت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہ ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذافی العالمگیریہ عن قاضی خان اور اسی طرح کی تفصیل ہے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اس کی طرف اشارہ کرتا ہے ولا یشترط تصدیقہ فیما سوے دعوۃ النبوۃ قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب میں تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام کی شرط نہیں اس واسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اس واسطے کہ اس میں تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اس میں غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذافی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ولدا ور نہیں ہو جاتی ماں غلام کی ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اس کی ماں مولی کی ام ولد نہ ہوگی ولو قال لعبدہ ہذہ بنتی اولامتہ ہذا ابنی افتقر للنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہ ہوگی اس واسطے کہ اشارہ موافق مشارالیہ کے نہیں تذکیر اور تانیث میں کذافی الہدایہ وفتح القدیر وفی ہذا خالی او عمی عتق واخی لا مالم ینو من النسب اور مولی کے یوں کہنے میں کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے میں کہ یہ میرا بھائی ہے آزاد نہ ہوگا جب تک اخوت نسبتی کی نیت نہ کرے اس واسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبتی اور دینی میں قال اللہ تعالی[1] (انما المومنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا یعتق بیا ابنی ویا اخی ویا اختی ویا ابی غلام آزاد نہیں ہوتا یوں کہنے سے کہ اے میری بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اس واسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر اس واسطے کہ یا حر عتق صریح ہے اس میں معنی قصد کرنے کی حاجت نہیں کذافی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یوں کہنے میں بھی عتق نہیں کہ میری قدرت نہیں تجھ پر اس واسطے کہ باوجود بقائے ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد میں متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب میں ولا بالفاظ الطلاق صریحۃ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اس کی تصریح باب الطلاق میں مذکور ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھ کو طلاق ہے یا تو مجھ پر حرام ہے تو آزاد نہ ہوگی وان نوی قید للاخیرۃ لتوقفہ فی البدائع علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا نفی السلطان کما حجۃ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اس واسطے کہ نیت وہاں مفید ہوتی ہے جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اس میں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہ ہونا یہ عبارت اخیرہ

---

[1] ایمان دار سب بھائی ہیں ۱۲

کی قید ہے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اس کو نقل کیا ہے کہ یا ابنی
میں اگر عتق کرے گا تو غلام آزاد ہوگا اور اسی طرح لاسلطان[1] لی علیک میں عتق کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال
نے فتح القدیر میں اور مسلم رکھا ہے اس کو بحر الرائق میں م فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہے کہ لاسلطان لی علیک میں نیت سے عتق
ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا اور اپنے قول کو دلیل مقتضی ہے وکذا انت مثل الحر لیعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال
وغیرہ اور اسی طرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اس کو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے اس واسطے کہ اس
قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو بعد فتح امرک بیدک او اختیاری فانہ لیعتق مع النیۃ فھو من کنایات العتق ایضاً ولا بدع
بدائع دتیوقف علی القول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں کہ میں نے تجھ کو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں
بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو
ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق
بھی ہیں اور اس میں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونے کی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونوں متقارب المعنی بھی ہوں
کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع اعتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک
بیدک اور اختیاری میں موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس میں عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہ ہوگی بخلاف
اطلقتک کے کہ اس میں قبول کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ تفویض[2] نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک لم یحتج للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق
اور اسی طرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں نیت مولی
کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اس واسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام
نہیں ولا عتق بخوانت علی حرام وان نوی لکن یکفر لو طیھا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن
اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اس واسطے کہ تحریم حلال قسم ہے ویصح ایضاً بقولہ عبدی او حماری او جداری حر
اور عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدھا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا
حریت غلام ہی کے واسطے مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبھیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور
اور پتھر کو ملایا اور کہا دو میں[3] ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اس کی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں
لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ الحیۃ والمیتۃ جوہرہ[4] : طلاق واقع ہوگی اگر ملا دے گا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ م بہتر یوں
تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا لو جمع بین امتہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اس نے یوں
کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہ ہوگی اس واسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا
مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضاً بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابداً اور بھی صحیح ہے عتق قریب محرم
کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہے تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے آزاد ہو

---

[1] میرا تجھ پر کچھ دباؤ نہیں ۱۲۔

[4] ایک نسخہ میں جوہرہ کے بعد زیلعی ہے ۱۲

جاوے گا خرید کرنے والا آزاد کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپس میں کا ہے نکاح کرنا حلال نہ ہوتا اور اگر بنی اعمام[1] اور بنی اخوال[2] کو خرید کرے گا تو آزاد نہ ہوں گے اس واسطے کہ اگرچہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کرے گا تو بھی آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اس پر آزاد ہوگا ہرچند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبدالحق نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہے تو یہ حدیث حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصا لیعتق بقدرہ عندہ او حملا کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہ ہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسی قدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہے اس کے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اس کے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اس کا بیچنا جائز نہ ہوگا اور جب جنے گی تو ولد اس کا آزاد ہوگا اس واسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عندہ فی دار الحرب لا یعتق بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو بمجرد ملک کے آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ احکام مسلمین کے وہاں جاری نہیں یہاں تک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کرے گا تو اس کے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اس واسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ مخلّی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک اُن کے ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن زیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضا تحریر لوجہ اللہ تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کے واسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے وہ گناہ گار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اس کو وثن کہتے ہیں کذا فی غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاوے گا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اس واسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہے گا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کے واسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاوے گا ویصح ایضا بکرہ ولو غیر ملجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضائے مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اس واسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور یعنی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شرب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اس مستی اور نشے میں جو حاصل ہوئی ہو

---

[1] چچا کی اولاد ۱۲ [2] ماموں کی اولاد ۱۲

بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیائے مباحہ کی مستی سے عتق نہ ہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال لقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہ ہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیائے مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے شرب مضطر کے یعنی جس کے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اس وقت لقمہ اتارنے کے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اس کے بعد نشہ ہوگا تو مانند بے ہوشی کے اس مستی سے بھی عتق صحیح نہ ہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہ ہوگا **ویصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصدہ حقیقۃ ولا مجازا** اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بے ہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہ ہوں وہ ہزل جیسا نچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا **وان علق العتق بشرط کدخول دار صح** وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اس کو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اُس کو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی **والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر عتق للحال بخلاف قولہ لمکاتبہ ان انت عبدی فانت حر لا یعتق لقصور الاضافۃ ظہیریۃ** اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حاصل اور موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اس غلام سے کہا جو اس کی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاوے گا بخلاف یوں کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریۃ پورا غلام وہ جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نہ کر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے تو پورا غلام نہ ہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہ ہوگا **وفیہا تصح حر التعلیق** اور ظہیریہ میں ہے کہ یوں کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کرے گا آزاد ہو کر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کے وقت میں داخل ہوگا تو آزاد ہوگا **وتقوم حرا وتقعد حرا تنجیز** اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہے آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہے آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہے اس واسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ تو ہر حال میں آزاد ہے **قال ان سقیت حماری فذہب بہ للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیہ** کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلا دے تو تو آزاد ہے سو غلام اس کو پانی پلانے کو لے گیا اور اس نے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ مراد اس کلام کا یہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں کہ پیاس ہو یا نہ ہو پانی پلانا اس کو لازم ہے **قال عبدی الذی ہو قدیم الصحبۃ حر عتق من صحبہ سنۃ ہو المختار** مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اس کے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے **ولو قال انت عتیق ونوی فی الملک دین** اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃً البتہ اس کی تصدیق ہو جائے گی اس واسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کرے گا اس واسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں **ولو زاد فی السن لا یعتق** اور اگر یوں زیادہ کر کے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہ ہوگا غلام قضاءً نہ دیانۃً اس واسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا وعتق

بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اس واسطے استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے چنانچہ کلمہ توحید میں لا بما انت الا مثل الحر وان نوی اس قول سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہ ہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بکل مالی حر اور یوں کہنے سے آزاد نہ ہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اس واسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن البحر ولا بکل عبد فی الارض وکل عبید الدنیا او اہل بلخ حر عند الثانی وبہ یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہوتا کہ زمین میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خاں بخلاف اہل ہذہ السکۃ او الدار بحر بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق م ظاہر کلام شارح کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق میں حالانکہ برخلاف واقع کے ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اس میں باتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اس میں مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہے گا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہیں اور حالانکہ اس کا غلام بھی اہل سکہ میں داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خاں سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا عتقا اصالۃ وقصدا اذا ولدتہ لبعد عتقہا لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا حاملہ لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اس کا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہوں گے جب کہ بعد عتق اپنے کے اس کو کمتر چھ مہینوں سے جنے گی ماں کا بالاصالۃ آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اس وقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اس واسطے کہ جب اقل مدت حمل میں جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اس کے پیٹ میں موجود تھا ولو اکثر عتق تبعا وثمرتہ الجزاء ولائہ اور اگر بعد عتق کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اس کا ولد بالاصالۃ نہ آزاد ہوگا اس واسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعا آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد کے انجرار میں پہنچتا ہے اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اس کے مال کی اس کے ماں کے مالکوں کو ملے گی اس کے باپ کے مالکوں کی طرف انتقال نہ کرے گی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اس کے مال کی وراثت اس کے باپ کے مالکوں کی طرف انتقال کر جاوے گی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہے کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اس کی ماں کے مالکوں کو جنھوں نے اس کو آزاد کیا تھا پہنچے گی پھر جب زید اپنے اس غلام کو آزاد کرے گا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو پہونچا دے گا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی میں غلام آزاد مرے گا اور اس کے بعد اس کا ولد مرے گا تو ولد کے مال کا اس کا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی وحسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقۃ ومضغۃ او ان حملت لولد فہو حر

عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنے لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ اور مضغہ آزاد کیا یعنی یوں
کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یوں کہنے
میں فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اس کی ماں اور بیع ماں کی جائز نہیں جب تک کہ وہ حاملہ رہے گی اور ہبہ اس کا جائز ہے اس واسطے کہ بیع
میں استثنا کر لینا حمل کا جائز نہیں اور ہبہ میں جائز ہے لہذا بیع صحیح نہ ہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن اگر لونڈی کو بیع کرے گا تو بطلان ثابت
نہ ہوگا تاوقتیکہ اقل مدت حمل میں نہ جنے گی کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم یجز ہبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی
کے حمل کو مدبر کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہے تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح میں صحیح نہیں اس
واسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہے اس واسطے کہ مدبر کرنے میں ملک مولی کی حمل سے زائل نہیں ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے
کے لونڈی کسی کو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو اس میں ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز
میں درست نہیں وبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اس واسطے کہ پیٹ کا بچہ
الزام مال کے قابل نہیں اور اسی طرح اس کی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کے واسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد
کرے تو اس کی ماں کا قبول کر لینا مشروط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ اس کو مال کا دینا لازم نہ ہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادی
الی الف تعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے جب کہ وہ مجھ کو ہزار درم دیوے تو
یہ قول تعلیق ہے عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل میں وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کئے تو اس وقت آزاد
ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ دمات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ میں ہے کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی
مثلاً زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مر گیا پھر وارثوں نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کے وارث ضامن ہوں گے بروز ولادت
یعنی جس قدر قیمت بعد ولادت کے اس کی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دیں طحطاوی نے کہا کہ اعتاق حمل سے مراد یہ ہے کہ
اس کی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہو گیا اور یہ ظاہر مطلب نہیں ہو سکتا کہ حمل کو وارثوں نے بالاصالۃ آزاد کیا اس واسطے کہ
وہ بسبب وصیت کے وارثوں کا مملوک نہ رہا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولہما خروجا اکبر اور اگر مولی نے اپنی
لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلے گا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط
والولد ما دام جنینا تبع الام ولو بہیمۃ فیکون لصاحب الانثی ویضحی بہ لو امہ کذالک اور بچہ جب تک کہ ماں کے پیٹ میں ہے تو
احکام میں اپنی ماں کا تابع ہے بالاجماع نہ باپ کا اس واسطے کہ باپ کا نطفہ میں مستہلک ہے تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور
اس واسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہیں اور ماں کے نطفہ میں کچھ تردد نہیں بالیقین ثابت ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا
نسب فقط ماں کو ثابت ہے ماں اس کی وارث ہے اور وہ ماں کا وارث کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہے اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ
مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اس کا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسی طرح اگر زید کا
گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اس کا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اس کی ماں ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے
اگر اس کی ماں قربانی کے لائق ہے بحرالرائق میں ہے کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو

ف دوغا حیوانات کے گوشت وقربانی میں ماں کا اعتبار ہے ۱۲

تو اس کا کھانا درست ہے اگر ماں اس کی ماکول اللحم ہے اور قربانی بھی درست ہے اگر ماں قربانی کے لائق ہے مثلاً اگر گورخر اور گائے سے بچہ پیدا ہو یا نیل گاؤ اور گائے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اس کی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہیں سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہے اپنی ماں کا ملک میں جمیع اسباب ملک کے ساتھ جیسے خرید اور ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اس کا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہے ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق میں نہیں مغرور وہ مرد جس نے فریب کھایا اس طرح پر کہ ایک عورت سے بشرطا اس کی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اس کا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط کر لی تو اس کی اولاد تابع ماں کی نہ ہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا رق عبارت ہے اس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافروں پر بعوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تنجز کیا تو اس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلاموں کا ان کو غلام بنا دیا تو سبب رق کا ان کا کفر ہے یا ان کے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہے کہ رق اس عجز حکمی کا نام ہے جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہ رہے اھ چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہیں اور حالانکہ ان میں مغایرت ہے لہذا شارح نے اس واسطے اثبات مغایرت کے قول آئندہ میں اس کی تصریح فرمائی وصورۃ الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فان کلھم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاذا ما یوخذ الاسیر توصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا فاذا اخذت ومعہا ولدہا یتبعہا فی الرق قہستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب میں کہ وہ سب رقیق ہیں پر کسی کے مملوک نہیں تو اس پر حربی اول گرفتاری میں موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہاں تک کہ دار الاسلام میں پہونچ کر قابو میں آجاوے تب مملوکیت اس پر صادق آوے گی تو کافرہ اس پر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اس کا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی القہستانی م تفرقہ رق اور ملک کا جو شارع نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں ولد تابع اپنی ماں کا نہیں رقیت میں بلکہ وصف رقیت اس کو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اس کا رقیت میں اس واسطے کہ یہاں گفتگو ہے اتباع جنین میں کذا فی حاشیۃ الحلبی بہر صورت ملک اور رق میں فرق ظاہر ہو گیا اور معلوم ہوا کہ کسی شے کے تصرف پر قادر ہونا اس کا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہوتا مگر انسان میں اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہو جاتی ہے نہ رق اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اس واسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمناً اس واسطے کہ فراغت ہو گئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق قن اور ام ولد اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ قن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اس کا اعتاق صحیح نہیں مکاتب میں رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ میں اس کی اعتاق صحیح ہے اور ملک اس میں ناقص ہے اس واسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف میں نہیں اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے ھکذا فی الدر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفروعہ ککتابۃ وتدبیر مطلق واستیلاد اذا لم یشترط الزوج حریۃ الولد کما مر اور جنین تابع ہے ماں کا حریت اصلیہ میں اور عتق میں اور عتق کے فروع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تاوقتیکہ لونڈی کے زوج نے حریت ولد کی مولی سے شرط نہ کر لی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق میں اس کا حکم مذکور ہو چکا م

ف فرق ملک اور رق میں ۱۲

حریت اصلیہ کی مثال یہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اُس سے تو اس کا بچہ بھی ماں کا تابع ہو کر حر اصل ہوگا اور حریت غیر اصلی
کا ذکر ہو چکا حاملہ کے عتق میں اور کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل میں
بچہ پیدا ہوا تو بعد ادائے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہوں گے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو
میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونوں ساتھ ہی آزاد ہوں گے اور اگر مولی تدبیر مقید اس طرح پر کرے گا کہ اگر میں اس بیماری میں مرگیا
تو تو آزاد ہے تو اس میں ولد تابع ماں کا نہ ہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا سو وہ حاملہ ہوئی تو
بعد موت مولی کے دونوں آزاد ہوں گے وفی رہن اور رہن میں تابع ہے ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہو
گا یہاں تک کہ راہن اس کو مرتہن سے نہیں لے سکتا ودین اور دین میں تابع ہے ماں کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت
دی پھر وہ مقروض ہو گئی تو بچہ بھی دین میں اس کا تابع ہوگا یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لیں گے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ میں ماں کا تابع
ہوگا اس طرح پر کہ قربانی کے واسطے گائے یا بکری گابھن خریدی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاوے گا
یا پیٹ سے زندہ نکلے گا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع میں ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گائے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی
پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماں کا وسریان ملک اور سرایت ملک میں تابع ہے ماں کا یعنی ملک قدیم کا
حق ملکیت اس تک پہونچ جاتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اس کے بسبب عیب قدیمی کے
مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی تو اس کا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ[۱۲]
مواضع ہیں جن میں حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہے یعنی ملک[۱] رق[۲] حریت[۳] عتق[۴] کتابت[۵] تدبیر مطلق[۶] استیلاد[۷] رہن[۸] دین[۹] حق[۱۰] اضحیہ استرداد[۱۱] بیع سریان[۱۲] ملک
ولا یتبعہا فی کفالۃ اور جنین تابع نہیں ہوتا ماں کا کفالت میں یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مالضامنی یا حاضر ضامنی کی اور
ضمانت مدت تک تھی رہی یہاں تک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ ولد ضمانت میں ماں کا تابع نہیں واجارۃ اور اجارہ میں ماں کا تابع نہیں
یعنی دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ میں داخل نہیں تو ماں کی طرح خدمت کرنا اس کو لازم نہ ہوگا وجنایۃ اور جنایت میں
تابع ماں کا نہ ہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاوے گا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا
کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر میں کہا کہ جنایت ماں کی طرف سے ولد تک سرایت کرے گی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود
اور حد اور قصاص میں تابع ماں کا نہ ہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاوے گی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاوے گا مگر بعد وضع حمل
کے وزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانوروں میں بچہ تابع ماں کا نہیں ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے میں بچہ تابع ماں کا نہیں اگر لونڈی کسی کو
بخشی اور وہاں حاملہ ہوئی اور واہب نے اس کے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل میں رجوع کرنا جائز نہیں کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل
کو جائز رکھا ہے چنانچہ اس کا ذکر کتاب الہبہ میں آوے گا والایصاء بخدمتہا اور اس کی خدمت کی وصیت میں یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی
کی خدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اس کا بچہ وصیت میں تابع ماں کا نہیں ولا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہیں ہوتا بچہ اپنی ماں کے
ذبح کرنے سے پورا بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اس کے ماں کا ذبح
کرنا کفایت نہیں کرتا اس کو بھی ذبح کرنا چاہیئے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ زکوٰۃ الجنین زکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین
کا مانند ذبح کرنے اس کی ماں کے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظمؒ اور زفر اور حسن بن

زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہوچکا ہے تو اس کا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے ماں اس کی کے فہی تسع کما بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہیں جن میں جنین تابع ماں کا نہیں چنانچہ ابن نجیم نے اس کو مصرح بیان کیا ہے اشباہ کے باب البیوع میں وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کا بیہ رقیق کامہ اور ابن نجیم نے بحرالرائق میں مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ ولد تابع نہیں اپنی ماں کا نسب میں تا ایں کہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اس کا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے اس واسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اس نے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب میں ولد اپنے باپ کا اس واسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کی جانب اس میں غالب ہوئی اس واسطے کہ مردوں کا حال مکشوف ہوتا ہے نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے کہ اگر باپ سید نہ ہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہ ہوگا اگرچہ اس کو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جس کا باپ سید نہ ہو اور ماں سیدہ ہو تو اس کا ولد سید شریف ہے اس واسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہرہ اور مشرف کی ابتدا سے ماں کی طرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور سفناقی نے کہا کہ میں نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اس نے کہا میں نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت میں فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی حجتیہ میں ہے کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی میں ہے کہ جس کا باپ سید نہ ہو ماں ہو تو اس کے سید ہونے میں اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعضے علماء نے کہا کہ جس کی ماں سیدہ نہیں اس کو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کے واسطے صالح ہے تو جس نے کہا کہ وہ سید نہیں تو مطلب اس کا یہ ہے کہ جس کی فقط ماں سیدہ ہو اس کی شرافت اس کے برابر نہیں جس کا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام ببنیۃ واذا بیعت البہیمۃ ومعہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہیں ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلوں میں ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہوں کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جائے اور اس کا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع میں تابع اپنی ماں کا ہو جاوے گا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہو گئی ہو تو تابع نہ ہوگا کما فی الدرر المنتقی اور قنیہ میں ہے کہ شیرخوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع میں تابع ہے ماں کا نہ وہ بچہ کہ وہ دودھ نہیں پیتا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اس کے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اس کے مولی کا ماں کا تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اس واسطے کہ وہ ابتدائے علوق سے آزاد ہے اس واسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے مگر حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من رقیقین بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور کبھی دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے تو اس کا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا ومن ابنہ وابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اس واسطے کہ دونوں قول قریب کے محرم ملک میں یکساں ہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ

ف جس کی ماں سیدانی ہو اور باپ سید نہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ وہ سید ہے ۱۲

نکاح من کافر فاسلم فحل یومر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ لایجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لایسقط حق المالک کاذہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہو گیا یعنی زوج تو لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کر حکم کیا جاوے گا اس وجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاوے گا اشباہ میں کہا کہ میں نے اس کا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع میں جبر نہ ہوگا اس واسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق ساقط ہوگا و لہذا خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسی کے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اس کے پیٹ میں بچہ ہو اس طرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اس دن سے تو وصیت صحیح ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام میں جب پورا عتق مذکور ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اس واسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہے اور ثواب میں کمتر ہے پورے سے اعتق بعض عبدہ ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا البعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جزء غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اس سے بیان کرا دے گا کہ بعض یا جزء سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی النہر وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام ما بقی میں اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو۱۰۰ درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کر کے غلام اس قدر مولی کو پہونچا دے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اس کا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک بھی آزاد کر دے گا تو سعی کی کچھ حاجت نہ ہوگی وہو معتق البعض کمکاتب حتی یؤدی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع لبطل فیہما ولو قتیل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہاں تک کہ باقی کو ادا کرے سعی کر کے مگر تین امر میں مکاتب کے مانند نہیں ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق کی طرف نہیں پھرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کی طرف عود کرتا ہے امر ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہو گی نہ معتق البعض کی صحیح ہو گی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی بیع ہو گی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہو گی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اس کے قاتل پر قصاص واجب نہیں اس واسطے کہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہ پڑا کہ اس کے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو اس کے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اس کی ثابت تھی تو بلا شبہ اس کے خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہ ہوگا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والتصحیح قول الامام قہستانی عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد[1] کرے گا تو کل آزاد ہو جاوے گا تو سعایت اس پر لازم نہ ہو گی اور

---

[1] بہتر یہ تھا کہ مترجم اول بصیغۂ مجہول ترجمہ کرتا اس لئے کہ اعتاق ضرور لازم نہ آتا یعنی جس غلام کا بعض آزاد کیا جاوے گا وہ کل آزاد ہوگا ۱۲

صحیح امام اعظمؒ کا قول ہے کذا فی القہستانی عن المضمرات م صحیحین میں موافق مذہب امام کے عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام میں سے آزاد کرے اور اس کے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اس کی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکوں کے حصے آزاد کرنے والا ادا کرے اور غلام اسی کی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر اس کو مقدور نہ ہو تو غلام سے اسی قدر آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال الملک عندہ وہو متجز وعندہما زوال الرق وہو غیر متجز اور امام صاحب صاحبین کے خلاف کی بنا اس پر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں م معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام صاحب کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالۂ رق سے عبارت نہیں جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالۂ ملک سے اس واسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر ازالۂ ملک میں اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسی طرح اس کا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا مثبت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہ ہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالۂ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد ولا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے نہ صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کرے گا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کرے گا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کرے گا تو نصف میں استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف نہیں عتق اور رق کی قسمت پذیری میں اس واسطے کہ عتق عبارت ہے اس قوت حکمیہ سے جس کے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اس کی ضد زائل نہ ہو یعنی رق عبارت ہے اس ضعف حکمی سے جس کے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہ رہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان میں عتق اور رق جمع نہیں ہو سکتے کہ آدھا آزاد ہو اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام صاحب اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسے ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر اعتاق کی قسمت پذیری میں ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعۃ من الکفرۃ وضرب الرق علی انصافہم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمہ بقاء کالبعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اس واسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافروں کے کسی گروہ پر اور ان میں سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنے کے تو یہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام ان کو آزاد کر دے اور چاہے باقی کے واسطے سعی کرا دے م اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر میں اس کو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا لمدۃ کمدۃ الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر میں اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کر دے مانند مدت سعی کروانے کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کی طرف اضافت نہ کرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاوے گی بلکہ یوں کہے کہ برس یا دو برس میں تو

آزاد ہوگا نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت میں وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کی طرف اس کے عتق کو مضاف کرے او یصالح اور یکاتب لاعلی اکثر من نصف قیمتہ لو من النقدین ولو عجز استسعے فان امتنع اجرہ جبراً یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اس کی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہ ہو اگر بدل کتابت چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کرادے اگر وہ سعایت نہ کرے تو زبردستی اس سے مزدوری کرادے او یدبر ویلزمہ السعایۃ للحال فلو مات المولی فلا سعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اس کو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہو جاوے گا سو اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او یستسعی العبد کما مر یا شریک سعایت کرادے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا م سعایت بالکسر عبارت ہے اس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کی طرف سے تاکہ مابقی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس ضمان والولاء لھما لانھما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کے واسطے ہے پہلا شریک وہ جس نے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جس نے اپنا حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کرکے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اس سے سعایت کی درخواست کی بہرصورت اس آزاد غلام کے یہی دونوں شریک وارث ہوں گے اس واسطے کہ اس کے آزاد کرنے والے بھی یہی دونوں ٹھہرے و یضمن لمعتق او موسرا وقد اعتق بلا اذنہ فلو بہ استسعاہ علی المذہب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اس نے آزاد کیا اور اگر اس نے اجازت لے کر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکے گا غلام سے سعایت کرادے گا بنابر ظاہر الروایۃ کے م درصورت اجازت ضمان کے نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اس واسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء کلہ لہ لصدور العتق کلہ من جہتہ حیث ملکہ بالضمان اور آزاد کرنے والا پھیر لے غلام سے اتنا مال جتنا اس نے ضمان دیا یعنی اس قدر مال کے واسطے سعایت کروالے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنے والے کو ملے گی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسی کی جہت سے اس واسطے کہ غلام کا پورا مالک ہوگیا ضمان دے کر وہل یجوز الجمع بین السعایۃ والضمان ان تعدد الشرکاء نعم والا لا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرادے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البدائع والمبسوط ومتی اختار امرا تعین الا السعایۃ فلہ الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہے یعنی اس کو بدل کر دوسرا امر اختیار نہیں کرسکتا سوائے سعایت کے اس واسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کرے گا تو اس کو آزاد کر دینے کا اختیار ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعہ او وہبہ نصیبہ لم یجز لانہ کمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اس کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہ رہا و یسارہ بکونہ مالکا قدر قیمۃ نصیبہ الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسہ وقوت یومہ فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوائے لباس اور اس دن کے کھانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اس کا مقدور ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو

اختلفا فی قیمتہ ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانکارہ الزیادۃ وکذا لو اختلفا فی یسارہ واعسارہ اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اس کی قیمت ٹھہرالی جائے اور اگر مرگیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسی طرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شھد ای اخبر لعدم قبولہا وان تعدد والجرہم مغنما بدائع کل من الشریکین بعتق الآخر حظہ فالکل سعی لہما اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہوا اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصہ آزاد کرنے کے واسطے شارح کہتا ہے شہادت یہاں بمعنی خبر دینے کے ہے بواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگرچہ چند شریک ہوں اور ان میں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اس واسطے کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اس سے لیں کذا فی البدائع مالم یحلفہا القاضی فحینئذ یسترق او یستسعی فی حظہما دونوں شریکوں کے واسطے غلام سعایت کرے تا وقتیکہ قاضی نے دونوں سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اس وقت میں غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے م درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اس کا حکم کچھ نہیں سوائے سعایت کے اور اگر قاضی کے پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو غلام پر رقیت نہ ثابت کی جاوے گی اس واسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اس کے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقرر اس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا استرقاق حرام ہے اس واسطے کہ معتق البعض ہے پھر جب اس کا استرقاق صحیح نہ ہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا ہکذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو نکل احدہما صار معترفا فلا سعایۃ اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اس کے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم کھانے والا سعایت کرا دے گا ولو مات قبل ان یتفقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونوں ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولا بیت المال کی ہوگی نہ مالکوں کی اس واسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر م یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اس کا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام کے مذہب میں اس کے ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں شریک مالدار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونوں کا حق ہے وقالا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو تخالفا یسارا سعی للموسر لا لضدہ وہو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کے واسطے سعایت کرے نہ مالداروں کے واسطے اور اگر دونوں مقدور میں مختلف ہوں یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کے واسطے نہ مفلس کے واسطے اس واسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہے گی اس واسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے کہ یہاں تک کہ دونوں شریک متفق ہوں ایک شخص کے اعتاق

پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اس کا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسی طرح مصرح ہے بحرالرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہے تو متن میں خلط مذہبین ہو گیا ہے کہ مخفی نہیں سوائے ملاحظہ کرنے والے کے ہوشیار رہو سو پھر میں نے اپنے استاد خیرالدین رملی کو دیکھا کہ اس نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسی طرح آگاہ کر دیا ہے م فی الحقیقت ماتن سے خلط دونوں مذہب کا ہو گیا کہ مذہب امام میں بلاتنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کر دیا یعنی تخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کے واسطے اس لئے کہ امام کے نزدیک مطلقاً سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ درصورت تحلیف قاضی کے استراق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ اس میں ہرگز استراق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اس میں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب ہے صاحبین کا اس کو امام کے مذہب کے ساتھ گھال مال کر کے بلاتنبیہ مذکور کر دیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں ولہذا ماخوذ اور معاتب نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر لعت منک نصیبی وان لم اکن لعتہ منک فھو حرٌ وقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فھو حرٌ فالقول بینۃ المنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلاسعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فی حظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اس کے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اس کو تجھ سے خریدا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں جو شریک منکر ہے خرید کا اسی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اس نے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہو جاوے گا بلاسعایت کے یعنی بائع کے واسطے اس پر سعایت کرنا لازم نہ ہوگا مفت آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ اس نے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہو گئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اس کے حصہ کے سعایت کرے گا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندھما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسی طرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شرا کے واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نہ کرے گا قول اصح میں اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تو انگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اس واسطے کہ دوسرا منکر ہے **ولو علق احدھما عتقہ بفعل غدا مثلاً کان دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الاخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجھل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ لحنث احدھما بیقین وسعی فی نصفہ لھما مطلقا والولاء لھما** اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آئندہ کے کسی کام پر مثلاً یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں کل تو تو آزاد ہے اور اس کے بالعکس دوسرے شریک نے یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل نہ ہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گزر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی میں دونوں شریکوں کے واسطے اس لئے کہ ہر شریک کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہو گیا اور ترجیح کسی کو نہیں لہذا نصف باقی کی سعایت دونوں شریکوں میں نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونوں مالدار ہوں یا مفلس یا مختلف اور میراث

غلام کی دونوں کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبد من کل واحد منہما لاحد ہما لتفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکوں نے ایسے دو غلاموں میں جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہ ہوا کہ خالد گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اس واسطے کہ اس مسئلے میں بہ نسبت مسئلہ سابق کے دوتی جہالت ہوگئی غلام میں بھی اور حانث میں بھی یعنی معلوم نہیں کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہیں کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث میں جہالت ہے معلوم نہیں کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام میں جہالت نہیں اس واسطے کہ دونوں کا ایک ہی غلام ہے حتی لو اتحد المالک کان اشتراہما من علم بحلفہما عتق علم احدہما وامر بالبیان فتح تا ایں کہ اگر دونوں غلاموں کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اس طرح کہ دونوں غلاموں کو وہ شخص خرید کرلے جو دونوں مالکوں کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اس کے پاس ایک غلام آزاد ہو جاوے گا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاوے یعنی دونوں میں سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ میں بسبب تعداد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کی جانب سے نہیں تھی لیکن چونکہ مشتری دونوں مالکوں کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا والحالف بان قال عبدہ حران لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امراتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف مالو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ بخلاف الاخری یا قسم کھانے والا ہو ایک اس طرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر اس گھر میں آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر میں خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ ہر قسم میں دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کر چکا یعنی پہلے یمین میں شرط طلاق موجود ہونے کا مقر ہوا اور دوسرے یمین میں شرط عتق کی موجود ہونے کا اقرار کیا برخلاف اس کے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یوں کہے کہ واللہ میں اس گھر میں داخل نہیں ہوا پھر یوں کہا کہ اگر میں اس گھر میں داخل ہوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس میں نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اس واسطے کہ اگر عدم دخول میں صادق ہے تو کفارہ نہیں اور اگر عمداً کذب بولا ہے تو یمین غموس[1] اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت میں داخل نہیں ہوئی تاکہ اس کے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کرسکے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق میں ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ملک قریبہ بسبب ما مع رجل اخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ اولا علی الظاہر لان الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اس کی قرابت معلوم ہو یا نہ ہو بنا بر ظاہر الروایت کے اس واسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہاں موجود نہیں اس واسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہیں ولشریکہ ان یعتق او یستسعی اور اس کے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اس سے سعایت کرا دے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک

[1] جھوٹی قسم زمانہ ماضی کی کسی کام پر ۱۲

ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اس کو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دے گا اس واسطے کہ یہ ضمان ہے مالک ہونے کا **وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیۃ فلہ ان یضمن المشتری موسرا او یستسعی العبد** ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مقدور والا ہو اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے **وان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لایضمن لبائعہ مطلقا** لشارکتہ العلۃ۔ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اس شخص سے جو اس کا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دے گا مطلقاً خواہ مالدار ہو یا مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول بیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو اس میں بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بتملکہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین **لزمہ الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا** اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خرید کرے گا تو اس پر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جس نے اپنا حصہ نہیں بیچا اس واسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں کر لیا ضمان مشتری پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کرا دے گا کذا فی العالمگیریۃ **عبد مابین ثلثۃ دبرہ واحد ولبعدہ اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا ورجع بہا علی** لعبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہے جس کے تین مالک ہیں ان میں سے ایک مالک نے اس غلام کو مدبر کیا اور بعد اس کے دوسرے مالک نے اس کو آزاد کر دیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جس نے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اس قدر غلام سے پھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے سے اس واسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع ہو گیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہونے کا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اس واسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہو گیا نہ آزاد کرنے والے سے کذا فی حاشیہ المدنی **وضمن المدبر معتقہ ثلثۃ مدبرا لاما ضمنہ المدبر من ثلثۃ قنا لنقصہ بتدبیرہ** اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنے والے سے تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان لے مدبر کرنے والا اس قدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جاتے غلام کے اس کے مدبر کرنے سے دیکھو **ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا** اور باب التدبیر میں آوے گا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اس واسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہو گئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لے گا اور مدبر کرنے والا آزاد کرنے والے سے چھ درم ضمان لے گا اس واسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہوں گے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے **والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر وما لقی**

للمتق لعتقہ بکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے میں تین تہائی ہو گی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنے والے کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اس نے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنے والا دو تہائی کا مالک تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دے کر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاوے گا ولو قال ہی ام ولد شریکی وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدمہ یوما وتوقف بلا خدمۃ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اس کے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس دعوے کے نہیں تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے یہ اس کے اقرار پر عمل کرنے سے اس واسطے کہ جب اس کی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اس کا حق موجود ہے ونفقتہا فی کسبہا والا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اس کی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کر سکے تو شریک منکر پر اس کا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اس واسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی کی موقوف رہے گی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے م لونڈی کی نصف میراث اور اس کا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہو گی اور بقدر حصہ منکر کے اس کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی کذا فی العالمگیریۃ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہیں ام ولد کی امام کے نزدیک اس واسطے کہ ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیمؑ کی ماں یعنی ماریہ قبطیہؓ کا ذکر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت میں دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی دقوما ثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہیں مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اس پر سعایت لازم ہو گی اس واسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہیں رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہیں ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اس کی قیمت پر سعایت لازم آوے گی اور صاحبینؒ نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما ثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہ ہوئی تو ضمان نہ دے گا وہ مالدار جس نے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اس طرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونوں مالکوں نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور وہ دونوں کی ام ولد ہو گی پھر ایک مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا ضمان نہ دے گا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اس کا دعویٰ کیا تو اس کا نسب ثابت ہو گا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہ ہو گا اور نہ لونڈی پر اور اس کے ولد پر سعایت لازم ہو گی اس لئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہیں جو ضمان اور سعایت اس پر متفرع ہو بخلاف صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار ہے تو اس پر ضمان لازم ہو گا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہو گی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا

فلو قربها الی سبع فافترسها ضمن لانہ ضمان جنایۃ لاضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر بمثلہ زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاوے گا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس کر دیا اور شیر نے اس کو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دے گا دوسرے مالک کو اس لئے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہیں بخلاف ضمانت غصب کے اور اسی واسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اس کے کذافی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کر ڈالے تو اس پر ضمان جنایت لازم آوے گا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہیں ولو قال لعبدین عندہ من ثلثۃ عبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما حر فمادام حیا یومر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہیں سعید و مرجان اور فیروز سو اس نے اگر مثلاً سعید اور مرجان دو حاضر غلاموں سے کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اس پر بیان کرنے کا حکم کیا جاوے گا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کریں گے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کرے گا کہ بیان کر دے کہ قول اول اور ثانی میں کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جس جس کو مالک بیان کرے گا وہی آزاد ہو گا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مر گیا تو جو غلام کہ دونوں قولوں میں ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہو گا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہو گا اور نصف النصف یعنی چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہو گا تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو میں ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہ ہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان میں دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم دو میں آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت میں یعنی مرجان اور فیروز میں دائر ہوا تو یہ بھی دونوں میں نصفا نصف ہو گیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہنچا وہ بالکل مرجان میں شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جس قدر نصف آزاد کو پہنچا وہ تو لغو اور بے فائدہ ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہنچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اس واسطے کہ نصف کو جو دو حصہ کیجئے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے ہکذا فی الدرر وعامۃ الکتب وعتق منکل غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا اور ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اس واسطے کہ ایجاب ثانی سے جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں نہ اس کے سوا اور مسائل ہیں اس کا جواب شارح نے آیندہ قول میں بیان کیا لثبوتہ لطریق التوزیع والضرورۃ فلم تیعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے تو سولئے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہ ہو گا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذافی حاشیۃ المدنی وشرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذالک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم یجزہ الورثۃ قسم الثلث بینہم کما مر بان یجعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لہ نصف وربع واقلہ اربعۃ فنقول لسبعۃ

ھی ثلث المال اور اگر یہی دونوں قول مذکور صادر ہوں مالک سے اس کی بیماری میں اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہ ہو سکیں اس لئے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور متروکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اس قدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاوے گا اس طرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین۳ سہم مرجان کے اور دو۲ سہم سعید کے اور دو۲ سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو۲ کے ہر غلام کے سات سہم اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہم کو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جس میں نصف اور ربع ہو اور اس کا اقل مخرج چار۴ ہیں اس واسطے کہ نصف چار کا دو۲ ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار میں گنجائش سات سہم کی نہیں لہذا چار۴ کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار۴ کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو۲ نصف اور ربع کا نہیں ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہ ہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسی طرح مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق ممن ثبت ثلثۃ من سبعۃ ویسعی فی اربعۃ وعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونوں ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار۴ سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو۲ سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو۲ سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ۵ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو۲ سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ۱۴ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس۲۱ سہام ہوئے ان میں سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو۲ ثلث یعنی چودہ۱۴ وان طلق نسوتہ الثلث کذلک ومہرہن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین۳ عورتوں کو اسی طرح یعنی ایک شخص کے تین۳ عورتیں تھیں سو ایک دن اس کے پاس دو۲ عورتیں حاضر تھیں سو اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک اُن میں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اس نے دوبارہ کہا کہ تم دو۲ میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں کے برابر ہیں مہر کا برابر ہونا کچھ ضروری نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب دُرر کے زیادہ کی اس واسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ الدنی عن المفتی ابی سعود قبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اس واسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اس لئے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہوگئی کذا فی شرح الوقایۃ والدرر م اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں متبنی ہیں جبکہ زوج بہ طلاق مبہم دے کر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کر دے گا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاوے گی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لے گی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہے گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاوے گا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات اس پر لازم ہوگی کما لایخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان ممن ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجۂ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجۂ ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم

حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اس واسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہو کر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہو کر ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہو گیا م ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اس واسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دونوں میں برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اس کے ایجاب ثانی میں یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اس واسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علماء نے کہا کہ یہ محمدؒ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمدؒ کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا قول بھی ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنے کی البتہ حاجت ہے ہکذا فی الہدایۃ شرح الوقایۃ وحواشیہا لخصًا واما المیراث لمن من ربع اوثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا یزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الآخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اس واسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اس لئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منہن عدۃ الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انھیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامراتہ احدیکما بائن فوطی احدیہما او ماتت کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہو گیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نہ کرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اس لئے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعضے علماء نے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لے گا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کر کے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہ ہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے تو جائز ہے کہ جس کو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسی کو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ الدرر عن البحر وبل التہدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم ار ہ شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا م جب طلاق بیان نہ ہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں مصرح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اس کی ملخص عبارت یہ ہے

(ولو قال[1] لعبدیہ احدکما حر ثم باع احدہما او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ) اور ملتقی الابحر میں یوں ہے (والبیع[2] بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع) باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در المختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا وموت ولو تقبل العبد لنفسہ وتحریر ولو مطلقاً وتدبیر ولو مقیداً او استیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ وایفاء وتزویج ورہن وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ذکرہ ابن الکمال لان الساومۃ بیان فہذہ اولی بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر[3] مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آوے گا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسی طرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اس واسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جبکہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہیں بیان ہونے میں کذا فی البدائع اس واسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقولہ احدکما حر ففعل ما ذکر تعین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کس کی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنی دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کو کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہو گیا ابہام دفع ہوا اس واسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اس کا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم اعن وہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنے کا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہ اس کو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اس واسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اس کے دوسرے غلام کی طرف جس کا عتق متعین ہو گیا اشارہ کر کے کہا کہ اس کی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاوے گا یعنی دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنی زوج نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کس کو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اس کو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہوگی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونوں مطلقہ ہوں گی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اس میں ایک کی نفی سے دوسرے کو تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک

---

[1] اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان دونوں میں سے ایک بیچ ڈالا یا بیچنے کے لیے پیش کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اس لیے کہ پیش کرنے سے اس نے قصد ثمن ملنے کا کیا اور یہ امر منافی ہے آزاد ہونے کے ۱۲ [2] اور بیچ ڈالنا بیان ہے عتق مبہم میں اور اسی طرح بیع کے لیے پیش کرنا [3] مترجم اول چند ورق پیشتر تذکرہ کر چکا ہے کہ تدبیر مطلق وہ ہے جو بعد مرنے کے آزاد کرنے کو کہا اور مقید وہ ہے جس میں غلام کی آزادی کو کسی خاص بیماری سے اپنے مرنے کی قید لگا دی ہو ۱۲

شخص کے ہزار درم مجھ پر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب ہو
گا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت
وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اس کی تعیین مقر پر واجب نہیں اس واسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبراً اس پر جائز ہو
تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہ ہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر
ولو الجیۃ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جائے گا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم
ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اس واسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہ ہو قاتل ہی پر خون بہا
دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لایکون الوطی ودواعیہ بیانا
فیہ وقالا ہو بیان حبلت اولا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہ ہوگی وطی اور اس کے دواعی بیان عتق مبہم میں یعنی اگر ایک لونڈی
سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہ ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں یعنی
لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہ ہوا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایۃ اس واسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم
کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہ ہوا ہوگا وکذا الموت لایکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی اوقال
لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدہما لاتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح
موت بھی بیان نہیں ہوئی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا
بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام الولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی
استیلاد کے واسطے متعین نہ ہوں گے اس لئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہو سکتی اخبار
میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت حرۃ
فولدت ذکرا وانثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقہما بتقدیم الذکر ورقہما بعکسہ فیعتق نصفہما ویسعیان فی نصف
قیمتہما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مؤنث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہیں
کہ پہلے مذکر جنی یا مؤنث تو ولد مذکر تو ہر حال میں غلام ہی رہے گا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مؤنث کا اس واسطے کہ اگر اول
مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اس لئے کہ وقت تولد کے یہ اس کی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہ ہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے
اور اگر اول مؤنث کا تولد ہوا تو نہ ماں اس کی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور جس صورت میں اولیت کسی کی معلوم نہ
ہو تو ماں اور اس کی بیٹی نصف نصف آزاد ہوں گی بسبب آزاد ہونے دونوں کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونوں
کے درصورت تقدم مؤنث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونوں نصف نصف آزاد ہوں گی اور دونوں سعایت کریں گی اپنی
نصف نصف قیمت میں شہدا بعتق احد مملوکتہ ولوامتہ لغت عند ابی حنیفۃؒ لکونہا علی عتق مبہم دو گواہوں نے دو غلاموں میں سے ایک
کے آزاد کرنے کی گواہی دی تو نزدیک امام اعظمؒ کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونوں گواہوں نے دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی
کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اس واسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہیں الا ان تکون
شہادتہما فی وصیتہ ومنہا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت میں مقبول نہیں

مگر اس طرح مقبول ہے کہ دونوں کی گواہی وصیت میں ہو اور وصیت میں داخل ہے صحت میں مدبر کرنا اور مرض الموت میں آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم میں ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی م جب کہ تدبیر فی الصحۃ وصیت میں داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت داخل میں ہوگی بحرالرائق اور نہرالفائق میں گواہی وصیت کی یوں مثال دی ہے کہ دونوں گواہ گواہی دیں کہ مالک نے اپنے مرض الموت میں دو غلاموں کے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال میں وصیت اور عتق فی المرض میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثوں کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والاصل ان الطلاق المبہم یحرم الفرج اجماعًا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرم عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم میں اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہیں اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ میں بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہیں نزدیک امام کے لیکن اس مقام میں امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہیں کذا فی الہدایۃ اس واسطے کہ مزید احتیاط تحریم میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شہد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لقنیۃ احد کما حر علی الاصح لشیوع العتق فیہما بالموت فصار کل خصما متعینا وصحح ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدوں نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اس نے اپنی صحت میں کہا تھا اپنے دو غلاموں سے کہ ایک تم میں سے آزاد ہے گواہی قبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونوں غلاموں میں مولی کی موت سے یعنی جب تک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اس واسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونوں میں سے کون آزاد ہے اور جب مولی مر گیا تو دونوں غلاموں پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بعتقہ سالما ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہوں نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہیں ہیں تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلاموں میں مسمی بہ سالم ایک ہی غلام ہو ولو لہ عبدان کل اسمہما سالم وجحد فلا عتق کشہادتہما بعتقہ لمعینۃ سماہا فنسیاہا اسمہا او بطلاق احدی زوجتیہ وسماہا فنسیاہا لم تقبل الجہالۃ فتح اور اگر مولی کے دو غلاموں کا نام سالم ہو اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہوں کی گواہی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہوں کی ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لے کر آزاد کیا اور گواہوں کو اس کا نام یاد نہ رہا یا دو عورتوں میں سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جس کا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اس کو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب کمال جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا وسکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانے کے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کے اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اس واسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من لہ حین دخولہ ولو لیلا سواء ملکہ بعد حلفہ او قبلہ لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکہ وقت دخولہ کہا قائل نے کسی مخاطب[1] سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اُس دن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاوے گا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملو

[1] مخاطب کی قید اتفاقی ہے اگر دخلت کو بصیغہ متکلم پڑھے تو معنی یہ ہوں گے کہ کسی نے یوں کہا کہ اگر میں داخل ہوں تو ایسا ہو اور یہی معنی ہیں ۱۲

ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اس واسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہوں گا وہ آزاد ہے مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم تقل یومئذ عتق من لہ وقت حلفہ فقط کقولہ کل عبدٍ لی او املکہ حر بعد غد او بعد شہر اعتبر وقت حلفہ لان لی او املکہ للحال فلا یتناول الاستقبال ی لو لم یملک شیئا یوم حلفہ لغیٰ یمینہ اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معبر ہوگی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اس کا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولی کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس سے مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اس کے قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانۂ حال کے واسطے اس لئے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفاً اور شرعاً اور لغۃ زمانۂ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہ ہوگا استقبال کو یہاں تک کہ اگر متکلم مالک نہ ہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اس کی تعلیق لغو ہو جاوے گی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہ ہوگا و دبر بکل عبد لی او املکہ حر بعد موتی من کان لہ مملوک یوم قال ہذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو وہ مدبر ہو جاوے گا جو غلام کہ اس کا مملوک ہوگا اس دن جس دن یہ قول اس نے کہا اس واسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے لا یکون مدبراً مطلقاً بل مقیداً من ملکہ بعدہ ولکن ان مات عتقا من الثلث لتعلیقہ بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہ ہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مر جاوے گا تو دونوں غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاویں گے طرفین کے نزدیک تلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا تلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونوں کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی تلث مال کی وصیت کرے گا اور حالانکہ وہ مفلس ہو اور بعد وصیت کے وہ مالک ہو اور مر جائے تو وصیت اس میں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانہ تبع لامہ لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اس واسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فہو حر ولو لم یقل ذکر الدخل الحامل فیعتق الحمل تبعاً تو نہ آزاد ہوگا حمل اس مولی کی لونڈی کا جس نے یوں کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اس واسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ ذکر کا نہ کہتا یعنی فقط اسی قدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہو کر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اس کا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک یتناول

المدبر والمرہون والماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنابر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا اس میں کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک شامل نہیں ولو نوی الذکور ولم ینو المدبر صدق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام مدبر کی نیت نہ کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اس واسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اس واسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ممالیکی کلھم احرار لم یدین لدفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کرے گا تو دیانۃً بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی بواسطے دور ہو جانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہ ہوگی سب غلام اور لونڈیاں اس کی آزاد ہو جاویں گی فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف ان لایعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبًا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کرے گا پھر اس نے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اس نے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاوے گی اس واسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں تجھ کو بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اس کو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہ ہوگا اس لیئے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہو جاوے گا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اس وقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان وآخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کرے گا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اس واسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہ ہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اس کا شرح میں اعتبار نہیں ولو شہد ابنا فلان انہ کلم اباہما جازت بان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا ان کے باپ سے تو گواہی ان کی درست ہوگی اگر باپ ان کا منکر ہو کلام کرنے کا اس لئے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعاہ عند محمد والبطلہا الثانی اور اسی طرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اس واسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں اور ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوے باپ کے باطل کیا۔

باب العتق علی جعل

بالضم وفتح الجعل یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعیلہ بھی اسی کے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لعم مجلس علیہ لو غائبا عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو رد او اعرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جس کی جنس اور قدر معلوم ہے

سو قبول کر لیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا اور اس کے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہو جاوے گا اگرچہ اس نے مال ہنوز آزاد نہیں کیا اس واسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہاں تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہو جاوے گا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اس واسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اس واسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ قبول عوض کا مقتضی ہے جیسے بیع میں کذا فی الدررم مال صحیح کی اس واسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اس واسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم واما لو علقہ باداۂ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ ولالۃً اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اس قدر مال ادا کرے گا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اس واسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنے کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے حاصل نہیں ہوتا تو گویا اس نے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں بحر الرائق میں تردد کیا ہے نہ اس کے حکم میں صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اس میں قول فیصل نہیں مذکور کیا واللہ اعلم مکاتبا لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ ادائے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اس واسطے کہ قول مذکور میں ادائے مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اس میں تصریح عتق کی نہیں ہوتی بلکہ کتابت میں مولی یوں کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ یعنی جس غلام کا عتق ادائے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس مسئلوں میں ان میں سے نو مسئلوں کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جلا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کے واسطے ہر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کرے گا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا (۱) تو موقوف نہیں عتق غلام مذکور کا اس کے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کرے گا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اس کا قبول کرنا شرط ہے ولا یبطل بردہ (۲) اور باطل نہ ہوگا عتق غلام کے رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وہو الاداء (۳) اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور شرط کیا ہے ادائے مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز ادائے بدل کتابت کے اس کا بیع کرنا مولی کو جائز نہیں ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجبر قبول ما یاتی بہ خلاف (۴) اور اگر مولی اس کو بیچے پھر اس کو خرید کرے کیا واجب ہے قبول کرنا اس مال کا جس کو غلام لا دے اس میں اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمدؒ کے نزدیک واجب نہیں لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کرے گا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اس کے مال کے وجوب قبول میں اختلاف نہیں کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیۃ بحیث لو مد یدہ للمال اخذہ (۵) اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھ دینے سے اس طرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اٹھا لے م مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہے کذا فی الزیلعی تو دونوں میں کچھ فرق نہ ہوا تو اس کا ذکر یہاں بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا او امر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداءہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفعہ فی غیرہ (۶) اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے (۷) یا غلام نے غیر شخص کو ادائے مال کا امر کیا سو اس نے ادا کر

ف عتق علی المال کتابت سے بیس باتوں میں جدا ہے ۱۲

دیا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا گیا (۸) چنانچہ غلام آزاد نہ ہوگا اگر مولی نے ادائے مال میں دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کئے (۹) یا مولی نے مثلاً ہزار درہم دینے کی سفید تھیلی میں قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی میں دئے (۱۰) یا مولی نے اس مہینے میں ادا کرنے کی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے میں مال ادا کیا سو ان چاروں مسائل میں غلام آزاد نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چاروں صورتوں میں آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حطّ عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی (۱۱) یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اس نے ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب مالبقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأہ (۱۲) اور اسی طرح غلام آزاد نہ ہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دے گا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہے م اس مسئلہ کا ذکر بھی یہاں بے موقع ہے اس واسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین میں اور یہاں غلام مذکور پر دین کہاں ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی واداہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ (۱۳) یا مولی مرگیا اور غلام نے مال معین وارثوں کو ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اس واسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثوں کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاوے گا بخلاف مکاتب کے کہ لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ (۱۴) چنانچہ اگر غلام مرجاوے قبل ادا کرنے مال معین کے تو متروکہ اس کا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونے کے واسطے نہ ادا کیا جاوے گا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ وا فضل عندہ من کسبہ (۱۵) بلکہ مولی کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے (۱۶) یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اس کے پاس اس کا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ (۱۷) اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاوے گا اور اتنا مال غلام سے مولی پھر لے گا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ مال مولی کی ملک ہے وتعلق ادا ٓدہ بالمجلس ان علق بان واذا لا (۱۸) اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم میں اگر مولی نے تعلیق بلفظ اِنْ شرطیہ کی ہو اس واسطے کہ یہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور متی کی تو ادائے مال مجلس پر مخصوص نہ ہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فی الکل (۱۹) اور تابع اس کی نہ ہوگی اولاد اس کی عتق میں یعنی اگر لونڈی کا عتق ادائے مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنے پھر مال کو ادا کرے تو اس کی اولاد نہ آزاد ہوگی اس واسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہیں کہ اولاد بھی اس کے ساتھ ہو جاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ میں چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ میں اس کی تصریح کر دی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لایصح الکفالۃ بہ وہذہ الموقیۃ عشرون (۲۰) اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اس کی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اس کی کفالت صحیح نہیں اس واسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہے بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجائے عشرون کے عشرین کہتا اس واسطے کہ مفعول ہے موقیہ[۱] کا م یہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہیں اس واسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہیں اس لئے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب

---

[۱] لیکن ظاہر ہذہ الموقیۃ مبتدا ہے اور عشرون بمعنی بستم خبر ہے اس لئے اعتراض مترجم اول کا بے محل ہے ۱۲

نہیں کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہیں تو اس مسئلہ کا یہاں ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہاں اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر و غرر نے وہیں ذکر کیا ہے اس لئے کہ اعتاق علی المال میں بمجرد قبول کے غلام آزاد ہو جاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اس کی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہیں اس واسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی ویزاد مافی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفع لولاہ عتق ورجع الغریم علی المولی الان الغرماء للماذون احق بمالہ تیتم دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کئے جاتے ہیں جو ذخیرہ میں مذکور ہیں کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لئے اور اپنے مولی کو دئے تو غلام آزاد ہو جائے گا اور قرض دینے والا مولی سے پھیر لے گا اس واسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال میں احق ہیں تا وقتیکہ اُن کے دیون تمام ہوں ولو استقرض الفین فدفع احدہما اکل الاخری فللغریم مطالبۃ المولی بہا لمنعہ لعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لئے سو ایک ہزار مولی کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو قرض دینے والے کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اس واسطے دونوں ہزار کا کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہ ہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہیں سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے لہٰذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کرے گا **ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای بعد موتہ عتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ہو الاصح لان المیت لیس باہل للاعتاق عتق لالف والولاء للمیت** اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جاوے گا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہیں اس واسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہیں اور وارث غلام کی میت کے واسطے ہے تو عصبات مذکور مولی کے وارث ہوں گے عورتوں کو وراثت نہ ملے گی اور اگر میت کو وارث نہ ملتی وارثوں کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اس واسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کی طرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات میں قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر **والا یوجد کلا الامرین لا یعتق بذلک** اور اگر دونوں امر نہ پائے جاویں یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کریں اُس کو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہ ہوگا **ولو حررہ علی خدمتہ حولا مثلاً کا عتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال** اور اگر آزاد کیا غلام کو اس کی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اس کو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ علی الشیٔ قبول مجلس پر مشروط ہے وفی ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل منہا او عوضہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان ان للتعلیق وعلی للمعاوضۃ اور مولی کے اس قول میں کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہ ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یک سالہ سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کرے گا یا بعوض خدمت کے مولی کو مال دے گا مولی نے غلام سے یوں شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے پھر اس کی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینوں صورتوں میں آزاد نہ ہوگا

اس واسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق میں بدوں وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہیں ہوتا اور معاوضہ یعنی مبادلہ میں فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے **وخدمہ الخدمۃ المعروفۃ بین الناس مدتہ** یا **کانت** اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگوں میں معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو **فان جہلت او مات ولو حکما کعمی او مولاہ قبلہا** پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جاوے یا مولی مرجاوے تم اندھے کو بجائے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو خدم لبعضہا فبحسابہ** اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کر کے مرگیا تو اس کے موافق حساب کیا جاوے گا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کر کے مرگیا تو شیخین کے نزدیک چہارم وضع کر کے پون قیمت غلام کی اس پر لازم آوے گی اور محمدؒ کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اس پر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی **تجب قیمتہ فتؤخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی** اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اس کی قیمت وارثوں کے واسطے لی جاوے اور یا غلام مرگیا ہے تو اس کے متروکہ سے مولی کے واسطے قیمت مذکورہ لی جاوے اور محمدؒ کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہیں بلکہ اس کی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی **وہل نفقۃ عیالہ لو فقیرا علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بخدمتہ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولی کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول** اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہوں خدمت کی مدت میں اس کے مولی پر ہے جیسے اس غلام کا نفقہ مولی پر ہے جس کو مولی نے خدمت میں دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہاں تک کہ کسب کی حاجت نہ رہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے تک اس کو مہلت ملتی ہے بحر الرائق میں امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اس کا اور اس کے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اس کو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اس کا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہاں مولی کی خدمت بعوض اپنی گلو خلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا **کبیع عبد عنہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا** چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی **ولو قال رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق** اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کر دے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دینا اگر مولی نے اس کو آزاد کر دیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہو جاوے گی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع میں صحیح ہے نہ اعتاق میں م اگر عورت اس مرد سے نکاح کرے گی تو ہزار درم اس کی قیمت اور اس کے مہر مثل پر تقسیم ہوں گے تو جس قدر

قیمت کے درم ہوں گے وہ ساقط ہو جاویں گے اور جس قدر مہر مثل کے مقابلہ میں پڑیں گے وہ مرد پر لازم ہوں گے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بے فائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہو گی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہو گا **ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتها و مهرها** ای مهر مثلها لتضمنها الشراء اقتضاء ولذا تجب حصة ما سلم ای القیمة وتسقط حصة المهر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یوں کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کر دے میری طرف سے عوض ہزار درم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اس کا نکاح بھی کر دے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اس نے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہوں گے لونڈی کی قیمت اور اس کے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضائے کلام کے گویا اس نے یوں کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ پر بیع کر اور اس کو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اس کے نکاح کو بھی بلایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہو گئے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا جس کی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہو گیا بسبب عدم تسلیم کے **فلو نکحت القائل فحصة مهر مثلها** من الالف مهرها فیکون لها فی وجهیه ضم عنی او ترکه سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اس کے مہر مثل کا حصہ جس قدر ہو گا وہی اس کا مہر ہو گا تو اسی قدر عورت کا مہر ہو گا دونوں صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے میں اور اس کے ترک کرنے میں م اگر قیمت لونڈی کی اور اس کا مہر مثل دونوں برابر ہیں اس طرح کہ سو درم کی اس کی قیمت ہے اور اسی قدر کا اس کا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونوں پر منقسم ہوں گے پانسو درم قیمت کا حصہ ہو گا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہیں ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہو گا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہوں گے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اس پر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہوں گے اور پانسو درم کے مہر لازم آویں گے اور اگر قیمت اور مہر مثل میں تفاوت ہو گا اس طرح پر کہ قیمت کے دو سو ہوں اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہو گا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا تو ساقط ہو گا اور حصہ مہر کا اس پر لازم ہو گا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولی کے واجب ہوں گے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا **وما اصاب قیمتها** فی الاولی هدر وفی الثانیة **لمولاها** باعتبار تضمن الشراء وعدمه اور ہزار درم سے جس قدر لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولے میں رائیگاں گیا اس واسطے کہ وہ مفت آزاد ہو گئی اور جس قدر اس کی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہنچا وہ اس کے مولی کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیله **اعتق المولی امته علی ان تزوجه نفسها فزوجته فلها** مهر مثلها وجوزه الثانی اقتداء بفعله علیه الصلوة والسلام فی صفیة قلنا کان علیه الصلوة والسلام بالنکاح بلا مهر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اس نے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اس کا مہر مثل مولی پر لازم آوے گا امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس واسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتدائے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہؓ میں م صحیحین میں بروایت انسؓ کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا ان کے عتق کو ان کا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہؓ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ میں اقتدا جائز نہیں **فان ابت فعلیها السعایة فی قیمتها** اتفاقا اور اگر بعد عتق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے

انکار کرے تو اس پر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت واجب ہوگی باتفاق امام صاحب رحمہ اللہ و صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحھا فان فعل فلھا مھرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کرے گا تو بی بی کا مہر اس پر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کرے گا تو اس پر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیٔ علیھا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اس نے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاوے گی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہیں جو بقدر قیمت اس پر سعایت لازم آوے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا وانت حر فاعتق عبدا جیدا لا یعتق وفی اوالی یعتق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون راضیا بالزیادۃ واما العتق اخراج لان کسبہ ملک للمولی مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہو اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اس پر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لے کر آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اس قول میں کہ مجھ کو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اس نے عمدہ غلام لا دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اس واسطے کہ عمدہ غلام کو اس نے مولی کے ملک میں داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اس کو ملک مولی سے نکالنا ہے اس واسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک ہے مولی کا تو مال جید کے اخراج سے مولی کیوں کر راضی ہوگا۔

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام میں یعنی غلام کے مدبر کرنے کے احکام میں زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اس واسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہے ہو لغۃ عن اعتاق دبر و ہو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بہ ضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا ولہذا مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسی واسطے اکثر فقہا اسی کو بیان کرتے ہیں اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہیں کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہیں اور بعضے فقہا نے اسی کو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یوں بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعا تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں سو برس تک مروں تو تو آزاد ہے م تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونوں قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اس کو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مر جاؤں تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر میں یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اس واسطے غالب حال یہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کا ہے کو زندہ رہے گا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اس میں توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اس واسطے

کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہاں معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں لہذا تابید معنوی صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذافی حاشیۃ الدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجئ وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اس کا ذکر آخر باب میں آوے گا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یوں مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہیں نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یوں کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی میں مفت آزاد ہو جاوے گا بسبب وجود شرط کے کذافی النہر عن البحر کاذا او متی او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک از ادبعد موتے او لاً چنانچہ یوں کہتا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب میں مروں یا جس دم کہ مروں یا اگر میں مروں یا جب مجھ پر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجھ کو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ موتی کا زیادہ کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونوں برابر ہے م عرب کے عرف میں حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت میں مستعمل ہیں اس واسطے کہ اس میں معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذافی البحر تو عرف ہندوستان میں انتقال کرنا اور اول منزل کو پہنچنا اسی طرح ہوگا وانت حر یوم اموت اُرید بہ مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا مولی نے یوں کہا کہ تو حر ہے جس دن کہ میں مروں یوم سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اس چیز سے جس کو امتداد اور قیام نہیں ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر غیر ممتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مرے گا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کرے گا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہ تدبیر مطلق نہ رہے گی بلکہ تدبیر مقید ہو جاوے گی اس واسطے کہ یہ ضرور نہیں کہ موت اس کی دن ہی کو ہو وان مت الی مائۃ سنۃ مثلا غلب موتہ قبلہا ہو المختار لانہ کالکائن لا محالۃ یا مولی نے یوں کہا کہ اگر میں سو برس تک مثلا مروں تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اس کی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہے قول مختار میں اس واسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے بلا شک باعتبار غالب اعمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہے جو ینابیع اور جامع الفقہ میں ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق اس کی تعریف تدبیر مطلق میں ہو چکی وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبدہ بسہم من مالہ عتق بموتہ ولو بجزء لا والفرق لایخفی ذکرتا فی شرح الملتقی اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلۂ مذکورہ میں تدبیر مطلق منحصر نہیں تا ایں کہ اگر مولی اپنے غلام کے واسطے اپنے مال میں سے ایک سہم کی وصیت کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس کی موت کے بعد اور ایک جزء کی اگر وصیت کرے گا تو آزاد نہ ہوگا اور فرق سہم اور جزء میں فقہا کے نزدیک مخفی نہیں اور ہم نے شرح ملتقی البحر میں فرق کو بیان کیا ہے م اختیار شرح مختار دونوں میں فرق یوں بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جزء عبارت ہے شئے مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنے کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت میں داخل ہوا اس واسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جزء مبہم ہے تو اس کی تعیین وارثوں کے اختیار میں ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد

جز میں داخل نہیں ہو سکتا تو آزاد بھی نہ ہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسی طرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہیئے کہ الفاظ مدبر کرنے کے چار طرح پر ہیں اول صریح جس میں تدبیر مصرح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کرنا جن سے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یوں کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھ پر نہیں اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اس واسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالۂ ملک سے کیوں کہ غلام میں مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہیں ہوتی دبر عبده ثم ذہب عقلہ فالتدبیر علی حالہ کما مر انہ تعلیق ولا یبطل بجنون ورجوع مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہو گئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اس واسطے کہ تعریف میں گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہیں ہوتی جنون اور رجوع کرنے سے بخلاف الوصیۃ برقبتہ لانسان ثم جن ثم مات لبطلت بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کے واسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہو گیا بعد اس کے مرگیا تو یہ وصیت باطل ہو جاوے گی ولا یقبل التدبیر الرجوع عنہ ویصح مع الاکراہ بخلافہا فالتدبیر کوصیۃ الا فی ہذا الثلث اشباہ وزاد مدبر السفینۃ ومدبر قتل سیدہ اور تدبیر قبول نہیں کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کر کے اس سے پھر جانا جائز نہیں اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اس سے پھر جانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہیں تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوائے ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیئے گئے ہیں ایک سفینہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جس نے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر میں نافذ ہے اور تدبیر اس کی اگرچہ نافذ ہے لیکن اس کے مدبر پر کل قیمت میں سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیہ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کرے گا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت میں سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کرے گا تو وصیت باطل ہو گی فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اس واسطے کہ صحیحین میں جابرؓ سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کیا تھا اس کے پاس کچھ مال نہ تھا سو لئے اس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آٹھ سو درم کو بیچا اور اس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالکؒ کی موطا میں ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظمؒ کی وہ حدیث دلیل ہے جو دارقطنی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اس کی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمرؓ کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابرؓ کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہ کہ ابتدائے اسلام میں بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولیٰ جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ مجھ کو جابرؓ سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اس کا ہوا تھا نہ بیع تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابرؓ کی قولی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعۂ حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمرؓ کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمرؓ سے معارض نہیں ہو سکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابرؓ کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسی طرح موطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس کرنا چاہیئے کذا فی فتح القدیر

ف مدبر کرنا چار طرح کے الفاظ سے ہے ۱۲

ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کرے گا تو نافذ ہوگا اس واسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا وہل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علماء نے کہا ہے کہ ہاں قضائے قاضی مبطل تدبیر ہے مم شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضائے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اس واسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولی نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا ایں کہ اگر یہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی دن کسی وجہ سے آوے گا پھر بعد اس کے مولی مرے گا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہاں اگر مولی حنفی کے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاوے گا یعنی بالاتفاق اس کی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ اس پر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہوں گے

ولا یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن بہ اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اس کا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنے والا یوں شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر کوئی نہ لے جاوے بدون کسی چیز کے گرد رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہے اس واسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز کے گرد رکھنے سے دین کا استیفا نہیں ہو سکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہے یعنی مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے کذا فی حاشیہ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ وستتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اس کو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہوں گے یعنی جب مولی نے غلام کو مدبر کیا تو سوائے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اس کو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہاں تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر او رحیلہ اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اس طرح پر کہ اس کو بیچ سکے یہ ہے کہ اس کو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اس طرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یوں کہے اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اس کا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اس کا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اس کے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقائے ملک مولی کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسی کا خون کرے گا تو مولی پر اس کا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخوں میں بجائے ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اس واسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں جو اس کے پاس ہے وہ مولی کی ملک ہے پھر مولی کا وارث ہونا بے معنی ہے وبموتہ ولو حکما کلحاقہ مرتدا اعتق فی آخر من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحۃ انت حر او مدبر ومات تجملا فیعتق نصفہ من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے آزاد ہوگا

مدبر حیات مولی کے جزاخیر میں اس کے ثلث مال سے یعنی اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اس کی موت کے دن موجود ہے مگر جب کہ مولی نے اپنی صحت میں کہا کہ تو حر یا مدبر ہے اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اس کے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اس کا مولی کی ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جس کی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس میں سعایت کرے اور اگر اس کا ربع نکلے تو تین ربع میں سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال میں گنجائش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیہ الدنی وفی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث اور صریح مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اس واسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہے ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اگر مولی نے سوائے اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہے جو تدبیر کو جائز نہیں رکھتا یعنی آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہیں رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ میں جاری نہیں ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لاشی علیہا کما بسط فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت میں سعایت کرے گا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت میں سعایت کرتا ہے اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاوے گی مالک کی موت سے اور اس پر کچھ سعایت لازم نہ ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ میں مصرح ہے مدبر قتل سید سے اس واسطے آزاد نہ ہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہیں رہتی بخلاف ام ولد کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اس پر واجب نہیں وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبر المجتبی وہو حینئذ کمکاتب وقالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اس قدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت میں سعایت کرے گا یعنی اس صورت میں ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت میں نزدیک امام اعظمؒ کے مانند مکاتب کے ہے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اور نکاح اس کا نافذ نہیں اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اس کی گواہی مقبول ہے اور اس کا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فمات سعی فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق میں سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہیں چنانچہ اس کی تفصیل باب عتق البعض میں ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت کیا اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت میں سعایت کرے اس کے وارثوں کے واسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے تو اس کا لڑکا بھی مدبر ہے یعنی ماں کے ساتھ وہ بھی مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جس کی تدبیر مقید ہے لڑکا مدبر ہونے میں اپنی ماں کا تابع نہ ہوگا یعنی ماں کے ساتھ وہ آزاد نہ ہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہے ماتن نے بیع فاسد کے باب میں کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہے سو اس کو تامل اھ

غور کرم وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر اس واسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضے نسخوں میں
بھی واقع ہوا کہ مدبہ کا ولد مدبر ہے حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت
دونوں کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہے نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فلعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہے جیسے حمل کا
آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اس وقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل میں تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا
فہی ام ولدہ وبطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبر اپنے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام
ولد اس کی ہے اور اس کی تدبیر باطل ہوگی اس واسطے کہ تدبیر میں عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے
تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے ویبیع ویہب ویرہن المدبر المقید کان قال لہ ان مت من سفری ومرضی
ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولی
نے یوں کہا کہ اگر میں سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مر جاؤں تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مروں ایسی مدت مذکور کرے جس
میں غالباً موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جس کا عتق صرف موت پر نہ ہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے
مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید میں تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اس واسطے
جائز ہوئے کہ مولی کی موت ان مدتوں میں متحمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت وغسلت
او کفنت یا یہ کہ مولی نے یوں کہا کہ اگر میں مروں اور غسل دیا جاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مروں اور کفنایا جاؤں تو تو آزاد ہے او ان
مت او قتلت خلافا لزفر وزجحہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں مروں یا مقتول ہوں تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے
نزدیک مدبر مطلق نہیں اس واسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہیں اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہیں اس واسطے کہ قتل کو موت
البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہیں تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ ان کے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی
ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس تقدیر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اس واسطے کہ دو حال سے خالی
ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان
ما لم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی موت کے بعد
تو یہ غلام مدبر مقید ہے جب تک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مر گیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاوے گا اس
واسطے کہ اب تعلیق عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز ورده فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من
انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان المولی حی عتق من کل المال ولو مات اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے
مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط
وغیرہ کی روایت سے اس طرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہیں نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا آنکہ اگر زید مثلا مرے اور مولی زندہ ہے تو
غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہونا نہ مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مر گیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثوں کا مملوک ہوگا ویعتق
المقید بوجود الشرط بان مات من سفرہ او مرضہ ونحوہ کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاوے
گی اس طرح پر کہ مولی اپنے اسی سفر یا اسی مرض میں مر گیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا

بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کے حکم برابر ہو گیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف مالو قال فی مرضی ففرق بین من و فی مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے م مجتبی میں اس کے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی یوں فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مروں تو قتل دوسرا سبب ہوا سوائے بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مقید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولہ حمی فتحول صداعا او بعکسہ قال محمد ہو مرض واحد مجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مروں تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دردسر کی بیماری ہو گئی یا دردسر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ تپ اور دردسر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور دردسر جداگانہ دو مرض ہیں لیکن چونکہ اکثر دونوں باہم متلازم ہیں لہذا ان کو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اس کی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اس کے مثلاً تیس درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا و رعن الخانیۃ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاوے گی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانے کا یہ ہے کہ اس کے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولم یجز بیعہ فی الاصح اور درر میں خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینے بھر میری موت سے پہلے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو وہ آزاد ہوگا اس کے کل مال سے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جب کہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی میں اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اس کے مولی کو اس کا بیچنا جائز ہے قول اصح میں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح الایصاء ولو قال ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاولی امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ قول اول بصیغۂ امر ہے اور استثناء امر میں باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے اور استثناء اس [1] میں صحیح ہے۔

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اس کو مخصوص کیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جب کہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ میں ڈال لیا ہو اس طرح پر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نہ کیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرماگرم اس کا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہو گئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی کذا فی النہر عن المحیط باقرار

[1] یعنی انشاء اللہ کہنا اس میں درست ہے اور اس کی صحت کا اثر یہ ہے کہ جس ایجاب پر واقع ہو اس کو باطل کر دیتا ہے لہذا وصیت صحیح نہ ہوئی ۱۲

یعنی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یوں لائق ہے۔ مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کردے۔ کہ یہ لونڈی نے میرا لڑکا جنی ہے
کہ وارث اس کے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناویں۔ ولو حاملا لقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت
دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونے کے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یوں کہنا مولے کا کہ حمل
اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اس کے پیٹ میں ہے سو مجھ سے ہے۔ اور یہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولے کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے
دیانات میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا۔ تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں۔ اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ
عزل نہ کرتا ہو اور نہ کوئی وطی کرتا ہو۔ کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بے ہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے۔ کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بے ہوش یا مجنون کی
لونڈی اس کے تصرف میں ہوگی۔ اور جنے گی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا۔ بلا اقرار اس واسطے کہ مجنون وغیرہ میں اہلیت دعوی کی نہیں او ولدت من
زوج ولو فاسدا کموطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جس کے ساتھ
اس کے مولے نے نکاح کردیا تھا۔ اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو۔ مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اس کو اس کے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اس
کا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا۔ تو یہ لونڈی جو مولے کے اقرار سے جنی یا جس کو اس کا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگی
مالک ہونے کے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداء ملک
سے ہوا تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہے مالک ہوگا تو اس کو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے۔ وکذا لو استولدہا
بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک
کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوک ثابت ہوئی۔ یا مرتدہ ہو کر دار الحرب میں جا ملی پھر یہ شخص اس کا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا۔ بسبب
دوبارہ ملک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہے۔ تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولے نے اس کو آزاد کردیا یا پھر مرتد ہو کر دار الحرب
میں گئی۔ اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی۔ مولے کی تو اب مدبرہ نہ ہوگی۔ م یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے۔ تکرار ملک سے مراد عتق
سے عتق مجازی ہے۔ یعنی ام ولد ہونا اس کا پھر ثابت ہوگا۔ اور عتق حقیقی مراد نہیں اس واسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہے۔
طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کا جداگانہ ذکر کرنا۔ اس لیے کہ ارتباط اس کا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کے مانند ہے چنانچہ اس کا بیان ہوچکا یعنی اس کے بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی
ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے ہے۔ مگر تیرہ مسئلوں میں فرق ہے۔ جن کا ذکر اشباہ کے فرقوں کی بحث
میں اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد میں مصرح ہے۔ اس میں سے ماتن اور شارح نے چار صورتوں کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ
والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعی ان تیرہ مسئلوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ام ولد مولے کی موت سے اس کے تمام مال سے
آزاد ہوتی ہے۔ اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے۔ اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے۔ اور مدبرہ سعایت کر کے آزاد ہوتی ہے
م ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہوجاتی ہے۔ اس کی بیع جائز نہیں اور سعایت اس پر لازم نہیں اگرچہ مولے قرض دار مرا ہو۔ اور یہ
یہی مذہب ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اس میں قائل ہیں۔ سو لائق اعتماد کے
نہیں کذا فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے۔ تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا۔ نزدیک محمد کے
اور اسی قول پر فتوی ہے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر لکنہ

جواز بیع کا حکم موقوف رہے گا. دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھنے میں اور باطل کرنے میں یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا. اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے مخالف ہے. لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا. بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے. تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہو گی. کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا. تو بالاتفاق اس کی بیع باطل ہو جاوے گی. کذافی الذخیرۃ اقد مدبرہ کے جواز بیع میں ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا. دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہے گا. اس واسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع میں مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہیں چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں۔ وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلادعوۃ اذالم تحرم علیہ بحو نکاح اوکتابۃ اووطی ابنہ اوالمولی امہا لحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ الا فی الزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے. تو اس کا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہو جاوے گا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولے پر حرام نہ ہو گئی ہو. کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن مولی کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی ماں سے تو اس وقت میں اگر ام ولد محرمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو اس کے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہ ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا. مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا. اس لیے کہ اس کا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اس کا مولے پر آزاد ہو جاوے گا بسبب مولے کے اقرار کے ولو اقل من ستۃ اشہر ثبت بلادعوۃ فسد النکاح لندب الاستبراء لماقبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم تر مدت میں جنی تو اس کے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوے کے ثابت ہوگا. اور در صورت نکاح کر دینے کے اس کا نکاح فاسد ہو جاوے گا. واسطے مستحب ہونے استبرا کے لونڈی کے حق میں قبل نکاح کے یعنی مولے پر مستحب ہے. کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کروا کر نکاح کرے کذافی البحر شارح کہتا ہے. اور ہم نے استبرا کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب میں اول بیان کر دیا ہے. لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف لامۃ ومتوسط لام الولد وعلم حکمہا وقوی لمنکوحۃ الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہیں لیکن اس کا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے. بلا توقف کے لعان یعنی پر بدون لعان کے بمجرد نفی کرنے کے نفی ہو جاتا ہے. اس واسطے کہ فراش چار قسم پر ہے. ایک فراش ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولے کے اس کا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اس کا حکم معلوم ہوا کہ اس کا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے. لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اس کے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اس کا نسب نفی نہیں ہو سکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اس کے ولد کا نسب کس طرح نفی نہیں ہو سکتا بسبب نہ ہونے لعان کے اور لعان اس واسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضے بہ قاض غیر حنفی یری ذلک فیلزمہ بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوائے اور کسی مذہب کا قاضی جس کے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاوے گا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے اوتطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضاء بحر فلا ینتفی بنفیہ فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اس کا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اس واسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اس کی نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اس کا نسب نفی نہ ہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر ادمدبرتہ مسکین عرض

علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو شامل رہے۔ یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی
کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اس واسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن
نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبر جیسے تھی ویسی ہی اس کی ہی رہی والا سعت نظر اللجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم
اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اس کے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت
ہوئی کہ وہ مذلت سے بچی آزاد ہوگئی۔ اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اس
واسطے باطل نہ ہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے۔ مسلم کی خصومت سے اس واسطے کہ اگر مسلم دوسرے پر ظلم کرے گا
تو قیامت میں امید ہے۔ کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم
کے کہ اس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہیں مل سکتے۔ اس واسطے کہ وہ لائق نہیں اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اس میں
شامل ہے۔ پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہ ہو سکا۔ تو رہائی سخت مشکل ہے۔ اور اسی طرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے۔
کذا فی حاشیۃ المدنی اللّٰھم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا فقنۃ وعتقت بعد اداء ثمہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت
کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہ ہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اس کی قیمت تیس درہم ہوتے تو دس
درم کا کما دینا اس پر لازم ہے۔ اور آزاد ہو جاوے گی بعد ادا کرنے اس قیمت کے جس کو قاضی نے مقرر کر دیا ہے۔ م ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان
میں مذکور ہے۔ کذا فی منح الغفار وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا ردالی الرق لو عجزت اذا لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام
ولد مانند مکاتبہ کے ہے۔ سعایت کی حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہو ادائے قیمت سے تو رقیت کی
طرف نہ پھیری جاوے گی بخلاف مکاتبہ کے اس واسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاوے گی تو کافر کی ملکیت پھر اس پر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو
ذلت لازم آوے گی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہیں ولو مات قبل سعایتہا ولہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعے فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری
صورت یہ کہ اگر مولے مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اس کا ایک لڑکا ہے جس کو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت
میں سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو وہ مفت آزاد ہوگی۔ اس واسطے کہ وہ ام ولد ہے۔ اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے
م سعایت ولد کی قیمت میں درصورت ام ولد کی موت میں ہے۔ نہ اس کے مولے کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا۔ کہ مصنف کے کلام سے اپنے
کلام کو یہاں نہ ملاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرنا چنانچہ در المنتقی کی یوں عبارت ہے۔ ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت
ہی ومعہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنی اگر ام ولد مولے مرگیا وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اس کا
ایک لڑکا تھا جس کو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اس کا مولی مرے گا تو وہ مفت
نہ آزاد ہوگی بلکہ اس کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبر فی سعی فی ثلثی قیمتہ اور اسی طرح ہے حکم مدبر کا یعنی
اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اس کا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت میں سعایت کرے یعنی
جو خالص غلام کی قیمت ہو اس کے دو ثلث میں سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض علیہ الاسلام فان اسلم فبہا
والا امر ببیعہ تخلصا منہ بیدالکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب

سلہ الٰہی ہم پناہ مانگتے ہیں تیرے حقوق سے تیرے سب بندوں کے ١٢ ف حق تلفی ذمی اور جانور کی سخت تر ہے ١٢

بات ہے وہ اس کا غلام بنا رہے گا جیسا کہ سابق میں تھا. اور اگر اس نے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاوے گا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لملکہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب ولد کا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض برض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتبہ اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اس کو بیچنا لونڈی کا جائز ہے. اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے. مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حرا الاصل اور ضمان دے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اس کے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اس واسطے کہ ولد حر اصلی ہے. کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی میں ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اس پر نہ لازم ہوگا اس واسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال میں فان ادعیا معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی اوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونوں شریکوں نے زمانہ واحد میں ساتھ ہی دعوے کیا یا ایک نے اول دعوے کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونوں اسلام وغیرہ اوصاف آئندہ میں برابر ہیں دعوی کرنے کے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے مگر یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکا دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اس واسطے یہ متصور نہیں بلکہ جب دونوں مالکوں نے برابر دعوی کیا اور دونوں جمیع اوصاف مرجحہ میں متساوی ہیں تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہوسکتی لہذا ولد کو دونوں کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں قیافہ شناس کا قول معتبر ہے. اس کا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کر بنا قیافہ شناسی کی فقط الشکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اس کی رجوع کی جاتی اور نفی ولد کی جہل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا اعتبار نہ کیا اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونوں شریکوں نے تلبیس کی لہذا اس کے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا. اور مذہب یہی ہے. علی مرتضیٰ اور ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم استویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونوں شریک برابر نہ ہوں زمانہ ملکیت میں یعنی ایک زمانہ سابق میں مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اس کے تو وہ شریک مقدم ہوگا جس کی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی. ایک کے ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے میں بعد اس بیع کے جنی یا دونوں شریکوں نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے. اس واسطے کہ نطفہ اسی کی ملک میں رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یوں کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کمتر میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق ثابت ہوا اور اگر پورے چھ مہینے میں جنے گی. تو دونوں کی ملک میں علوق کا احتمال ہے. کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اس نے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی بعد خرید کے پھر دونوں نے اس کے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنے والے کی ام ولد ہوگی. کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علے ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر مگر یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں اور لونڈی کے ولد کا دونوں ساتھ ہی دعوی کریں تو باپ کا دعوی مقدم اولے ہے بیٹے پر اور اسی طرح آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے کتابی پر اور کتابی مقدم ہے

ی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی
یہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے . لوکانت الدعوۃ بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی
سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذافی حاشیۃ المدنی ثم لاثبت نسب ولد ثان بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے
کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتوں میں جو مذکور ہو چکیں بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام
کا بلا دعوت اس وقت میں ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہ ہو گئی ہو بخلاف صور مذکورہ کے وہی ام ولد ہما ان حبلت فی
ہا اور یہ لونڈی مشترک جس کے ولد کا دونوں تساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا دونوں کی ام ولد ہے . بشرطیکہ وہ دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی
اس طرح پر کہ دونوں کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے لالواشتریا ہا حبلی لانہا دعوۃ عتق فولادہ لہا وبا دعاء
ہما لیضمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اس طرح ام ولد نہ ہوگی اگر لونڈی کو دونوں مالکوں نے حاملہ خرید کیا . اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل
کم تر مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہ ہوگی . اس دعوی سے اس واسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوے عتق
ہے . نہ استیلاد کا اس لیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے . کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا
تو ولد کی ادلا دونوں شریکوں کے واسطے ہوگی . اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کرے گا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف
دینا اپنے شریک کو لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ دعوے استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرہا تقاصا اور درصورتیکہ دونوں شریکوں کی وہ
ڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا . ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اس
اس کو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کریں نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونوں حساب میں برابر ہو گئے . تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے
س کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہے گا . اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو
س کو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذافی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادۃ لان المہر یقدر الملک دونوں
ریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے . مگر جب کہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر
یادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ حق مہر کا بقدر
لک کے ہوتا ہے . بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لہما سویۃ وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب
ریکوں سویۃ لعدم الاولویۃ تبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اس واسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کے واسطے برابر ہیں اگرچہ ایک
شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بہ سبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بہ سبب عدم اولویت کے یعنی دونوں
برابر ہیں کسی کو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہیں . جب نسب میں تجزی نہ ہوئی تو ارث اور ولا میں بھی تجزی نہ ہوگی ویرث
الابن من کل ارث ابن کامل اور وارث پاوے گا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اس واسطے کہ ہر واحد مقر ہے . اس کی فرزندی
کا اور مقر کا اقرار اس پر حجت ہے ویرثان منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے . ایک باپ کی ارث میں
اس واسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا . تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی یہاں ترجیح نہیں لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا
وکذا الحکم عند الامام ولو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکوں کا حکم ہے . اسی طرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو ان کا بھی ایسا ہی حکم ہے .

له مرتد بہتر ہے . ذمی سے ۲ له اگر نسب ولد کا دعوی ہو درمیان مرتد اور ذمی کے تو وہ مرتد کا ہوگا اس لیے کہ وہ اسلام کی طرف زیادہ قریب ہے .

اگرچہ دعوے کرنے والیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اس کا بحرالرائق میں ہے۔ م پورا بیان بحرالرائق میں اس طرح ہے۔ کہ اگر دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہوں اور ابو یوسف نے کہا دو مدعیوں سے زیادہ میں نسب نہ ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ میں نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر ایک لڑکے میں دو عورتوں نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے میں دو مردوں اور دو عورتوں نے تنازع کیا۔ ہر مرد یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اس کی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردوں کا ہوگا نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقاعتقت بلا شئ قلت

فالعتق انما تجزی فی القنیہ لا فی ام الولد بل لعتق بعضہا لعتق کلہا اتفاقا مجتبیٰ فلیحفظ اور بحرالرائق میں ہے۔ کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی میں تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہو جاوے گی۔ شارح کہتا ہے۔ کہ امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہیں ہوتا۔ مگر خالص لونڈی میں نہ ام ولد میں بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہے۔ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبیٰ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی میں منحصر ہے۔ اور ام ولد کے عدم تجزی میں اتفاق ہے۔ **جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معًا فالدعوۃ اولی** لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے۔ دو مردوں میں سو وہ جنی تو ایک شریک نے اس کے ولد کا دعویٰ کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونوں کلام دونوں سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے۔ بواسطہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے۔ تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہیں کذا فی النہ **ادعی ولد امتہ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب** ۔ لزم النسب تبصادقہما کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبۃ فلا لیشترط تصدیقہا کما سیجیٔ دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا۔ اور تصدیق کی مکاتب نے اس کی تو مولے کو نسب ولد کا لازم ہوگا۔ دونوں کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے۔ جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کرے گا۔ تو ثبوت نسب میں مکاتبہ کی تصدیق مشروط نہیں چنانچہ کتاب المکاتب میں مذکور ہوگا۔ **ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم** ولدہ اور لازم ہوگا۔ مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدائش کے دن کی **وسقط الحد عنہ للشبہۃ** اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہ حلت کے **ولم تصرام ولدہ لعدم** ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ اس کی ملک نہیں **وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجر علے نفسہ بالعقد** اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد میں تو نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولے کا تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولے کا مسموع نہیں **ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ** غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اس نے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اس کو مجھ پر حلال کر دیا اور اس کا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال میں اور تکذیب کی اس کی نسب میں تو نسب نہ ثابت ہوگا۔ م احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اس واسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اس کے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی **فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت** والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا منافاۃ کما لا یخفی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونوں امروں میں یعنی احلال اور نسب میں تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونوں امر کی یا ایک امر کی تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد میں تصدیق کرے

تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کے ساتھ تصدیق احلال کے ثبت ہے۔ نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہیں زیلعی اور
بحر زیلعی کے کلام میں چنانچہ امر مخفی نہیں اس واسطے کہ مسئلہ مفروض ہے۔ تصدیق فی الاحلال ہیں کذا فی المنح ولو ملکھا او ملکہ بعد تکذیبہ
بہ المولی ولو مکاتبہ یوماً من الدھر یثبت النسب و تصیر ام ولدہ اذا ملکھا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اس کے
ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا۔ درصورت ملک ولد کے اور لونڈی اس
کی ام ولد کی جب کہ اس کا مالک ہوگا واسطے باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلھا لی
فلاحد للشبھۃ ولا النسب الا ان یصدقہ فیھما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے
اور کہا اس نے کہ میں نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اس پر حد لازم نہ آوے گی بسبب شبہۂ حلت کے اور نسب ولد
کا ثابت نہ ہوگا شارح نے کہا مگر اس وقت نسب ثابت ہوگا جب کہ جاریہ کا مولی دونوں امر میں اس کی تصدیق کرے م فیھما کے مرجع میں
محشی در المختار کے مختلف ہیں شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیھما کی دو صورتیں ہیں یعنی جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے
کہا کہ مرجع اس کا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے۔ لیکن بہر صورت سب محشی اس پر متفق ہیں کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیھما بے محل
اور زیادتی ہے۔ اس واسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار میں مذکور نہیں کیا
اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر میں جس کو شک ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوماً عتق علیہ
اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اس پر آزاد ہو جاوے گا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم
ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا و فی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکھا بعد تکذیبہ یوماً ثبت النسب لبقاء الاقرار
فتدبر اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اس کی ام ولد نہ ہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہاں اور باب نکاح الرقیق میں درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب
ولد کا مدعی اس کی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سوا اس کو
غور کرو شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے متناقض ہونے کا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت میں صریح تناقض ہے شیخ عابد
محشی مدنی نے کہا کہ ظاہرا کلام مصنف میں تناقض نہیں اس لیے کہ یہاں دو مسئلے مذکور ہیں ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد میں کہا کہ
مولے نے اپنی جاریہ مجھ پر حلال کر دی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول میں ظن حلت کا دعوے کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں
درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ میں ذکر کیا یعنی مسئلہ ادعائے احلال میں نہ دوسرے مسئلہ میں یعنی الخ ظن حلت میں اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے
مسئلہ میں مذکور کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا م منح الغفار میں فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ
فولدت فملکھا لم تصر ام ولدہ وان ملک الولد عتق ہاں خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اس کا مالک ہوا تو وہ
لونڈی اس کی ام ولد نہ ہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جاوے گا م اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی
الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت والاختہ لابیہ لا اور اشباہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی
تو وہ آزاد ہو جاوے گی اس واسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہیں۔ اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہے۔ تو وہ
لونڈی رہے گی آزاد نہ ہوگی اس لیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کا ہے۔ اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعاً منقطع ہے تو اس

کا بیٹا ہونا ثابت ہو لہذا آزاد نہ ہوگی . اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہیں تو اس کا بیٹا ہونا ثابت ہے . اس واسطے ملک سے عتق ثابت ہو گا . کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارادوطی امتہ ولا تصیر ام ولد یملکہا الطفلہ ثم یتزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہ ہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کردے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اس کی اولاد آزاد ہوگی . اور وہ لونڈی بچی رہے گی . طفل صغیر کے مالک کرنے کا یہ فائدہ تھا کہ اس کو نکاح کر لینے کا اختیار ہوا ہے . اقر بامومیتہا فی مرضہ ان بہا ولد او حبل تعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ ثم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص و مقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ . اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری میں لونڈی کو ام ولد ہونے کا اگر اس وقت لونڈی کا ولد ہو یا اس کا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہ ہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اس کے پاس مال ہوگا وہ مولی کا ہوگا یعنی وارث اس کے مالک ہوں گے مگر اس وقت وارث نہ ہوں گے جب کہ مولی نے اس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہاں مجتبی میں یوں ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے . اس کو کہ اس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہیں کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلے العظیم الوالے الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر ہزل والاکراہ وتقدم الاعتاق لتشارکہ للطلاق فی الاسقاط والسرایتہ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے۔ ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط ملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے۔ ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے۔ بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذافی الطحاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذافی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے۔ م ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنی اس واسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے مغرب میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اس واسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرنا ہے۔ فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اس وجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے و شرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق۔ اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اس واسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے۔ شرع میں اس واسطے کہ تعلیق میں بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جن کی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا تو طلاق اور اعتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہو گا مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا بہ تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے۔ قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا۔ تو تعلیق سے حانث ہو گا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عورت میں جس کی عدت مہینوں سے ہے یا تعلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کرے گا تو تو آزاد ہے۔ اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجھ کو ایک بار یا میں بار حیض آیا تو ایسا ہو گا یا طلوع آفتاب معلق کرنا ۔ دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اس کی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ آباؤ اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات سے حلف کرے اس طرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھ پر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذافی العالمگیریۃ

عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان یعنی قسم کا پورا کرسکنا ہے تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اس طرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہ ہو۔ اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نہ رہے گی بلکہ تنجیز ہو جاوے گی کذافی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذافی منح الغفار وحکمہا البر اوالکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ م تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے۔ اور کہاں مستحب ہے اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے۔ اور کہاں مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے وقیل یکرہ الحلف بغیر اللہ قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتی الاسمٰعیلی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور اعتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوے دیا ہے۔ علما نے علے الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا ہے نہی کو اس حلف بغیر اللہ پر جو علے وجہ الوثوق نہیں بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اس کے کذا ذکرہ العینی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہے۔ جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو میں کھاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ کذافی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے۔ کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور اعتاق کے حلف کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے۔ کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وہی ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق نحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس میں یمین باللہ کی قید اس واسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اس واسطے کہ تعلیق طلاق اور اعتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی اس لیے اسمیں غموس اور لغو متحقق نہیں تو غموس اور لغو طلاق وغیرہ میں واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہے تعلیق میں ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے۔ اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اس کا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذافی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ یوں کہنا اس فعل کو جس کو کرچکا ہے۔ کہ اس نے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی واقع میں یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے۔ شرط سے اور وہ مستلزم ہے۔ یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے۔ نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے۔ تعظیم حق تعالیٰ کو تو گویا اس نے یوں کہا کہ بخدائے عظیم میں نے ایسا نہیں کیا واللہ اعلم کذافی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وہی کبیرۃ مطلقاً لکن اثم الکبائر متفاوت نہر اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اس واسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے۔ پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے۔ ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہوں کا متفاوت ہے۔ کذافی النہر م دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذافی النہر اور صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کرے گا اور دوزخ میں اس کو ڈالے گا۔ کذافی فتح القدیر ان حلف

علی الکذب عمداً او غیر فعل او ترک کو اللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کھائے جھوٹ پر قصداً اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہ ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے۔ بالفعل م شرح وقایہ میں واللہ انہ حجر میں کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہے۔ تاکہ غموس منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کر کے اس تاویل کو رد کیا اس واسطے کہ غموس میں فعل ماضی ہونا شرط تقییدی نہیں چنانچہ اس کی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض۔ **کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ** او حال **کو اللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ و واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ** یمین یا ن غموس ماضی میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اس فعل کو جان کر یا زمان حال میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اس کے مجھ پر ہزار درہم نہیں یہ جان کر قسم کھائی کہ ہزار درہم ہیں اور واللہ وہ بکر ہے یہ جان کر قسم کھائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلاً وتقییدہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس میں فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شرح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے۔ کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا مصنف نے دو اخیر مثالوں میں اس کی طرف اشارہ کیا۔ کذا فی منح الغفار **ویأثم بہا فتلزمہ التوبۃ** اور گناہ گار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اس پر توبہ لازم ہے۔ نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور احمد بن حنبل کا **وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر** اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اس میں مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہو گی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیوں سے اس کا خلاف مشہور ہے۔ **ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی** ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے۔ اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان میں سچ جان کر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمداً کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے م صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل ماضی کی قید لگائی ہے۔ سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے۔ کذا فی المنح واما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ زمان مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمین منعقد ہے م حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ گاہ ہے مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر آوے گا تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا[1] اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم پر جو لوگوں کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یوں کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زبان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اس میں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہے اور اس میں کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال **ویرجی عفوہ** او تواضعاً وتادبا اور چونکہ تو کی تفسیر شافعی اور حنفی میں مختلف فیہ ہے۔ لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو لصیغہ جزم نہیں بولا م شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے۔ سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیوں بیان کیا وکاللغو حلفہ علی ماض صادقا کو اللہ انی لقائم وکان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے مانند ہے۔ ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت **وثالثہا منعقدۃ وہی حلفہ علی مستقبل آت** یمکنہ فنحو واللہ ما اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ میں نہ مروں گا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے **وہذا القسم فیہ الکفارۃ** لآیۃ واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی المستقبل

---

[1] قسم منعقدہ مستقبل میں ہوتی ہے ۱۲

فقط اور اسی قسم میں یعنی منعقد میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اس واسطے
کہ ماضی تو موجود نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے ان
حنث بیمین منعقدہ میں کفارہ ہے. اگر قسم کو توڑے وہی لے الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا اے مع الکفارۃ سراجیۃ اور وہی
کفارہ اٹھا دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ
کھانے والے پر یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اس کو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے. کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھ کو پانی پلا سو منہ
سے نکل گیا کہ واللہ میں پانی نہ پیوں گا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اس کے منہ سے بلا قصد نکل گیا
کہ واللہ میں نہ آؤں گا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اس واسطے کہ لغت میں دونوں سہو سے عبارت ہیں بلا فرق
اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں
سے زائل ہو تو نسیان ہے تو سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں بخلاف نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ
لحنثہ واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث ہزلہن وجدہن منہا الیمین یا بھول گیا ہو اس طرح پر کہ اس نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاؤں گا پھر
یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اس نے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولے گا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا یعنی قسم کھانے کا
اور دوسرا زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اس واسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہے کہ
تین چیز میں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں م ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اس واسطے کہ
نسیان حقیقی میں متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور قہستانی بھی عینی کا اس پر تبع ہے
کذا فی النہر فی الیمین او فی الحنث فی حنث بفعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں تو حانث ہوگا
محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ مثلاً قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہوں اور کوئی اس کو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لانا
آوے گا بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا یحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف
کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت بے ہوشی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں کیوں نہ ہو والقسم
باللہ تعالی ولو برفع الہا او نصبہا او خفضہا کما یستعملہ الاتراک وکذا واسم اللہ کحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر
اللام الا اذا کسر الہا او قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے. اللہ کے لفظ سے اگرچہ اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اس کو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکوں
میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے واسم اللہ قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمد
کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی اور اس کو ترجیح دی بحر الرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہیں مگر جب ہے کہ زیر دیوے اور
یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی م بلہ بتشدید وکسر لام وامالہ وحذف الف یعنی باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ
ہو گیا چنانچہ اکثر لوگوں میں مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نہ کیا کذا فی الطحاوی اور فارسی اور اردو زبان میں باللہ سے فتح لام
وحذف الف بھی مستعمل ہے او باسم آخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ او لا علی المذہب یا یمین ثابت ہے سوائے اللہ کے کسی
اور نام سے منجملہ اسمائے الہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہ ہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی
بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حق تعالی کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہیں چنانچہ

علیم اور علیم سے کذافی النہر والعالمگیریۃ عن الکافی کالرحمن والرحیم والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب م طالب غالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذافی العالمگیریۃ عن المحیط والحق معرفا لامنکرا کما یجی اور جیسا چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م اگر یوں کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذافی فتاوی قاضی خاں اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہیں ہے کذافی الخلاصۃ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبی میں ہے اگر سوائے لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق کی جاوے گی نہ بنابر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضاء فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین ومالا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو سنت ذات سے مراد یہ ہے کہ اس کی ضد سے حق تعالی نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اس کا اور کبریا اس کی اور ملکوت اس کا اور جبروت اس کا اور عظمت اور قدرت اس کی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی اس صفت اور اس کی ضد دونوں سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار عرف کا اس واسطے ہوا کہ قسموں کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہو گا تو وہ یمین ہو گی اور جس صفت سے قسم رائج نہیں وہ یمین نہیں م صفت عبارت ہے اس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہ ہو اور ذات پر محمول نہ ہو بطلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور اعطا اس واسطے کہ حق تعالی کو عزیز کہتے ہیں نہ عزت اور قدیر کہتے ہیں نہ قدرت سو صفت دو قسم کی ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جن کی اضداد سے حق تعالی موصوف نہ ہو چنانچہ عزت اور قدرت سے موصوف ہے نہ ذلت اور عجز سے اور صفات فعلیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جن سے حق تعالی موصوف ہو اور ان کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اس واسطے کہ حق تعالی مانع بھی ہے اور معطی بھی ہے لا یقسم لغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقران الان متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالی کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اس واسطے حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جب قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہو گی اور قسم کھانا کلام اللہ کا سو اس کا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج ہو تو قسم کھانے کا تو یمین ہے اور نہیں تو نہیں اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں جس میں جھوٹی قسمیں بہت رائج ہیں کذافی النہر اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احد منہا فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور اگر برأت کرے ان میں سے کسی ایک سے یعنی مصحف قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برأت مصحف سے بالا یمین نہیں بلکہ جس کے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اس کے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جس کے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہیں اس کے نزدیک برأت بھی یمین نہیں اس واسطے کہ مصحف عبارت ہے اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذافی حاشیۃ الحلبی مگر اس وقت برأت مصحف کی یمین ہے جب اس چیز سے برأت کرے جو مضمون اس کے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کرے گا اس دفتر اور کتاب سے جس میں بسم اللہ مکتوب ہے

تو یمین ہوگی م برأت اس طرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ
او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البرأۃ فایمان بعددہا اور اگر برأت کرے ہر آیت سے جو قرآن میں ہے یا برأت کرے آسمانی چار
کتابوں سے تو یہ ایک ہی یمین ہے اور اگر برأت مکرر کرے گا تو بشمار برأت کے چند یمین ہوں گی یعنی اگر یوں کہے کہ وہ شخص بری ہے توریت
سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہوں گی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور
صوم اور صلوۃ تو اس کی برأت یمین ہے کذافی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ و بریٔ من اللہ بریٔ من رسولہ یمینان اور یوں کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو
وہ شخص بری ہے اللہ سے اور بری رسول اس کے سے تو یہ دو یمین ہیں یعنی اگر قسم توڑے گا دو بارہ کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریٔان
منہ فاربع اور اگر قول سابق پر یہ قول اور زیادہ کرے گا کہ اللہ اور اس کا رسول بری ہیں اس سے تو چار یمین ہوں گی اور حنث سے چار بار کفارہ
لازم ہوگا و بریٔ من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ اور یوں کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے و بریٔ من الاسلام او صوم
رمضان او الصلوۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ کفر اور یوں کہنا کہ وہ شخص بری ہے اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا
مومنین سے یا میں ایسا کروں تو چلیپا یا بت کو پوجوں تو یمین ہے اس واسطے کہ برأت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے و تعلیق
الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یوں کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے و یجی انہ ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر اور عنقریب
آوے گا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو وہ شخص کافر نہیں یعنی اگر کہا کہ اگر زید
سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آوے گا اور کفر میں اس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہ ہے کہ
اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اس واسطے کہ وہ کفر سے راضی ہو گیا اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ یوں کہے لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہیں ہوتا تو کافر نہ ہوگا کذافی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ و فی البحر عن الخلاصۃ والتجرید و تعدد الکفارۃ
لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل و بحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور تجرید سے
یوں منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس اس میں برابر ہیں اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے
یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا ہے تو اگر اللہ کی قسم ہے تو اس کا یہ قول مقبول نہ ہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم میں اس
کا قول مقبول ہوگا و فیہ معزیا للاصل ہو یہودی و ہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح واتفقوا ان واللہ والرحمن یمینان و بلا
عطف واحدۃ اور بحر الرائق میں ہے اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی ہے یہ دو یمین ہیں اور اسی طرح واللہ واللہ یا
واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہیں اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہیں اور بدون عطف کے یعنی واللہ الرحمن ایک
یمین ہے و فیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیاتک وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولو کان العامۃ
یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق میں
فتح القدیر سے منقول ہے کہ کہا علی رازی نے کہ میں ڈرتا ہوں اس شخص کے کافر ہونے سے جو یوں کہتا ہے قسم ہے مجھ کو اپنی زندگی کی اور
اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیری سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا
ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاوے گا اور اگر عوام خلق اس کو نہ کہتی ہوتی نادانستگی سے تو میں کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ف قرآن کی قسم یمین ہے۔

ی ہے کہ اگر میں جھوٹی قسم کھاؤں اللہ کی میری نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤں یعنی اللہ کی فقط جھوٹی قسم
ہ ہے اور غیر خدا کی قسم میں اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا **ولا القسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالیٰ کرحمتہ وعلمہ**
وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نہ کھائی جاوے صفات
ے اس صفت کی جس کی قسم کھانے کا رواج نہیں جیسے خدا کی رحمت اور علم اس کا اور رضا اس کی اور غضب اور قہر اور عذاب اس
ت اس کی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اس کی اور سبحان اللہ اور مانند اس کے یعنی لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریۃ
راج ان الفاظ سے قسم جائز نہیں بسبب عدم رواج کے م عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان
آن اور حق صوم اور صلوٰۃ اور اسی طرح نفس صلوٰۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین ہوتی کذا فی العالمگیریۃ **والقسم ایضا بقولہ لعمر**
ی بقاءہ ایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی بہ قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف
ی قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ
ین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے م عمر اللہ بفتح عین یمین ہے اور
ن اگرچہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہیں کذا فی النہر الفائق **والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا**
بالاولی کاقسمت اور حلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بالشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی
م اقسم۞ اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور
اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ
پر یعنی یوں کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر ایسا کروں گا اور بلا شرط یوں کہے گا کہ قسم کھاتا ہوں یا مجھ کو قسم ہے
ین نہ ہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ میں ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر **علی نذر فان نوی بلفظ النذر**
ربتہ والا لزمہ الکفارۃ ویتفرع اور اس قول میں کہ علی نذر یعنی مجھ پر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوٰۃ یا
تو وہ عبادت کرنا اس پر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نہ کیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم آوے گا بلا حنث بھی
یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا م جب یوں کہے گا کہ علی نذر لافعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کرے گا تو قسم نہ ثابت ہوگی
النہر **وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ** اذا علقہ بالشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجھ پر یمین اور عہد لازم ہے
فلانا کام کروں گا اگرچہ اس کو خدا کی طرف نسبت نہ کرے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ مجھ پر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ
بالشرط کرے کذا فی المجتبے **والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر**
ر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ
تقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس بمباشرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف الکافر فلا
ر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی ہے یا نصرانی
ے یا ایسا کرے تو تم اس کے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافروں کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اس پر کفارہ ہوگا

۞ اقسم اور احلف کے معنی ہیں قسم کھاتا ہوں اور اعزم کے معنی قصد پختہ کرتا ہوں اور اشہد کے معنی گواہی دیتا ہوں۔ ۱۲

قسم توڑنے سے اگر زمانِ مستقبل کی قسم ہو اور زمانِ ماضی کی قسم خلافِ شرط جان کر تو یمین غموس ہے۔ اور اس کے کفر میں اختلاف ہے۔ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ قسم کھانے والا اس قسم میں کافر نہیں ہوا خواہ اس نے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اس کے نزدیک یعنی اس کے اعتقاد میں یہ قول یمین ہو نہ کفر اس واسطے کہ اس نے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہے اور اس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل میں کافر ہو جاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونوں میں کافر ہو جاوے گا بسبب رضامندی کفر کے اس لیے کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہیں ہوتا یعنی اگر یوں کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید کے بولنے سے مسلمان نہ ہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر سے کافر بنتا ہے اس واسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرحاً بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں وبکذا فی النہر و منح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج الکذب دون الکفر وکذا لو وطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبیٰ اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا ہے یا یوں کہا کہ جانتا ہے اللہ کہ اس نے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اس نے یہ نہیں کیا یعنی نماز نہیں پڑھی اس نے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہاں وہ اس قول سے کافر ہو گیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوا اس واسطے کہ اس نے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اس نے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ فعل اس کا ترویج کذب کے واسطے ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبیٰ م اگرچہ یہ کفر نہ ہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل یستغفر اللہ ولا کفارۃ وکذا اشہدک او اشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبیٰ میں ہے کہ اس قول میں کہ گواہ کرتا ہوں اللہ کو کہ ایسا نہ کروں گا استغفار اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اس میں نہیں اور اسی طرح یوں کہنا کہ یا اللہ میں گواہ کرتا ہوں تجھ کو اور تیرے فرشتوں کو کہ ایسا نہ کروں گا یہ بھی یمین نہیں بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ قول یعنی اگر میں ایسا کروں تو آسمان میں معبود نہیں یمین ہوگا اور اس کا قائل کافر نہ ہوگا وفی انا بریٔ من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول میں کہ میں بری ہوں شفاعت سے یمین نہیں اس واسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لہذا الکافر او اما صومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہیں کہ اگر میں ایسا کروں تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرا روزہ یہودیوں کے واسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھے گا اس واسطے کہ عبادت سے غیر اللہ کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کرے گا تو یمین نہ ہوگی م ظاہر امثال اول اور ثانی میں کچھ فرق نہیں تو واجب ہے کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی **وقولہ** تتبدا خیرۃ قولہ الاتی لا وحقا لا اذا اراد بہ اسم اللہ تعالیٰ وحق اللہ واختار فی الاختیار انہ یمین للعرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر وبحرمتہ وبحرمتہ شہد اللہ وبحرمتہ لا الہ الا اللہ وبحق رسول اللہ اوالایمان اوالصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانتہ لکن فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر ان نوی العبادت فلیس یمین وان فعلہ فعلہ غضبہ اوسخطہ ولعنتہ اوہو زان اوسارق اور شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور یوں کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرامۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوۃ اور یوں کہنا کہ قسم ہے اس کے عذاب کی اور اس کے ثواب کی اور اس کی رضامندی اور لعنت کی اور اس کی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اس پر غضب اللہ اور قہر اس کا اور لعنت اس کی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہیں ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ

ب ہے اور خبر اس کی لآ ہے وحقا یمین نہیں مگر جب اس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند ماتن اس کو آگے ذکر کرے
لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اس کا ذکر کرنا یہیں مناسب تھا اس واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار میں وحق اللہ کے یمین ہونے
پسند کیا بسبب رواج کے اور اگر بجائے واو کے بے لاوے یعنی یوں کہے کہ بحق اللہ میں ایسا کروں گا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق
خانیہ میں ہے کہ لفظ امانت کا یمین ہے اس واسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اس واسطے کہ اسماء الہیہ میں مہیمن بھی ہے لیکن صفات الٰہی میں
بار رواج کا واجب ہے چنانچہ اس کی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر امانت سے عبادت کا قصد کرے گا تو یمین نہ ہو
جیسے صوم اور صلوۃ سے نہیں ہوتی فلو تعورف بل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم وظاہر کلام الکمال لا وتمامہ فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہو جاوے
یا یہ اقوال یمین ہوں گی یا نہیں ظاہر کلام فقہا کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اور ظاہر کلام کمال الدین الہمام کا یہ ہے کہ رواج سے بھی یمین نہ ہوں
اور پوری تقریر اس کی نہر الفائق میں ہے وفی البحر یاباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کدم وخنزیر اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب
ضرورت کے تو اس کا حلال کہنے والا کافر نہیں ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یوں کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو خون کھاوے یا سور تو یمین نہ ہوگی اس
واسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور ایسا نہیں خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اس طرح کہ اس کی حرمت کسی حال میں ساقط
نہیں ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اس کے تو اس کا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہ ہے اس کی حرمت بسبب
ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اس کا استحلال بطریق بالشرط کے یمین نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف
بقولہ حقا اسم اللہ تعالیٰ فیمین فی المذہب کما صحح فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کرے گا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب لفظ
یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ میں ومن حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وہمزۃ الاستفہام
وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ وہا اللہ وآللہ وم اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ
اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہے چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ آللہ اور میم مکسور چنانچہ
م اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ م اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہوں اللہ کی م ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ
م کو ہمزہ استفہام مجازا کہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فیختص اسم اللہ بالحرکات الثلث وغیرہ بغیر الجر ویلزم رفع ایمن اللہ ولعمر اللہ
بقولہ اللہ بنصبہ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون مسکین لافعلن کذا افاد ان اضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ
کیے جاتے ہیں واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار میں اور سوائے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے
غیر جر کے یعنی اس میں رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لافعلن
کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کروں گا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیوں نے اس کو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین
شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اس کا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہیں اس واسطے کہ اللہ حالت رفعی میں مبتدا ہے اور خبر محذوف
یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دے کر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہیں مقسم علیہ سے یعنی جس پر قسم کھائی جاوے
ثم صرح بہ بقولہ المحلف بالعربیۃ فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لافعلن کذا او واللہ لقد فعلت
کذا مقرونا بکلمۃ التوکید فی النفی بحرف النفی حتی لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینہ علی النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال لا افعل کذا لامتناع حذف
حرف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لا لبعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول میں

کھول کر کہہ دیا کہ قسم عربی زبان میں اثبات میں نہیں ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت میں چنانچہ (واللہ لافعلن کذا) اور ماضی میں حرف تاکید لقد ہے چنانچہ (واللہ لقد فعلت کذا) مقرون بکلمۃ تاکید اور نفی میں حرف نفی بھی ہے چنانچہ (واللہ لافعلن کذا و واللہ مافعلت کذا) یہاں تک کہ اگر اثبات میں بلا حرف تاکید یوں کہے گا کہ (واللہ افعل کذا الیوم) تو اس کی یہ قسم نفی ہوگی اور کلمہ لا دہاں مضمر ہوگا گویا یوں کہا کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اس واسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات میں ممتنع ہے اس واسطے کہ عرب کلام میں پورا کلمہ حذف کرتے ہیں نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المیدام بنا بر اس تحقیق کے اگر یوں قسم کھاوے کہ (واللہ اضرب الیوم زیدا) تو عدم ضرب سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ قسم ظاہر میں مثبت ہے اور واقع میں نفی کما لایخفی وکفا بذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبل اضافت شے کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شے کی طرف سبب کے اس واسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجوں کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار میں مذکور ہو چکی یعنی اعتاق میں رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہیں اور اطعام میں تملیک اور اباحت دونوں کافی ہیں تو تملیک میں نصف صاع گیہوں اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت میں دن اور رات دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلاوے سوا گیہوں کی روٹی کھلاوے تو دال اور گوشت کی حاجت نہیں والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارۂ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہیں او کسوتہم بما یصلح للاوساط و ینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر و یستر عامۃ البدن فلم تجز السراویل۔ باعتبار قیمۃ الاطعام یا کفارہ قسم کا دس محتاجوں کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگوں کے مناسب حال ہو یعنی اغنیاء کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اس کو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہیں اور اس طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاجامہ دینا جائز ہے یعنی اگر قیمت اس کی بقدر نصف صاع گیہوں کے ہو تو اس کا دینا کفایت کرے گا نہ بنا بر لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اس واسطے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ادائے کفارہ میں حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام میں اختیار دیا ہے ان تینوں چیزوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحدا ہو اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ میں یعنی اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یک بارگی ادا کیا یا ترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نہ کی مگر بعد اس کی تمامی کے تو واقع ہوگا کفارہ کی جانب سے تینوں میں سے وہ ایک جو قیمت میں سب سے اعلیٰ ہے اعتبار نیت کا ہوا بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنے کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہیں کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ میں سب تینوں چیزوں کو ترک کیا تو عذاب کیا جاوے گا اس چیز سے جو سب سے ادنیٰ ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنیٰ سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم مجتبی قلت وہذا یستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ سے سب تینوں چیزوں سے کفارہ ادا کرنے کے وقت ہم حنفیوں کے نزدیک یہاں تک کہ سب اپنا مال کسے کو ہبہ کیا اور تسلیم

ے۱ قسم اللہ کی البتہ کروں گا ایسا ۱۲ ے۲ قسم ہے اللہ کی تحقیق میں نے کیا ایسا ۱۲ ے۳ قسم اللہ کی میں نہیں کروں گا ایسا اور قسم ہے اللہ کی میں نے نہیں کیا ایسا ۱۲ ے۴ قسم ہے اللہ کی میں کروں گا ایسا آج ۱۲ ے۵ قسم ہے اللہ کی میں آج زید کو ماروں گا ۱۲

کردیا اس نے روزہ رکھا پھر اس نے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اس کو روزہ کفایت کرے گا اس واسطے کہ وقت ادا سے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق
یا کسوت یا طعام سے کذا فی المجتبیٰ شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اس واسطے کہ اگر
مستثنیٰ نہ ہوتا تو صوم کفایت نہ کرتا صام ثلثۃ ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر وجوز الشافعی التفریق وعندہ العجز عند الحنث مسکین یعنی اگر
اعتاق یا کسوت یا طعام ہے وقت ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ
افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا
کے وقت کذا ذکرہ مسکین م کفارہ یمین کی تفصیل میں اصل نص قرآنی ہے فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ
فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام) ہر چند قرآن مجید میں اتصال صیام کی قید نہیں لیکن ابن مسعودؓ کی قرأت یوں ہے (ثلثۃ ایام متتابعات) اور قرأت ان کی
روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے لہذا زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار **والشرط استمرار العجز الی الفراغ.**
من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو بساعۃ **ایسر** ولو بموت مورثہ موسرا **لا یجزلہ الصوم** ولیستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی
ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے
پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ مقدور حاصل ہوا ہو اپنے توانگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہ ہوگا از سر
نو مال کا کفارہ دے یعنی اعتاق یا کسوۃ یا طعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا للمال لم یجز علی الصحیح مجتبیٰ اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول
کر یعنی اس کا مملوک مال تھا سو اس نے آپ کو محتاج جان کر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم جائز نہ ہوگا صحیح قول پر کذا فی المجتبیٰ م
خانیہ میں ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہو اور اس پر قرض ہو تو اگر اس نے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل
ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق او بصوم
لا شئ علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالف بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں نہ کفارہ نہ طلاق
مگر یہ کہ اس کو یاد آجاوے کہ فلاں چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیۃ **ولم یجز التکفیر** ولو بالمال خلافا للشافعی **قبل حنث** لان الکفارۃ
لستر الجنایۃ ولا جنایۃ ولا یسترد من الفقیر لوقوعہ صدقۃ اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ ان
کے نزدیک کفارۃ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے
گناہ کے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہیں جس کو کفارہ چھپا دے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو اطعام اور کسوۃ قبل
حنث کے دیا ہو اس کو فقیر سے نہ پھیر لے اس واسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا م اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد میں عبد الرحمن بن سمرہ
سے روایت ہے (فکفر عن یمینک ثم ائت الذی ہو خیر) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اس واسطے کہ لفظ ثم کا
واسطے تعقیب کے ہے اس کا جواب یہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین میں یوں روایت ہے (قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی
یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وائت الذی ہو خیر) اس روایت میں واو ہے نہ ثم اور واو اس واسطے مطلق جمع کے موضوع ہے نہ واسطے

ل سو کفارہ قسم کا کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو متوسط طعام سے جو تم اپنے اہل عیال کو کھلاتے ہو یا دس محتاجوں کو پوشاک دینا یا گردن کا آزاد کرنا اور
جو نہ پاوے تینوں چیزوں میں سے کسی کو تو تین روزے رکھے ۱۲ ؎ یعنی تین دن پے در پے ۱۲ ؎ سو کفارہ دے اپنی قسم سے پھر کر اس کام کو جو بہتر ہے ۱۲ ؎
فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلعم نے کہ جب تو قسم کھاوے کسی یمین پر اور دیکھے قسم کی چیز کے سوا کو بہتر اس سے تو کفارہ دے اپنی قسم سے اور کر اس کو جو بہتر ہے ۱۲

تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت میں مقدم ہے تو روایت ابوداؤد کی ان کے مقابل شاذ ہے تو لائق تاویل کے ہے یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (من حلف علی یمین فرای خیرا منہا فلیات الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ) اور اسی کی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر **ومصرفہا مصرف الزکوۃ** فالا فلا قیل الا الذمی خلافا للثانی ولقولہ یعنی کہ مراد یہ ہے کہ مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف نہیں وہ کفارہ کا بھی مصرف نہیں چنانچہ اسکا ذکر ترجمہ میں قبل اس کے ہو چکا بعضوں نے کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوۃ میں گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے **ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما** بایۃ انہم لا ایمان لہم واما وان **نکثوا ایمانہم** فیعنی الصوری کتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہیں کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے (انہم لا ایمان لہم) یعنی کافروں کے واسطے قسمیں نہیں ہیں لہذا اول کتاب یمین میں مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اس واسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور یہ جو دوسری آیت میں وارد ہے (وان نکثوا ایمانہم) کہ اگر وہ اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اس سے یمین ظاہری ہے جس کو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کرے گا تو مقصود حاصل ہو گا یعنی ظہور حق اس واسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح **والکفر یبطلہا** اذا عرض بعدہا **فلو حلف مسلما ثم ارتد** والعیاذ باللہ **ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ** اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور ردہ یعنی کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اس کے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اس پر ہرگز کفارہ نہیں اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کی طرف ان میں ابتدا اور بقا دونوں برابر ہیں جیسے وصف محرمیت کا نکاح میں م یہاں اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونوں برابر ہیں تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اس کی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے **وکذا لو نذر الکافر ما ہو قربۃ** لا یلزمہ شیٔ ای اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو اس پر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت جدا گانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر **ومن حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم** وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایتہ **وجب الحنث والتکفیر** لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اس واسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اس کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل است وکفارہ

ف جو شخص قسم کھاوے کسی چیز پر پھر دیکھے اس سے بہتر تو چاہیے کہ کرے اس کو جو بہتر ہے اور کفارہ دے اپنی قسم سے ۱۲ ۔

یں سہل اور ماتن نے قتل میں آج کے دن کی قید اس واسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہو سکتا مگر موقت قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث
حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اس واسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہیں ہو سکتی تو وصیت کی جاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف
کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات میں کفارہ نہیں دے سکتا اس واسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہیں
اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جس کے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق میں حنث
بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے
کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک
وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ
او حنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا ہو برہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم تفید وجوبہ فتح وہی عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق
تفصیل کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنی جس پر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن
میں مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یوں قسم کھانا واللہ میں آج کے دن ظہر کی نماز پڑھوں گا
یہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یوں ہے کہ واللہ میں شراب نہ پیوں گا تو واجب کی قسم میں بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور
عدم شراب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ میں صدقہ دوں گا
فقیروں کو یا اپنے مارنے والوں کو نہ ماروں گا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثال مباح کے اس کے بھی بر کو واجب
کہیے بلکہ اس کا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا ولی ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک
قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اس کے چنانچہ واللہ میں آج کچی پیاز کھاؤں گا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اس کا
دونوں برابر ہیں چنانچہ اس کی قسم کھانا کہ یہ روٹی نہ کھاؤں گا مثلاً یا واللہ میں دریا کی سیر کو آج جاؤں گا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولی ہے اور آیت
قرآنی کہ واحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسموں کی مباحات میں بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتیں ہیں جو مذکور ہو چکیں
ومن حرم ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ماتن
نے تحریم منجز کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اس طرح تحریم معلق کرے گا کہ اگر میں اس طعام کو کھاؤں تو وہ مجھ پر حرام ہے تو پھر اس کے بعد اس طعام
کو کھایا تو اس پر کفارہ نہیں کذا فی الخلاصۃ اور مشکل سمجھا ہے اس کو مصنف نے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں وجہ اشکال کی یوں بیان کی
ہے کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے منجز کے ہے یعنی پھر کیا وجہ کہ حنث میں کفارہ نہیں جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق
میں فرق ہے اس واسطے کہ منجز میں طعام کی موجودگی تحریم ہے اور معلق میں تحریم ثابت نہیں مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہیں کذا فی
حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ کقولہ الخمر او مال فلان علی حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیۃ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ
چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یوں کہنا کہ شراب مجھ پر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھ پر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے تاوقتیکہ اس قول سے خبر
دینے کا ارادہ نہ کرے کذا فی الخانیۃ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہ ہوگا تو اس وقت شراب پینے سے فقط گناہ
ہوگا کفارہ لازم نہ آوے گا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اس میں گناہ کے سوائے کفارہ یمین کا لازم آوے گا ثم فعلہ باکل او نفقۃ ولو تصدق او
وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اس کے کھانے سے یا دینار اور درہم ہے تو اس کے خرچ کرنے

سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شے کو خیرات کر دیا یا کسی کو بخش دیا تو حانث نہ ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ لما تقرران تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شے کو حرام کر کے پھر اس کو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام اوحرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فی الجماع واکرہہا کفرت مجتبیٰ اور من قبیل قسم کے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور حرام کیا تجھ کو میں نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی سے جماع پر زوج کو قادر ہونے دے گی یا زوج اس سے زبردستی جماع کرے گا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دے کذا فی المجتبیٰ وفیہ قال لقوم کلامکم علی حرام اوکلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبیٰ میں ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجھ پر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھ پر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھ پر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فی مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا ونوی احدہما او لا یکلم اخوۃ فلان الا واحد وتمامہ فیہا قلت وبہ عرف جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد لم یحنث اور اس قول میں کہ واللہ میں تم سے کلام نہیں کرونگا اور روٹی نہ کھاؤنگا تو حانث نہ ہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے سے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ میں مگر اس وقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد میں متصور نہ ہو یا قسم کھائے کہ کلام نہ کرے گا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو میں سے ایک کی یا یوں قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیوں سے نہ بولے گا اور زید کا ایک ہی بھائی ہے تو اس وقت میں ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہو گیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اس کے زوجہ کی اولاد اس کے گھر کو جھانکیں سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہ ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اولاد لفظ جمع ہے بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہیں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علی حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوہ فہو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امرأتہ تطلیقۃ ولو لہ اکثرین جمیعا بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریہ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھ پر حرام ہے یا یوں کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین مجھ پر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہے کہ یا حرام مجھکو لازم ہو گیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب میں تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہ ہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ میں فتوی اس پر ہے کہ قائل کی عورت باین ہو جاوے گی ایک طلاق سے اور اگر اس کی زوجات ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہو جاویں گی بلانیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر وہ کہے گا کہ تحریم حلال سے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کے طلاق میں ولہذا اس لفظ سے قسم نہیں کھاتے عرف میں مگر مرد نہ عورتیں کذا فی المنح عن الظہیریۃ وان لم تکن لہ امرأۃ وقت الیمین سواء نکح بعدہ او لا یمین فیکفر باکلہ او شربہ لو بیمینہ علی آت ولو بالماضی علی ماض فغموس او لغو ولو کانت لہ امرأۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا الطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اس کی عورت نہ ہو یمین کے وقت خواہ اس نے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس وقت میں تحریم حلال کی طلاق نہ ہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دے دے اپنے اکل اور شرب سے اگر یمین اس کی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جل شانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اس طرح کہ اگر واللہ میں نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھ پر حرام ہے تو یمین غموس ہے

جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اس کو صدق کا ظن ہو اور اس کی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہو گئی بدون عدت کے یعنی غیر
مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اس نے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اس پر کفارہ نہ لازم ہو گا بسبب پھر جانے یمین کے
اس کی طرف بسبب عورت ہونے کے سوا اب اکل اور شرب کے واسطے نہیں ہو سکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلاء میں مذکور ہو چکا **فائدہ**
اور یہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کرے گا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہے کہ نفس وجوب میں دونوں مشترک
ہیں اس واسطے کہ نذر عبادت ہے ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنی عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت
کی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں ہو تو وہ اللہ کے واسطے ہے اور
اس میں نذر کا ادا کرنا لازم ہے اور جس شخص کی نذر اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہ میں ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہے اس کا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا
لازم نہیں اور اس میں کفارہ دے وے جو یمین کا کفارہ ہے اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درالبحار میں مصرح بیان کیا ہے کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر
کرتے ہیں اس طرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبروں پر جاتے ہیں یوں کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی وطن میں پھر آوے یا بیمار ہمارا
اچھا ہو جاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کے واسطے اتنا سونا یا چاندی یا اس قدر کھانا یا چراغان کے واسطے اتنا تیل یا موم نذر کریں گے تو یہ نذر اور
منت باتفاق فقہاء و باجماع علماء باطل ہے بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہیں یعنی نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل
بطلان کی یہ ہے کہ جن کی نذر مانی وہ میت ہیں اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ ایسی نذر کرنے والوں کے گمان میں یہ ہے کہ سوائے
خدا کے میت بھی قادر ہے عالم میں کچھ اس کا تصرف بھی جاری ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے
بیمار کو شفا دی مثلاً تو میں فلانی درگاہ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا یا دراہم دوں گا ایسی چیزوں کا ذکر کرے جن میں محتاجوں کا فائدہ ہو اور ذکر
ولی کا فقط اتنے واسطے ہے کہ وہ محل صرف ہے نذر کا یعنی نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہے تو اس طرح البتہ نذر جائز ہے جب یہ معلوم ہوا کہ یہ جو
دراہم اور موم اور تیل اور مانند اس کے اولیا کی قبروں کو لے جاتے اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہے جب تک
اولیاء کے زندہ محتاجوں پر صرف کرنا مقصود نہ ہو یہ قول واحد ہے اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا میں لوگ مبتلا ہیں خصوصاً
شیخ احمد بدوی کے مولد میں کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم م جب یہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہو گیا
کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جن کو عوام تعزیہ کہتے ہیں ہندوستان میں علی العموم رائج ہے سو
سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالیٰ بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیوں کو مٹا دے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اس کے
بطلان کے بیان میں چشم پوشی نہ کریں اور تاویلات واہیہ کر کے اس کا جواز عوام کو نہ سکھا دیں آمین **و من نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط**
و کان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر **و ہو عبادۃ مقصودۃ** خرج الوضوء و تکفین المیت **و وجد الشرط المعلق بہ لزم**
الناذر لحدیث من نذر و سمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہم جنس نذر کے کوئی واجب ہو
مراد واجب سے یہاں فرض ہے چنانچہ مصنف اس کو خود تصریح کرے گا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت
مقصود کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اس واسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصود نہیں بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوٰۃ
کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم ادا ہو گی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کر دے تو
اس پر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے م یہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث

پر موقوف نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا ولیوفوا نذورہم یعنی چاہیے کہ اپنی نذروں کو پورا کریں اور ایفاء نذر میں بہت احادیث ہیں منجملہ ان کے ایک یہ حدیث مرفوع ہے بصحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنے کی تو وہ معصیت نہ کرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہے کہ شرط پر معلق نہ ہو چنانچہ یوں کہنا کہ خدا کے واسطے مجھ پر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا منہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھ پر لازم ہے کصوم وصلوٰۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق

رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوٰۃ

وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوٰۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا۔ اور حج اگرچہ پاپیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہے اس واسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہیں اور اس کی ہم جنس واجب بھی ہے اس واسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین میں ہے اور پیدل چلنا حج کے واسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز میں واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے یک جا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف[1] کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانوں کے واسطے واجب ہے بادشاہ کا بیت المال سے اور اگر بیت المال نہ ہو تو مسلمانوں پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر م شارح نے وجوب صوم اور صلوٰۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اس لیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنج گانہ اور زکوٰۃ کا ظاہر تھا لہٰذا اغیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کیا

ولم یلزم الناذر مالیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصیٰ

لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وہذا ہو الضابط کما فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہیں نذر کرنے والے پر اس قسم کی نذر کا جس کی ہم جنس شرع میں کوئی فرض نہیں چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد میں داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا مسجد اقصیٰ ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اس کا ادا کرنا ناذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہیں لیکن مجانس ان کی کوئی فرض مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر م اگر کوئی کہے کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانے گا تو لازم نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی جنس کا کوئی شرع میں فرض نہیں کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم

یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شئی غیرہا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق

بالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں سو مصنف نے دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہ ہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اس واسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالغیر ہے یعنی اس واسطے ممنوع ہے صوم عید الضحیٰ کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کرے گا تو صحیح نہ ہوگی اور کفارہ لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اس پر واجب نہ ہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کرے گا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچویں شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہ ہو اس مال سے جس قدر کا کہ وہ مالک ہے

[1] اعتکاف نام ہے مسجد میں ٹھہرنے کا اس لیے مسجد میں ٹھہرنے کا وجوب قعدہ اخیرہ کو مثل قرار دے کر بیان کیا ہے۔

زیادہ چیز غیر کی مملوک نہ ہو سو اگر نذر مانی ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہیں مگر سو درم کا تو اس پر فقط سو درم لازم ہوں گے نہ
زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں کہ بدون ان کے نذر صحیح نہیں شرط اول یہ ہے کہ اس کی جنس کا فرض
ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ میں اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہ ہو چوتھے یہ کہ منذور
اس پر واجب نہ ہو قبل نذر کے پانچویں یہ کہ منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہ ہو. در غیر کا مملوک نہ ہو فلت ویزاد مانی نہر والحواد ان لایکون مستحیل الکون
فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحرالرائق کی
شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی جو نہر اور الجواہر میں ہے یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہ ہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی
نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنے کی تو صحیح نہیں جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نہ
کرے اس واسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہیں مصرف نذر کا فقراء اور مساکین ہیں نہ اغنیاء م یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ
کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی تو اس کا اعادہ لازم
ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں دیسے ہی سید کو بھی جائز نہیں مانند زکوۃ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جس کو سنا دیا
روپیہ کا مقدور ہو خواہ اس نذر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات
دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہیں اس واسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم
کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانی اتنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کروں گا تو یہ نذر اس کو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
لازم نہیں م لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز میں درود پڑھنا فرض نہیں لیکن تمام عمر میں ایک بار درود پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ
میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اس کی ہم جنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ یہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہیں
واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان
علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر ضرورۃ بعد اس کے
دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم میں تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جس کی اس کو خواہش ہے چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا غائب
شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھ پر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آوے یا بیمار چنگا
ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جس کی اس کو خواہش نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانی عورت
سے زنا کروں مثلاً تو مجھ پر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے
اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اس واسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر میں نذر ہے اور باطن میں یمین تو بضرورۃ
ایفائے نذر یا کفارہ دینے میں اس کو اختیار ہوگا م وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اس نے منذور کو مثلاً صدقہ کو اس شرط پر معلق
کیا جس کی اس کو خواہش نہیں مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اس کو مطلوب نہیں اس واسطے کہ اس کو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند
دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اس کو اختیار حاصل ہوا ایفائے نذر اور

ف شرط نذر ۱۲ اسلم اس جملہ کا مطلب صاف نہیں مترجم کو شایان تھا کہ واضح کر کے لکھتا مطلب یہ ہے کہ عدم خواہش کی چیز کے کرنے کو شرط منذور کا ٹھہرایا
جیسے دخول دار کو شرط کیا کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شرط مذکور سے منع نفس منظور ہے جو حقیقت ہے یمین کی ۱۲

کفارہ دینے میں بموجب دونوں وجہ کے بخلاف اس شرط کی تعلیق کے جس کی ناذر کو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے
لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم میں مندرج ہو گئی یعنی وجوب ایفائے نذر میں کذافی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق
اور نذر معلق میں مطلقا ایفائے نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل میں منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق میں تفصیل مذکور
کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی
کفارہ ہے یمین کا کذافی النہر الفائق **نذر مکلف لیعتق رقبۃ فی ملکہ ادنی بہ والاثم بترکہ لایدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی** نذر کی مکلف
نے گردن آزاد کرنے کی اپنی ملک میں یعنی یوں کہا کہ خدا کے واسطے مجھ کو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اس کا مملوک ہے
تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہیں تو اس پر قاضی جبر نہ کرے
اعتاق کے واسطے **نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ** لقصۃ الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لندرہ بقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ
اپنے ولد کو ذبح کرے گا تو اس پر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب
روایت منامی کے سو حق تعالیٰ نے ان کا بدلہ دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمدؒ نے ذبح فرزند
کی نذر میں بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اس واسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذافی المنح جیسے اپنے فرزند کے
قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اس واسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام میں ذبح وارد ہے نہ قتل کذافی حاشیۃ الطحاوی **ولغا لو کان
یذبح نفسہ او عبدہ** واوجب محمد الشاۃ **ولو یذبح ابیہ او جدہ او امہ لغا** اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر
کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمدؒ نے ذبح نفس اور ذبح غلام میں بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو
ہے اس واسطے کہ انسان کے اصول اس کے کسب نہیں بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کذافی المنح **ولو قال
ان بریت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لا یلزمہ شئی** لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یوں
کہا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے اس مرض سے تو میں بکری ذبح کروں گا یا مجھ پر بکری لازم ہے کہ اس کو ذبح کروں گا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اس پر کچھ
لازم نہیں اس واسطے کہ ہم جنس ذبح کوئی فرض نہیں بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہیں اس واسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر
سے یہ ہے کہ اس کی ہم جنس فرض ہو نہ واجب **الا اذا زاد والتصدق بلحمہا فیلزمہ** لان الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح وبحر وفیہ من الدرر
تناقض منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر میں اتنا زیادہ کہے کہ اس کے گوشت کو خیرات کر دوں گا تو اب یہ نذر لازم ہو جاوے گی اس واسطے کہ ہم جنس
تصدق فرض ہے یعنی زکوٰۃ از قسم صدقات ہے کذافی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن میں تناقض ہے کذافی المنح م منح الغفار میں کہا کہ ملا خسرو
نے درر غرر میں کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کر دوں گا تو اس پر کچھ لازم نہیں مگر جب یوں کہے اللہ
علی ان اذبحہا یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھ پر لازم اس واسطے کہ لزوم نہیں ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی میں ہے نہ اول
میں انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت میں بھی حاصل نہیں یعنی ہم جنس ذبح کوئی فرض نہیں چنانچہ خود صاحب درر نے اس کو مصرح بیان
کیا ہے تو اس کے کلام میں تناقض ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت میں فی الواقع تناقض نہیں اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری میں قاضیخان سے منقول ہے

لہ ایک شخص نے کہا اگر میں اپنے مرض سے اچھا ہوں گا تو ایک بکری ذبح کروں گا پھر وہ اچھا ہو گیا تو اس کو کچھ لازم نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اگر میں اچھا ہوں گا تو اللہ
کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک بکری ذبح کروں ۱۲

قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرا لایلزمہ شیء الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی، تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بہ تصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ ہم جنس نذر یعنی اضحیہ واجب ہے نہ فرض ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح ہے فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جب منذور کی اصل فرضوں میں ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اس کے ہم جنس واجب ہو اور فرض ہونے میں بطریق اولی نذر لازم ہوگی تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کے واسطے مجھ پر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اس کے گوشت کا پھر اس نے اونٹ کے عوض سات بکریاں ذبح کیں تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر ہے وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شیء اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھ پر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اس کے پھر آئی تو اس پر ادائے نذر لازم نہیں اس واسطے کہ مقصود زوال علت تھا اس طرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہ ہوا نذر للفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر مانی فقرائے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اس واسطے کہ کتاب الصوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے نہیں یعنی خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اس میں نہیں اس واسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اس میں دخل نہیں کذا فی المنح نذران یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درہم کی روٹیاں تصدق کرے گا سو اس نے روٹیوں کے سوا گوشت اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چاول تو جائز ہے اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں جیسے روٹیوں کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اس واسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اس پر پے در پے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اس مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھے گا تو فقط اسی دن کی قضا کرے اگرچہ اس نے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اس پر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہیں اس واسطے کہ مہینہ معین ہے استقبال اس میں متصور نہیں ولو نذر صوم الابد کل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اس نے عذر سے کھایا تو فدیہ دے م قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھا دے گا تو بھی فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذران یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے مثلاً چار سو کا تو اس پر فقط اسی قدر کی نذر لازم ہوگی جس قدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہے اس واسطے کہ غیر مملوک میں نذر نہ پائی گئی ملک میں اور نہ مضاف الی سبب الملک میں تو صحیح نہ ہوگی کما لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یوں کہا کہ میرا مال فقیروں میں صدقہ ہے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اس پر کوئی چیز لازم نہیں اس واسطے کہ قول مذکور میں نذر کا صیغہ نہیں نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیہا نذر کی ان سو درموں کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اس نے اور سو درم کو اس

دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا سابق میں کہ نذر غیر معلق میں کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی **قال علی نذر لم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین** کہا کہ مجھ پر نذر واجب ہے اور اس پر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم اور صدقہ کی کچھ نیت بھی نہ کی تو اس کو کفارہ یمین کا لازم ہے **ولو نوی صیام بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام** اور اگر قول مذکور میں صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اس پر تین دن کا روزہ لازم ہے اس واسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالیٰ کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا فدیہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین میں **ولو صدقۃ فاطعام عشرۃ مساکین کالفطرۃ** اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیروں کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقہ فطر کے اس واسطے کہ کفارہ یمین میں اسی قدر الطعام واجب ہے **کذا فی الطحطاوی فلو نذر ثلثین حجۃ لزمہ لقدر عمرہ** اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اس پر بقدر اس کی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے مرگیا تو باقی کی وصیت اس پر لازم نہیں **وصل بحلفہ ان شاء اللّٰہ بطل یمینہ** ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یوں کہا کہ واللہ میں زید سے نہ بولوں گا انشاء اللہ تو اس کی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہ ہوگا چنانچہ اس کی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق میں مذکور ہو چکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثنائے منفصل بھی مبطل ہے **م** مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہاں موجود تھے سو محمد بن اسحاق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنائے منفصل میں خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام اعظم نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹانا چاہتا ہے اس واسطے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپ کے عہد خلافت کو سلام ہے اس لیے کہ لوگ تم سے خلافت کی بیعت کریں گے اور اطاعت کی قسم کھا دیں گے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہیں گے اور آپ کی مخالفت کریں گے حانث نہ ہوں گے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تم نے کہا اور محمد بن اسحاق کو ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار **وکذا یبطل** یہ ای بالاستثناء المتصل **کل ما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ** ولو بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح استثنا متصل سے باطل ہو جاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعاً انشاء کے واسطے موضوع ہو چنانچہ صیغے عقود کے **ولو بالامر والنہی کاعتقوا عبدی بعد موتی انشاء اللہ تعالیٰ لم یصح ولا بیع عبدی ہذا انشاء اللہ لم یبع الا استثناء** اور اگر استثناء متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کر دیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو صحیح نہیں اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثنا صحیح نہیں **م** تو مثال اول میں اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی میں مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے دیکھنا انشاء اللہ **بخلاف التعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللّٰہ تعالیٰ اعلم** بخلاف اس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اس میں انشاء اللہ کہنا مبطل نہیں چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل نہیں اس واسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان والرکوب وغیر ذلک

یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور ان کے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام میں **م** مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جن پر لوگ قسم کھاتے ہیں اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہیں لہذا اس قدر پر اکتفا کی جس کو فقہا نے کتب میں مذکور کیا ہے اور کتب مذکور میں دو قسم کے فعل میں ایک افعال ظاہریہ دوسرے

امور شرعیہ اور افعال مذکورہ میں دخول وغیرہ سے اس واسطے ابتدا کی کہ جسم کے واسطے مکان میں رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے الاصل ان
الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث
لا یہدم بیتا بیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمیں مبنی ہیں امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال
قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جب تک کہ قسم کھانے والے نے وہ نیت نہ کی ہو جس کو لفظ
محتمل ہے تو ہمارے نزدیک اس قول میں کہ واللہ کوئی گھر نہ گراوے گا حنث نہیں مکڑی کے گھر گرانے سے اس واسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف
میں گھر نہیں بولتے ہیں مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کرے گا تو البتہ اس کے گرانے سے حانث
ہوگا اس واسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت میں بیت بولتے ہیں م جن کے نزدیک یمین میں لغت کا اعتبار ہے اگر یوں قسم کھاوے گا کہ گھر نہ
گراوے گا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جن کے نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت نہ کھانے کی قسم کھاوے گا تو
مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ قرآن میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اس واسطے کہ مدار تکلم کا عرفی بول
پر ہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف میں مشترک ہیں وہاں لغت البتہ معتبر ہے بنا بر عرف کے فتح القدیر میں
مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نہ کھانے کی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان
نے جواب دیا کہ حانث ہوگا اس واسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہے قال تعالیٰ (لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا
اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا ان کے پاس اور سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا
نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہ ہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیوں حانث نہ ہوگا حق تعالیٰ نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالیٰ (واللہ جعل لکم الارض
بساطا) سفیان نے اسمیں تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا سائل نے کہا ہاں سفیان نے فرمایا نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا
نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان بنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمیں بنی ہیں الفاظ پر نہ
نہ اغراض پر م غرض سے مراد یہاں نیت ہے یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہیں بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھ
کو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہے اس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ فلو اغتاظ
علی غیرہ وحلف ان لا یشتری اشیاء لفلس فاشتری لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب اولا یضربہ
اسواطا ولیغدیۃ الیوم بالف فخرج من السطح وضرب بعصا وغدی برغیف اشتراہ بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ جب
یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اس کو ایک پیسے کی چیز نہ خرید دے گا پھر اس نے
اس کو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہ ہوگا مانند اس کے جس نے قسم کھائی کہ دروازہ سے نہ نکلے گا یا اس کو کوڑے نہ مارے گا یا
یا اس کو اول روز ہزار درہم کھلاوے گا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول روز ایک روٹی کھلائی جس کو ہزار
درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کا اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت میں رہنا
ہے گھر کا اور دوسری صورت میں نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت میں کثیر القیمت غذا کھلانا ہے لیکن چونکہ یمین میں لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث
نہ ہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ و دال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ میں بذال معجمہ ہے غذا سے اور بعضے نسخے میں بجائے لعصا کے لعصا ہے مگر نسخہ
لعصا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین میں اعتبار لفظ کا ہے

سلہ صبح کا کھانا ۱۲

نہ عرض کا مگر چند مسائل میں غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اس کو دس درم سے خرید کرے گا تو گیارہ درم سے خرید کرنے میں حانث ہو گا اس واسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خریدے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کھائی کہ دس درم سے نہ بیع کرے گا پھر اس نے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہ ہو گا اس لیے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کرے گا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی **لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ یعنی فی حلفہ لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ** نہ حانث ہو گا اس قسم میں کہ بیت میں نہ داخل ہو گا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاریٰ کے عبادت خانہ اور یہودیوں کی عبادت خانہ اور ڈیوڑھی اور چھپے کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہ ہو کذا فی البحر اس واسطے نہ حانث ہو گا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کے واسطے موضوع نہیں اور بیت اُسے کہتے ہیں جو شب باشی کے واسطے موضوع ہو اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جس میں شب باشی ہوتی ہو یا چھپا گھر اندر لائق رہنے کے ہو تو اسکے دخول البتہ حانث ہو گا صحاح جوہری میں ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جس کو اہل شہر ڈیوڑھی کہتے ہیں اور اہل قصبات بردھا بولتے ہیں اور ظلہ سایہ چھپے کو کہتے ہیں جس کی دھنیوں کا ایک سرا دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف پڑوسی کی دیوار پر کذا فی المنح **ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح** اور چونکہ بیت کے مفہوم میں شب باشی معتبر ہے تو صفہ اور ایوان کے داخل ہونے میں حانث ہو گا بنا بر صحیح مذہب کے اس واسطے کہ اس کے اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اس پر چھت نہ ہو کذا فی فتح القدیر م ظاہر اکلام شارح کا صحیح نہیں اس واسطے کہ فتح القدیر میں صفہ کے مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں مانند اہل کوفہ یا تین دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے ہاں البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم میں چھت شرط نہیں تو صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھتا ہے واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کے قصبات میں صفہ کو صوفہ کہتے ہیں **وفی لا یدخل دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا** اور یوں قسم کھانے میں کہ کسی گھر میں داخل نہ ہو گا حانث ہو گا ویران گھر کے داخل ہونے سے جس میں کچھ عمارت باقی نہیں اور اگر کچھ دیواریں منہدم ہو گئیں اور کچھ باقی ہیں تو لائق یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی المنح **وفی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین** اور اگر یوں قسم کھانے میں کہ اس گھر میں نہ داخل ہو گا تو حانث ہو گا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہو گیا ہو یا اس کے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہاں بنایا گیا ہو اس واسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا اور عمارت وصف ہے اس کا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ معین میں م چونکہ مثال اول میں لفظ دار نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اس میں معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہ ہو گا معین حاضر میں وصف اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ اس کی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہو گئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنی معین لہذا اس میں عمارت کا اعتبار نہ ہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہو گا اور اصطلاح فقہ میں وصف اور صفت اس کو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری چیز میں قائم ہو اور اس کے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اس کے نہ ہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح **الا اذا کانت شرطا او داعیۃ للیمین کحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف** صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اس وقت جب کہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کی چنانچہ یوں قسم کھانا کہ اس تر کھجور کو نہ کھاؤں گا تو اس وقت میں معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہو گی یعنی خشک کھجور کھانے سے حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ قسم کی باعث کھجور کی نرمی ہے نہ خشکی اور صفت کی شرط ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اگر اس گھر میں داخل ہو گی جو فلانے کے گھر سے متصل ہے تو تو

طاق ہے تو وہم سا لگی صفت ہے کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بنیا او
غلب علیہ الماء فصارت نہرا لا یحنث وان نبیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونے کے
باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنا گیا یا گھر پر پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہاں کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر کا نام باقی نہ رہا
دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے کے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جس
کے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی النہر کہذا البیت وکذا بیتا بالاولی فہدم او بنی بیتا آخر ولو بنقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث
نہیں ہوتا یوں قسم کھانے سے کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے
کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نہ رہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسی طرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہ ہوگا طحطاوی نے
کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت میں ہے یعنی انہدام میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ جب معین میں صفت یعنی عمارت بیت معتبر نہ
ہوئی تو غیر معین میں لغتبار عمارت کا بطریق اولی نہ ہوگا ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین لانہ کالصفۃ الا فی المنکر
لان الصفۃ فیہ معتبرۃ کما مر وعزاہ فی البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا فرق حیث صلح فی البیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیواریں پھر اس میں داخل
ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اس واسطے کہ چھت معین بیت میں مانند صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہ ہو
گا بیت غیر معین کی قسم میں اس واسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر ہے چنانچہ اس کی تفصیل سابق میں مذکور ہو چکی اور بحر الرائق میں معین اور غیر معین
کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن اس میں نہر الفائق میں اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور غیر معین میں کچھ فرق نہیں جب کہ وہ شب
باشی کے لائق ہو وقید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیامۃ بہ یفتی شارح
کہتا ہے مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اس واسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنی یوں
کہے کہ اس میں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد
میں یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہنا
ہے اگرچہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتویٰ ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلہا لم یحنث مالم یقل مسجد بنی فلان فیحنث وکذا
الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع وبحر اور اگر مسجد میں کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرا دیا گیا تو اس کے دخول سے حانث
نہ ہوگا جب تک یوں نہ کہے کہ فلانے قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر جبکہ اس طرح کہے گا تو اس کی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا
درصورت زیادت حصہ اس واسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی میں جو
مسجد میں داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع لو حلف لا یجلس الی ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط فہدما ثم بنیا ولو بنقضہما او لا یرکب
ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا دیوار کی طرف نہ بیٹھے گا پھر دونوں منہدم ہوگئے بعد اس کے بنائے
گئے اگرچہ ان کو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یوں قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اس کے اس کی لکڑیوں
سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی زال بطل الیمین
چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھے گا پھر اس کو توڑ ڈالا بعد اس کے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ غیر تراشے کا

نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اس کو نے کہتے ہیں پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی م طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اس کو ٹوٹا قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہ ہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا **والواقف علی السطح داخل** عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر میں جمع بین القولین کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کر کے کہ جس کے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اس پر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اس پر پردہ نہیں تو حانث نہ ہوگا بموجب قول متاخرین کے اس واسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جس کے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر نیچے اور اوپر دونوں درجوں میں حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتویٰ اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہیں ہوتا اس واسطے کہ بلاد عجم کے عرف میں اس کو داخل دار نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتویٰ ہے م حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتویٰ کہنا بے معنی ہے مگر اس فتویٰ کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار اور بحر الرائق میں ہے کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دے کر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہ ہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب مواقع میں اس لیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف میں داخل دار نہیں کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اس کے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہ ہوتے ہوں تو اس تہ خانہ اور نہر مسقف کے گھسنے والے کو داخل دار نہیں کہتے وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو ذرقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ واقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اس میں جاوے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ مکان مسجد نہیں کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار میں باب کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس گھر میں دروازہ سے نہ داخل نہ ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اس وقت حانث نہ ہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع م نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی **والواقف بقدمیہ فی طاق الباب** ای عتبۃ یحنث لو اغلق **الباب کان خارجا لا یحنث والا کان لعکسہ** یحنث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے بالعکس ہو اس طرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ گھر میں نہ داخل ہوگا م طاق باب اور عتبہ اور سکفۃ الباب آستانہ ہے جس کو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہیں **ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم** اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ میں اس گھر سے باہر نہ جاؤں گا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہ ہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط میں ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ جاوے گا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو کمال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ میں گرے

تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر کا درجت مانند عمارت وار کے ہے م شارح نے استدراک کیا حکم سابق کے یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کے کھڑا ہونے والا بھی خارج نہیں مگر یہ کہ عرف کر فارق کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لایحنث مطلقا ہوا لصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لایکون الا بالقدمین یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اس وقت تک ہے جب تک کہ قسم کھانے والا اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونوں طرفیں خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہ ہوگا عدم دخول کی قسم میں اس واسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخل طرفیں نیچی ہوں خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہ ہوگا خواہ داخلی طرف پست یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اس واسطے کہ پوری جدائی بدون دونوں قدم کے نہیں ہوتی اور ایک قدم کے رکھنے میں اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے ودوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہ ہوگا اور حالانکہ اس پر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی میں نہ سکونت کرے گا حالانکہ اس میں ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہے گا یا قمیص نہ اتارے گا یا گھر سے باہر نکل نجاوے گا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ دوام اور اثبات ان افعال کا بجائے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لادوام الدخول والخراج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء والافلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہیں اس واسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اس کے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہیں مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہیں تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا حالانکہ اس میں داخل ہے یا اس سے نکلے گا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نہ کرے گا حالانکہ وہ اس کی منکوحہ ہے یا وضو نہ کرے گا حالانکہ وہ باوضو ہے تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہ ہوگا اور دوام سے مراد یہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح وہذا لو الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب ودام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولوکان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتداء کا ہونا اس شرط پر ہے کہ حالت دوام میں قسم ہے اور اگر قبل اس کے قسم ہو گی تو دوام فعل کو حکم ابتداء کا نہیں تو اگر اس نے کہا کہ جب میں سوار ہوں تو تو طالق ہے یا مجھ پر ایک درم واجب ہے تو بعد اس کے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اس پر ایک طلاق اور ایک ہی درہم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اس پر ایک ساعت میں جس میں سواری سے اترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا لایحنث الا بابتداء الفعل فی الفعول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے عرف میں حانث نہیں ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ میں اگرچہ نیت نہ کرے اور اس کی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہے م یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم در حالت تلبس فعل ہو یا نہ ہو بہر صورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہیں تو عرفاً حانث نہ ہوگا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی

اسی کی موید ہے کذا فی النہر حلف لایسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ[1] فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس گھنے محلہ میں سکونت نہ کرے گا سو خود حالف وہاں سے نکل گیا اور اس کا اسباب خواہ اس کی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہاں تک کہ اس کے اسباب میں سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاوے گی تو حانث ہوگا اس واسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار میں رہتے ہیں لیکن وہیں کے کہلاتے ہیں جہاں ان کے اہل عیال اور اسباب رہتا ہے م واہلہ کا واو معنی او ہے لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اس واسطے کہ بقائے متاع اور بقائے اہل ہر ایک علت مستقلہ ہے حنث کی کذا فی النہر واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنے وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکۃ او مسجد الاوجہ قالہ الکمال واقرہ فی النہر اور اختیار کیا ہے محمد نے نقل اسباب خانگی میں اس قدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہے اور اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اٹھائے جانا لغو محمد ترک سکونت کے واسطے لازم نہیں بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کرے گا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد میں نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکھا ہے اس کو نہر الفائق میں م نہر الفائق میں کہا کہ بر یمین کے واسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہے بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ بر بخروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقائے متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی زبان میں قسم ہو تو حالف اپنی قسم میں سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے لما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہیں وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ اولم یکد الخروج ولو بدخول لیل او غلق باب فاشتغل بطلب دار اخری او دابۃ فان لقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہ ہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش میں مشغول رہا اگرچہ اس تلاش میں اسی گھر میں چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اس کے اٹھائے جانے میں بذات خود مشغول رہا اگرچہ اس کو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا ولو نوی التحول ببدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم میں حالف نے فقط اپنے بدن کا اٹھ جانا مراد لیا ہے تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث میں کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گاؤں کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں نہ رہے گا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اسی شہر میں ہوں بنا بر عرف کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لایساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او ہذا فی حجرۃ وہذا فی حجرۃ حنث الا ان تکون دارا کبیرۃ ولو تقاسما بحائط بینہما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرہا لا ولو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نہ کرے گا پھر اس کے گھر کے میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اس وقت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو

[1] الحارۃ کالغارۃ کل محلۃ انت جاد لہم وہم اہل حارۃ ۱۲ ق

اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا یعنی یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہ ہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اس کے رہنے کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جاوے تو پھر زید اس کے گھر میں اس کے عیال کے ساتھ رہے اس واسطے کہ حالف نے اس کو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا م تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نہ کرے گا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاوے گا اور اس کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشہر حنث بساعۃ لعدم امتدادہا بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت ساکنۃ رہنا کو ایک مہینہ سے مقید کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اس واسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر م عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتداء ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی و فی خزانۃ الفتاوی حلف لایضربہا فضربہا من غیر قصد لایحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ مارے گا پھر اس کو بلا قصد مارا تو حانث نہ ہوگا **وحنث فی لایخرج من المسجد ان حمل واخرج مختاراً بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لایحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح** اور حانث ہوگا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اس طرح کہ زبردستی اٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح میں اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو **ومثلہ لایدخل اقساما واحکاما** اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں م اگر قسم کھائی کہ مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور خروج میں شارح نے مسجد کی قید اس واسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا **واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او بزلق او عثر او ہبوب ریح او جمح دابتہ علی الصحیح ظہیریۃ لایبطل یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح** فتح وغیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی ببطلانہا آخذا بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہ ہو دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا آندھی کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریۃ تو حالف کی یمین نہ باطل ہو گی بسبب اس کے عدم فعل کے بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتوی ہے تو بعد اس کے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتوی میں اس کے خلاف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اس واسطے کہ بطلان یمین لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تا کہ حانث نہ ہوں لیکن تجھ کو قول معتمد یعنی عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہیں **ولایحنث فی قولہ لایخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصداً** اعتد الفضالہ من باب دارہ مشی معہا ام لا لما فی البدائع ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت ترید المسجد ثم بدا لہا فذہبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہ ہوگا اس قول میں کہ نہ نکلے گا گھر سے مگر جنازہ کی طرف اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اس کی طرف ارادہ کر کے اپنے گھر کے دروازے سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اس واسطے کہ بدائع میں مصرح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کر کے نکلی پھر بعد خروج کے اس کے دل میں آیا سو غیر مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہ ہوگی م اس

واسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کے وقت اس کو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج کے کہیں اور چلی گئی **ثم اتی امرا آخر** لان الشرط الخروج والذہاب والرواح والعیادۃ والزیارۃ **النیۃ عند الانفصال لا الوصول الا فی الاتیان** یعنی قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلے گا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور زیارت میں نیت شرط ہی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہنچنا مقصود کی طرف شرط نہیں مگر اتیان کی لفظ میں البتہ وصول مقصود مشروط ہے انفصال کے وقت نیت ہو یا نہ ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر الکلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہ ہوگا مریض کے گھر تک پہنچے یا نہ پہنچے حالانکہ بحرالرائق سے یوں مستفاد ہوتا ہے کہ اس کے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث میں ضرور ہے **فلو حلف لا یخرج** اولا یذہب اولا یروح بحر **بحثا الی مکۃ فخرج یریدہا ثم رجع** عنہا قصد غیرہا **لانہ حنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدہا** ان بینہ وبینہا مدۃ سفر والا حنث بمجرد انفصالہ فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاوے گا طرف مکہ کے پھر نکلا اس کے قصد پر پھر اس کی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلے گا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اس شہر اور مکہ میں مدت سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر دونوں میں اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تحریر ہے صاحب بحر کی م صاحب بحرالرائق نے کہ لفظ رواح میں میں نے اپنے علما کی تصریح نہیں دیکھی حالانکہ اہل معاش کو بہت بولتے ہیں لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب میں روح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب میں ذہاب ہو یا آخر شب میں تو اس تقدیر میں لایروح در حکم لا یذہب کے ہوگا فتح القدیر میں ہے کہ خروج اس مثال میں بمعنی سفر کے ہے اس واسطے کہ مکہ کی طرف جانا بلا شبہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی **تنبیہ** حلف لیخرجن مع فلان العالم الی مکۃ فخرج معہ حتی جاوز البیوت اور فتح القدیر میں ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلے گا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اس کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ گھروں سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہ ہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے وفی لایخرج من بغداد فخرج مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد حنث اور اس قسم میں کہ بغداد سے نہ نکلے گا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا وفی لایاتیہا لا یحنث الا بالوصول کما مر والفرق لا یخفی اور یوں قسم کھانے میں کہ مکہ میں نہ آوے گا اور نہ داخل ہوگا حانث نہ ہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان میں وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہیں م بحرالرائق میں ہے کہ خروج اور اتیان میں یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث کی اس واسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیۃ الحلبی **کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتی مضی العرس** لانہا ما اتت العرس بل العرس اتاہا ذخیرۃ چنانچہ زوج حانث نہیں ہوتا اگر یوں قسم کھاوے کہ اس کی زوجہ مثلاً زید کی شادی میں نہ آوے گی سو اس کی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہاں رہی یہاں تک کہ شادی ہو گئی اس واسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی میں نہ آئی بلکہ شادی اس کے پاس آئی یعنی اس کی مدت اقامت میں شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ **حلف لیاتینہ** فہو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ اولا قسم کھائی کہ اس کے پاس جاوے گا تو یہ اتیان اس کے گھر یا دکان جانے سے عبارت ہے خواہ اس سے ملاقات ہو یا نہ ہو یعنی اس کے گھر یا دکان میں گیا تو حانث ہوگا ملاقات اس میں شرط نہیں ہو یا نہ ہو **ولو لم یاتہ حتی مات احدہما حنث فی اخر حیوتہ** وکذا کل یمین مطلقۃ اما المؤقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث لیفیدانہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان

یمینہ باللہ بجر د الردۃ کما مر فتدبر اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا تو حالف حانث ہوگا آخر حیوۃ میں اسی طرح ہر مطلق قسم میں جس کا وقت معین نہیں کیا آخر حیواۃ میں حانث ہوگا اور موقت قسم میں تو آخر وقت اس کا معتبر ہے چنانچہ یوں کہنا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاوے گا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن میں حانث ہوگا پھر اگر مر گیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مر گیا تو حانث نہ ہوگا اور مصنف کا یوں کہنا کہ اخیر حیات میں حانث ہوگا اس کا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق میں مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا تو حانث نہ ہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول میں مذکور ہو چکا یمین باللہ میں اسلام شرط ہے سو اس کو غور کر وجہ غور کی یہ ہے کہ مصنف کے کلام میں موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اس واسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیأتینہ غدا ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون او نسیان بحر بحثا قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاوے گا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اس واسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع میں داخل ہیں تجویز صاحب بحر الرائق یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہو گیا تو سزاوار یہ ہے کہ حانث نہ ہو اس واسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل میں داخل ہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اس کو عدم مرض اور منع سلطان کر مفسر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی اعتزالہ ہنا فی المجتبی کما اظہرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق میں استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہے مراد لے گا تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاء بنا بر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے ظاہر عرف کے لہذا اس کی تصدیق قضاء نہ ہوگی اس واسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہیں مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کتاب مجتبیٰ میں ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ میں اس کو دو مقام میں منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں اور اسی کے مخلوق ہیں اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہے جس کو حق تعالیٰ حیوان میں پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب اور قدرت نہیں ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر میں ہے کہ قدرت عبد میں فعل سے سابق نہیں ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل میں اس کو کچھ تاثیر نہیں اس واسطے کہ افعال عباد مخلوق ہیں خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یوں ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اس واسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اس واسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر میں مرے ہیں وہ قادر نہ تھے ایمان پر اور ان کو ایمان سے مکلف کرنا تکلیف مالایطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید ان کے حق میں بے فائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اس کا غلط ہے اس واسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہیں تا اس کا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اس کے واسطے کافی ہے یعنی سلامت اعضاء اور صحت اسباب چنانچہ اس کی تفصیل علم کلام اور کتب اصول میں مذکور ہے کذا فی المنح و دلائل الاسرار والطحطاوی ولا تخرجی بغیر اذنی او الا باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی

الاذان مرۃ دین و تخل بینہ لحنثہ بعد ہا مرۃ بلا اذن کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے میں زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے میں اذن مشروط نہیں اور اگر اس کلام میں زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھے گا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہو گی نہ قضاءً اور یمین باطل ہو گی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے سے حانث نہ ہو گا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک یسقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیۃ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے کہا کہ جب بار کہ تو نکلے سو البتہ میں نے تجھ کو اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہو جاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اس کو منع کرے گا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیۃ حلف بالطلاق لاینقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ فنقل اہلہ لایحنث اور صیرفیہ میں ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر میں نہ لے جاوے گا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج بھیجا سو وہ اس کی اہل کو اسی شہر میں لے آیا تو زوج حانث نہ ہو گا اس لیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہیں ہو جاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو کذا فی المنح بخلاف **قولہ الاان اذ حتی** اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلو گھر سے مگر یہ کہ میں تجھ کو اذن دوں یا نہ نکلو تا اینکہ میں تجھ کو اذن دوں اس واسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہے م لاتخرجی الا باذنی میں ہر بار اجازت مشروط ہے اس واسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور استثناء خروج مقرون بالاذن ہے بخلاف لاتخرجی حتی اذن لک کے کہ اس میں اذن غایت ہے خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہے ہر خروج میں اذن لازم نہیں حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الاان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الاان اور حتی میں تعدد اذن کی نیت کرے گا تو اس کی تصدیق ہو گی قضاءً اس واسطے کہ اس کا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اس میں خود اس کی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح **حلف لایدخل دار فلان** یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہ ہو گا فلانے گھر میں مثلاً زید کے گھر میں تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنا بر عرف کے اگرچہ سکونت اس کی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف میں وہ گھر مراد ہے جس میں زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا روایت یا بکرایہ ہو سکونت اس کی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہرصورت جس گھر میں زید ساکن ہو گا اس گھر میں داخل ہونے سے حالف حانث ہو گا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اس میں وہ نہیں رہتا ہے تو اس کے داخل ہونے سے حانث نہ ہو گا باعتبار عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہو جاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہوں کہ حقیقی معنی اس میں داخل ہو جاویں چنانچہ یہاں دار مسکونہ میں دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہاں جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اس واسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عموم مجاز مراد ہے او حلف لا یضع **قدمہ فی دار فلان حنث بدخولہا مطلقا** ولو حافیا او راکبا لما تقرران الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یوں قسم کھائے کہ اپنا قدم نہ رکھے گا فلانے کے گھر میں تو حانث ہو گا اس میں داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونوں قدم گھر کے اندر رکھ دے تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ اس صورت میں اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اس کو دخول

نہیں کہتے ہم خلاصہ یہ ہے جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار ہونے میں ہر چند وضع قدم نہیں لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت میں ہر چند وضع قدم ہے لیکن حانث نہیں اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے باب میں معلوم ہوگا **وشرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعله فورا لان قصده المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیه وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد** اور اس قول میں کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہے یا مرد نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور عرف کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اس واسطے کہ قصد متکلم کا روکنا ہے اس وقت کے فعل سے جس کے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف کے اور مدار قسموں کا عرف پر ہے اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار میں منفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے ان کے خلاف نہیں کہا اس مسئلہ میں ہم جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلے تو تجھ کو طلاق ہے تو اگر زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاوے گی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی حنث نہ ثابت ہوگا یمین فوراً[ف] کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اس کے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر میں مطلق ہے اور حقیقت میں مقید امام نے اس کا حکم حدیث جابر سے نکالا ان سے کسی نے مدد مانگی تھی انہوں نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اس کے نصرت کی اور حانث نہ ہوئے کذا فی التبیین والکنز اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اس کے حکم نکالنے میں سبقت نہیں کی اور ان کے بعد کسی مجتہد نے ان کی مخالفت کی تحقیق علما اس مسئلہ میں عیال ہیں ابوحنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ میں علما عیال ہیں امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ **وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ ذلک الطعام المدعو الیہ** اور اسی طرح اس قسم میں کہ اگر میں اول روز کا کھانا کھاؤں تو ایسا یہ کہنا بلانے والے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا[چاشت ۱۲] کھا ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جس کے واسطے بلایا اس واسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تاکہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب میں **وان ضم الی ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فیجعل مبتدیا** اور اگر جواب میں لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں اول روز کا کھانا آج کھاؤں یا تیرے ساتھ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر میں کھاوے خواہ اس کے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہرصورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے وہ گفتگو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تھا معی کے عندی کہنا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اس واسطے کہ جب لفظ مع کا سوال میں ہوا تو مجیب کے کلام میں لفظ معک سے زیادتی لازم آئی **فی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث** اور اشباہ کی کتاب الطلاق میں ہے کہ ان شرطیہ دورنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اس نے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہ ہوگی میرے ساتھ کوٹھری میں تو تجھ کو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی **وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ واشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا** اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین میں[منافی] فور کا نہیں اور اسی طرح اگر زوجہ

ف یمین فور ایجاد امام اعظم ہے ۱۲ سب آدمی عیال ہیں ابوحنیفہ کی فقہ میں ۱۲

فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو میں یا فرض نماز میں مشغول ہوئی سوا اتنا توقف قاطع سرعت کا نہیں شرعاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آوے گی میرے ساتھ تو تجھ کو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو میں مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہ ہوگا اتنے توقف عذری سے **مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین** الا بشرطین **اذا لم یکن دینہ مستغرقا** وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اس کے مالک کی نہیں یمین کے حق میں مگر دو شرط سے جب کہ اس کا قرض مستغرق نہ ہوا اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اس وقت میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار نہ ہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور شرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اس واسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب میں مولی کی ملکیت نہیں امام کے نزدیک کذا فی المنح **حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس** عرفا من فرس وبغل وحمار **فلو رکب ظہر انسان** او بعیرا او بقرۃ او فیلا **لا یحنث** استحسانا الا بالنیۃ ظہیریہ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الھند للتعارف قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو قسم اس پر محمول ہے جس پر لوگ باعتبار رواج کے سوار ہوتے ہیں گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنابر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام میں اور ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان میں بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب میں حانث ہوگا لیکن ہند میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ رواج نہیں لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہوں گے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہیں اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند میں سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کے قسم سے اگر ان سواریوں پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم **ولو حمل علی الدابۃ مکرہا فلا حنث** کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم العربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم ہذا والیمین بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہیں جیسے اس قسم میں حنث نہیں کہ سوار ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اس واسطے کہ لغت عرب میں فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونوں کو عام ہے یہ عدم حنث اس صورت میں ہے جب کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو اس طرح پر کہ براسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال میں حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اس واسطے کہ اسپ دونوں کو شامل ہے ہم فارسی کے مانند ہندی میں بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ میں نہیں **ولو حلف لا یرکب** او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وینبغی ولو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب میں قریب آوے گا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور لبس اور کلام کی قسم میں **ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ اولا** ای وان ابتلعہ من غیر مضغ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے سے اس کو جو چبانے کے لائق ہے بواسطے اپنے منہ کے چنانچہ پہنچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چباوے یا نہ چباوے یعنی اگرچہ بدون چبائے نگل جاوے **والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف**

بازغل اور شرب یعنی پینا عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے سے اس کو جو لائق چبانے کے نہیں از قسم پتلی چیزوں کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل
پیٹ میں پہنچانا بواسطے منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو ناک سے پانی کھینچ کر پیٹ میں لے جانا یا پچکاری سے دوا پیٹ میں پہنچانا شرب نہیں فلو
حلف لاياكل بيضة حنث ببلعها جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم میں کہ انڈا نہ کھائے گا اس کے نگل جانے سے حانث ہوگا م انڈے کے مانند
بادام اور پستہ ہے طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہے اس واسطے کہ کچا انڈا لائق چبانے کے نہیں وفی لایاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصه لان المص نوع
ثالث ولوعصره واکل قشره حنث بدائع اور اس قسم میں کہ انگور نہ کھاوے گا اس کے عرق چوسنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے
سوائے اکل اور شرب کے اور انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اس کے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اس واسطے چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تہذیب
القلانسی حلف لاياكل سكرا لا يحنث بمصه وفي عرفنا يحنث اور قلانسی کی تہذیب میں ہے قسم کھائی کہ شکر نہ کھائے گا تو اس کے چوسنے سے یعنی اور اس
کے لعاب نگلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف میں یعنی مصر کے رواج میں حانث ہوگا م اصل استدراک یہ ہے کہ بعضے عرف میں چوسنے کو کھانا کہتے ہیں
تو بموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق میں حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم بمجرد معرفة الطعم وصل الی الجوف ام لا وکل
اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ وہ چیز پیٹ میں جاوے یا نہ جاوے
اور ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اس کو بالعکس نہیں یعنی ہر اکل اور شرب ذوق نہیں تو اکل اور شرب میں اور ذوق میں عموم خصوص مطلق کی
نسبت ہے ولو تمضمض للصلوة لا يحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھے گا تو کلی کرنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے
کہ اس طرح کلی کرنے سے چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنى بالذوق الاكل لم يصدق الا الدليل اور اگر حالف
نے چکھنے سے کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے یعنی چنانچہ زید سے خالد نے کہا میرے پاس کھانا کھا خالد نے کہا کہ میں
تیرے پاس نہ کھانا چکھوں گا نہ پانی تو یہاں بقرینہ سوال ذوق یعنی اکل و شرب کے ہے کذا فی النہر **حلف لاياكل من هذه النخلة** او الكرمة **فقيد حنثه**
باكله من ثمرها بالمثلثة ای ما یخرج منها بلا تغیر بصنعة جدیدة فیحنث بالعصیر لا بالنبیذ والدبس المطبوخ ولا لو وصل غصن منها بشجرة اخرى قسم کھائی کہ اس کھجور
کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاؤں گا تو متعین ہے حنث اس کی ان درختوں کے ثمر کے کھانے سے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے
بلا تغیر صنعت جدید نکلے عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے
دوسرے درخت میں م جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کی طرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوئی تھی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل
کے اس کے ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ سبب درخت ہے اور مسبب پھل بشرط
عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہے جو پھلوں کے دبانے سے نکلے دبس بالکسر اس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کھجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اس میں
انسان کو دخل نہیں لہذا اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے کچی پکی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے
پختہ کھجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور
اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت میں پیوند کی اور اس شاخ کے پھل کو کھایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے **وان لم**
يكن للشجرة ثمرة ينصرف يمينه الى ثمنها فيحنث اذا اشترى به ماكولا واكله اور اگر اس درخت محلوف علیہ کے پھل نہ ہو تو یمین
اس کی اس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاوے گی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز لے گا اور اس کو کھاوے
گا **ولو اكل من عين النخلة لا يحنث** وان نوى لان الحقيقة مهجورة ولو لحيه اور اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھاوے گا کوٹ پیس کر

تو حانث نہ ہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کیونکہ اس واسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنی درخت کے یہاں متروک الاستعمال ہیں م شارح کو لازم تھا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرۃ وہ ہے جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہے جس کا وصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہو کر مطلق دخول میں مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز زاد فی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط میں ہے کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے درخت کے کھانے کی نیت کرے گا تو اس کے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز ہیں کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے استاد یعنی صاحب بحرالرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اس کی تصدیق نہ ہو بسبب معین ہو جانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہے یعنی اگر تو کہے کہ انگور کے پتوں کو عرف میں کھاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میں جواب کہوں گا کہ اہل عرف پتوں کو تو پکا کر کھاتے ہیں یعنی اگرچہ کچا کھانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا **وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ** لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی قسم میں فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اس واسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہے تو یمین بعینہ اسی پر منعقد ہوگی نہ اس پر جو اس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ **ولا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ** لان ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتقید بہا اس قسم میں کہ نہ کھاوے گا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہ ہوگا پہلی صورت میں تر کھجور کھانے سے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں چکادی کھانے سے اس واسطے کہ یہ صفات یعنی بسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث ہوتے ہیں قسم کھانے کے باخلاف کیا امر جہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا م شیراز عبارت ہے زائب سے یعنی دودھ کو جوش کر کے اس کا پانی نکالا جائے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر میں ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا **بخلاف لا یکلم ہذا الصبی او ہذہ الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل** لفتحتین ولد الشاۃ **فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث** لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کرے گا پھر اس سے کلام کیا اس کے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو نہ کھاوے گا پھر اس کو کھایا جب کہ وہ جوان بنڈھا ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے م اس واسطے کہ ہجران مسلم شرعا ممنوع ہے تو مانع ہے عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ موجود ہو کہ داعی ہے طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاوے گی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جس کو لیاقت نہیں داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا چنانچہ (لا اکلم صبیا فکلم شابا) میں نہ معرفہ میں چنانچہ امثلہ سابقہ ہیں یعنی لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی

...ن ہے قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولے گا پھر اس کا جنون جاتا رہا اور حالف اس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولے گا پھر وہ مسلمان
...و گیا اور حالف اس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کے باعث ہے تو اس کے زوال سے یمین بھی
...ائل ہو گی **ولو لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث** وقیل لا **کلا یکلم صبیا فکلم بالغا** لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکهل الی خمسین فشیخ اور اس قسم میں
...مرد سے بات نہ کرے گا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا
...ول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اس واسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہیں قسم
...ھائی کہ صغیر سے نہ بولے گا پھر اس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اس واسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس
...ے بعد پچاس تک اس کو کہل یعنی ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈھا **او لا یاکل ہذا العنب فصار زبیبا**
...ہذا و مابعد معطوف علی قولہ من ہذا البسر مما لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاوے گا پھر وہ انگور خشک ہو گیا تو اس کے کھانے سے حانث
...نہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اس کے بعد کی مثال اللبن مصنف کے قول میں ہذا البسر پر عطف ہیں جس سے حانث نہیں ہوتا **ولا یاکل ہذا اللبن**
...**فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فرار یجا** کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاوے گا پھر وہ پنیر ہو گیا
...یا اس انڈے کو نہ کھاوے گا پھر اس کے بچے کھائے شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسی فرار یجا کا لفظ ہے بصیغہ جمع اور متن
...کے نسخوں میں جو شرح سے معرا ہیں ان میں فرخا کا لفظ ہے بصیغہ مفرد **او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا او**
...**مشمشا لم یحنث** یا اس شراب کو نہ چکھے گا پھر شراب سرکہ ہو گئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاوے گا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو
ہو گیا تو اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم الیہ
شی من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شی یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ والا فعلی بعضہ
بخلاف اس قسم کہ کھجور نہ کھاوے گا سو اس نے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ کو تو اس کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ حیس عبارت ہے کھجور کے
چورے سے اگرچہ اس کے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی میں ہے کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاوے گا سو اس میں سے کچھ تھوڑا کھایا تو
ایسی قسم میں قاعدہ کلیہ یہ ہے جو چیز ایسی ہو جس کو آدمی ایک مجلس میں سب کھا جاتا ہو یا ایک بار اس کو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اس کے کل پر ہوگا یعنی
اس کے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایک بار میں نہ کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اس کے تھوڑے کھانے میں ہوگا **وکذا**
لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ
ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاوے گا پھر اس نے پکی تر کھجور کھائی یا انگور کو نہ کھاوے گا پھر اس نے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اس
واسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہے **ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث**
باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاوے گا یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور
کھاوے گا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ اس نے محلوف کو کھایا ساتھ زیادتی کے مذنب بکسر نون مشدد اس کھجور کو کہتے
ہیں جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اس کے بالعکس ہے کذا فی المنح عن المغرب
ولا حنث بشراء کباستہ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود **بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا** لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب
تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا گدر کھجور کے گود کے مول لینے سے جس میں کچھ پکی کھجور بھی ہے اس طرح قسم کھانے

ہیں کہ پکی کھجور کو خرید نہ کرے گا اس واسطے کہ مول لینا یک بارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی
اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاوے گا پھر اس نے گدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہاں مغلوب تابع غالب کا نہیں بسبب
واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یک بارگی مانند خرید کے م کبار بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بھی اسکو کہتے ہیں یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی
میں اس کو گود کہتے ہیں یعنی جس چیز میں مجتمع ہو کر پھل پھلتے ہیں **ولاحنث فی حلفہ لایاکل لحما باکل مرقتہ او سمک الااذا نواہما ولا فی لایرکب**
دابۃ فرکب کافرا ولایجلس علی اوتد فجلس علی جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا والعرف اور حنث نہیں اس قسم میں کہ گوشت
نہ کھاوے گا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کرے گا گوشت کے لفظ میں تو البتہ حانث ہوگا اور اس میں
حنث نہیں کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھے گا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید میں مچھلی
کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑوں کو میخیں فرمایا ہے حانث نہ ہوگا بہ سبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین
فی حنثہ فی لایرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین میں ہے
اس قسم میں کہ جاندار پر سوار نہ ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اس کو نہر الفائق میں رد کیا ہے اس طرح عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے
مانند عرف قولی کے م تبیین زیلعی کی شرح کنز میں ہے کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ لفظ
حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونے کی عادت نہیں ہے یہ مخصص انسان کا نہیں ہو سکتا فتح القدیر میں کہا کہ عدم تخصیص
عرف عملی کا قول صحیح نہیں اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف
عملی سے اور نہر میں ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلافاللشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النہر **ولحم الانسان**
والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ
قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت میں داخل ہے لیکن یہ عرف کوفیوں کا ہے اور
ہمارے عرف میں کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ گوشت نہیں کہتے کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہیں سے معلوم ہو گیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار
کرے یعنی حلف میں مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اس کو حجت نہیں لہذا فتح القدیر میں مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب
عادت اس شہر کے فتوی دے جس میں قسم حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں
ہے کہ سر اور پائے گوشت ہیں اکل کی یمین میں نہ مول لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو کلے پائے کھانے سے حانث ہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدے گا تو اس کے مول لینے سے حانث نہ ہوگا وفی لاآکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لایقع علی صیدہ
اور قسم میں کہ اس گدھے سے نہ کھاوے گا تو قسم اس کی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اس کا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ
اس کتے سے نہ کھاوے گا تو قسم اس کی شکار پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے
بھینس کو یعنی اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نہ کھاوے گا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے **ولایحنث باکل**
النی ہو الاصح اور حانث نہ ہوگا کچا گوشت کھانے سے بھی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو کچا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے

لہ نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں لائے نفی نہیں ہے تو معنی یہ ہوئے کہ کتے کی قسم میں اس کے شکار پر واقع ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مترجم اول کے قلم سے لا زائد سہوا نکل گیا کیونکہ
کہ کتے کے گوشت پر قسم کسی طرح نہیں ہو سکتی جب کہ مجازی معنی لے سکتے ہوں ۱۲

کچا کھانے کی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے چڑیوں کے گوشت کھانے
سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظهر وهو لحم سمين في حلفه لا يأكل شحما خلافا لهما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بما
في العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نہ کھاوے گا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہ ہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین
کے ان کے نزدیک اس کے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنت کی چربی کھانے سے بالاتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے
اندر کا گودہ کھانے سے بالاتفاق حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جس کے
ساتھ گوشت مخلوط ہے اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو اس میں امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اس کے کھانے
سے حانث نہ ہو اور اگر فارسی زبان میں ہو تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں واليمين على شراء الشحم وبيعه كهي على اكله
حكما وخلافا زيلعي اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اس کے کھانے کی یمین کے مانند ہے حکم میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی
یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی نہ خریدے گا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنی پیٹ اور انتڑیوں کی چربی کی خرید
سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا يحنث بالية في حلفه لا يأكل او لا يشتري شحما
او لحما لانها نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نہ کھاوے گا یا خرید نہ کرے گا دنبہ کی چکی کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ چکی
چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا يحنث بخبزه ودقيقه او سويقه في حلفه لا يأكل هذا البر الا بالقضم من عينها لو مقلية كالبليلة في عرفنا اما لو
قضمها نيئة فلا يحنث الا بالنية فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہوں کو نہ کھاوے گا اسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہ ہوگا مگر بعینہ گیہوں کو چبا
نے سے حانث ہوگا اگر گیہوں بھونے ہوں جیسے ابالے گیہوں چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہوں چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی
نیت سے کذا فی فتح القدیر وفي النهر عن الكشف المسئلة على ثلثة اوجه احدها ان يقول هذه الحنطة ويشير بصبرة وهي مسئلة المختصر الثانية ان يقول هذه بلا
ذكر حنطة فيحنث باكلها كيف كان ولو نيئة او خبزا الثالثة ان يقول حنطة فيحنث باكلها ولو نيئة لا بنحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل
حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ یہ کہ کہے کہ اس گیہوں کو نہ کھاوے گا اور اشارہ کرے گیہوں کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے
دوسری وجہ یہ کہ اس کو نہ کھاوے گا بدون ذکر کرنے گیہوں کے تو اس کے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہوں کھاوے
یا اس کی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہوں نہ کھاوے گا بلا اسم اشارہ تو اس کے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ
کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعها لم يحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا گیہوں کو لو یا تو اس کے کھیت سے جو گیہوں پیدا ہوں گے ان
کے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفي هذا الدقيق حنث بما يتخذ منه كالخبز ونحوه كعصيدة وحلوى لا بسفه في الاصح كما مر في اكل عين النخلة اور اس دقیق
میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاوے گا تو حانث ہوگا ان چیزوں کے کھانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی ہیں چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ
یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوہ نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اس کی وجہ بعینہ کھجور کے درخت کھانے میں مذکور ہو چکی
یعنی کچا آٹا کھانا عرف میں متروک ہے مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتاده اهل بلد الحالف فالشامي بالبر واليمني بالذرة والطبري بخبز الارز
وبعض اهل القرى بالشعير فلو دخل بلد البر واستمر لا يأكل الا الشعير لم يحنث الا بالشعير لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین میں وہ روٹی
مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اس شہر والوں کو عادت ہوگی جس میں قسم کھانے والا رہتا ہے تو شام کا رہنے والا گیہوں کی روٹی کھانے
سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چاول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا

اور بعض گاؤں کا رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہوں کے شہر میں گیا اور ہمیشہ اس کی یہی عادت رہی وہاں بھی کہ سوائے جو کے گیہوں کی روٹی نہ کھائی تو حانث نہ ہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہوں کی ہے اس واسطے کہ اس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہے در باب یمین اس کے حق میں کذا فی فتح القدیر حلف لایاکل من خبز فلانۃ الفرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا لمن عجنتہ وہیئتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نہ کھاوے گا تو یہ قسم اس روٹی پکانے والی کی طرف پھیرے گی جو تنور میں روٹی کو لگاتی ہے نہ اس عورت کی طرف جس نے اس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور میں لگانے کے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا الفطائر والثرید او لعد مادقہ او فتہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی میں داخل ہے رقاق نہ فطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو روٹی نہیں کہتے بلکہ اس کا نام فطیر اور ثرید اور ملیدہ ہے م رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جس کو چپاتی بولتے ہیں اور فطائر جمع ہے فطیرہ کی اور فطیر[1] ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اس کو کہتے ہیں کہ روٹی توڑ کر شوربے میں تر کی جاوے وحنث فی لایاکل طعاما من طعام فلان باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو لطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم میں کہ کوئی کھانا نہ کھاوے گا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا اس کے سرکہ اور اس کے روغن زیتون اور اس کے نمک کے کھانے سے اگرچہ اس کے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اس کا نبیذ یا پانی لیا اور اس سے روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا م ہر چند طعام لغت میں ہر مطعوم کو کہتے ہیں لیکن نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے عرف میں نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہیں بولتے حموی نے لکھا تو عرف میں بدون پختہ کھانے کے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خیساندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لایاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم میں کہ گھی نہ کھاوے گا پھر اس نے گھی ملے ستو کھائے اور اس قسم مذکور میں مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہوں کہ اگر ان کو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی الجوہرۃ م اور اگر اس نے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لایاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع میں ہے قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاوے گا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا سو اس نے اس کو کھایا حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ مردار طعام نہیں والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہیں بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر م ہر چند شواء بالکسر اول لغت میں ہر بھونی چیز کو کہتے ہیں خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم میں شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاوے گا تو بھونے چاول اور ابالی دال یا چاول کھانے سے حانث نہ ہوگا ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو لودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھ ان کے عرف قدیم میں تھا اور ہمارے عرف میں تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہے م لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل نہیں تو اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی النہر الطعام یعم مایوکل علی وجہ التطعم کخبز وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق میں ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف میں ان اشیاء کو طعام نہیں کہتے ہیں کما مر

[1] اگر آٹے کو بدون خمیر کیے روٹی پکائی جاوے تو اس کو فطیر بولتے ہیں اور ہندی میں اس کو پتیری کہتے ہیں جو خلاف تنوری کے مشہور ہے

والراس لیباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبار اللعرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کے م قسم کھائی
کہ سر نہ کھاوے گا تو اس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اس کے شہر میں بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے کھانے سے
حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے
ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت ہر شہر کے فتوی دے کذافی النہر والفاکھۃ التفاح والبطیخ والمشمش
وتحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اس کے چنانچہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام
اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اس کا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہو کر بہ طریق تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ
خشک ہو خواہ تر کذافی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شریف اور لیموں اور گنا اور ہر میوہ
میں داخل ہیں کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہیں لاالعنب والرمان والرطب خلافا لہما خلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث باکل مایعد فاکھۃ
عرفا ذکرہ الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک انگور وغیرہ میوہ
ہیں اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اس کے کھانے سے جس
کو عرف میں میوہ شمار کرتے ہوں یہ شمنی نے مذکور کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو مسلم رکھا ہے والحلوی مالیس من جنسہ
حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اس کو کہتے ہیں جس کا ہم جنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے
سے م اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوے گا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہیں اور اگر انگور یا انار
یا آلو کھاوے گا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا بھی ہوتا ہے خبیص اس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی سے بنایا
جاوے کذافی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس فقی بلادنا لاحنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت
میں لوگوں کے عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہروں میں تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس
کو ظہیریہ سے نقل کیا ہے م اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوے گا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ
شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف میں شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے فانیذ ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص
بحرالرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی چیز ہے لیکن ہمارے عرف میں حلوا شہد کو کہتے ہیں جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور
حلاوہ اس کو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تاکہ بستہ ہو جاوے کذافی المنح م ہندوستان کے عرف میں حلوا عبارت
اس سے ہے کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اس میں میوے مخلوط ہوں یا نہ ہوں والادام مایصطبغ
بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جس میں روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اس
وقت صادق ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے مل جاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک ہے واسطے پگھل جانے نمک کے منہ میں تو اختلاط
روٹی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے م شارح نے یہ دفع دخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اس کا نام ہے جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک
خشک چیز اس میں اختلاط کہاں جواب یوں دیا کہ نمک منہ کے اندر پگھل کر روٹی سے مل جاتا ہے تو سالن کہنا اس پر صادق آیا لااللحم
والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہیں امام اور ابو یوسف کے نزدیک اس واسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز
نہیں جس میں روٹی ڈوبے کذافی المنح وقال محمد ہو مایوکل مع الخبز غالبا بہ یفتی کما فی البحر عن التہذیب اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن

وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحرالرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے م اور حاوی قدسی میں ہے کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابوالليث نے بھی اسی کو لیا ہے اس واسطے کہ ادام مواومت سے ہے اور مواد بمعنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اس کے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذافی النھر وفیہ فما لو کل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائرالفواکہ لیس ادامافی موضع لوکل تبعاللخبز غالبا اعتبار اللعرف اور بحرالرائق میں ہے کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہیں ہیں مگر اس مکان میں البتہ ادام ہیں یہ ماکولات جہاں روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہیں اکثر بنا براعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبہ فاکہۃ ویابسۃ ادام اور بدائع میں ہے کہ تر اخروٹ میوہ ہے اور خشک ادام ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف لایاکل طعاما والاخر بصلا والآخر فلفلا فطبخ حسوقیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لایوکل الاکذا وہذا ان وجد طعمہ ویرا فی الزعفران رویۃ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاوے گا پھر حریرہ پکایا گیا جس میں یہ سب چیزیں ہیں سو تینوں شخصوں نے اس کو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوائے صاحب فلفل کے اس واسطے کہ سیاہ مرچ نہیں کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہو کر اور یہ حانث ہونا اس وقت ہے جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہے اور زعفران کی قسم میں خود زعفران کے کھانے میں نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے یعنی اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آوے تو حانث نہ ہوگا وفی لایاکل لبنا فطبخہ بارزا ولا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ اورجلہ اوعلی راسہ لم یحنث والی راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اس قسم میں کہ دودھ نہ کھاوے گا پھر دودھ کو چاول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھے گا پھر اس کا ہاتھ یا پاؤں یا اس کا سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا م فتاوی عالمگیری میں منتقی اور محیط سے منقول ہے کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور پیٹھ کے دیکھنے سے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہے طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام میں واو بمعنی او ہے وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے میں حانث ہوگا ہاتھ اور پاؤں کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفا ای الصحیح کذافی البحر وغیرہا قال المصنف ہذا ہوالمشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لایصیر حالفا ہوالصحیح ثم فرع ان مایقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لایصح علی الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اس نے کہا ہاں تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح میں کذافی البحر وغیرہا مصنف نے شرح میں کہا کہ یہی مشہور ہے اکثر کتب فقہ میں یعنی یمین کا صحیح ہونا ہاں کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد میں یعنی صاحب بحر کے فوائد میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ہاں کہنے سے حانث نہیں ہوتا ہے یہی قول صحیح ہے پھر صاحب بحر نے اس پر تفریع کی کہ جو تعلیقات قاضیوں کی کچہریوں میں واقع ہوتی ہیں کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہے اس طرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہے پھر زوج کہتا ہے کہ ہاں تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہیں بنا بر قول صحیح کے م معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی تصحیح مختلف ہے لیکن ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ قول اول اصح ہو بدلیل شہرت چنانچہ اس کی تائید آخر کتاب الیمین میں آوے گی واللہ اعلم التغدی الاکل المترادف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولابدان یاکل اکثرمن نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تغدی یعنی اول روز کا کھانا عبارت ہے پے درپے کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہ ہوگا اور اسی طرح تعشی یعنی آخر روز کے کھانے میں اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہے اور ضرور ہے آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور

سحور میں م غدوہ عبارت ہے اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بفتح اول و مد اول روز کے طعام کو کہتے ہیں
اور عشا بفتح اول و مد آخر روز کے طعام کو بولتے ہیں اور سحور بفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہے **فی وقت خاص وہو مابعد طلوع**
الفجر وفی البحر عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطورا الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء
فیعمل بعرفہم قلت وکذالک اہل الشام **الی زوال الشمس** تغدی عبارت ہے وقت خاص میں کھانے سے اور وہ وقت خاص ہے بعد طلوع
ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہے کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی
لائق اعتماد سے بسبب عرف کے نہر الفائق میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہیں یعنی طلوع آفتاب پر ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک
پھر اس کے بعد غدا کا وقت داخل ہو جاوے تو مصر میں ان کے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اور اسی طرح اہل شام فطور اور غدا کا وقت
جدا جدا کہتے ہیں م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہیں اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہیں تو اہل ہند کا
غدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہے ثم لا بد ان یکون **مما یتغدی** بہ اہل بلدہ **عادۃ** پھر تغدی میں یہ ضرور ہے کہ ویسا کھانا ہو جس کو حالف کے اہل شہر بطور
اپنی عادت کے کھاتے ہیں **وغداء کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا** حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر میں اول روز کے کھانے
سے وہ کھانا مراد ہے جو وہاں کے لوگوں میں رائج ہو یہاں تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاوے گا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی
شرح الزیلعی م اس واسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیوں کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہاں کے شہریوں میں یہ عادت نہیں اور اسی طرح ہندی آدمی اگر کھجور
سے پیٹ بھرلے گا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم عرف کے **والتعشی منہ** ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وہو
فی عرف مصر والشام **الی نصف اللیل** اور تعشی یعنی آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک اور بحر الرائق میں اسبیجابی سے منقول ہے کہ
ہمارے عرف میں عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام میں عادت ہے م اور اہل ہند میں عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات
گذرنے تک معمول ہے **والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر** اور سحر گی اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب
تک **قال ان اکلت** او قال **ان شربت او لبست** او نکحت ونحو ذلک **فعبدی حر ونوی معینا** ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا **لم یصدق اصلا**
فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل بدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتی لا یحنث اصلا لنیتہ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر میں کھاؤں یا یوں بولا
کہ اگر میں پیوں یا پہنوں یا نکاح کروں اور مانند اس قول کے جس میں فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے
معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل میں اور دودھ کے شرب میں اور روئی کے لبس میں مثلاً تو اس کی ہرگز تصدیق نہ ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا
ہر چیز کے کھانے اور پینے سے اس واسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور میں اگر سب
کھانوں اور سارے عالم کے پانیوں کی نیت کرے گا تاکہ اصلا حانث نہ ہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل میں عموم تو ثابت تھا
اس کو اس نے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعین کی نیت کے **ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین** اذا قال
عنیت شیئا دون شیء لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور میں مفعول کو ملایا یعنی یوں
کہا کہ اگر میں طعام کو کھاؤں یا پینے کی چیز پیوں یا کپڑا پہنوں تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی جب کہ قائل یوں کہے کہ میں نے مثلاً طعام سے مدنی
کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اس واسطے کہ اس نے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اس واسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط
میں تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی میں عام ہوگا م شرط مثبت میں حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا[1] -- یوں کہنا کہ ان لبست ثوبا

[1] یعنی اگر میں کپڑا پہنوں اس کے یہ معنی کہ میں کپڑا نہ پہنوں گا ۱۲

صفت لاالبس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اس کو قبول نہ کرے گا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص الجنس کحبشیۃ او عربیۃ الا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ نیت صحیح نہیں ہوتی مگر ملفوظ میں مگر تین صورت میں بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہو گی خروج اور مساکنت کے فعل میں اور تخصیص جنس میں جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت میں جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر میں نکلوں یا زید کو اپنے پاس رکھوں تو غلام آزاد ہے پھر اس نے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹھری میں رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اس واسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح کی ہوتی ہے یعنی ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اس نے حلف کیا کہ عورت سے نکاح نہ کرے گا اور اس نے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے اس واسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کرے گا تو صحیح نہ ہو گی اس واسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہے عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہیں ہو گی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فھی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر اس نے کہا کہ میں نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاء اس کی تصدیق نہ ہو گی اس واسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسی طرح جس نے ایک انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اس کو عام قسم دلائی تو اس نے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاء بخلاف خصاف کے کہ اس کے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاء دونوں طرح درست ہے م مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اس واسطے کہ خدا کی قسم میں قاضی کا حکم جاری نہیں چنانچہ شارح بیان کرے گا صورت قسم لینے کی یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اس سے عام قسم لی اس طرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اس کی عورت کو طلاق ہے پھر اس کا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اس کی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعویٰ کیا یعنی کہا کہ میں نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلادے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہے تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے اور اگر اخذ قضاء مراد ہے تو اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اس واسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاء بقول خصاف امر بے معنی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب اخذ کا فاعل حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اس کا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ضمائر کی اس پر علاوہ ہے تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتویٰ ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتویٰ دے لیکن اس میں بھی خلل ہے کہ مفتی کو فتویٰ بالدیانۃ بھی جائز ہے یا نہیں اور معلوم ہو چکا ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہرصورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہو اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت میں اس کو اختیار ہے اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے م ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے

شخص کو سوا اس نے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم
ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے تو اگر حالف مظلوم ہے تو اس کی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا
یہ اس صورت میں ہے جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں قاضی کے
حکم کو خدا کی قسم میں م اس واسطے کفارہ یمین حق اللہ ہے اس میں حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف کے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین
باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا تعلق نہیں اس واسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہوں گے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لے گا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب
من شئ یمکن فیہ الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیے گا اس شئ سے جس میں منہ ڈال کر پینا ممکن ہے
چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اس کی اس میں منہ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہاں تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اٹھا کر پیے گا
تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول
ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں م کرع لغت میں
اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی میں نہیں پیتا
غالباً بعد اس کے کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منہ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پاؤں نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع
بالضم بمعنی پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں
وفیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبیر والجب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من ماء البئر لتعین المجاز اور جس میں منہ ڈال کر پانی پینا نہیں ہو سکتا چنانچہ کنواں
اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے میں ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا یشرب من البئر کہا ہو یا لا یشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہو جانے مجاز کے م
جب منہ لگا کر پانی پینا مقصود نہ ہوا تو مجاز متعین ہو گیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا کے اور لبالب تغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے یعنی منہ
ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہملہ بڑا مٹکا ہے جس کو مٹھورا اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں طحطاوی
نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہ ہوں جن میں منہ ڈال کر پانی پینا مقصود ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک
ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منہ ڈال کر اس میں سے پانی پیا جس میں کرع نہیں حاصل ہوتا مثلاً کنوئیں
میں اتر کے کرع کیا تو حانث نہ ہوگا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق و بقاءہا
اذ لا بد من تصور الاصل لتنعقد فی حق الحلف وہو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اس کے
باقی رہنے کے اگرچہ طلاق کی یمین ہو اس واسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں پھر
مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا م مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھیے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی
نہیں ولہذا یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا
تو حنث بھی محال ہوگا اس واسطے کہ ترک نہیں ہو سکتا مگر اسی چیز میں جس کا وجود ہو سکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی فمن حلف لا شربن ماء ہذا الکوز الیوم
ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء وصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یوم قبل اللیل او اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ
ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم میں کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج ضرور پیوں گا اور حالانکہ اس میں پانی نہیں یا اس میں پانی تھا مگر گرا
دیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرا یا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اسی دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنی اس میں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ

کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان بِر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونے کا اس کو علم ہو یا نہ ہو قول اصح میں جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقائے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اس میں پانی تھا سو اس نے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بِر کے یمین مطلق میں بمجرد فراغت ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت میں تو وجوب بِر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل از لیل یمین موقت میں حانث نہیں ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلی الصبح غدا فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اس کی یعنی امکان بر یمین کے بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث نہ ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اس واسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعاً ممکن نہیں ومنہا ان لم ترد الدینار الذی اخذتہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از آں جملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دے گی جس کو تو نے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہاں وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہے تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیر نا بدون لینے کے نہیں ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرویۃ اور از آں جملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجھ کو نہ ہبہ کرے گی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کرے گی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اس کی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لے کر اس پر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاوے گا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اس کا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہو جانے مہر کے بیع سے یعنی جب اس نے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اس کی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اس کا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہو جاوے گا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا یہ فایدہ ہے تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے از اں جملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کرے گا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاوے گا سو رات ہونے سے پہلے اسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ مارے گا یا اس کو نہ مارے گا یا اس سے بات نہ کرے گا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو اس گھر میں سوئے تو عورت اس کی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہو چلی تھی اور اس کو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی نوم ہے سو اب متصور نہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن الی السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث ما لم یمض ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ ضرور چڑھے گا آسمان پر یا واللہ ضرور اس پتھر کو سونا کر ڈالے گا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بِر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کر موقت کرے گا تو جب تک وہ وقت نہ گذر جاوے گا حانث نہ ہوگا کیونکہ آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اس واسطے صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین کے ساتھ ثابت ہے اور

پتھر کا سونا ہو جانا تحویل آلٰہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہو گی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہٰذا فوراً حانث ہو گا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اس واسطے کہ درصورت پانی نہ ہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامراتہ ان لم اعرج الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یعرج الی السماء البیت لقولہ تعالیٰ فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجھ کو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالیٰ یعنی چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاوے گا تو حانث نہ ہو گا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا مبنی یمینوں کے قاعدے سے یعنی بناء یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں مذکور ہو چکا ہے تو جس نے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اس نے بناء یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالیٰ فیحنث اور اسی طرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کرے گا اس کی موت کو جان کر اس واسطے کہ ممکن ہے قتل اس میت کا بعد زندہ کر دینے حق تعالیٰ کے پھر حانث ہو گا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت مس السماء فعبدی حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اس شخص کی موت کو نہ جانتا ہو گا تو حانث نہ ہو گا اس کے قتل کی قسم کھانے سے اس واسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اس حیات پر جو اس میں تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہیں بالفرض اگر حق تعالیٰ نے اس کو زندہ بھی کر دیا تو یہ زندگی وہ زندگی نہیں جس پر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان میں مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر میں آسمان کا چھونا چھوڑ دوں تو اس کا غلام آزاد ہے اس واسطے کہ ترک متصور نہیں امر غیر مقدور میں یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کرے گا پھر اس کو پکارا وہ سوتا تھا سو اس کو جگایا تو حانث ہو گا سو اس کے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہ ہو گا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی الفاظ شرط نہیں حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع بشرط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق مالم یرد الاستیناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہو گا تو اس کے پکارنے سے حانث ہو گا اور اگر اتنا قریب ہو کہ آواز کان لگانے سے سن سکے بشرطیکہ کلام مذکور منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اس طرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کروں تو تو طالق ہے سو تو جا یا یوں کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہو گی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کرے گا اور ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہے گا بدون فی اور واو کے تو مطلقہ ہو گی اس واسطے کہ یہ کلام جدا گانہ ہے یمین سے متصل نہیں ہم فاذہبی یا واذہبی بسبب فی اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہٰذا اس کلام سے بلا نیت استیناف حانث نہ ہو گا بخلاف اذہبی کے کہ اس میں کوئی حرف وصل نہیں تو بسبب استیناف کے حانث ہو گا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہ ہو گا کذا فی الزیلعی اور اگر سنانے کا قصد نہ ہو تو بطریق اولیٰ حانث نہ ہو گا حانث اس واسطے نہ ہو گا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہیں ہوتا اور دلیل اس کی وہ روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفانؓ سے نہ کلام کریں گے تو جب عبدالرحمٰن ان کی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یوں کہتے تھے کہ اے

دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہیں بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث میں چنانچہ بحرالرائق میں مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے پھر جب اس کا بھائی اس کے پاس آیا اُس کے پاس ایک لڑکا تھا نافہم تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کر کے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہاں تک کہ اس کے بھائی نے سنا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے بھائی سے شکایت نہیں کی کیونکہ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کرے گا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جن میں زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کرے گا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہ ہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ بائیں طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ میں دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحاوی وفی السراجیۃ سال محمد حال صغرہ ابا حنیفۃ عمن قال لا آخر واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابوحنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابوحنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت فقال ابوحنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ میں ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت میں امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے حق میں جس نے دوسرے سے کہا واللہ میں تجھ سے کلام نہ کروں گا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ میں جانتا نہیں کہ دو لفظوں میں سے کون سا لفظ میرے واسطے دردناک ہے اس کا حسنا کہنا یا احسنت کہنا تمام سوال محمد کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہے تو یہ مطلب ہے کہ تجھ سے تین بار کلام نہ کروں گا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا پھر کیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہے کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کروں گا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب میں کہا کہ تامل کر کے جواب دیجیے پوچھنے کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اس واسطے کہ ایک بار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایک بار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور انظر حسنا کہنا اس واسطے مکروہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اس واسطے برا معلوم ہوا کہ علم مسائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی میں یہ گفتگو ہوئی تو اس میں محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہیں ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لان اشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کرے گا مگر اس کے اذن سے سو اس نے اذن دیا اور حالف کو اس کا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنی اعلام ہے تو اذن میں علم مشروط ہوا مراد اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اس واسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا باذن وقوع فی الاذن سے ماخوذ ہے بہرصورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی من اعمال القلب فیتم بہ خلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کرے گا مگر اس کی رضامندی سے سو وہ راضی ہو گیا اس کے کلام سے اور حالف کو اس کی رضا کا علم نہ ہوا پھر اس نے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اس کا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اس میں مشروط نہیں الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکنایۃ کما فی التنف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی التنف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کرے گا

سلہ یعنی دوسری بار کہنے سے یمین دوسری منعقد ہوئی اور ایک بار حنث ہوا کیونکہ یہ کہنا بھی کلام ہے ۱۲ ف سوال لطیف محمد بن حسن از امام اعظم ۱۲ نہ بالسان

پھر اس کو خط لکھا یا اس کی طرف پیغام بھیجا یا اس کی طرف آنکھ یا منہ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول له کذا فکتب الیہ حنث فرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ ثم الزیحان عن الجامع انہ کالکلام خلافاً لابن سماعۃ اور خانیہ میں ہے قسم کھائی کہ اس سے نہ کہوں گا ایسا پھر اس کی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام میں کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ ثم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعۃ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام ہوا قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے معلوم نہیں ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونوں کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا ایضاً کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہے اور کلام سے بھی والاظہار والانشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضاً اور اظہار اور انشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنے سے بھی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں الشانیون ہے اور بحر الرائق میں افشاء ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اس کی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم میں کہ اس کو نہ بلاوے گا یا اس کو بشارت نہ دے گا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلاناً قدم ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجھ کو خبر کرے گا یا اعلام کرے گا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اس کے تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یوں کہا کہ اگر تو مجھ کو بقدوم فلانی یا مانند اس کے خبر کرے گا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اس واسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب میں ہم نے اس کو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث میں یعنی باء جارہ الصاق کے واسطے موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہیں ہوسکتا لہذا اخبار بالکذب اس میں مراد نہیں ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلاناً قدم میں باء جارہ مقدر ہے اس واسطے کہ حذف جار کا ان کے ساتھ مطرد ہے تو چاہیے کہ وہاں بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہوگا وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجیء فی الباب الآتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال میں کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کرے گا چنانچہ اگلے باب میں آوے گا وسال الرشید محمداً عمن حلف لا یکتب الی فلان فامر بالکتابۃ بل یحنث فقال نعم یا امیر المؤمنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمدؒ سے کہ جس نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھے گا پھر اس نے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام نے کہا ہاں یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تم سا شخص ہو م کہ بادشاہ خود نہیں لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہے کہ اشارہ اور ایماء سے حکم کرتے ہیں لا یکلمہ شہراً فمن حین حلفہ قسم کھائی کہ فلانے کے ساتھ مہینہ بھر کلام نہ کرے گا تو ابتداء مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فعلی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا یعنی یوں کہا لا یکلمہ الشہر تو اس مہینے کی باقی تاریخوں پر حنث ہوگی مثلاً پچیسویں تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی ہیں اگر کلام کرے گا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہراً فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کروں گا یا روزہ رکھوں گا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہے چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخوں میں اعتکاف کرے م اور یہی حکم ہے سال اور دن کا اور بدائع میں ہے کہ اگر کہا

پہر دن رہے قسم کھائی کہ ایک کلام نہ کرے گا تو قسم ثابت ہو گی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ماوراءہ وفیما لاینما ولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف میں یہ ہے کہ ذکر وقت کا اس فعل میں جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل میں شمول دوام کا نہیں تو اس میں ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اس وقت تک کذا فی زیلعی مثلاً اگر عدم کلام کی یمین میں مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین میں اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لایتکلم فقرأ القران اوسبح فی الصلوۃ لایحنث اتفاقا قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا پھر اس نے قرآن پڑھا نماز میں یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز میں کہا تو بالاتفاق حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ اس کو عرف اور شرع میں متکلم نہیں کہتے کذا فی المنح وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لایحنث بقراءۃ الکتب فی عرفنا انتہی وقواہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولاعلیک من اکثریۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف وقیاس علیہ القاء درس مالکن لیعکر علیہ مافی الفتح اما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی فغیر المنظوم اولی فتامل اور اگر قراءت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہو گا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسی کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور فتح القدیر میں ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقا خواہ قرأت اور تسبیح نماز میں ہو خواہ خارج نماز خواہ یمین عربی میں ہو خواہ فارسی میں اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق میں تہذیب فلاں سے منقول ہے کہ حانث نہیں ہوتا کتابوں کے پڑھنے سے ہمارے عرف میں انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ میں اس طرح کہ کہ تجھ پر اکثریت بہ تصحیح حنث کا نزد وکر نالازم نہیں باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہے ہر درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھنا بھی کلام میں داخل نہیں مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ قیاس ہے صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہو گا اس واسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہو گا سو تامل کرو تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہو گا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرأت کتب پر غیر مسلم ہے کذا فی الطحطاوی حلف لایقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءۃ فی الصلوۃ اوخارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھے گا تو حانث ہو گا قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملۃ فان نوی مافی النمل حنث والالا لانہم لایریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرأت سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہو گا اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قرأت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لایقرأ سورۃ کذا او کتاب فلان لایحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی سورت یا فلانے کا خط نہ پڑھے گا تو اس میں نظر کرنے اور اس کا مطلب سمجھنے سے حانث نہ ہو گا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الواقعات اس واسطے کہ نظر اور فہم قرأت نہیں حلف لایکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل لایمتد قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہو گا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل سے جس کو امتداد نہیں تو لیل اور نہار دونوں کو شامل ہو گا کما مر کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہو گا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہو گا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہے لہذا لیل اور نہار دونوں کو شامل ہو گا لیل اور نہار کو جدیدین بواسطے ان کے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال صحیح نہیں اس واسطے کہ لایکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہیں اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر حالف نے مثلاً پہر دن چڑھے کہا لااکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہے گی جب آفتاب غروب ہو گا تو یمین ساقط ہو جاوے گی اور جو مثال اس کی کنز وغیرہ متون میں ہے سو یوں ہے یوم اکلم فلانا فعلی الجدیدین فان نوی النہار صدق

لانہ الحقیقۃ اگر مثال مذکور میں نیت نہار کی کرے گا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لے گا تو اس کی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی اور قضاءً بھی اس واسطے کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت میں یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فکذا فھو علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس رات کہ میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر[1] مخصوص ہوگی بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں م یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب میں لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہوتا ہے نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلم قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدھما لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کما اگر میں عمرو سے کلام کروں مگر یہ کہ زید سے یا یہاں تک کہ آوے یا یوں کہا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا ایں کہ زید اذن دے یا یوں بولا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس سے بات کی قبل قدوم زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت عدم کلام کے م یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہائے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اس واسطے کہ اصل الا میں استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا مستعمل ہوتا ہے جب کہ استثنا متعذر ہو اس واسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت میں یہ مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی الخ

وان مات زید قبلھا سقط الحلف اور اگر زید مر گیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہو گئی اس واسطے کہ بر یمین کا عمل ہی نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امرأتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایۃ بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق لقدومہ بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اس واسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا کو مقدم کرے سو یوں کہے کہ اس کی عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت میں الا واسطے غایت کے نہیں بلکہ شرط کے واسطے ہے اس واسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے م الا بمعنی غایت وہاں ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اس کا محتمل نہیں لہذا یہاں بمعنی شرط ہے تو گویا اس نے یوں کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آوے گا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہوگی بلکہ اس کی موت سے ہوگی اس واسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقط والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بھا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے نہ بولوں گا یہاں تک کہ مثلا زید مجھ کو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرض دار نے قسم کھائی کہ البتہ اس کا قرض آج ادا کرے گا پھر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرض دار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جائے گی اور اصل سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہو گئی تو اس کے فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاوے گی امام اعظم اور محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ ینتھی الیمین بھا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام ببخاری فخرج منھا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتھاء الیمین کلمہ مازال اور مادام اور ماکان کا غایت کے واسطے ہے تو یمین اسی کے ساتھ آخر ہو جاوے گی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نہ کرے گا مادامیکہ بخارا میں رہے گا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہیں پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ھذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتھاء الیمین ببیع البعض اور اسی طرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاوے گا جب تک کہ فلانے کی ملک میں رہے گا سو

[1] یعنی جس روز فلانے سے گفتگو کروں ۱۲

فلانے نے اس طعام سے کچھ بچا تو الغی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حتی الیوم
او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ لبعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ لبعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجھ کو نہ چھوڑوں گا
گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یوں کہا کہ تجھ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تجھ کو حاکم کے پاس لے چلوں آج کے دن تو حانث نہ ہوگا
دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یوں کہا لا افارقک الیوم حتی
تعطینی حتی پھر وہ دن گذر گیا اور اس نے اس کو نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اس کو بعد گذرنے دن
کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اس واسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اسی دن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب
القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقیید من جہۃ المعنی بحال انکرہ کما یجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر قسم کھائی اس کی
کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازے تک کھینچ لے جاوے گا اور قسم دلا دے گا پھر اقرار کیا اس نے مال کا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہو جاوے
گی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جب کہ وہ منکر تھا چنانچہ اس کا ذکر آوے گا یمین فی الضرب کے باب میں وفی حلفہ
لا یکلم عبدہ اے عبد فلان او عرسہ او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او
عداوۃ وکلم لم یحنث فی العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور
اس قسم میں کہ فلانے کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نہ کرے گا یا اس کی زوجہ یا اس کے دوست سے یا اس کے گھر میں نہ داخل ہوگا یا اس کا کپڑا
نہ پہنے گا یا اس کا کھانا نہ کھاوے گا یا اس کے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور
میں یا طلاق دینے سے زوجہ میں یا دشمنی ہونے سے دوست میں اور کلام کیا اس سے تو حانث نہ ہوگا غلام میں اور اس کے مانند میں جو قابل ملک ہے
چنانچہ گھر خواہ قسم کے وقت اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بنا بر قوی مذہب کے یعنی خواہ یوں کہا کہ واللہ میں زید کے اس غلام سے نہ بولوں
گا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولوں گا بہر صورت اس کے بولنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک
تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگا یعنی غلام اس لائق نہیں ہوتا کہ شخص حر اس کے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو یہ قسم نہ ہوگی مگر اس کے مالک کے سبب سے
پھر جب اس کا دوسرا مالک ہوگیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی
تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم فکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی غنیۃ اور اس کے غیر میں یعنی غیر عبد کے
کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہے نہ دار اس واسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اس واسطے کہ وہ
کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہے سو خبردار ہو جا ماتن نے مثال میں اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل میں اول
عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم ثانی میں وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی
یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہیں تو اس کا حکم مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں
کیا تو اس کے ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہے تو اس کے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ
حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد میں عقل ہے کراہت ذاتی اس میں سے ممکن ہے
تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اس واسطے کہ دار میں تعقل نہیں کہ اس کے دخول سے کراہت ذاتی متصور ہو پھر
شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہے ان اشار بہذا او معین حنث لان الہجر لذاتہ ظاہر ادلم یشترط البقاء لا یحنث

وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد میں یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اس کو معین
کر دیا نام لے کر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اس واسطے کہ حر[1] بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر اشارہ نہیں کیا اور نام اس کا لیا یعنی یوں
کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کرے گا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجۂ جدید کے کلام سے
تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لایکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد ما باعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف
ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ مثلاً اس طیلسان والے سے کلام نہ کرے گا پھر اس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اس واسطے
کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کے واسطے ہے کچھ قید نہیں اسی واسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کرے گا تو حانث نہ ہوگا م طیلسان معرب
ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اس کا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرہما ستۃ اشہر من حین حلفہ
لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلالام مراد اس سے چھ مہینے ہیں ابتداء حلف سے اس واسطے چھ مہینے متوسط استعمال ہے
زمان اور حین کا م حین گاہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ فسبحان اللہ حین تمسون[2] مراد یہاں ساعت مسا ہے اور گاہے
حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر[3] انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے
چالیس سال مراد ہیں اور گاہے حین چھ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ تؤتی اکلہا کل حین[4] ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہاں چھ مراد ہیں
اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسی قدر مراد ہوگا اس لیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر
موقوف نہیں بلاقسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے پیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا
استعمال میں حین کے برابر ہے ملا اتیک مذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنح الطحطاوی وبہا ای بالنیۃ ما نوی فیہما علی الاصح
بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کرے گا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنی چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان
میں اس وقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور در صورت نیت اس کی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشہر ورأس الشہر
اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہے واولہ الی ما دون النصف وآخرہ اذا مضی خمسۃ عشر
یوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہے اور آخر
شہر اس وقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاویں تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز میں اور اول شہر کے آخر دن میں روزہ رکھے گا تو پندرھویں
اور سولھویں تاریخ روزہ رکھے اس واسطے کہ سولھویں آخر شہر کا پہلا روزہ ہے اور پندرھویں اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے کہا کہ مانن کو مناسب
تھا یوں کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اس واسطے کہ پندرہویں تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف
من حلین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اس وقت سے ہے جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہاں تک کہ پھر اس کے پہننے
کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اس کے بالعکس ہے کذا فی البدائع م فتاوی عالمگیری میں واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت
میں علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانے والا اس شہر میں رہتا ہو جہاں کے لوگوں میں گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو
جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہوں تو اس کی قسم میں وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہاں حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہے جس میں

[1] یعنی دوست وغیرہ خود قابل چھوڑے جاتے اور ترک گفتگو کے ہیں ۱۲ [2] یعنی پاکی کہو اللہ کی جس وقت تم شام کرتے ہو ۱۲ [3] آیا کیا انسان پر کوئی وقت زمانہ سے ۱۲ [4] کہ وہ درخت دیتا ہے اپنی غذا ہر موسم میں ۱۲ [5] نہیں دیکھا میں نے تجھ کو ایک وقت سے ۱۲

روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور اس کی بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک وفی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ھو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند عدم البنیۃ اور اس قسم میں کہ کلام نہ کرے گا اس سے دہر اور ابد میں عمر مراد ہے یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورت نیت اس کی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہو اس وقت ہے جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودہر منکر لم یدر وقالا ہو کالحین وغیر خاف انہ اذا لم یرد عن الامام شئی فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما نہر اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اس کی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینے پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہیں کسی مسئلہ میں تو اس میں فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق امام اعظم نے دہر منکر میں یعنی جس پر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دہر کیا ہے اس واسطے کہ استعمال دہر کا انحاء ثلثہ پر یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہیں ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اس کی تقدیر کیجیے اور اقل زمان تیقن تھا لیکن اس کی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اس واسطے لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی مقصود رہے لہذا اس میں توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین میں دخل نہ دیا اور اس میں اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ میں ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب میں اصلا نص نہ ہو تو امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اس کو حموی نے حاشیہ اشباہ میں مصرح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام مالک سے تصریح نہ ہو تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب میں اور امام مالک کے مذہب میں نص نہ پاوے تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبریل علیہ السلام ایضا اور سراج میں ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلوں میں اور لفظ لا ادری کا یعنی میں نہیں جانتا چاروں اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہے امام کرمانی میں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون سے ہیں فرمایا میں نہیں جانتا جبریل سے دریافت کروں گا جبریل نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں اپنے رب سے دریافت کروں گا پھر حق جل نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہیں اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہیں جو اول مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور آخر کو نکلتے ہیں اور مساجد کے آنے والوں میں برے لوگ وہ ہیں جو مسجد میں سب سے پیچھے آتے ہیں اور اول نکل جاتے ہیں اور حقائق میں مذکور ہے کہ اس میں تنبیہ ہے عالم اور مفتی کے واسطے کہ جو معلوم نہ ہو اس میں توقف کرے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نہ کرے اس واسطے کہ درصورت عدم علم جرأت کر کے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم میں یوں بیان کیے ہیں نظم حمل الامام ابا حنیفۃ دینہ ۔ ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ ۔ اطفال اہل الشرک این محلہم ۔ وہل الملائکۃ الکرام مفضلہ ۔ انبیاء اللہ ثم اللحم من ۔ جلالۃ انی یطیب الاکل لہ ۔ والدہر مع وقت الختان وکلبہم ۔ وصف المعلم ای وقت حصلہ ۔ والحکم فی الخنثی اذا ما بال من ۔ قربیہ مع سوالہ مازشکلہ ۔ وجائز نقش الجدار المسجد ۔ من وقفہ ام لم یجز ان یفعلہ ۔ کذا فی الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون

ف امام اعظم نے چودہ مسئلوں میں فرمایا کہ ان کا جواب میں نہیں جانتا ۱۲ ۔ لہ باعث ہوا ابو حنیفہ کو ان کا دین اسبات کا کہ فرمایا لا ادری نو سوالوں کے جواب میں اول اطفال مشرکین کا محل کہاں ہے دوزخ یا بہشت دوم فرشتے افضل ہیں یا انبیا علیہم السلام سوم گوشت نجاست خوار جانور کا کھانا کب اچھا ہوتا ہے چہارم دہر سے کیا مراد ہے پنجم وقت ختنہ کس عمر میں ہے ششم کتا معلم تعلیم یافتہ ہونے کی کب حاصل کرتا ہے ہفتم حکم خنثی مشکل میں کیا ہے جبکہ اپنی دونوں پیشاب گاہوں سے پیشاب کرتا ہو ہشتم گدھے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ہے نہم مسجد کا نقش و نگار وقف مسجد سے درست ہے یا نہیں ۱۲

والجمع والازمنۃ والاحایین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احایین اور دہر
کے الفاظ میں بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہیں اس واسطے کہ لفظ عشرہ ان الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں م یعنی ایام کے لفظ
دس روز مراد ہوں گے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احایین میں دس حین اور
دہور میں دس دہر مراد ہوں گے امام کے نزدیک اس واسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کی طرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اس واسطے کہ
لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال واربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے جیسا
احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی لا یکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو
اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولے گا تو حانث نہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہے ہاں اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کرے
گا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا یکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہوں گے اس واسطے
کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار کیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جس کے پانچ برس ہوتے ہیں
ومنکرہا ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکور جب کہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہوں گے اس واسطے کہ تین اقل
جمع ہے جب تک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ماتن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اس میں جمع منکر تین پر محمول
نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہ ہوں گے حلف لا یکلم عبیدا او عبید فلان او لا یرکب دابۃ او لا یلبس
ثیابا ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلاموں سے یا فلانے کے غلاموں سے کلام نہ کرے گا یا اس کے
جانوروں پر سوار نہ ہوگا یا اس کے کپڑے نہ پہنے گا پھر ان میں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اس کے تین غلاموں سے بات کی یا اس کے تین جانوروں پر سوار
ہوا یا اس کے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں م حانث اس واسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں
اور شارح نے عبیدا کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں ولا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ
الکل اور اگر ویسا نہ کیا اس طرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں
کی نیت کرے گا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہؤلاء م
تعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اس کے دوستوں یا اس کے بھائیوں پر ہو تو حانث نہ ہوگا جب تک کل سے کلام
نہ کرے گا جس نوع کا کہ اس نے نام لیا یمین میں اس واسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق انہوں کی ذاتوں
سے ہوگی م بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے ان ذاتوں سے جو فلانے کی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت بلفظ جمع
ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں فلانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق تصرف کے
نہیں لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حریت کے لائق تصرف ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا
لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی
یکون فیہا الجمع للواحد کما فی الاشباہ اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نہ کرے گا تو اگر اس کا سوائے ایک کے دوسرا بھائی نہ ہو سو اگر حالف اس
کو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اس لیے کہ اس نے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات

۲؎ نہیں کلام کرے گا اس سے بہت زمانے ۳؎ نہیں کلام کروں گا میں ان لوگوں سے ۱۲

اس واسطے کہ اس نے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں زوجات اور اصدقا کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ ان چاروں مسائل سے ہے جن میں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کذا فی الاشباہ ام اشباہ کی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہے جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اس کا ایک ہی ولد ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر میں رہتے ہیں اور ان میں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نہ کھاوے گا اور اس اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہو گا کذا فی الطحطاوی والاطعمة والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعهد ان امکن والا فللجنس ولو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا در صورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہے واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو جنس کی طرف منصرف ہو گا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کرے گا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ لا آکل الاطعمة تو جس طعام کی حالف کے شہر میں عادت ہو گی اسی کے کھانے سے حانث ہو گا اور اگر طعام واحد کی عادت نہ ہو تو جنس طعام مراد ہو گی اور تحقق جنس کا ایک فرد میں بھی ہوتا ہے اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یوں کہا کہ لا آکل اطعمة تو بدون تین طعام کے حانث نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین المتساویین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہے اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہے اور اخیر فرد لاحق کا نام ہے اور وسط اس فرد کا نام ہے جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو م ولد میت غیر کے حق میں ولد ہے یعنی اس کے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے حاملہ کی اور اس کے تولد کے بعد کا خون نفاس ہے اور ماں اس کی ام ولد ہو جاتی ہے اور اس کے تولد سے طلاق معلق بالولادة واقع ہو جاتی ہے لیکن ولد میت اپنے حق میں ولد نہیں یعنی اس کا نام نہیں رکھا جاتا اور اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اس کے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر ضروری ہے لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہے تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہے جس پر اس کا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان التصف باحدهما لا یتصف بالثانی ولذلک الفعل بعده لان الفعل الثانی غیر اول فلو قال آخر تزوج اتزوجها طالق فالتی اتزوجها طالق طلقت المتزوجة مرتین لانه جعل الآخر وصفا للفعل وهو العقد وعقدها هو الآخر اور قاعدہ یہ ہے کہ جو ذات کہ موصوف ہو گی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہو گی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہے وہ موصوف باخریت نہیں ہو سکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہے ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف باولیت و آخریت ہوتا ہے بسبب عدم تخالف اور تنافی کے اس واسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہے وہ غیر ہے فعل اول کے جو موصوف باولیت ہے تو اگر بولا کہ آخر جس سے نکاح کروں تو جس سے پچھلا نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہو گی جس سے دوبارہ نکاح کیا اس واسطے کہ اس نے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہے تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہے م ایک عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اس کو طلاق دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہے بعد اس کے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے پھر اس سے نکاح کرے پھر زوج مر جاوے تو وہی عورت مطلقہ ہو گی جس سے

ملہ نہ کھاوے گا کھانیں کو ۱۲

ایک بار نکاح کیا اس لیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وُہ پہلی ہو چکی اب وہ پچھلی نہیں ہو سکتی بسبب ثانی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبد اعتق لما مران الاول اسم لفرد سابق فقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جس کو خرید کروں وُہ آزاد ہے پھر اس نے ایک غلام مول لیا تو وُہ آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اس فرد کا نام ہے جو سابق ہو اور وُہ امر حاصل ہوا م قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں یہاں تامل ہے اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہے اور لاحق یہاں موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہے جس پر کوئی مقدم نہ ہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اشتری عبدین معا ثم اخر فلا عتق اصلا لعدم الفرد یۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو دو غلاموں کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے م یعنی اگر کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جس کو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اس واسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جس کو سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جس کو دیناروں سے خرید کروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درہم سے بوئے ہوں گے اور تیسرا دیناروں سے تو وُہ آزاد ہو جاوے گا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ الاحتمال ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فہو کواحدۃ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدا محذوف فہو کواحد اور کہا کہ غلام جس کو میں خرید کروں در حالت وحدۃ وہ آزاد ہے پھر اس نے دو غلام خرید کیے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولی سے اس واسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہو سکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑ سکتا بسبب ضمیر غایب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجائے وحدہ ہو گیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف الکیلات والموزونات للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جس کا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وُہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی م نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نہ کرے گا بخلاف کیل اور موزوں کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جس کا میں مالک ہوں وُہ صدقہ ہے پھر وُہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کیل اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہو جاتا ہے یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر ملا دیئے تو پورا سیر ہو جاتا ہے اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال اخر عبد املکہ فہو حر فملک عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للاخر من الاول بخلاف العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل کہا پچھلا غلام جس کا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مر گیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہاں وہ موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے

---

[1] یوں کہنا چاہیے تھا کہ اس صورت میں آزاد نہ ہوگا جیسا واحدا میں آزاد نہیں ہوتا ۱۲

کہ اس کے واسطے بعد کا ہونا مقرر نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل
المال لو الشراء فی الصحة والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید
کے وقت سے مستند ہو کر تو اعتبار اس کے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اس کی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا
م وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہے اس واسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور تحقق
متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شراء سے ثابت ہے لہذا اس کا عتق بھی وقت شراء سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق البائن بالآخر فلانا
لہا اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہوگا اگر اس نے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے م یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس
عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہ ہوگا تو اگر اس سے صحبت کی
ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آوے گا اور عدت اس کی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور
وہ وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اس کی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ اس پر
واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فثانی الثلاثة وسط وکذا ثالث الخمسة وہکذا اور فرد وسط کا بیان تو بدائع میں
یوں ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا
القیاس م جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر
جب پانچواں خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہو گیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں
متوسط ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا وسط غلام جس کو میں خرید کروں آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا
اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہوں گے یا چھ تو کوئی آزاد نہ
ہوگا کذا فی الطحاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا
ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جس کے اعضاء ظاہر ہو گئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضاء ظاہر نہ ہوں یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہ ہوگا بخلاف فہو
حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد والطلقة بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ
لڑکا جنی بعد اس کے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہو جانے مملوکیت کے مر جانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی
اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یوں بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جاوے گی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اس واسطے کہ تحقق ولد اور ولادت
کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارة عرفا اسم لخبر سار فرج الغار فلیس بشارة عرفا بل لغة ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوش خبری عرف میں اس
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کر دے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اس کو بھی بشارت کہتے
ہیں اور بنا بر لغت کے یہ قول ہے حق تعالی کا کہ بشارت دے کافروں کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج
الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین
ایسی خبر ہو کہ جس کو بشارت دی گئی وہ اس کو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبروں سے یعنی اگر چند لوگوں نے خوشخبری
سنادی تو جس نے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہیں گے نہ اس کے سوا اور لوگوں کی اس واسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال ای عبد بشرنی
بکذا فہو حر فبشرہ ثلاثة متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجھ کو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا

بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اس وجہ سے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینو المشافہۃ فیکون
کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جب تک مولی نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کرے
تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبداً آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا المرسل اور اگر مولی کے بعضے غلام
نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اس نے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہنچانے والا آزاد ہوگا یعنی اگرچہ
پیام پہنچانے والے غلام نے یوں کہا کہ فلانے غلام نے مجھ سے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اس نے پیام کو ذکر نہ کیا تو خود
پیام پہنچانے والا آزاد ہوگا وان بشروہ معاً عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشروہ بغلام علیم اور اگر مولی کو سب غلاموں نے ساتھ ہی بشارت پہنچائی
بلا تقدم تاخر سب آزاد ہو جاویں گے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوش خبری سنائی فرشتوں نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی م طحطاوی نے کہا کہ شارح آیت مذکورہ میں فبشرناہ
کہا مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں وبشروہ ہے والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہ
بخلاف الخبر فانہ یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے بائے جارہ کے اور اس کے عدم ذکر
میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ بائے جارہ مذکور ہو یا نہ ہو ہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ بائے جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور میں یعنی بائے جارہ کے ساتھ
مخصوص بصدق ہے اور بدون اس کے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ کتابت ایک قسم خبر سے مطلقاً الاعلام لا بد
فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کے لفظ میں صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون بائے
جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اس واسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہیں کذا فی البدائع قاعدۃ النیۃ اذا
قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء فنعم بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہے کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید
کرنا مثلاً بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتہا والرق
غیر کامل کام الولد لا یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہو اس
طرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا مقارن ہو علت کی در حالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد میں تو کفارہ دینا صحیح نہیں بعد تمہید قاعدہ
مذکور کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اس پر متفرع کیا فصح شراء الاب الکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ
یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ
مذکورہ کے بلا شبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا نہ خرید کرنا اس غلام کو جس کی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے م چنانچہ
کہا کہ اگر میں فلانے کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہیں اس واسطے کہ شرط صحت اتصال
نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال میں یمین ہے اور خرید علت نہیں بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارۃ بشرائہا لنقصان رقہا اور صحیح نہیں کفارہ کے واسطے
خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا جس کی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے مول لے کر بسبب ناقص ہونے اس کی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح
کیا پھر کہا اگر میں تجھ کو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اس کو خرید کیا تو بمجرد خریدنے کے وہ آزاد ہو جاوے گی بسبب پہلے

جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہ ہوگا اس واسطے کہ حریت اس کی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہ ہوا اس وجہ سے کہ مملوکیت اس میں ناقص ہے حالانکہ قاعدہ میں مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ کما تناب و ومنہ ناذیا عند القبول بخلاف ارث لما مر یعنی بخلاف اس کے یہ ہے کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر میں تجھ کو خرید کر دوں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اس کو خرید کیا اس واسطے کہ یہ تحریر کفارہ کے واسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت میں قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اس میں قرآن نیت کا کافی نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی م شرح زیلعی میں مذکور ہے کہ اگر اس کے قریب نے اس کو غلام ہبہ کیا یا اس کے واسطے غلام کی وصیت کی سو اس نے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہیں کذا فی الطحاوی و عتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسرا ہا وہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ میں حرم بناؤں کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جس کو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اس کے ملک میں تھی اس وقت یعنی اس کی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک میں لا العتق من اشتراہا فتسراہا آزاد نہ ہوگی وہ لونڈی جس کو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اس کو حرم بنایا اس واسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں وثبت التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے م تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین و تشدید راء مہملہ و یائے تحتیہ بمعنی حرم ہے یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف میں آوے سریہ سرور سے ہے اس واسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اور اخفاء سے اس واسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اس کو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحاوی ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اس نے حرم بنایا اس لونڈی کو جو اس کی ملک میں تھی یا اس لونڈی کو جس کو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اس کی مطلقہ ہوگی اور غلام اس کا آزاد ہو جاوے گا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے م ایک عالم ہم عصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ اس نے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہ ہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اس واسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اس کی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اس واسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروہ ومدبراتہ الذکور لا الاناث وامہات اولادہ لملکہ یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اس کے سب غلام اور مدبر اور اس کی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاویں گی بسبب ان کے مملوک ہونے کے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اس کی تصدیق کی جاوے گی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں م یعنی اگر مولی کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں کی تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاء

اس واسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقاً تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مخلوط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبۃ الا بالنیۃ و معتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یداً نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اس کا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہے وہ مکاتب کے مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف و فی الفتح ینبغی فی کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام لولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہے لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اس واسطے کہ ام ولد میں رقیت کم تر ہے مکاتب سے ہذہ طالق او ہذہ و ہذہ طلقت الاخیرۃ و خیر فی الاولیین و کذا العتق و الاقرار لان او لاحد المذکورین و قد ادخلہا بین الاولیین و عطف الثالث علی الواقع فکان کما لو قال احدکما طالق و ہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کر کے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی تو مطلقہ ہوگی اور اس کو اختیار رہے گا پہلی دو عورتوں میں جس کو چاہے ان میں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اس واسطے کہ لفظ او جس کا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکورہ میں سے ایک امر کے واسطے ہے اور اس کو زوج نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اس مطلقہ پر جس پر ان دونوں میں سے طلاق ہوتی ہے تو قول مذکور اس قول کے مانند ہو گیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے اور عتق کی مثال یوں ہے کہ مولی نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانچ سو درم محمود کے ثابت ہوں گے اس اقرار سے اور باقی پانچ سو میں مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح و لا یصح عطفہ الثالثۃ و ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی المفرد اور صحیح نہیں تیسری عورت کا عطف کرنا اس دوسری پر بسبب لزوم خبر ڈالنے مفرد کے مثنی سے تم یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت میں تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اب تردید واقع ہوگا فقط اولی کے درمیان میں اور ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان میں ساتھ ہی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہیں اس واسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و ہذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبراً فان ذکر بان قال ہذہ طالق او ہذہ و ہذہ طالقان او قال ہذا حر او ہذا و ہذا حران فانہ لا یعتق احد و لا تطلق بل یخیران اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ و طلقت الاولی وحدہا فان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران و طلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اس وقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اس کو مذکور کیا اس طرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونوں آزاد ہیں تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا اور نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاوے گا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونوں غلام آزاد ہوں گے اور پچھلی دونوں عورتیں مطلقہ ہوں گی حلف لا یساکن فلاناً فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لان الثانی ورجحہ قسم کھائی کہ نہ سکونت کرے گا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے

نزدیک نزد ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے م اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا افادت وہاں بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث و بہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تا کہ میں تجھ کو ماروں تو تو آزاد ہے مثلاً پھر غلام آیا سو مولی نے اس کو نہ مارا تو حانث ہو گا ابی یوسف کے نزدیک نہ امام محمد کے نزدیک اور یہی - -
قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصحہ الثانی وابطلہ الثالث و بہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا و سکت ثم قال وکذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیہ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے میں یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اس کو باطل کہا ہے امام محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہ ہو گا اس طرح کہنے میں کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ م شارح کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اس کا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اس کے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہہ کر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اس نے بعد اس کے کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوئی اور ان دونوں عالموں کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے میں ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اس قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین کے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہو گا یہ اختلاف صاحبین کا اس وقت ہے جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں اس کا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل

فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع واجارۃ لا حنث بفعل مامورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اسباب میں یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جس کے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو امر پر حنث نہیں ہوتا اس کے مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جس کے حقوق امر سے متعلق ہوتے ہوں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جس کے حقوق نہ ہوتے ہوں جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو اس میں امر حانث ہو گا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اس واسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے م عقود تین قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جن کے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہیں بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اس کے دوسری قسم وہ ہیں جن کے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جس کے واسطے عقد ہوا ہے اس سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جن میں کچھ حقوق نہیں چنانچہ اجارہ اور ابراء اور وقف کذا فی المنح عن البنایۃ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ونحوہ البتہ لعوض ظہیریہ حانث ہو گا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اس قسم کے لوگوں میں ہو بذات خود کرتے ہوں بیع میں اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ م قسم کھائی کہ بیع نہ کرے گا تو اگر حالف خرید فروخت

کرنے والوں میں ہوگا تو بذات خود بیع اور ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اس کی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسی طرح عقود آئندہ میں سمجھنا چاہیے **والشراء**
منہ السلم والاقالۃ قیل **والتعاطی** شرح وہبانیہ اور شرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح
الوہبانیہ م ظہیریہ میں عدم شراء کے حلف میں اس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے تو لفظ سابق اقالہ نہ ہوا ہوتو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اس کا حذف کرنا اولی ہے
والاجارۃ والاستیجار فلو حلف ولو بوجود مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کثرکما فی ابدی الناس وکذا اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنو فیہ ذخیرہ اور بذات
خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے سے حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دے گا اور اس کے مکانات میں جن کو اس کی زوجہ نے اجارہ دیا اور ان کی اجرت زوجہ نے اس
کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ ان مکانات کو ان کے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے اس مہینے کے کرایہ لینے سے جس میں لوگ سکونت کر چکے ہیں
حانث نہیں ہوتا بخلاف اس مہینہ کی اجرت لینے کے جس میں انہوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اس واسطے کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت تجدید اجارہ دینا ہے
لہذا حانث ہوگا **والصلح عن مال** قیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی
قید اس واسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے م قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کرے گا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعویٰ کا تو حانث خود صلح کرنے
سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اس کے دعویٰ کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور
وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اس وقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کی طرف سے ہے تو مطلقاً حانث ہوگا برابر ہے خود صلح کرے یا
وکیل کی صلح سے کذا فی الطحاوی عن البحر **والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد** ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور
خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اس واسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنے کا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے
مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جس کا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اس کے مارنے کا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور
مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحاوی من القہستانی **وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث**
بالمباشرۃ وبالامر ایضاً لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نہ کرتے ہوں
تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اس کے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہ قصد
کرے کہ نہ خود کرے گا نہ اس کا مامور کرے گا تو صحیح ہے **وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب** وقیل العبرۃ للسلعۃ فلو مما یشتریہا بنفسہ لم یحنث بالوکیل
والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہوگا ہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض
اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا متاع اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اس کو خرید کرتا ہو بسبب اس کی عمدگی اور خوبی کے
تو اس میں وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا **ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لم یقل وکیلہ لان من ہذا**
النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اس واسطے کہ اس نوع میں استقراض
بھی داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں م تو وکیل استقراض میں اس واسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجھ کو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل
ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اس طرح کہ فلانا شخص تجھ سے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے وکیل نہیں اور رسالت استقراض
میں جائز ہے جس کو مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی **فی النکاح لا الانکاح** حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کر دا
دینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کروں گا تو اگر بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اس نے اس کا عقد کیا دونوں صورت میں حانث ہوگا اور اگر فضولی
نے اس کا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور نظم کے

کرے گا نکاح نہ کر دے گا تو اس میں اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا قبلہ تعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقاً اس طلاق اور عتاق میں جو واقع ہوئے ہوں بسبب اس کلام کے جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق میں قولی کی اس واسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہیں ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی کے طلاق دی اور زوج نے اس کو باجازت فعل جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دے گا یا آزاد نہ کرے گا بعد اس کے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہ ہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کا مراد ہے اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے میں اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبۃ العوض ہو م یہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول میں شارح بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہاں موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود میں داخل کیا جن میں اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے میں اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض میں قبول نہ ہوا ہو م نہر الفائق میں کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قبل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے میں اور بعضوں کے نزدیک زوجہ کے مارنے میں بھی م نہر الفائق میں کہا کہ ضرب زوجہ بعضوں کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہے اور بعضوں کے نزدیک ضرب ولد کے مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر میں اور کپڑا سینے میں اگرچہ اس کو خوب نہ کرنا جانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے میں اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے میں اور کسی کی ودیعت قبول کرنے میں وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے میں بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ میں بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہیں تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا اتباع صاحب نہر اس کو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ میں مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور بعد نکاح میں وکیل محض سفیر ہے تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ میں ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ میں اس کی تصریح آوے گی اور اغلب کہ تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل میں ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اس کی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے میں اور کفن دینا کسوۃ میں داخل نہیں مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے والے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اس کو لباس نہ دے گا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دے گا تو حانث نہ ہوگا مگر یہ نیت مذکور اس واسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہیں والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادے گا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل اجارہ ہے اس واسطے کہ اجارہ کی صورت میں وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا چنانچہ قبل اس کے مذکور ہو چکا وذکر مصنف فی المنح بنفاد اربعین اور بحر الرائق میں اشیاء مذکورہ سے جن میں اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور کیا ہے م نہر الفائق ان امور سے جو البس امر کو مذکور کیا ہے بائیس تو یہی امور ہیں جن کو مانن نے مذکور کیا ہے باقی مذکور ہوتے ہیں ہدم قطع قتل شرکت ضرب نہ وجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیہ نظم والدی ما الاحنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الاقل مشیر الی حقہ فیما نفی فقال ~~ بفعل وکیل لیس یحنث حالف بیع شراء وصلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ والحنث فی غیرہا اثبت اور نہر الفائق

میں شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے ان مسائل کو جن میں وکیل کے فعل سے حنث نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ کم ہیں اس طرف اشارہ کردیا
ہے کہ ان کے سوا باقی مسائل میں حنث ثابت ہے وکیل کے فعل سے تو یوں کہا ہے کہ وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا حالف بیع شرا صلح مال خصومت اجارہ
استجارہ ضرب ولد قسمت میں اور ان مسائل کے غیر میں حنث ثابت ہے **ولام دخل بعد ما جرہ اقتضی الاتی علی فعل** اراد بدخولہا علیہ قربہا منہ ابن کمال **تجری فیہ**
النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصباغۃ وبناء اقتضی ای اللام **امرہ** ای توکیلہ **لیخصہ بہ** ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص **ولا یتحقق الا بامرہ المفید**
للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہو اس فعل پر جس میں غیر کے واسطے نیابت جاری ہے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور
مقتضی ہوگا اس کے امر کو یعنی اس کے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کرے فعل کو ساتھ اس کے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اس واسطے
کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اس کے امر کے جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہیں ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت میں لام کا لفظ مبتدا
ہے اور خبر اس کی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہے کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے
متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے م عینی نے کہا لام
سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محلوف علیہ کے امر میں یہ شرط ہے کہ اس نے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر
اس کا مراد نہیں **کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ** لانتفاء التوکیل **سواء ملکہ** ای المخاطب ذلک الثوب **او لا بخلاف ما لو قال**
ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ اسی تو اس یمین ان بعت لک ثوبا میں یعنی یوں کہنے پر کہ اگر بیع کروں تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہ ہوگا اگر اس کو بدون امر
مخاطب کے بیچا بسبب نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اس کپڑے کا مالک ہو یا نہ ہو بخلاف اس کے کہ یوں کہے ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ
ہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اس کے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اس کا م ان بعت لک ثوبا میں لام اس فعل کے قریب
واقع ہوا ہے جس میں غیر کی نیابت ہو سکتی ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہو گیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے
متکلم کو وکیل کرے گا تو اس کی بیع سے حانث ہوگا جیسے اس کی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا **فان دخل اللام علی عین** ای ذات **او علی فعل لا یقع** ذلک الفعل
عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ **کاکل وشرب ودخول وضرب الولد** بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ **اقتضی** دخول اللام **ملکہ** ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ
کمال الاختصاص سو اگر لام داخل ہو یمین پر یعنی ذات پر یا اس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہیں ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہیں ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا
اور ولد کا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اس کی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اس واسطے
کہ مالک ہونے میں نہایت اختصاص ہے م لام ہر حال میں اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت میں اختصاص امر کی طرف منصرف ہے اور یہاں ملک کی طرف **فحنث**
فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب بان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین میں ان بعت ثوبا لک
یعنی اگر میں بیچوں کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اس کے امر کے بیچے گا یہ مثال ہے یمین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہے اس
واسطے کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر میں وہ کپڑا بیچوں جو تیرا مملوک ہے م تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اس کے امر سے بیع کرے گا تو حانث نہ ہوگا **ولم یذکر دخولہ علی فعل**
لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب **قولہ ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون**
الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام بنا قرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال
اس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہیں ہوتا اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ
کے مملوک ہونے کی اشتراط میں ان اکلت لک طعاما یعنی اگر میں کھاؤں تیرا خاص کھانا یا پیوں مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالوں میں اس کا مقتضی ہے

کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو جیسے ان اکلت طعاما لک میں ملک مخاطب کا مقتضی ہے اس واسطے کہ لام یہاں اسم سے قریب ترہے بہ نسبت فعل کے اور
قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے م منح الغفار میں مذکور ہے ہرچند یہاں لام ظاہر میں اکل سے متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی لہذا ملکیت
طعام اس میں شرط نہ ہوئی واما ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص بہ اور ضرب الولد کی مثال میں تو حقیقت ملک متصور نہیں بلکہ اختصاص ولد کا
ساتھ والد کے مراد ہے م تو اپنے خاص والد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک جیسے ام ولد کا وہ ولد جس کا دعوی دو شریکوں نے کیا تو اس
کی ضرب سے حانث نہ ہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد میں ملک متصور نہ تھی
لہذا شارح نے اس کی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار میں کلام باقی رہا حموی نے کہا اس دار کے دخول سے حانث ہوگا جس کا اختصاص مخاطب سے ثابت
ہے یعنی وہ دار جو اس کی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ
کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اختصاص لام جب اس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا لام
متوسط ہو درمیان فعل اور اس کے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہے اور دونوں صورت میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہیں سو اگر نیابت کا محتمل ہو اور
دونوں کے درمیان میں پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دے گا اور اگر اس کی حنث کی صورت کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اس شخص کے جس کی ضمیر
ہے خواہ عین اس کا مملوک ہو یا نہ ہو اور یہ خصوصیت بدون اس کے امر کے حاصل نہیں اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ
ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہے کہ عین اس کا مملوک ہو خواہ فعل اس کے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہیں تو اس کے حکم
میں افتراق نہ ہوگا لام کے توسط اور تاخر میں بلکہ حانث ہوگا جب کہ اس فعل کو کرے گا خواہ اس کے امر سے خواہ بدون امر اس واسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہیں
ہوتا اس کا انتقال غیر فاعل میں ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہو گیا کہ یہاں لام واسطے اختصاص عین کے ہے تاکہ اس کا کلام لغو ہونے سے محفوظ
رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای ما مر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء ودیانۃ ودین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان
الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کرے گا تو اس کی تصدیق قضاء اور دیانۃ کی جاوے گی اس امر میں جس میں تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط
دیانۃ تصدیق ہوگی اس امر میں جس میں آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضاء کا فرق یمین باللہ میں حاصل
نہیں ہوتا اس واسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہیں م تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا اس کے امر کے بیچا مسئلہ اولی میں اور اختصاص سے ملک
کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اس کے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ میں اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہو
گا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی میں اختصاص سے امر کی نیت
اور مسئلہ ثانیہ میں اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ اس نے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء تصدیق نہ ہوگی
واسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار لغیرہ للحالف اجیز لعدم
ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کما مر لے کہا اگر میں غلام کو بیع کروں یا اس کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کی بیع منعقد کی بشرط
اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہ ہوگا اگرچہ غیر نے بعد اس کے اجازت بھی دی
ہو قول اصح میں چنانچہ اس میں حانث نہیں ہوتا اگر یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے یعنی پھر اس کو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو حانث
نہ ہوگا بسبب اس کے عدم ملک کے نزدیک امام صاحب کے اس واسطے کہ خیار شرط مشتری اس کی ملک میں داخل ہونے سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی م یہ کہ
حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام صاحب کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرط پائی گئی اس واسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہیں بشرط اس کے

کے الاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اس کی ملک کے دخول سے مانع ہے امامؒ کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اس کی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد
سید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاوے گا اور عتق واقع ہو گا تو اسی طرح تعلیق میں بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق وقید بالخیار لانہ لو
ال بعتہ فھو حر فباعہ بیعًا صحیحًا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وبحل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اس واسطے کہ اگر یوں کہے گا
اگر میں اس کو بیع کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کو صحیح بیع کر کے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہ ہو گا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقیق جزا
ون ملک کے نہیں ہوتا اور یمین باطل ہو جاوے گی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد
الموقوف لا الباطل لعدم الملک وان قبضہ اور حالف حانث ہو گا دونوں صورتوں میں یعنی بیع اور شراء کی یمین میں حانث ہو گا بیع اور شراء فاسد اور
وقوف نہ حانث ہو گا بیع اور شراء باطل سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اس میں قبض سے ملک ہو جاتی
ے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلاً غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے اس کی طرف سے قبول چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی
ف سے غلام آزاد ہو جاوے گا کذا فی النہر ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض ومکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہ
و گا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے م قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کرے گا پھر اس نے مدبر کو خرید کیا تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ مدبر محل بیع نہیں
یکن چونکہ مدبر کی بیع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جس کے مذہب میں مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دے گا تو اس وقت میں حالف
لبتہ حانث ہو گا اسی طرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہ ہو گا لیکن اگر مکاتب کا مالک اس کی بیع کی اجازت دے گا تب حالف حانث
ہو گا اس واسطے کہ کتابت فسخ ہو گئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہو گئی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان بعت منک شیئاً
انت حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر میں تیری
ذات سے کچھ نصف یا ثلث بیع کروں تو تو آزاد ہے پھر آدھی لونڈی اس کی اس زوج کے ہاتھ بیچی جس کے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ
کے ہاتھ اس کو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہو گا اور اگر اس کو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہو گا اور فرق دونوں صورتوں کا ظہیریہ میں مذکور ہے م
ظہیریہ میں وجہ فرق یوں مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع
ہو گا جو مقدم ہے اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق میں ممکن نہیں کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فھو علی الصحیح دون
الفاسد فی الیمین اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد سے نہ مقید کیا مگر اس واسطے کہ یوں قسم کھانے میں کہ نکاح نہ کرے گا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو
نکاح صحیح نکاح پر محمول ہو گیا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کرے گا تو صحیح نکاح سے حانث ہو گا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم
او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والہبۃ
والاجارۃ کبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھے گا یا روزہ نہ رکھے گا یا حج نہ کرے گا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہو گا نہ فاسد سے اس
واسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہو گا تو فاسد کے کرنے سے یمین
تحل نہ ہو گی یعنی حنث نہ ثابت ہو گا بخلاف بیع کے اس واسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ہبہ اور
اجارہ مانند بیع کے ہے ہبہ فاسد اور اجارہ فاسد سے بھی حنث ہو گا ولو کان ذلک کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فھو علیہما ای الصحیح والفاسد
لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی سے ہو جیسے ان تزوجت یا ان صمت تو وہ دونوں پر محمول ہو گا یعنی نکاح صحیح
اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونوں سے حنث ثابت ہو گا اس واسطے کہ زمان ماضی قسم اخبار ہے یعنی ماضی سے خبر دینا متعلق کا مقصود ہوتا ہے

نہ حلت اور ثواب اور نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونوں پر برابر بولا جاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے اس واسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یوں مثال دینا تھا کہ ما تزوجت و ما صمت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ماضی کی یوں مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر میں نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی بدائع پھر اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کرے گا تو اس کی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اس واسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اس واسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مرتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہراً یہی حکم صوم اور صلوٰۃ میں بھی ہے کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیراً مطلقاً فلا کتابت بالمقید فتح او استولدہا الامۃ حنث لتحقق الشرط لفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حر فدبرہ او استولدہ عتق اگر میں نہ بیچوں اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولیٰ نے آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہو جانے سے یعنی بسبب اعتاق تدبیر مطلق یا استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہاں تک کہ اگر یوں کہے گا اپنے مملوک سے کہ میں تجھ کو بیع نہ کردوں گا تو تو آزاد ہے پھر اس کو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس لیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے مدبر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہ ہوگا کذا فی الفتح اس واسطے کہ مقید میں قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موہوم اور معتبر نہیں تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اس واسطے کہ وہ امر موہوم ہے ہم شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اس طرح کہ وہ مرتد ہو جاویں اور دار الحرب میں جا ملیں اور پھر گرفتار ہو آویں اور مولیٰ کے مملوک ہوں یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیوں کر ہوگا شارح نے اس کا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہیں طحطاوی نے کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء ببیع المدبر تاکہ پورا دفع دخل ہو جاتا فقالت لہ امرأتہ تزوجت علی فقال کل امرأۃ لی طالق طلقت المحلفۃ بکسر اللام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی وفی جامع قاضی خان وبہ اخذ عامۃ المشائخ وفی الذخیرۃ ان فی الحال الغضب طلقت والالا کہا اس سے اس کی عورت نے کہ تو نے مجھ پر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اس واسطے کہ کل امرأۃ میں وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہیں اس واسطے کہ بقرینہ دلالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضی خان میں ہے کہ اس قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ میں یوں تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب میں یہ حلف کیا تو بھی مطلقہ ہے اور نہیں تو وہ مطلقہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اس صورت میں ہے جب زوج نے اس کی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو باتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل لہ الک امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فقال کل امرأۃ لی فہی کذا لا ہذہ تطلق المرأۃ لان قولہ غیر ہذہ المرأۃ لا یحتمل ہذہ المرأۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوائے اس عورت کے سو اس نے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ قول اس کا غیر ہذہ المرأۃ احتمال نہیں رکھتا ہذہ المرأۃ کا یعنی جب کہا سوائے اس عورت کے تو یہ عورت اس کو شامل نہ رہی تو کل امرأۃ کے تحت میں نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یوں ہوئی کہ کل امرأۃ غیر ہذہ المرأۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہاں کل امرأۃ میں محلفہ داخل ہے فرع تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہیں بسبب فوت ہونے

۱؎ میں نے نکاح نہیں کیا اور روزہ نہیں رکھا ۲؎ اور نہیں معتبر ہے تکرار مملوکیت کی بسبب مرتد ہو جانے کے اور نہ بسبب حکم دینے قاضی کے واسطے بیع مدبر کے ۱۲

محل یمین کے نحو ان لم تصبی ہذا فی ہذا الصحن فانت طالق فکسرتہ چنانچہ زوج کا یوں کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گرادے اس صحن میں تو طالق ہے پھر عورت نے اس کو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا متصور ہوا وان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا کہ اگر تو نہ جاوے کہ اس کبوتر کو لادے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی محرم عورت سے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر دوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ یمین اس کی منصرف ہوئی اس کی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کرے گا تو اس کے باہر عقد کرے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے م بحرالرائق میں ہے قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کرے گا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونوں کوفہ میں ہیں تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونوں وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کر دیں تو حالف حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امراتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر میں ثیب سے نکاح کروں تو اس کی عورت مطلقہ ہے پھر اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہ ہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بعد قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیوں سے نکاح نہ کرے گا اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہ ہوگا زید کی اس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اس واسطے کہ حاشیہ شلبی میں فتح القدیر سے یہ منقول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولے گا اور زید کا کوئی ولد نہیں پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کی النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذا الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر میں کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اس کے غیر کا پھر اس گھر میں حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے م یعنی حالف نے آپ کو قول مذکور میں بلفظ معرفہ نہیں مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہو گیا یعنی احد کے لفظ میں جس کا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی شامل ہو گیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری و دارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر میں یا تیرے گھر میں تو حنث نہ ہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اس کو مناسب تھا کہ یوں کہتا لا یحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یوں کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر میں مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت میں نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کی طرف تو حالف اس کے چھونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ سر متصل ہے حالف سے بنابر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی ہے داری کی اضافت سے اور اس کو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلے طلاق میں اشباہ کی طرف

سلہ محن بفتح میم وسکون حاء دوم بمعنی طبق بزرگ ۱۲

اشارہ کرے الا بالنیۃ و فی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کرے گا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اس کی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہو گا یعنی حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کرے گا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یوں تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کرے گا اس مرد کے غلام سے جس کا نام محمد بن احمد ہے تو جس کا نام محمد بن احمد ہوگا اس کا غلام اسی میں داخل ہوگا کذا فی الملتقی

قلت فی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان ظہیریہ شارح کہتا ہے اشباہ میں ہے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا میں واقع ہو یعنی معرفہ اس نکرہ میں داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل میں واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر میں تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اس کی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اس کی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث میں ہے م حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بنا بر خطاب لیکن وہ جزا میں واقع ہے تو اس کا دخل اس نکرہ کے تحت میں جو شرط میں واقع ہے ممتنع نہیں اس واسطے کہ وہ جملے مانند دو مختلف کلاموں کے ہیں اور اسی طرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت میں واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہیں اس واسطے کہ ایک ہی جملہ میں یعنی شرط میں دونوں واقع ہیں

و یجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بیت اللہ بعض المساجد لم یلزمہ شی اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول میں کہ مجھ پر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے اگر راہ میں سوار ہو اس واسطے کہ اس نے نذر مذکور میں نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کرے گا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضاء نہ دیانۃ اس واسطے کہ اس نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا م مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہیں اور کہے گا تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ میں مصرح ہے اس واسطے کہ ایجاب حج عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اس کے استلزام کے نہیں اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہے یعنی علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ میں مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہو گیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی الفتح

ولا شی بقولہ علی الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یوں کہنے میں کہ مجھ پر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہیں نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کوئی وجہ فرق کی نہیں سوائے عرف کے

لا یعتق عبد قیل لہ ان لم احج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد واتی بشاہدین فشہدا بنحرہ اضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہ ہوگا وہ غلام جس سے یوں کہا گیا یعنی اس کے مولی نے کہا کہ اگر میں اب کے سال حج نہ کروں تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ میں نے حج کیا اور غلام اس کے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دو گواہوں نے کوفہ میں اس کی قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اس کے قائم ہونے کے نفی حج پر اس واسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت میں داخل نہیں اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر میں م ہر چند ظاہر میں اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اس واسطے کہ کوفہ بہت دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ میں ہو اس کا پہنچنا

اس سال کی حج میں نہیں ہو سکتا اور اثبات قربانی کا تامی سے متعلق نہیں تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہو گئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہیں اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ گواہی نفی پر نہیں بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لایصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھے گا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اس کے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اس واسطے کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی النہر ولو قال لا اصوم صوماً او یوماً حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور اگر کہا کہ لا اصوم صوماً یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحاً ذکر کیا یا یوں کہا کہ نہ روزہ رکھوں گا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم تر سے اس واسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہیں ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوماً میں لفظ یوم کا خود صریح ہے تقدیر مدت میں کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد التصور بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ ضرور روزہ رکھے گا اس دن میں حالانکہ بعد کھانے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہو جاوے گا اس واسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہیں بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی میں ہم یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی میں متصور ہے یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اس کا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اس ناسی کا بعد زوال کے جو نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامراتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء وغیر قائم اصلا فلا یتصور لوجہ اور وہ یعنی مثال مانند اس مثال سابق کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھے گی تو تو مطلقہ ہے پھر اسی وقت اس کا حیض جاری ہو گیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یہ یمین صحیح ہے تو زوجہ اس کی فی الحال مطلقہ ہوگی اس واسطے جاری ہونا خون کا مانع صلوٰۃ کا نہیں چنانچہ استحاضہ میں بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیے گا اور حالانکہ اس میں پانی نہیں اس واسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اس میں مطلقاً موجود نہیں تو یہ یمین کسی وجہ سے متصور نہیں وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم میں کہ نماز نہ پڑھے گا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنے کے اس لیے کہ صلوٰۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اس واسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ میں نہیں ہے فتح القدیر میں کہا حق یہ ہے کہ ارکان حقیقۃ نماز کے پانچ ہیں اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق میں اس کی رکنیت معتبر نہ ہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق میں قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولیٰ حنث میں اس کا اعتبار نہ ہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا باولی شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھے گا تو تو آزاد ہے آزاد نہ ہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ہو اگرچہ اس مثال میں حنث رکعت اولیٰ پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدوں دو رکعت کے شرعاً تحقق رکعت اولیٰ کا متصور نہیں اس واسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کرے گا تو غلام آزاد نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی لا یصلی صلوٰۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین میں کہ لا یصلی صلوٰۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اس نے قعدہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا ہے کہ وہ رکن اصلی نہیں نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلاً نہ پڑھے گا تو اس کے حانث ہونے میں تشہد مشروط ہے ہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اس واسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھا دے گا تو حانث نہ ہوگا تا وقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نہ کرے گا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یوم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان وصلیۃ قصد ان لا یوم احدا لانہ امہم اس قسم میں کہ کسی کی امامت نہ کرے گا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اس کے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اس نے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا بسبب اس

واسطے حانث ہو گا کہ وہ امام ان کا ہو گیا اس واسطے کہ امامت میں نیت امامت کی شرط نہیں وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لا یوم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق ہو گی اگر اس کی نیت کرے گا یعنی اس نیت میں دیانۃ تصدیق ہو گی کہ کسی کی امامت نہ کرے گا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یوم احدا لا یحنث مطلقا لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر دیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کرے گا تو کسی طرح حانث نہ ہو گا نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیوں کی صحیح ہو گی اگرچہ نماز جمعہ میں یہ واقع ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ میں جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہیں ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں بسبب اس کے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کی طرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہیں بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اس کی جماعت کرنے سے حانث ہو گا اگرچہ امامت کرنا نوافل میں ممنوع ہے ہم جماعت نفل کی اس وقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی فی فروع مسائل ملحقۃ بشارح ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھے گا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی اور مولی نے اس کا انکار کیا تو آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ اس پر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کرے گی تو تو طالق ہے سو اس نے قضاء کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہو گی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام فقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اسکے وقت سے مؤخر نہ کرے گا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اس کو قضا کیا باقانی نے اس کے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اس کا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف میں اس کو مؤخر کہتے ہیں اگرچہ قضاء کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہوئیں تو طہارت دونوں سے ہو گی م قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس کی ناک سے خون نکلا پھر اس نے پیشاب کیا پھر اس نے وضو کیا تو حانث ہو گا اس واسطے کہ دونوں حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اس دن میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھے گا اور اپنی عورت سے قربت کرے گا اور غسل نہ کرے گا تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا کہ اس میں اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہے تو غروب تک تین نمازیں ہوئیں اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہے تو بہر صورت حانث ہو گا خواہ دن نہا دے خواہ رات میں حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کرے گا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہو گا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہ ہو گا م لا یحج اور لا یحج حجۃ کا حکم برابر ہے بخلاف صلوۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری ومات بہا سنۃ سبع وتسعمائۃ اور عدم حج کی حلف میں حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہے امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط[1] کے حانث

---

[1] کعبہ کے گرد ایک پھیرا لگانا شوط کہلاتا ہے ۱۲

نہ ہوگا یہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہے منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے اور وہ بخارا کے فقہاء کبار میں سے تھے اور پانچ سو سات ہجری میں وہی وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرا اور حانث نہ ہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف میں یہاں تک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من معزولک فثوبی ای صدقۃ النعدن بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہے یعنی صدقہ ہے جس کو میں مکہ معظمہ میں تصدق کروں پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اس کو کاتا پھر اس کا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اس کو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہے امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اس کی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے نہ اور جگہ م جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اس کا مصرف سوائے مکہ کے اور کہیں جائز نہیں بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلف یعنی بقولہا فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا ولقولہ فی دیار المدینۃ لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں ملک زوج کی اس کی حلف کے دن شرط کی ہے اس واسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہے ہمارے ملک میں یعنی مصر میں اس واسطے کہ وہاں عورت اپنی کتان اور روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک میں اس واسطے کہ وہاں عورت اپنے زوج کے کتان کو کاتتی ہے کذا فی النہر حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنے گا پھر اس کے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ عرف میں اس کو لابس یعنی پہننے والا نہیں بولتے ہیں کما لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جس کو فلانے نے بنا سو اس نے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا ہوگا تو اس کے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اس واسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر عمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذہب ولو رجلا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عند ہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم میں کہ زیور نہ پہنے گا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے میں جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مصرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذان کان مصنوعا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بہ کخلخال ولو سوار حانث نہ ہوگا حلف مذکور میں چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اس کی حلت کے مردوں کے حق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کی صورت پر بنی ہو اس طرح پر کہ اس میں نگین ہو مانند عورت کے تو اس کے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا ملمع ہو تو لائق یوں ہے کہ اس کے پہننے سے حانث ہوگا کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہے خواہ چاندی کے ہوں خواہ سونے کا م ہرچند سونے چاندی کا زیور مردوں پر حرام ہے فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہے واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ ان کے حق میں زیور کامل نہیں اگرچہ زینت سے خالی نہیں لہذا اس کے پہننے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کحنث او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر

لا یحنث فی الصور الثلثۃ کما لو فرج المشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھے گا زمین پر پھر بیٹھا اس چیز پر جو حائل ہے جالس اور زمین میں اور زمین سے جدا ہے جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سووے گا اس فرش پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اس پر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اس پر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہ ہو گا ان تینوں صورتوں میں چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہو گا بنابر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور استر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخرین حنث مطلقا للعموم وفی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجواہرۃ علی المعرف اور اگر اخیر دونوں مثالوں میں فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یوں کہے لا یجلس علی فرش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہو گا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری میں سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ میں اس کو معرفہ پر محمول کیا ہے بخلاف ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو والی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام فیصح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سووے گا اس چارپائی کی پٹیوں پر یا اس ناؤ کے تختوں پر پھر ان پر فرش بچھایا اور اس پر سویا تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ تختوں پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہے ایسی عبارت ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں لیکن لائق یوں ہے کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کی جاوے چنانچہ یوں کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں صاحبان فہم پر اور چنانچہ یوں ہی موجود ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخوں میں سو خبردار رہنا لفظ بخلاف کا اس کا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابق کے مخالف ہے حالانکہ دونوں میں عدم حنث ثابت ہے لہذا شارح نے اس پر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہے اس میں یہ عبارت متن میں داخل نہیں بلکہ شرح میں داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہرصورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہیں واللہ اعلم ولو جعل علی فراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر لباط حصیر حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف امر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سووے گا اور اس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اس پر بیٹھا یا سویا تو حانث ہو گا اس واسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہو گا عرف میں بخلاف اس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اس میں عرفا حانث نہیں م قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اس پردہ کا نام ہے جس میں نقوش ہوں اور اسی طرح مختار الصحاح میں تصریح ہے اور ہمارے عرف میں قرام کو ملاءۃ کہتے ہیں جو فرش پر بچھایا جایا ہے کذا فی النہر ملاءۃ کا ظلم میم ومد لغت میں چادر کو کہتے ہیں کذا فی المنح حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی لباط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلے گا پھر زمین پر جوتیاں پہن کر چلا یا پتھروں پر چلا تو حانث ہو گا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہ ہو گا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی ثوبک او فراشک فکذا اعتبر اکثر بدنہ کما زوج نے زوجہ سے اگر میں تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤں تو تو مطلقہ ہے تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہو گا یعنی اگر اس کا بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہو گی اور اگر فقط اس کے فرش پر سر رکھا یا اس پر بیٹھا تو مطلقہ نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

ف یعنی جو مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے اس کے بعد اس کو بیان کیا جائے کہ لفظ خلاف صحیح ہو ۱۲ نہ بدیاسنا

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

مما یاسب باان یترجم بمسائل شتیٰ من الغسل والکسوۃ یہ باب ہے ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم میں شارح کہتا ہے مناسب یوں تھا کہ اس باب کو مسائل شتیٰ کے تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہے والاصل ہنا ان ماینذا رک المیت فیہ الحی ای یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بالحیوۃ وہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقیید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ یہاں یہ ہے کہ جس امر میں مردہ شریک ہے زندے کا تو اس میں قسم دونوں حالتوں میں واقع ہوتی ہے موت میں بھی اور حیات میں بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہنچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او کسوتک او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتاقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یوں کہے گا کہ اگر میں تجھ کو ماروں یا تجھ کو کسوت دوں یا تجھ سے کلام کروں یا تیرے پاس آؤں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہاں تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کرے گا تو حانث نہ ہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے ثم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یوں ہے کہ اگر میں تجھ کو ماروں یا کسوت دوں یا تجھ سے کلام کروں یا تیرے پاس آؤں یا تیرا بوسہ لوں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اس کا آزاد ہے پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہ ہوگا ضرب اس واسطے میت میں نہیں ہو سکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے یا استعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہیں اور میت کو جو عذاب قبر میں ہوتا ہے تو اس کو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ میں ایسی حیات عطا ہوتی ہے جو آنکھ سے معلوم نہیں ہو سکتی اور کسوت کی مفہوم میں تملیک معتبر ہے اور میت لائق تملیک کے نہیں اور کلام سے غرض افہام ہے اور موت اس کی منافی ہے اور دخول سے مراد یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہیں اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ میت کو سماعت نہیں تو فہم بھی نہیں اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشوں کو کنوئیں میں ڈالوا کر اس سے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اس کو تم نے سچا پایا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ مردوں سے کلام کرتے ہیں یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ تر نہیں سنتے ہو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری میں دوسری حدیث ثابت ہے کہ عائشہ رضی صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتوں سے رد کیا اول آیت یہ ہے کہ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو سنا نہیں سکتا ان کو جو قبروں میں ہیں اور ثانی آیت یہ ہے وانک لا تسمع الموتیٰ یعنی مقرر تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندوں کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضیٰ رضی سے منقول ہے کہ قبرستان میں پکار کر فرمایا کہ تمہاری عورتوں کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات میں اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر تمہاری ہے ہمارے پاس سو ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ تکلم اور سماع ہوئی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے بنابر اعجاز کے تاکہ کافروں کو حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ اس کو دفن کرکے پھرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہے جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہے تا حدیث اور آیتوں کے مضمون میں اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اس واسطے کہ دونوں آیتیں عدم سماع موتیٰ کی مفید ہیں انتہی کلام الفتح نہر الفائق میں کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتیٰ ثابت نہیں

ہو سکتا چنانچہ بنابر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہیں اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت
دوسری حدیث صحیح سے ہو سکتی ہے کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں نم کنومة العروس یعنی اب آرام سے سو
جیسے دولھا سوتا ہے ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مومن کامل عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم
لوگ اہل تقلید ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے بجز ان فقہا کے ہم مقلد ہیں جب ان کے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اس میں زیادہ
گفتگو اور تفتیش کرنا بے موقع ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل والباس الثوب کحلفہ لایغسلہ ولا یحملہ لایتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اٹھانے
اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یوں قسم کھائی کہ مثلاً زید کو غسل نہ دے گا یا اس کو نہ اٹھا دے گا تو یہ یمین مقید بحیات نہیں یعنی اگر زید کے مرنے
کے بعد اس کو غسل دے گا یا اٹھا دے گا یا اس کو چھوئے گا یا کفن پہنا دے گا تو حانث ہو گا اس واسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت
ان میں شریک ہے زندہ کا یحنث فی حلفہ ولو بالفارسیة لایضرب زوجتہ فمد شعرہا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو ممازحا فلانا لما صحح فی الخلاصة حانث
ہو گا یعنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ مارے گا پھر اس کے بال کھینچے یا اس کا گلا دبایا یا اس کو دانت سے کاٹا یا اس
کے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہوں بخلاف اس قول کے جس کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے م خلاصہ اور بحر الرائق میں جامع قاضی خان سے اور
فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچا اور گلا دبایا اور کاٹا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہے تو حانث ہو گا اور اگر
بلا غضب کی حالت میں ہے تو حانث نہ ہو گا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بلا رد شارح کو اس کی مخالفت کرنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی
والاقرب... لیس القصد شرطا فیہ ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیة والسراجیة اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضوں نے
کہا قصد شرط ہے بنابر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین کیا ہے واما الایلام فشرط یفتی ویکفی جمعہا بشرط اصابة بدنہ کل سوط
اور درد پہنچانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑوں کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے م قسم کھائی کہ
مثلاً سو کوڑے زید کو مارے گا پھر سو کوڑے اس نے جمع کیے اور زید کے ایک بار مارے تو حانث نہ ہو گا بشرطیکہ ہر کوڑا اس کے بدن پر لگ جاوے
اس طرح پر کہ ان کے اطراف قائمہ یا اعراض لمبسوطہ بدن پر لگیں بشرط تکلیف کذا فی الفتح واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمة ریحان فخصوصیة
لرحمة زوجة ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالی کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ میں مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام
کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھیں ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو گئی تھیں وہاں دیر
لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب ماروں گا حق تعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان ان کو ماریں اور ایک روایت
یہ ہے کہ درخت کی شاخیں ماریں خلاصہ سوال یہ ہے کہ تم نے ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب میں تکلیف کہاں شارح نے
جواب دیا کہ یہ امر مخصوص ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام
میں ممنوع ہے علی الخصوص در صورت روایت شاخوں کی ضرب کے تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیل میں اس آیت کی رخصت پائی ہے کذا فی الفتح
الطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرة فہی علی الکثرة والمبالغة کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لاحیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ
مارے گا یا قتل کرے گا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یوں قسم کھانا کہ البتہ اس
کو مارے گا یعنی کوڑوں سے کذا فی البحر یہاں تک کہ وہ مر جاوے یا یہاں تک کہ وہ مقتول ہو جاوے یا یہاں تک کہ اس کو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ
رہے نہ مردہ تو یہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقة اور اگر یوں کہا کہ

البتہ اس کو مارے گا یہاں تک کہ اس کو غش آجاوے یا یہاں تک کہ وہ فریاد کرنے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اس کو غش نہ آوے
یا فریاد نہ کرے یا نہ رووے قسم پوری نہ ہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وھو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا لانہ قد عقدہا
یتصور السماء اگر نہ قتل کروں زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اس کی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اگر نہیں جانتا ہے
تو حانث نہ ہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہے صعود سما کی حلف کے قریب حلف لایقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات
بہا حنث کحلفہ لایقتل یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ
بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانے کو کوفہ میں نہ قتل کرے گا پھر اس کو کوفہ کے دیہات میں مارا اور وہ کوفہ میں مر
گیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم میں کہ نہ قتل کرے گا اس کو جمعہ کے دن پھر اس کو زخمی کیا پنج شنبہ کے دن اور مر گیا وہ جمعہ کے دن تو حانث
ہوگا اور اس کے بالعکس میں یعنی کوفہ کے مارنے میں اور دیہات کے مرنے میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی میں اور
مکان معتبر ہے مثال اول میں بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریہ ۔م قریات کوفہ کو سواد اس واسطے کہا کہ وہ شدت
سے سرسبز ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربہ اولا اور ظہیریہ میں ہے اگر تو نہ آوے گا میرے پاس تا میں تجھ کو ماروں
یہ قسم اس کے آنے پر ہے خواہ اس کو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے م حتی اس مثال میں لام سببی کے معنی میں ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود
سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان رایتہ لاضربنہ فعلی التراخی مالم ینوالفور اگر میں اس کو دیکھوں گا تو البتہ اس کو ماروں گا تو یہ مارنا دیکھنے
پر معمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے گا اور اگر فی الحال کی نیت کرے گا تو اگر بعد دیکھنے کے نہ مارے گا تو حانث ہوگا
ان رایتک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض لایقدر علی الضرب حنث اگر میں تجھ کو دیکھوں سو نہ ماروں تو ایسا ہو پھر حالف نے اس کو دیکھا اپنے مرض
کے ایسے حال میں کہ اس کو قدرت نہیں ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر میں تجھ سے ملاقات کروں سو نہ
ماروں تو ایسا ہو پھر اس کو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہ ہوگا کذا فی البحر اس واسطے کہ اتنی دور دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے ہیں الشہر وما فوقہ ولو
الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ اولا یکلمہ الی بعید او الی قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید
وہذا بلا نیۃ مہینہ اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید میں داخل ہے اور مہینے سے کم تر مدت قریب میں داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور
اس قسم میں معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کرے گا یا مثلاً زید سے کلام نہ کرے گا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے
ہے اور لفظ عاجل بعید کے مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے م اگر قسم کھائی کہ قریبًا یا عاجلًا یا سریعًا قرض ادا
کرے گا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعیدًا یا آجلًا ملاقات کرے گا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث
ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت میں وان نوی بالقریب او البعید مدۃ معینۃ فعلی مانوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور
بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونوں میں نیت کی تو اس کی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت
دنیا مراد لے تو بھی صحیح ہے اس واسطے دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت میں حالف پر تخفیف ہوگی اس میں
دیانۃ تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر م درصورت تخفیف دیانۃ تصدیق کرنا بحر الرائق میں بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے اس کو
بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لایکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم وکذا فی البحر عن الظہیریہ
وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کرے گا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اسی قدر معتبر ہے اور اگر

پھر نیت نہیں کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم م ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار کو ملوان کہتے ہیں وکذا لو قال احد عشر و بالواو احد و عشرین و لبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حالف نے کہا کذا کذا یوما تو گیارہ دن مراد ہیں اور واو عاطفہ سے یعنی یوں کہا کذا و کذا یوما تو اکیس دن مراد ہوں گے اور لبضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہیں بر فی حلفہ لیقضین دینہ الیوم او قضاہ بنہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال متخففۃ للغیر وحق المکاتب بدفعہا بار ہوگا یعنی حانث نہ ہوگا اپنی اس قسم میں کہ البتہ آج کے دن اپنا دین ادا کرے گا اگر اس نے دراہم بنہرجہ یا زیوف یا بیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب ان کے پہنچانے سے آزاد ہو جاوے گا بنہرجہ وہ دراہم ہیں جن کو سوداگر نہ قبول کرتے ہوں اور زیوف وہ دراہم ہیں جن کو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے م بنہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہیں لیکن بنہرجہ میں چاندی کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت میں اس کا دینا لینا رائج نہیں اور زیوف میں غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت میں اس کا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی میں نہیں لیتے اس واسطے کہ وہاں کھرا مال لینا متعاد ہے ہر چند بنہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہیں لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہیں کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے ان کو تو جائز ہے اور اسی طرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے لہذا اگر ان کا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ بنہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی النہر الفائق لا یبر لو قضاہ رصاصا او ستوقۃ وسطاعش لانہما لیسا من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہما فی صرف وسلم لم یجز بار نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اس نے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جن کے بیچ میں غش ہوتا ہے ادا کیا اس واسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر ان کو صرف اور سلم میں دیجے تو جائز نہیں م ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دونوں طرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان البنہرجۃ اذا غلب غشہا لم تؤخذ واما الستوقۃ فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم بنہرجہ میں جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اس واسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلہ م اگر بنہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو ہے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جن میں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے م امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجائے جید دراہم کے ہیں پانچ صورتوں میں پہلی یہ ہے کہ ایک مرد نے گھر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اس کو لے گا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اس نے کھوٹے درم دیے تو مکفول عنہ سے کھرے درم لے گا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اس کو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کرے گا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہ ہوگا پانچویں یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اس نے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کرنے کے اس کو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اس سے کھرے درم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بر المدیون فی حلفہ لیقضین الدین لا فیقضین مالک الیوم فجاء فلم یجدہ ودفع القاضی ولو لم یکن ثم قاض حنث یفتی کذا فی المنح حانث نہ ہوگا قرض دار قرض خواہ سے یوں قسم کھانے میں کہ البتہ ادا کرے گا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اس نے قرض خواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اس مکان میں جہاں قاضی نہیں تو حانث ہوگا اس پر فتوی ہے کذا فی بغیۃ المفتی وکذا لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لا کذلک لا یبر ظہیریۃ اور اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر اس سے قرض خواہ کو پایا پھر اس کو مال دیا سو اس نے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اس نے اتنا قریب

رکھ دیا کہ اس کا ہاتھ پہنچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور ایسا نہ ہو یعنی اتنی دور رہو کہ اس کا ہاتھ نہ پہنچ سکے تو بار نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ
وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان بارّ بالتقاضی بیدہ الرفع الی الوالی اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ البتہ کوشش کرے گا اس دین کے ادا کرنے میں
جو اس پر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادائے دین کے بیچ ڈالے اس مال کو جس کا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا
کی وکذا بر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ بہ ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسی طرح بار ہوگا یمین مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین
کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہے جس میں مقابلہ اور معاوضہ حاصل ہوتا ہو اس واسطے کہ ادائے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہے م یعنی اگر قسم کھائی
کہ زید کا دین آج ادا کرے گا پھر اس نے کوئی چیز زید سے بعوض اس کے دین کے بیچی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے دین ادا کر دیا نقد دینا
کچھ ضرور نہیں اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہے مثلاً یعنی طالب دین نے اپنے دین والے کی لونڈی سے اور اپنا دین اس کا مہر ٹھہرایا
تو دین ادا ہو جاوے گا حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ او ہبہ
کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادائے دین نہیں اس واسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ
نہیں یعنی یہ فعل ہے قرض خواہ کا اور ادائے دین حالف کا فعل ہے سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم امکان البر مع ہبۃ الدین
وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اس وقت میں تو حانث ہوگا اگر یمین موقت ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ
ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے بقاء یمین کی چنانچہ وہی شرط ہے ابتداء یمین کی
چنانچہ مسئلہ کوزے میں مذکور ہو چکا اگر یمین موقت ہے اس طرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کرے گا تو بعد ہبہ کر دینے دین کے حانث نہ ہوگا اور
اگر مطلق یمین ہے اس طرح کہ فلانے کا دین ادا کرے گا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اس واسطے کہ مطلق میں امکان بر بقاء یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتداء
یمین میں شرط ہے اور جب کہ حالف نے قسم کھائی تھی اس وقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذر اس مدت کے جس میں
حالف ادائے دین پر قادر تھا بسبب نہ پائے بر یمین کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم
او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنابر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی
کہ البتہ اس کا دین ادا کرے گا کل پھر آج اسکو کر دیا یا قسم کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کرے گا پھر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی
کو کھاؤں گا کل پھر اس کو آج کھا گیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ تینوں صورتوں میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا
حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض برّ وان قضی عنہ متبرع لا بر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کرے گا پھر اس
نے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائے دین کا حوالہ کیا پھر قرض خواہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی طرف سے کسی
شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اس واسطے کہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیہا حلف لا یفارق
غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ من الملازمۃ حتی ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں
ہے قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑے گا یہاں تک کہ اپنا قرض پا وے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرض دار کو دیکھتا ہو اور اس کی حفاظت
کرتا ہو تو وہ اس کا چھوڑنے والا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرض خواہ سو گیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اس کو باتوں میں لگایا یا اس کو کسی نے اس
کے ساتھ رہنے سے روکا یہاں تک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہ ہوگا تمام منح الغفار اور بحر الرائق میں یراہ و یحفظہ ہے بدلہ واو عاطفہ کا ترجمہ
کیا ولو حلف لیعطینہ کل یوم درہما فمر بہا یوم ولم یعطہ ایسا عند الغروب او عند دار شا) فقال فاذا لم یعطہ یوما ولیلۃ عن رتبۃ درہم لم یحنث اور اگر عودت

کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس کو ہر روز ایک درم دیا کرے گا پھر گاہے اس کو غروب کے وقت درم دے یا عشاء کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخوں میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسی کو اختیار کیا **حلف لایقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض لبعضہ لایحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث** وہو قبض الکل بصفۃ التفرق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم قبضہ کرے گا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لے گا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفرق کے **لایحنث اذا قبضہ بتفرق ضروری** کان یقبضہ کلہ بوزنین لانہ لایعد تفریقا عرفا مادام فی عمل الوزن قسم مذکورہ میں حانث نہ ہوگا جب کہ قرض کو تفرق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اس واسطے کہ عرف میں اس کو تفرق نہیں کہتے جب تک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اس واسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اس قدر تفرق ضروری مستثنیٰ ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **لایاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والاجمعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لایحنث** ظہیریۃ وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لے گا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یک بارگی پھر حالف نے اس میں سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جس طرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یک بارگی تو حانث نہ ہوگا کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ اس نے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا ہی شرط نفی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلہ عدم حنث میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لے گا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جس طرح چاہے لے **کما لایحنث من قال ان کان لہ الا مائۃ او غیر او سوی مائۃ فکذا ایملکہا** ای المائۃ **او لبعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوۃ والا لا** چنانچہ حانث نہیں ہوتا وہ شخص جس نے کہا کہ اگر میرے ملک میں درم ہوں مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوائے سو درم کے ہوں تو ایسا ہو حانث نہ ہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اس واسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اس جنس سے ہو جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور نہیں تو حانث نہیں م یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہ ہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہنچے اور اگر زیادتی زکوۃ والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح حتی لو قال امراتہ کذا **ان کان لہ مال ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث** خزانۃ الاکمل یہاں تک کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس کے پاس مال ہو اور حالانکہ اس کے پاس اسباب اور زمین اور گھر ہیں لغیر تجارت کے تو حانث نہ ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا مال اسی کو کہتے ہیں جس میں زکوۃ واجب ہے **حلف لایفعل کذا ترک ابدا** لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کرے گا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کرے گا تو اس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اس واسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اس نے یوں کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ میں نہ مارے گا یا کلام نہ کرے گا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا مگر نکرہ صریحہ میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اس کے محیط میں سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی **فلو فعل المحلوف علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ** وما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پھر اگر قسم مذکور کھا کر محلوف علیہ کو ایک بار کیا مثلاً ضرب یا کلام ایک بار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئے منعقد نہ رہے اور جو کہ ابن مالک شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جس کی توضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی المنح فلو فعلہ م

اخری لا یحنث الا فی کلھا پھر بعد کھل جانے یمین کے اگر دوسری بار فعل کرے گا تو حانث نہ ہو گا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہو گا اس واسطے
کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو قید الیمین بوقت کو اللہ لا افعل الیوم فمضی الیوم قبل الفعل
بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یوں کہا کہ اب نہ کروں گا آج کے دن پھر دن گزر گیا قبل فعل
کے تو حانث نہ ہو گا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ بر لتحقق العدم ولو جن الحالف فی یومہ
حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہو گیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہو گا بسبب محقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون
ہو گیا حالف اس دن تو حانث نہ ہو گا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی النہر موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام نفی میں ہے
نہ منفی صورت اس کی یہ ہے قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤں گا پھر اسی دن حالف مجنون ہو گیا اور اس نے نہ کھایا تو حانث ہو گا اگر
نفی کی صورت میں جب کہ مجنون ہو گا اور نہ کھاوے گا تو بلاشک حانث نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص
والواحد ہو المتیقن ولو قیدہ بوقت فمضی قبل الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان یقع الیاس بموتہ او لفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز زیلعی
اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کرے گا تو باز ہو گا اپنے یمین میں ایک بار کے کرنے سے اس واسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے
اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت سے مقید کیا پھر وقت گزر گیا قبل فعل کے تو حانث ہو گا اگر امکان یمین باقی رہا ہو گا اور
اگر امکان باقی نہ رہا ہو اس طرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع ہو گئی ہو تو یمین اس کی باطل ہو جاوے گی چنانچہ مسئلہ
الکوز میں مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدۃ تقید حلفہ بقیام ولایتہ بیان لکون الیمین
المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اس کو اطلاع کر دیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہ حلف اس کی حکومت کے قائم
رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسد
ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی والداعر بدال مہملہ وعین مہملہ بمعنی مفسد ہے وینبغی تقیید
یمینہ بفور علمہ واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم حالف کے اور جب کہ یمین ساقط ہو گی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ
یمین کا نہ ہو گا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بمجرد دخول
مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز ہے کذا فی العنایہ والزیلعی تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایۃ
کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلیٰ منصب کی طرف تو
یمین مذکور باقی ہے بسبب اس کی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح م طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر
کی تو لفظ فتح کا بعد لا تعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول
عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی
قبیل سے چند مسائل ہیں جن میں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے ان میں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول
سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اس مال ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے
باہر نہ جاوے بدون اس کے اذن کے تو مقید ہو گا نکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقاً اس واسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر
اس شخص سے جس کو قدرت ہے روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا تخرج امراتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ

بخلاف لاتخرج امرأتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکور ہیں سے یہ مسئلہ ہے اگر قسم کھائی کہ نہ نکلے گی عورت اس کی مگر اس کے اذن
سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلے گی عورت اس کی گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب
عدم دلالت تقیید کے کذافی الزیلعی م یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا
کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت اس واسطے کہ بعد انقضائے عدت کے اس کی عورت نہ باقی رہے گی حلف لیہبن فلانا فوہبہ
له فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کرے گا فلانے کو پھر اس کے واسطے ہبہ کیا سو اس نے قبول نہ کیا تو حانث نہ ہوگا
اور اسی طرح حکم ہے ہر عقد تبرع کا جس میں احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف
البیع ونحوہ حیث لایبر بلاقبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف
نفی میں م مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذافی النہر اور طرف نفی کے یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ نہ کرے گا
تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذافی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل
مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ
الموہوب له شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن مالک فلیحفظ اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب له کا شرط ہے حنث
میں تو اگر حالف ہبہ کرے گا غائب موہوب له کو تو حانث نہ ہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذافی شرح ابن مالک تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لایحنث
فی حلفہ لایشم ریحانا بشم ورد ویاسمین والمعول علیہ العرف فتح اور اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھے گا حانث نہ ہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگھنے
سے اور اس میں معتمد علیہ عرف ہے کذافی فتح القدیر م مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک
ریحان وہ ہے جس کی شاخ اور پتی خوشبودار ہوں وغیرہ ذلک من الانزال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے
ریحان حماحم[1] مراد ہو بسبب عرف کے کذافی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی اور مروا بولتے ہیں
ویمین الشم تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لایشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع
ہوتی ہے بالقصد سونگھنے پر تو حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھے گا پھر اس کو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہو گئی بو اس کے دماغ میں
کذافی الفتح ویحنث فی حلفہ لایشتری بنفسجا او وردا بالشراء ورقہما لا دہنہما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید کریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب
کی پتیوں کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے م بنات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہے نہ تیل پر یہ عرف ہے
صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں عرف بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اس واسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہے
نہ فقہا مصنفین کے عرف پر حلف لایتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لایحنث بہ یفتی
خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کرے گا پھر اس کا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو حانث ہوگا اور اجازت
فعل سے حانث نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے کذافی الخانیہ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھ دیا کہ میں نے نکاح قبول
کیا تو بھی حانث نہ ہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اس کے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے م طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح لفظ بہ یفتی کو اجازت
قولی کے پاس ذکر کرتا اس واسطے کہ خانیہ میں فتوی کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہے نہ اجازت فعلی میں وتوزوجہ فضولی ثم حلف

---

[1] بفتح حاء مہملہ اول وکسر حاء دوم بمعنی لبنانی اور یامی جس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں ۱۲

لا اتزوج لا یحنث بالقول ایضاً اتفاقاً لاستنادها لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اس نے قسم کھائی کہ نکاح نہ کرے گا تو حانث نہ ہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأة تدخل فی نکاحی اولیصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فهو حر فاجازه بالفعل حنث اتفاقاً لکثرة اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ جو عورت مجھ پر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اس نے نکاح فضولی کو با جازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی با جازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ م یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا صریح اور غیر صریح میں کذا فی الطحطاوی وفیها حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فهو کالنکاح بخران سوق المهر لیس باجازة لوجوبه قبل الطلاق اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ طلاق نہ دے گا پھر اس نے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ با جازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اس واسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے م جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اس طرح کہ عورت کا اسباب اپنے گھر سے نکال دے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہ ہونے میں کذا فی الطحطاوی قال لامرأة الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلها فی عدم حنثه باجازته فعلا مایکتبه الموثقون فی التعالیق من نحو قوله ان تزوجت بامرأة بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجه ما تکن زوجته طالقا لان قوله او بفضولی الخ عطف علی قوله بنفسی وعامله تزوجت وهو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جس کو دار القضاء کے وثائق نویس تعالیق میں زوج کی طرف سے اس طرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح تو ہوگی زوجہ اس کی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا قول لو بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اس کا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ قول کے م زوجہ اس واسطے اقرار نامہ لکھواتی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کر سکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃً یا وکالۃً یا نکاح فضولی با جازت قول نہیں کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو با جازت فعلی کر سکتا ہے شارح نے اس کے سد باب کا بھی طریقہ آئندہ قول میں بتا دیا وانما یتسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص له الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجة فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافة وقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب تو اس طرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھ دے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ با جازت فعلی جائز رکھوں تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہیں واسطے جواز نکاح کے مگر جب کہ منکوحہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تا کہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کر دے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق میں ہم مقدم مذکور کر چکے ہیں کہ اس میں فتوی دینا بھی کافی ہے کذا فی البحر م یعنی اس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جس پر علمائے خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہیں ہوتی بلکہ نہر الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان یعم المملوکة والمستاجرة والمستعارة لان المراد به المسکن عرفا ولا بد ان یکون سکناه لا بطریق التبعیة فلو حلف لا یدخل دار فلانة فدخل دارها وزوجها ساکن بها لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وهو الزوج نهر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر میں تو یہ

قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اس واسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف میں اور مذور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر میں نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اس عورت کے اس مملوک گھر میں جس میں اُس کا زوج رہتا ہے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے والے کی طرف اور وہ زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اُس کی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لایحنث فی حلفہ انہ لامال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام اے محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی ذمۃ لایتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم میں کہ البتہ اس کا کچھ مال نہیں حالانکہ اس کا دین ہے اس شخص پر جس کے مفلس ہونے پر حکم کر دیا یا اُس کا دین ہے مالدار نادہندہ پر توبھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ دین مال نہیں یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ میں یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے اور متصور نہیں قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ قضاء دین بالمثل ہوتی ہے م مفلس بتشدید لام اس محتاج کو کہتے ہیں جس کے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو تا کوئی اس سے خرید و فروخت نہ کرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعل المخاطب حنث مالم ینو الاستحلاف مثلاً زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کرے گا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تاوقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نہ کرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کرے گا تو زید حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ھو المبتدی مالم ینو الاستفہام مثلاً زید نے غیر سے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں تجھ کو اللہ کی یا فقط اقسمت باللہ کہا بدوں علیک کے یعنی قسم دیتا ہوں میں اللہ کی البتہ تو ایسا کرے گا تو قسم کھانے والا وہی زید ہے جس نے اول یہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نہ کرے م اور اگر استفہام کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کرے گا تو کوئی حالف نہ ہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بے معنی امر ہے کذا فی الطحطاوی لو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یوں کہا کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اس نے کہا کہ ہاں تو قسم کھانے والا مجیب ہے نہ مبتدی اس واسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لایدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النفی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اس کے گھر میں داخل نہ ہوگا تو یمین اسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اس کو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کے روکنے کی قدرت ہو تو یمین اس کی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روک دینے دونوں پر ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا زبان سے نہ روکا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لایترکہ فیھا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اس میں نہ چھوڑے گا تو حانث نہ ہوگا یوں کہنے سے کہ نکل م اس واسطے کہ اس نے اس چیز کی قسم کھائی جس کا مالک نہیں کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث میں کافی ہے لایدع مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ بر قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرض دار پر نہ چھوڑے گا پھر اس کو قاضی کے پاس پکڑ لے گیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرض خواہ حانث نہ ہوگا م یعنی قرض خواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اس نے قسم کھائی کہ میں اس کا قرض دار نہیں تو اب حالف حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اس پر صادق آوے تو یمین غیر منصور ہے یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہیں چھوڑا بلکہ قاضی نے اس کو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلاً زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت

لہ یہ سہو ہے مترجم اول کا کہ ملے کو شاید مشتق مال سے سمجھ کر ایسا لکھا حالانکہ ملی بضم میم نادہندہ کو کہتے ہیں اور جو قرض ادا نہ کرے اس صورت میں لفظ غنی صفت ہے ملی کی یعنی قرض ذمہ نادہندہ مالدار کے کالعدم ہے ۱۲

مطلقہ ہے تو زید نے کہا ہاں اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تھا تو اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب میں تو گویا اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہے وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال تعاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق او عبدہ حر او علیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا وقال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں گیارہواں قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اس کا آزاد ہے اور اس پر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اس نے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا ہاں تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کرے گا تو زوجہ اس کی مطلقہ ہوگی اور غلام اس کا آزاد ہو جائے گا اور اس پر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاوے گا ادعی علیہ فحلف بالطلاق مالہ علیہ شیء فبرھن بالمال حنث بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اسنے قسم کھائی کہ مجھ پر مدعی کا کچھ نہیں پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ھم یہ بھی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہوں کے قاضی یا پنچ ثبوت مال کا حکم کر دیں اس واسطے کہ برہان بدوں حاکم کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جھوٹے ہو دیں گے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اگر زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانتہ حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل وھو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کھائی کہ فلاں شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگوں کے نزدیک بیمار نہیں اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہ ہوگا مگر اس صورت میں حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگوں کے اعتقاد میں ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلاً فعمل مع شریکہ حنث ومع عبدہ الماذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نہ کرے گا کپڑے دھونے میں پھر زید کے شریک کے ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ شریک کے مال میں زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اس واسطے کہ عبد ماذون اپنے دین میں بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کرے گا پھر اس نے زراعت کی اس زمین میں جو مشترک ہے زید اور غیر زید میں تو حانث ہوگا اس واسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہیں بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر میں نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر میں داخل ہوا جب کہ زید اس میں نہ رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا ھم اس واسطے کہ نصف گھر کو گھر نہیں کہتے ہیں اور اگر مشترک گھر میں زید رہتا ہوگا تو اب یہ زید کا گھر شمار میں ہوگا اس واسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ متاجر کی طرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اس کی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالٰے اعلم واستغفر اللہ العظیم۔

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل میں چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبت تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہیں اور حدود چھ طرح پر ہیں۔ حدِ زنا اور حد شربِ خمر اور حدِ سکرات اور حدِ قذف اور حدِ سرقہ اور حدِ قطع طریق۔ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیاں حدود کی ظاہر ہیں محتاج تقریر اور تحریر کی نہیں اس واسطے کہ اس کی دریافت میں فقیہ اور غیر برابر ہے۔ کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہیں۔ حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہیں سو زنا میں تو بربادی ہے اولاد کی۔ گویا زندہ درگور کرنا ہے۔ بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود میں زوال عقل اور بے عزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ میں پیدائشی امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین میں ثابت نہیں اگرچہ گاہے شرب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃً ہوئے۔ اس لئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہیں۔ کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع (و) یعنی حد بس کی جمع حدود ہے۔ لغت عرب میں عبارت ہے منع یعنی روک دینے سے و لہذا ڈیوڑھی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہیں اس لئے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہیں کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ ان کی نہایات کو کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور خروج بعض مملوک کو غیر کی طرف روکتے ہیں کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اس واسطے کہا کہ وہ مانع ہیں اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اس کے محارم کو کہتے ہیں اس واسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ (تلک[1] حدود اللہ فلا تقربوہا) اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ (تلک[2] حدود اللہ فلا تعتدوہا) کذا فی المنح الغفار و شرعاً **عقوبۃ مقدرۃ وجبت حقاً للہ زجراً فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم** اور اصطلاح شرع میں حد عبارت ہے عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہے بحبت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہیں ہے۔ سفارش کرنا حد سے بچانے میں بعد پہنچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے م عقوبت عبارت ہے اس درد اور تکلیف سے جس کا انسان مستحق ہوتا ہے بسبب گناہ کے دنیا میں اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت میں ہوگی اور عقوبت معینہ رجم میں موت سے ہے اور باقی حدود میں کوڑوں سے ہے کذا فی النہر البحر الرائق میں کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہیں قبل فعل کے اور زواجر ہیں سنگسار کرنا[12] بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہے عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہے تا مقدمہ رجوع کرنے والا اس کو چھوڑ دے اور اسی طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہے اس واسطے کہ ہنوز حد ثابت نہیں اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہیں۔ اس لیے کہ ترک واجب کی طلب ہے

---

[1] یہ حدیں ہیں اللہ کی پس ان کے پاس نہ پھٹکو ۱۲   [2] یہ حدیں ہیں اللہ کی سو ان سے آگے نہ بڑھو۔

ولہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجود یکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انہوں نے عورت مخزومیہ کی جس نے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہے خدا کی حدمیں پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی میں ہلاک ہوئے کہ جب ان میں شریف چوری کرتا تھا اُس کو چھوڑ دیتے تھے جب ضعیف چرا تا تھا تو اُس پر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمدؐ کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اس کا بھی ہاتھ کاٹوں۔ اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لاتسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہیں کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی گناہ سے توبہ ہے اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا میں ساقط نہیں کرتا یعنی اقامت حد سے معصیت کا دبال ساقط نہیں ہوتا بدوں توبہ کے اور اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت میں مبتلا ہوا پھر اس پر مار پڑی۔ دنیا میں تو وہ کفارہ ہے اس کے واسطے اور جس نے گناہ کیا اور خدا نے اس کو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار میں ہے چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے ۔علما حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا۔ قال اللہ تعالےٰ (ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابو) یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ یعنے قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا ان کے واسطے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی تو حق تعالےٰ نے خبر دی کہ ان کے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہے سوائے توبہ کرنے والے کہ اس سے عذاب اخرت بالاجماع ساقط ہو جاتا ہے اس لیئے کہ اجماع اہل علم ہے کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہیں اور واجب یہ ہے کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیئے اس واسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم ضرب اور رجم کے ساتھ توبہ بھی کر لیتا ہے۔ تو یہ قید لگانا حدیث میں ضرور ہے تاقرآن اور حدیث میں اتفاق ہو جائے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہے۔ نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد العدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہے عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہیں بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہیں اس واسطے کہ قصاص حق ہے مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہے مقتول کا اور وارثوں کی طرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا تعلیل اخراج قصاص میں یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد تا دونوں مذہبوں کو شامل ہوتا علاوہ یہ ہے کہ مقتول کا کا ہے وارث نہیں ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہے اور حالانکہ قصاص اس کا حق نہیں فلہٰذا وہ عفو کرنے کا مالک نہیں والزنا الموجب للحد وطی دہو ادخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہے حد کا وہ عبارت ہے جماع سے یعنی آلۂ تناسل کو بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کا داخل کرنا م شارح نے زنا میں موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہیں چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا میں مشروط ہے انزال ہو یا نہ ہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہو گیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ[1] زنا عبارت ہے وطی مکلف سے تو صغیر اور بے ہوش نکل گیا م مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہیں تو عاقل کی قید سے بے ہوش نکل گیا اور اسی کی مانند مجنون ہے اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بے ہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہیں ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہیں بسبب شبہ کے م گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں۔ بہر صورت اس پر حد نہیں بسبب شبہ کے اس لیئے

[1] ایک نسخہ میں اس کے بعد یہ مسئلہ مذکور ہے ولو وطی الصبی والمعتوہ امرأۃ عاقلۃ بالغۃ لم تحد المرأۃ ایضا۔ للان لم تیمم تا لوجب تجد چونکہ یہ مسئلہ باب آئندہ میں آئے گا لہٰذا اس کو مکرر جان کر بعض نسخ کے اتباع سے ترک کیا گیا ۱۲

کہ اقرار بالاشارہ میں شبہ ہے عدم صراحت کا اور گواہوں میں احتمال ادعا شبہ ہے یعنی اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید کوئی شبہ حلت کا بیان
کرتا واما الاعمٰی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا تو ماری جائے گی اقرار زنا سے نہ گواہوں سے کذا فی شرح الوہبا
م علامہ عبداللہ نے شرح وہبانیہ میں خانیہ سے نقل کیا یوں کہہ کر کہ میرے پاس والے نسخہ میں اس طرح ہے کہ اقرار زنا میں اندھا مانند
بصیر کے ہے اور اس کے زنا کے گواہ مقبول نہیں اور بحر الرائق میں اُس کے مخالف ہے اس طرح کہ بخلاف اعمٰی اس واسطے کہ اُس کا
اقرار اور اس پر گواہ گزر نا دونوں صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی طائع فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے
وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ میں خواہ وہ
بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برس کی عمر سے پیری تک تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور
مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اس واسطے کہ صغیرہ اور مردہ اور جانور لائق شہوت
کے نہیں تو ان کے وطی پر حد نہیں مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اس واسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی
النہر خال عن ملکہ ای ملک الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور
خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح ملک یمین ہے اور شبہہ ملک
سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب عبد ماذون کی لونڈی
سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے ایک عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی
سے بدون اجازت اس کے مولیٰ کے نکاح کرنا یا وطی اس غلام کی جس نے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آئے گی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دار الحرب اور
تعریف زنا میں کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اس وطی سے جو دار الاسلام
میں واقع ہو اس واسطے کہ دار الحرب میں زنا سے حد نہیں اور مانند دار الحرب کے ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من
ذلک بان استلقت فقعدت علیٰ ذکرہ فانہما یحدان الوجود التمکین یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے مرد سے اس پر یعنی وطی اور دخل
پر اس طرح کہ مرد چیت لیٹے اور عورت اس کے آلہ تناسل پر بیٹھ جائے تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جائے گی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے۔ عورت کے قادر کر دینے سے اس واسطے کہ
عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہیں بلکہ تمکین ہے سو اب پوری ہو گئی تعریف زنا کی حقیقت کی م یہ تعریض ہے صاحب کنز کے
نقصان تعریف پر اس میں زنا کی تعریف یوں ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اس
واسطے کہ یہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اس واسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہیں آتی
اس واسطے کہ عورت سے وطی متصور نہیں بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے اس پر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہ ہوئی
افراد محدود کو اور غیر کی مانع اس واسطے نہیں کہ تعریف مذکور میں وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور
اور وطی دار الحرب میں داخل ہو گئے حالانکہ ان مواضع میں حد واجب نہیں کذا فی المنح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد
للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف میں محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہ ہوگی

تو حد نہ ماری جائے گی بسبب شبہ جہل کے اور فتح القدیر میں محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں یعنی زنا ہر دین میں حرام ہے یہاں تک کہ اگر حربی دارالاسلام میں آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان میں زنا حلال تھا تو اُس پر حد ماری جائے گی اگرچہ دارالاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ تحریم زنا کی سب دینوں میں اس کے منافی نہیں کہ بعضے لوگ اس کو نہ جانتے ہوں اور صاحب محیط نے ادعائے حلت زنا کسی دین میں نہیں کیا بلکہ اصل اس کی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک مرد نے یمن میں زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالےٰ نے زنا کو حرام کیا ہے تو اس پر کوڑے مارو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کو حرمت کی تعلیم کرو بعد اس کے اگر پھر زنا کرے تو اس کو مارو تو باوجود اس روایت کے جس پر صحابہ کا انکار ثابت نہیں کیا وجہ اس کے رد کرنے کی. لہذا فتاویٰ عالمگیری میں محیط کے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اس کی بنا اس شخص کے قول پر ہے جو علم حرمت کو مشروط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا ثابت ہوتا ہے زنا چار مردوں کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی دیں گے تو ان پر حد قذف ماری جائے گی م اور اگر گواہ تنہا تنہا آئیں گے اور گواہوں کی نشست کی جگہ بیٹھیں گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دے گا تو گواہی ان کی مقبول ہوگی اور خارج مجلس ہوں گے تو سب پر حد ماری جائے گی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا مثبت ہے نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہے م ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اس نے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہ ہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اس پر حد نہ ماری جائے گی اور نہ گواہوں پر اور اگر تین گواہوں نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہوں پر حد قذف ماری جائے گی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزناہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریۃ چار مردوں کی گواہی سے زنا ثابت ہے اگرچہ ان چاروں میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اس کو قبل شہادت کے زنا کا عیب نہ لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو والاّ اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے اس واسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور ساقط کرتا ہے نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی میں فیسألہم الامام عنہ ما ہو ای عن ذات الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دیں تو امام یعنی سلطان یا اس کا نائب گواہوں سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنی اس کی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی م فائدہ اس سوال کا فائدہ یہ ہے کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں نظربازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازاً کذا فی المنح وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے کہاں ہوا دارالاسلام میں یا دار الحرب میں اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور

کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو یا دار الحرب میں ہوا ہو یا اُس کی طفلی میں ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نہ جانتے ہوں اور اس نے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جائے ثم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہے جس کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادروا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہاں تک تم سے ہو سکے اور ترمذی میں یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہے کذا فی الفتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطیہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادہ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہوں نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہم نے دیکھا اس کو جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہ تفسیر مزید بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے لیکن ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدوں کو ضرور ہے وعدلوا سرا و علانیۃ اذا لم یعلم بحالہم اور گواہوں کی عدالت ثابت کی جائے مخفی اور اعلانیہ جبکہ حاکم گواہوں کا حال نہ جانتا ہو ثم تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہوں کے نام اور ان کے محلوں کے نام لکھ کر واقفوں کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس کے نیچے لکھ دیں کہ فلاں عادل مقبول الشہادۃ ہے اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی[1] اور شاہد کو یکجا جمع کر دے اور کہے کہ یہی شخص ہے جس کو تو نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدوں کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اس کو ضرور نہیں اس واسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدوں گواہوں کے حد زنا نہیں مار سکتا۔ اس واسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو موجب اپنے دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے ۔ لیکن حد مارنے میں معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوبا حیث زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اس کا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولی مالم یتہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تا وقتیکہ بے حیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہنچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر ثم پردہ پوشی شرعا مستحب ہے ولہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں کرے گا۔ لیکن جب مزید بے حیائی اور رنہ تک کی نوبت پہنچے تو اس وقت میں گواہی دینا بہتر ہے۔ اس واسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بے باک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بے باک کی توبہ کرنے سے وثبت ایضا باقرارہ صریحا صاحیا ولم یکذبہ الاخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابدا ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اس کی تکذیب نہ کی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہ ہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہ ہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا

---

[1] مزکی وہ شخص ہے کہ گواہوں کی عدالت یعنی صاف اور سچا ہونا بیان کرے۔ ۱۲

تو اس اشتباہ سے دونوں پر حد نہ ماری جائے گی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی۔ امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بہ او بسرقۃ فی حال سکرہ لاحد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لایحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کی حالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جس کا مشاہدہ ہوا تکذیب کا متحمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعا فی المجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہے۔ چار بار مقر کی چار مجلسوں میں م تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اس واسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار بار چار مجالس میں اقرار نہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نہ فرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لایراہ جب کہ زانی اقرار کرے تو حاکم اس کو ہٹا دے اپنے سامنے سے اس طرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آئے م یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اس کو ہٹا دے یہاں تک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے پھر مقر آدے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی لیکن رد کرنا تین بار میں ہے نہ چوتھے بار میں کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ بہزا اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی سوالات خمسہ مانند گواہوں کے مقر سے بھی کرے یہاں تک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اس کو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اس نے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر م ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اس عورت کا ذکر کرے جس کے وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اس پر حد واقع ہو گی فلایثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہ ہو گا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہوں سے م علم قاضی کا حجت نہیں حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اس کے اعتبار کرنے کا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں اس واسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اس کا رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایک بار اقرار کیا زنا کا تو اس پر حد ماری نہ جائے گی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے۔ پھر جب اس نے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں۔ اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضائے شہادت اقرار کیا تو بالاتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعا بطلت الشہادۃ اجماعا سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہو گی اور اس پر حد واقع ہو گی بموجب اس کے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کہربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جائے گا مقر اگر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اس کا رجوع

فعلی ہو چنانچہ اس کا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اس کے پیچھے
پتھر مارنے چلے جائیں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے بخلاف اقرار کے اس واسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار
دو کوئی اس کا مکذب نہیں تو شبہ پڑا لہذا وہ چھوٹ جائے گا۔ کذا فی المنح عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان انکارہ
الردۃ توبہ کما صححیٰ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اس کا بیان باب الارتداد میں آئے
گا وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالیٰ فیصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسی
طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اس واسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہو گیا تو اس سے
رجوع کرنا بھی صحیح ہے۔ بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف میں اقرار کر کے رجوع کرنا
صحیح نہیں اس واسطے کہ اس کا تکذیب کرنے والا یہاں موجود ہے یعنی عبد وکذا عن سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ
وان ضمن المال اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود خالص حق اللہ ہیں چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ
اگرچہ چوری کے اقرار میں ضمانت مال لازم ہو گی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور
مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اس طرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہو گا یا مساس کیا ہو گا یا شبہہ سے فعلی
کی ہو گی بدلیل حدیث ماعز یا یوں کہے کہ شاید تو نے نکاح کر لیا ہو گا۔ بخاری میں مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار
کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہو گا یا غمزہ یا نظر کی ہو گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے
جس سے حد ٹل جائے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس آیا پھر اس نے چار بار زنا کا اقرار کیا۔ ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچویں بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ
فعل تو نے کیا یہاں تک کہ وہ اس میں غائب ہو گیا اس نے کہا ہاں فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمے دانی میں یا
رسی کنوئیں میں اس نے کہا ہاں پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس عورت سے حرام فعل
کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو پاک کیجئے پھر وہ
سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ
میں نے زنا کیا سو مجھ پر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہاں تک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا تو نے
چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اس کے پاس لیٹا تھا کہا ہاں فرمایا کیا اس سے مباشرت
کی تھی۔ کہا ہاں فرمایا کیا اس سے جماع کیا تھا بولا ہاں۔ پھر حضرت نے اس کی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل
بھاگا اور لوگ اس کے پکڑنے سے تھک گئے۔ عبداللہ بن انیس کو ملا انہوں نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا۔ پھر عبداللہ نے یہ
قصہ حضرت سے عرض کیا۔ ارشاد ہوا کیوں نہ تم نے اس کو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اس کی توبہ قبول کرتا۔ کذا فی فتح القدیر
ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہوں کے دعویٰ کیا زانی نے کہ عورت اس
کی زوجہ ہے تو اس پر سے حد ساقط ہو گی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو م بلا بینۃ متعلق ہے ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو
تزوجہا بعدہ اے بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح

کیا بعد زنا کرنے کے یا اس کو خرید کیا تو اس پر سے حد ساقط ہو گی۔ قول اصح میں بسبب عدم شبہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہو گیا کہ زنا کے وقت شبہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم اخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے اور لوگ صف باندھ کر کھڑے ہوں پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفوں کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جائے اور دوسری قوم سنگسار کرے م زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی المرتضیٰ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات آحاد ہیں اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیوں کا مشروعیت رجم میں باطل ہے۔ اجماع قطعی اس کا مبطل ہے اور جب کہ خارجیوں نے عمر بن عبدالعزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں انہوں نے الزام دیا خارجیوں کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکواۃ بھی قرآن سے ثابت نہیں پھر اس کے کیوں مقر ہو۔ خارجیوں نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رجم بھی اسی طرح ثابت ہے بلا تفاوت کذا فی الفتح القدیر فلو قتلہ شخص او فقا عینہ بعد القضاء بہ فہدر ویبنغی ان یعزر لافتیاتہ علی الامام نہر پھر اگر اس کو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اس کی آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے وہ شخص تعزیر دیا جائے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے حاکم پر وقبلہ ای قبل القضاء بہ یجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء لان الشہادۃ قبل الحکم بہا لا حکم لہا اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد میں قصاص اور قتل خطاء میں خون بہا قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہیں یعنی جب تک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہیں کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آئے والشرط بداءۃ الشہود ولو بحصاۃ صغیرۃ العذر کمرض فیرجم القاضی بحضرتہم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کریں اگرچہ چھوٹی کنکری سے ماریں مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدوں کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ علی مرتضیٰ کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدوں کو سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتدائے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی الفتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا وقطعوا الطریق بعد الشہادۃ او بعضہم سقط الرجم لفوات الشرط لا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہوں نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مر گئے یا غائب ہو گئے یا ان[2] کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہوں کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہوں پر حد نہ ماری جائے گی بقول اصح اس واسطے کہ نہ مارنا صریحا رجوع نہیں کذا فی المنح کما لو خرج بعضہم عن الاہلیۃ للشہادۃ لفسق او عمی او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اس واسطے

---

[1] افتیات مصدر افتعال ہے فوت سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو کر بیٹھنا بدون اجازت حاصل کرنے کے اجازت دینے والے سے ۱۲

[2] دونوں ہاتھ کی قید مترجم نے سہواً زیادہ کی چوری کی حد میں ایک ہاتھ کاٹا جاتا ہے نہ دوسرا ۱۲

کہ حد کا جاری کر دینا حکم میں داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی اور شہادت پر عمل کرنے کا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم
دینا اصلا حاصل نہ ہوا۔ کذا فی الطحطاوی وہذا لو محصنا اما غیرہ فیحد فے الموت والغیبۃ کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اس وقت ہے
جب کہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اس پر حد ماری جائے گی گواہوں کی موت اور غائب ہونے میں چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت میں
حد واقع ہوتی ہے۔ کذا فی الحلبیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ میں بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے
ہے اور نہر الفائق میں حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔ اس طرح او فی غیر المحصن قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام علیہ الحد فی الموت والغیبۃ
یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید کی کافی میں کہا ہے کہ اس پر حد قائم ہو گی شاہدوں کی موت اور غیبت میں کذا فی الطحطاوی م اور بعینہا یہی
عبارت فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے ثم الامام ہذا لیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم قال ابن الکمال وما نقلہ المصنف عن الکمال تعقبہ فی النہر
پھر شاہدوں کے بعد سلطان یا اس کا نائب پتھر مارے یہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام
میں لازم نہیں۔ یہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اور جو مصنف نے اپنی شرح میں کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہے۔ اس
پر اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں م ماتن نے منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اس کو مقتضی ہے کہ اگر بعد
شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جائے بسبب اتحاد ماخذ کے نہر الفائق میں کہا کہ یہ اس وقت تمام ہو جب وجوب حضور امام مسلم ہو
مانند شہود کے ثم الناس افاد فی النہر ان حضورہم لیس بشرط فرمیہم کذلک فلو امتنعوا لم یسقط پھر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں
بیان کیا کہ لوگوں کا حاضر ہونا شرط نہیں رجم کی تو ان کا مارنا بھی ایسا ہی ہے تو اگر وہ مارنے سے انکار کریں تو حد ساقط نہ ہو گی م نہر الفائق میں
درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور
مسلمین شرط نہیں ویبدا الامام لو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوات شرط فتح لکن سیجیٔ انہ لو قال قاض عدل قضیت
علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدائے حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اس کا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اس کی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے
آئے گا کہ ایک شخص سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجھ کو اس کا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہ
کو معائنہ نہ کیا ہو م حاصل استدراک شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اس کی اباحت رجم میں رؤیت رجم قاضی مشروط نہیں صاحب
بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم میں تعطلاً حاضر نہیں ہوئے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا۔ کذا فی الطحطاوی ویکرہ
للمحرم الرجم وان فعل لایحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر مارے گا تو مقتول کی میراث سے
محروم نہ ہو گا ویغسل ویکفن ویصلی علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم سے مارا جائے اس کو غسل اور کفن دیا جائے اور اس
پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی
تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر اس کی توبہ مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے
تو ان پر پھیل جائے اور تو نے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اس نے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں
سوائے بخاری کے بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگوں نے کہا
یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کر و اس کے ساتھ جو اپنے موتی کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ

كذا فی الفتح القدير وغير المحصن بجلد مائة جلدة ان حرا ونصفها للعبد بدلالة النص فالمراد بالمحصنات فی الاية الحرائر ذكره البيضاوی وغيره اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو اور اس کا نصف یعنی پچاس کوڑے غلام کو مارے جائیں بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں۔ ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے (الزانية والزانی فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو ان میں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے لیکن محصن کے حق میں کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے تو نسخ قرآن کا سنتِ قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالٰی (فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) یعنی حق تعالٰی نے لونڈیوں کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو ان پر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارت النص سے لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا كذا فی الفتح القدير وذكر الزيلعی انه غلب الاناث على الذكور لكنه عكس القاعدة اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے م زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی (فعليهن نصف ما على المحصنات) نے غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر میں غلاموں کا حکم عبارت النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہوتی ہیں نہ تغلیب عورتوں کی مردوں پر والعبد لا يحده سيده بغير اذن الامام ولو فعله هل يكفی الظاهر لا لقولهم ركنه اقامة الامام نهر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اس کا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد مارے گا تو کیا کافی ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے كذا فی النهر م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ حاکموں کی طرف ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب میں اس کو امام سے پوچھنا ضرور نہیں اس لئے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اس کو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اس کی اقامت نائب شرع کرے گا یعنی امام یا اس کا نائب كذا فی الفتح والمنح بسوط لا عقدة له فی الصحاح ثمرة السياط عقد اطرافها متوسط بين الجارح وغير المولم غیر محصن کو حد ماری جائے ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری میں ہے کہ ثمرۃ السیاط ان کی عقد اطراف کو کہتے ہیں م شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار سے كذا فی الهداية ونزع ثيابه خلا ازار ليستر عورته اور مارنے کے وقت اس کے کپڑے اتارے جاویں سوائے ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلده على بدنه خلا راسه ووجهه وفرجه قيل وصدره وبطنه اور اس کے بدن پر جابجا کوڑے مارے جائیں سوا اس کے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضوں نے کہا سوا اس کی چھاتی اور پیٹ کے م تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ لگنے سے خوف ہے ہلاکی کا اور حد زاجر ہے نہ متلف ولو جلده فی يوم خمسين متوالية ومثلها فی اليوم الثانی اجزاه على الاصح جوهره اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے كذا فی الجواهره وقال على رضی اللہ عنه يضرب الرجل قائما والمرأة قاعدة فی الحدود والتعازير غير ممدود على الارض كما يفعل فی زماننا فانه لا يجوز نهر وكذا لا يمد السوط لان المشترك فی النفى ليعم ابن الكمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جائے کھڑا

منع کرنے والا نہ مہلک

اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات میں نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہیں۔ کذا فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچ کر مارے
یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اس کے بدن پر کھینچے اس واسطے کہ لفظ مشترک نفی میں عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن کمال م مشترک سے مدود
کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت میں واقع ہوا ہے لہذا تین معانی میں عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو اس کے بدن
پر کھینچنا فتح القدیر میں مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضےٰ سے یوں مروی ہے یضرب[1] الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود ولا تنزع ثیابہا الا الفرد ا
لحشو ولتضرب جالسۃ یعنی مارا جائے اور نہ اتارے جائیں عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جائے عورت بیٹھی بدلیل اس اثر
کے جس کو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جائے اس کی چھاتی تک سنگساری
میں اور اس کا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑوں میں ولا یحوز الحفر لہ ذکرہ التمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقرلا یتبع والا
یتبع حتی یموت کما مر اور جائز نہیں گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم میں چنانچہ اس کو شمنی نے مذکور کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جائے
نہ کوئی اس کو پکڑے رہے مگر جب کہ کھڑا نہ رہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اس کے اقرار
سے ہوا ہو تو اس کا پیچھا کرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے ہوئے اس کا پیچھا کرنا چاہیے یہاں تک کہ مر جائے چنانچہ گذر گیا ولا جمع
بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علی
موضعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن میں جائز نہیں اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے نکال
دینے کے کواری میں جائز نہیں اور نہایہ میں نفی کی تفسیر بقید اور حبس کی ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے
اس واسطے کہ زانی مسافرت میں پھر وہی کام کرے گا حیا چھوڑ کر یعنی نکال دینے میں فتح باب زنا ہے اس واسطے کہ سفر میں اپنے ہم چشم قوم کی
کچھ حیا نہیں م جمع بین الجلد والرجم باتفاق آئمہ اربعہ جائز نہیں لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت میں جمع
ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جس کو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم یعنی فرمایا کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال
دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے۔ علاوہ اس کے رجم کے ساتھ کوڑے
مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور اس کا جواب یہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے
کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو لازم آئے زیادت علی الکتاب بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہیں
کذا فی الفتح القدیر ملخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر
حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اس کا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح ہر قصور میں امام کو اختیار
ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض
زنی ولا یجلد حتی یبرا الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ بحر اور سنگسار کیا جائے وہ مریض جس نے زنا کیا اس واسطے کہ سنگساری واسطے
مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جائے بیمار یہاں تک کہ چنگا ہو جائے مگر یہ کہ اس کی صحت سے ناامید ہو جائے تو پھر اس پر حد قائم کی جائے

[1] مارا جائے مرد کھڑا کر کے اور عورت بیٹھی ہوئی حد میں ۱۲

کذا فی البحر یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیے اس واسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہ ہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو کھجور کی گود سے ایک بار مارنا چاہیے جس میں سو شاخیں ہوں طحطاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اس کو ماریں گے تو مقتول ہو جائے گا فرمایا کہ کھجور کی گود جس میں سو شاخیں ہوں پھر اس کو ایک بار مارو چنانچہ الیسا ہی کیا م اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے ویقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زنا ہا بنبینۃ اور حد قائم کی جائے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے بلکہ اصلا حاملہ قید کی جائے اگر اس کا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نہ چاہیے فان کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اس کو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جب کہ مولود کا کوئی پالنے والا نہ ہو تو اس پر رجم نہ ہو یہاں تک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جب کہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن نعم حبسہا سنتین ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تو حاکم اس کو عورتوں کو دکھائے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اس کو قید رکھے دو سال تک پھر اس کو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اس واسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری میں تاصحت انتظار ہے وشرائط احسان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کے سات ہیں یعنی شرائط احصان وہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اس واسطے کہا کہ اس میں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہیں اس واسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہ رہے والتکلیف عقل و بلوغ اور شرائط احصان سے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ عقل اور بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جس میں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اس پر دلیل ہے کذا فی الفتح والوطی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جس نے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آئے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہ ہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہ ہوگا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جس نے عورت کی طلاق اس کے نکاح پر معلق کی پھر اس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اس عورت سے صحبت کرے گا بعد نکاح کے تو محصن نہ ہوگا اس واسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہا بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط لصیرورۃ الآخر بہ محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونے کی سبب سے ہم وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ میں شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہے تو جس نے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے قربت کی تو وہ شخص محصن

نہ ہوگا اس واسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہ ہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جس نے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت میں اور پھر وہ محصن ہو گیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لتحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتے لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اس کا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہاں تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اس پر رجم نہ ہوگا بلکہ کوڑے مارے جائیں گے اس واسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط آخر ذکرہ ابن الکمال وھو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھویں شرط احصان کی جس کو ابن کمال نے مذکور کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہو گیا ہو سو اگر دونوں مرتد ہو جائیں گے پھر مسلمان ہوں گے تو دوبارہ احصان نہ کرے گا مگر جماع بعد الاسلام سے مع ساتھ ہی مرتد ہوتے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضروری ہے ولو بطل بجنون او عتہ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماع بعد از صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی یرجم اور جان رکھ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقائے احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایک بار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مر گئی اور مرد مجرد رہا اور اس نے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان اتت ستۃ فخذ ہا عن النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یوں نظم کیا ہے شروط احصان کے چھ ہیں سو لے ان کو تصریح سے دریافت کر کے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اس کا مسلمان اور پانچویں نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہ ہو۔ م اس نظم میں دو شرطیں باقی رہ گئیں ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہے

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہے اس وطی کے بیان میں جس میں حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہوں کے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے م عنقریب مذکور ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند میں حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ (ادرؤا الحدود ما استطعتم) اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند میں ابن عباس سے مروی ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات) ٹالو حدود کو شبہوں سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھوں میرے نزدیک محبوب تر ہے کہ ان کو شبہات سے اقامت کروں اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجھ کو شبہ پڑے حد میں تو ٹال اگرچہ ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہیں لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار اصحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار ان کا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی الفتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشیء الثابت

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

ولیس ثابتا فی نفس الامر شبہہ یعنی دھوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہے شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر میں ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے حلت ملک یمین میں اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع میں حلال نہیں **وہی ثلثۃ انواع شبہۃ حکمیۃ فی المحل** اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جس کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں م محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی **وشبہۃ فی الاشتباہ فی الفعل** اور دوسرا شبہہ فی الفعل جس کو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا **وشبہۃ فی العقد والتحقیق دخول ہذہ فی الاولیین** وسنحققہ اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے **فان ادعاہا ای الشبہۃ وبرہن قبل برہانہ وسقط الحد وکذا یسقط ایضا بمجرد دعواہا الا فی دعوی الاکراہ** خاصۃ **فلا بد من البرہان لانہ دعوی بالفعل الغیر فیلزم** بہتوتہ بحر سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور حد اس پر سے ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوی بلا برہان مسقط نہ ہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اس واسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اس کا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر **لا حد ہلا زم** **لشبہۃ المحل ای الملک وتسمی شبہۃ حکمیۃ ای الثابت حکم الشرع بحلہ** حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ وہ جس میں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے م شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اس میں یوں ہے (ای الثابت شبہۃ حکم الشرع بحل المحل) یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہے جس میں محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اس دلیل کے جو حرمت محل کے نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھئے قطع نظر مانع سے تو اس کو منافی حرمت کی پائیے کذا فی المنح القانی نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہاں محل میں شبہہ ثابت ہو اس طرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جائے یعنی ملک یا ملک وطی اور اس کو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے **وان ظن حرمتہ** شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اس واسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم ہے زانی اس کو جانے یا نہ جانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں **کوطی امۃ ولدہ وولد ولدہ وان سفل** ولو ولدہ حیا فتح لحدیث انت ومالک لابیک چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر دتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے م ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصۃ المطولۃ کذا فی الفتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اس کی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بملک یمین اگرچہ واقع میں بنظر اور دلائل شرعیہ کے اس کی حلت ثابت نہیں **ومعتدۃ الکنایات ولو خلعا خلا عن مال** وان نوی بہا ثلثا نہر لقول عمر رضی اللہ عنہ الکنایات رواجع اور چنانچہ کنایات طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمرؓ کے کہ کنایات رواجع ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے م قول عمرؓ کو سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضیٰ کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق باین واقع ہوتی ہے اور خلع بلا مال میں اس واسطے حد نہیں کہ اس کے باین ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں داخل نہیں کیا تو ظاہر اس میں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی **ووطی البائع الامۃ المبیعۃ والزوج الامۃ الممہورۃ قبل تسلیمہا المشتری** وزوجتہ **وکذا البعدہ فی الفاسد** اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل

تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اس لونڈی سے جس کو زوجہ کے مہر میں مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسی طرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے
زوجہ کے بھی حد ساقط ہے **و وطی الشریک** ای احد الشریکین الجاریۃ المشترکۃ **و وطی جاریۃ مکاتبۃ و عبدہ الماذون لہ و علیہ دین محیط بمالہ**
و رقبتہ زیلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون
فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اس عبد پر اتنا دین ہے جو اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون
نہ ہوگا تو بطریق اولی حد نہیں م مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال میں حق ہے مولی کا تو اس کے حق میں شبہہ ملک
البتہ ثابت ہے **و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ** اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے
م غازیوں کا حق بعد استیلا کے ثابت ہے تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اس کی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے
حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی **و وطی جاریۃ قبل الاستبراء والتی فیہا للمشتری** بہ اختہ رضاعا اور حد نہیں خرید کی لونڈی کی وطی
سے قبل استبرا کے اور اس لونڈی کی وطی سے جس کے خرید میں ہنوز اختیار باقی ہے مشتری کو اور اس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہے م اور اگر
بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہیں اور یہی حکم ہے جبکہ بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو **و زوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ**
لامہا او بنتہا الا ان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہیں اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے یعنی
ہوگئی یا اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اس کی ماں یا اس کی بیٹی سے اس واسطے کہ بعض امام اس کی حرمت کے قائل
نہیں م یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اس کے مابعد سے کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی
صورتوں میں امام شافعی کا خلاف ثابت ہے ہر صورت شبہہ پیدا ہونے سے حد ساقط ہوگئی **و غیر ذلک** کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع
اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہ محل کی اور بھی مثالیں ہیں چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں تو دعوی حصر کا چھ مکانوں میں ممنوع ہے م یہ تعریض
ہے صاحب درر پر ہر چند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہیں کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام میں قرینہ ہے حصر کا
کذا فی المنح **و لا حد ایضا بشبہۃ الفعل و تسمی شبہۃ اشتباہ** ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور حد نہیں شبہہ فعل سے بھی اور اس کو شبہ اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی شبہہ اس
کے حق میں ثابت ہے جس کو دھوکا پڑا حدت میں م شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہیں **ان ظن حلہ** العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے
حد اس وقت ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعوی کرنے کا اگرچہ فی الواقع اس کو ظن نہ حاصل ہوا ہو **ولو ادعاہ احدہما**
فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت میں سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونوں پر حد نہ ماری جائے گی یہاں تک کہ دونوں
مل کر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کریں کذا فی النہر یعنی شبہ اشتباہ میں اس وقت دونوں پر حد ماری جائے گی جب دونوں زنا کا اقرار کریں اس طرح پر کہ ہم نے حرام
جان کر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں **کوطی امۃ ابویہ وان علیا** ای مثل چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہوں کذا ذکرہ القہستانی
یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اس واسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ
ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع میں ولایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی المنح **و معتدۃ الثلث** ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی
عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہوں م اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقا بعض احکام نکاح سے مانند وجوب
نفقہ و سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہے موضع اشتباہ میں کذا فی المنح **وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ** اور چنانچہ اپنی
زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا م حق تعالے نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد

کیا (ووجدک عائلا فاغنیٰ) اس آیت سے شبہ پڑ سکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولیٰ کے مال کا تو اگر زوج یا غلام کو شبہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جائے گا ووطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود درمختار زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت میں بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح زیلعی م جب مرتہن نے کہا کہ میں مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اس سے جماع کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں سو کتاب الرہن کی روایت میں اس پر حد نہیں تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت میں حد واجب ہے ہدایہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی میں کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اس واسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہے جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الہدایۃ المستعیر للرہن کالمرتہن اور ہدایہ میں ہے گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہے حکم میں یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کرے گا تو قول مختار میں اس پر حد نہیں حلبی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت لیا اور یہ لام تعدیہ کا نہیں تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وسیجیٔ حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آئے گا وینبغی ان الموقوفۃ علیہ کالمرہونۃ نہرادر نہر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہے حکم میں یعنی بگمان حلت اس کی وطی سے حد نہیں ومعتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اس واسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہ ہوگی ومعتدۃ الاعتاق والحال انہا ہی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولیٰ کی اس واسطے کہ اس کی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہے لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل لتمحضہ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولی عنایۃ اور جماع کرنے والا اگر ولد کے نسب کا دعویٰ کرے تو پہلے شبہہ میں یعنی شبہۃ المحل میں نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ میں یعنی شبہۃ الفعل میں اس کے خالص زنا ہونے کے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ میں البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہے اس کی شرط کے پائے جانے سے اس طرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کم مدت میں جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی میں نسب ثابت نہیں مگر بدعوت چنانچہ بیان اس کا ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولیٰ ثابت ہے کذا فی النہایۃ اس واسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کم تر ہے کذا فی الطحطاوی پھر جب اکثر میں ثبوت نسب ہوا تو اقل میں بطریق اولیٰ ہوگا طلاق اور خلع میں اس واسطے نسب ثابت ہوا کہ اس میں شبہۃ العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہاں شبہہ عقد کا نہیں کذا فی المنح عن البحر والا فی وطی امراۃ زفت الیہ وقال النساء ہی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرہن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر اور نسب ثابت نہیں ہوتا شبہۃ الفعل میں مگر اس عورت کی وطی میں جو پہنچائی گئی مرد کے پاس اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اس کی زوجہ نہیں بشرطیکہ مرد نے عورتوں کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اس وقت میں اس کا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا لشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہیں شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل رہا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہیں لیکن بنا بر سیاست کے اس پر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر اس کو حرمت محارم کا علم ہو وقال ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتویٰ خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کذا فی الخلاصۃ لکن الترجیح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شرحوں میں قول امام کا ترجیح

دیا گیا ہے تو اسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہے شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکن فی القہستانی عن المضمرات ملخصا قولہما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی میں مضمرات
سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون میں م یہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اس واسطے کہ مضمرات بھی شروح
ہے تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر میں تحریر کیا ہے کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل میں
داخل ہے اور اس میں نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و وطی فی نکاح بغیر شہود ولا حد لشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے میں حد نہیں
بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرمہ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیہا ظانا الحل لا یحد ویعزر وان ظنا الحرمۃ فکذلک عندہ خلافا لہما فظہران
تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اس سے جماع کیا حلال گمان
کر کے تو اس پر حد نہ ماری جائے گی اور تعزیر دی جائے گی اور اگر اس نے حرام جان کر وطی کی تو اسی طرح اس پر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین
کے کہ ان کے نزدیک اس پر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہے امام کا م حلبی
نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین
کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہۃ دو ہی قسم ہے اس واسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ
معتدہ ثلث اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ مسئلہ متن کا و حد بوطی امۃ اخیہ وعمہ وسائر محارمہ سوی الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماری جائے اپنے
بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی سے اور سوائے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیوں کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہ کے
مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں۔ چنانچہ باپ اور بیٹے کے مال میں جاری ہے ولہذا ظن حلت اور حرمت یہاں برابر ہے و بوطی امراۃ وجدت علی فراشہ
فظنہا زوجتہ ولو ہو اعمی لتمیزہ بالسؤال الا اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک وانا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل او
بنعم حدا اور حد ماری جائے گی اس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اس نے گمان کیا کہ وہ اس کی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی
حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال کر کے مگر جب کہ اس نے عورت کو بلایا سو اس نے جواب دیا اس کو یوں کہکر کہ میں تیری جورو ہوں
یا میں فلانی ہوں اس کی جورو کا نام لیکر پھر اس نے اس سے جماع کیا تو اندھے پر حد نہیں اس لئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہاں تک کہ اگر عورت اجابت
فعل کرے گی یعنی جماع پر قادر کریگی یا فقط ہاں کہے گی تو مرد پر حد ماری جائے گی م بستر پر عورت کے پانے سے اس واسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے
اپنی زوجہ کا امتیاز کر لینا مرد پر مخفی نہیں ہو سکتا لہذا ظن حلت یہاں مستند بدلیل نہیں بخلاف شب زفاف کے جب عورتوں نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری
جورو ہے و ذمیۃ عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جائے ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح
نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جواز در صورت
عدم فصل ہے و حد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام ان الحدود کلہا لا تقام علی مستامن الا حد القذف
اور حد مارا جائے مرد ذمی جس نے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ
امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوائے حد قذف کے ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا
حیۃ ومیتۃ مجتبی اور حد نہ ماری جائے جانور کے جماع سے بلکہ اس کو تعزیر دی جائے اور جانور ذبح کیا جائے پھر جلایا جائے اور مکروہ ہے فائدہ لینا اس کے
جیتے اور مرتے کذا فی المجتبی م ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جائے یہ
جلانا اس وقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ قیمت لے کر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب

ندبا لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور دینے پر مطالبہ کیا جائے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہاء کے کہ جانور مضمون بالقیمت ہے م طحطاوی نے کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اس کی عبارت یوں ہے فان کانت الدابۃ لغیرہ امر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ تطالب ای بدفع علی وجہ الندب و لذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اس کے مالک کو حکم کیا جائے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت سے کر پھر وہ ذبح کیا جائے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہے اور اسی واسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اس کو دے قیمت لیکر ولا یحد لوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل خبر الواحد کاف فی کل ما یعمل فیہ بقول النساء ہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جائے گی اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف میں پہنچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے یعنی مہر مثل اس کا حکم کیا عمر فاروق نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہاں عورتوں کے قول پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اگر ایک عورت بھی کہے گی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے اس واسطے کہ ابتدائے ملاقات میں امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہیں ہوتا تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق رضی سے نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ میں یہ حکم علی مرتضیٰ سے ثابت ہے ولوطی دبر وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد واصح یا وطی مقعد سے حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل اجانب میں کیا تو حد ماری جائے گی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہیں بلکہ تعزیر دیا جائے اور درر میں کہا کہ تعزیر دیا جائے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اس پر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے سے پتھروں کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی میں ہے کہ امور مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے م صاحبین کے نزدیک لواطت میں حد ہے اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہے اس واسطے کہ محل شہوت میں شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہیں ولہذا اصحابہ کرام اس کی جزا میں مختلف ہیں کسی نے آگ سے جلانا اور کسی نے اس پر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھروں کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اس میں معنی زنا موجود نہیں اس واسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہیں تو اگر لغت عرب میں لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اس کے موجب میں مختلف نہ ہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس سے سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کر دو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے اور اگر اس کو لواطت کی عادت پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اس کو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اس کی مفہم ہے کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہیں م بحر الرائق میں یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطور منصوص کے علاوہ اس کے امام کے واسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہیں تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام میں مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست میں قاضی کو اختیار ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأۃ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شئ علیہ اور جوہرہ میں ہے کہ زلق مار کر منی نکالنا حرام ہے اور اس میں تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے کا یہاں تک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اس پر کچھ نہیں نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالیٰ استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت نہ ہوگی بہشت میں بنا بر صحیح قول کے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس کو قبیح فرمایا اور قرآن مجید میں اس کا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے

خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالےٰ طائفۃ نصفہم الاعلیٰ کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ میں ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اس کا وجود نہیں جنت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اس کی سمعی ہے تو اس کا وجود جنت میں ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ پیدا کرے گا اللہ تعالےٰ ایک گروہ کو ان کا بدن نصف اعلیٰ مردوں کے مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتوں کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے م فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ اہل جنت کے دُبر نہیں ہوگی اس لیئے کہ دنیا میں دُبر مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا محل نہیں حموی نے کہا تو اس صورت میں لواطت کا ہر حال میں وجود نہیں جنت میں کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا حرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا بل للتغلیظ لانہ مطہر علی قول اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور حرمت عقلی سے یہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اس کی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اس کی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہ ہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اس کی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے اس لیئے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے موجب ایک قول کے وفی المجتبے یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علماء کے نزدیک م طحطاوی نے کہا کہ تکفیر مقید بغیر مؤول کے ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اس کا کافر نہیں اگرچہ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ بدایہ یا زنا کیا دار الحرب میں یا دار البغی میں تو اس پر حد نہیں مگر جب کہ اس نے زنا کیا اس لشکر اسلام میں جس کے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی تو البتہ اس پر حد ہے کذا فی الہدایہ م ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اس کا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں دار الحرب وغیرہ میں حدود اس واسطے نہیں کہ ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا لا علیہ ولا علیہا اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنوں اور عورت پر اس واسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت اس کی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عکسہ حد فقط اور اس کے بالعکس میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد جاری جائے گی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ ای الزنا اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جس کو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہو یعنی اگر عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجھ کو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اس قدر دراہم دے تا کہ میں تجھ سے قربت کروں تو اس پر حد نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ موجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اس واسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا میں حق ہے جیسے متاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح م فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا مہر دیا تا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسی طرح استیجار اور عطاء دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اس کے معارض ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے (الزانیۃ[1] والزانی فاجلدوا) اس واسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں مٹاتا

---

[1] زانیہ عورت اور زانی مرد کو کوڑے مارو ۱۲

انتہی ملخصا ولا بالزنا باکراہ اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا
اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علماء نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار
اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا
فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبہۃ اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے م اقرار سے مراد چار بار کا اقرار
ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے مطلق زنا نہیں کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اس واسطے کہ زنا فعل
مشترک ہے بدوں دو شخص کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا مورث شبہہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا
فی البحر وکذا لو قال اشتریتہا وہی حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی
وفی قتل امۃ زنا بہا الحد بالزنا والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اس کے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور
قیمت ہے بواسطے قتل کے م لونڈی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جائے گی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو اذہب عینیہا لزمہ
قیمتہا ویسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء فاورث شبہۃ ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اس کی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب مالک
ہونے مرد کے اندھے جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بے بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الہدایۃ
وتفصیل ما لو افضاہا فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے تو اس کی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار
میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جائیں اس کو افضا کہتے ہیں تو لونڈی یا کبیرہ ہے یا صغیرہ۔ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعاء
شبہہ تو دونوں پر حد ہے۔ مہر مرد پر نہیں اور افضاء سے کوئی چیز اس پر لازم نہیں اور اگر ادعاء شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچھ نہیں مگر مہر واجب
ہے اور اگر لونڈی راضی نہ ہو بلا دعویٰ شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اس کا نہ تھمتا ہو تو مرد پر
پورا خون بہا واجب ہے اور اگر اس کا پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعویٰ ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو
مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافا
لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کے مانند ہے جمیع احکام میں سوائے سقوط دیت کے اس کی رضامندی
سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہ ہو تو اگر اس کا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد نہیں اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری
دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے ملخصا ولو غصبہا ثم زنی بہا ثم ضمن قیمتہا فلا حد علیہ اتفاقا بخلاف
ما لو زنی بہا ثم غصبہا ثم ضمن قیمتہا کما لو زنی بحرۃ ثم نکحہا لا یسقط الحد اتفاقا فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اس سے زنا کیا پھر اس کی
قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اس کے یہ کہ اگر زنا کیا اس سے پھر اس کو غصب کیا پھر اس کی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ
حرہ سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفۃ الذی لا والی فوقہ یوخذ بالقصاص والا
موال لانہا من حقوق العباد فیستوفیہ ولی الحق اما بتمکینہ او بمنعۃ المسلمین وبہ علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل للتمکین فتح اور
وہ خلیفہ جس کے اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اس واسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے
تو صاحب حق اس کو لے سکتا ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے
استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت

دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہے کذا فی الفتح ولا یحد ولو لقذف لغلبۃ حق اللہ تعالیٰ واقامتہ الیہ ولا ولایۃ لاحد علیہ اور حد نہ ماری جائے گی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اس واسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے حقوق العباد اور اقامت حدود امام کے اختیار میں ہے اور کسی کی ولایت اور حکومت نہیں خلیفہ پر جو اس پر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلدۃ فانہ یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اس پر حد ماری جائے گی بحکم امام۔

باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا

باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اس کی گواہی میں رجوع کرنے میں شہدوا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافۃ او خوف طریق لم یقبل للتہمۃ شاہدوں نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے م وجہ تہمت یہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے ادائے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہ ہوگی۔ کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیہ حق العبد مگر حد قذف میں بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اس میں حق العبد ہے یعنی دعویٰ اس میں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعویٰ پر محمول ہوگی تو فسق شاہد کا نہ ثابت ہوگا ویضمن المال المسروق لانہ حق العبد فلا یسقط بالتقادم اور ضمانت سے جائے گی سارق سے مال مسروق کی اس واسطے کہ یہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہ ہوگا یعنی شاہدوں نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان متاع کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ دعویٰ شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر دعویٰ پر محمول پر ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجیٔ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کی جائے گی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اس کا بیان آئے گا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے م یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدوں نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدوں پر حد قذف ماری جاوے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کذا فی الخانیۃ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد گواہی دی شاہدوں نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اس کو پہچانتے ہیں تو مرد پر حد قائم ہوگی بالاتفاق آئمہ اربعہ اور اسی طرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جائے اس کا جواب یہ ہے کہ دعویٰ نکاح مثلاً شبہ ہے اور احتمال اس کے دعویٰ کرنے کا شبہۃ الشبہ ہے حالانکہ معتبر شبہ ہے نہ شبہۃ الشبہ والا یجمع حدود کی نفی لازم آئے اس واسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہوں سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبہۃ الشبہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لشرطیۃ الدعویٰ فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہ ہوگی بسبب مشروط ہونے دعویٰ کے سرقہ میں نہ زنا میں اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک لا لاحتمال انہا امراتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اس پر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کی جائے گی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اس کی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولیٰ کے کہ مرد پر ایسا شبہ مخفی رہ نہیں سکتا۔

کاختلافہم فی طوعہا چنانچہ حد نہیں شاہدوں کے اختلاف میں عورت کی رضامندی میں یعنی دو شاہدوں نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اس پر جبر تھا تو دونوں پر حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسی طرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت میں شاہدوں پر حد قذف نہیں امام کے نزدیک **او فی البلد ولو کان علی کل زنی** اربعۃ الکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا **وقتا واحدا او تباعد المکانان والا قبلت** فتح یا شاہدوں کا اختلاف ہوا شہر میں اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہوں تو بھی حد نہیں بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کریں اور دونوں مکان دور ہوں اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وقت متحد ہو اور دونوں مکان قریب ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان متباعد ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان قریب ہوں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح اختلاف بلد کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدوں نے گواہی دی کہ زنا کوفہ میں ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد نہیں اس لیے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہوں نے باوجود دوری دونوں مکانوں کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلاں مہینے فلاں تاریخ میں زنا ہوا پھر اور چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی کوفہ میں اُسی وقت اُسی معین دن میں تو دونوں پر حد نہیں اس واسطے کہ شخص واحد ایک وقت میں دو مکان متباعد میں نہیں ہو سکتا اور شاہدوں کا صدق اور کذب معلوم نہیں تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونوں مکان متقارب ہیں تو باوجود اتحاد وقت کے گواہی مقبول ہے اور اسی طرح اگر وقت مختلف ہے اور دونوں مکان متباعد ہیں یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح **ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حد ای المراۃ والرجل** استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدوں نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھڑی کے دو کونوں میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اس طرح پر کہ ابتدائے فعل ایک کونے میں ہوا اور انتہائے فعل دوسرے کونے میں بسبب اضطراب اور حرکت کے **ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر** او رتقاء او قرناء **او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان وصلیۃ شہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد** اور اگر شاہدوں نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اس کی شرمگاہ گوشت زائد یا استخواں زائد سے بند ہے یا گواہ فاسق ہیں یا شاہدوں نے گواہی دی چار گواہوں کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اُس کے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہیں یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہوں پر م شہادت علی الشہادت حدود میں جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں ازدیاد اشتباہ ہے کیونکہ اس میں دو جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول میں اور شہادت فروع میں اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب رد شہادت فروع کے اور غیر حدود میں رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہیں ہوتی اموال میں اس واسطے کہ مال ساتھ شبہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان شہدوا کا ان وصلیہ ہے تا کہ کوئی فعلیہ سمجھ کر لم یحد کو اس کی جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جائے **وکذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا** اور اسی طرح مرد پر حد نہیں اگر شاہدوں نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر وا لخصیتین نکلا **ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجد احدہم کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف** ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدوں نے زنا کی گواہی دی ولیکن وہ سب اندھے ہیں یا قذف کی حد ان پر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہیں یا چار میں سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسی طرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدوں پر حد قذف ماری جائے گی اگر مقذوف طلب حد کرے کہ تمام شاہدوں پر اس واسطے حد قذف ماری جائے گی کہ وہ اہل شہادت نہیں یا نصاب

شہادت کے پوری نہیں تو زنا ثابت نہ ہوا تو مسلمانوں پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہوں اور حد قذف طلب مقذوف پر اس واسطے مشروط ہوئی کہ اس کا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑوں سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہوں نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اس پر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اس کی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اس لیئے کہ کوڑوں کی ضرب خاہر امور ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنے والی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اس کی دیت بیت المال میں واجب ہے کذا فی المنح ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال میں ہے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی درصورت عدم اہلیت شہود ویحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہوں میں حد قذف مارا جائے گا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اس لیئے کہ شہادت اس کی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی م ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑیں گے تو راجع پر حد نہیں اور سب گواہ رجوع کریں گے تو سب پر حد ماری جائے گی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو سب گواہوں پر حد قذف ماری جائے گی اور زانی سنگسار نہ ہوگا اس واسطے کہ حد کا جاری کر دینا قضاء میں داخل ہے باب حدود میں تو گویا قبل قضاء رجوع ثابت ہوا م سب گواہوں پر اس واسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو ان کا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضاء سے پھر جب قضاء متصل نہ ہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شئ علی خامس رجع بعد الرجم اور اس پانچویں گواہ پر کچھ نہیں نہ حد نہ دیت جس نے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی پھر اگر پانچویں کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونوں پر حد قائم ہوگی اور دونوں چوتھائی دیت کی ضمان دیں گے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کرے گا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دے گا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوں گواہ رجوع شہادت سے کریں گے تو ہر گواہ پانچویں پانچویں حصہ دیت کا ضمان دے گا کذا فی الحاوی القدسی م یہ حکم درصورت رجم ہے اس واسطے کہ ضمان نہیں مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہر والغیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا وہذا اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی المال اتفاقا ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اس وقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اس نے شہادت سے رجوع کیا ہو یوں کہہ کر کہ میں نے بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار میں اور دیت اس کی بیت المال میں ہے بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہ ہوئے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئے تو بالاجماع ان پر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی ان پر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدوں کی لیاقت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحر اور شاہدوں پر حد قذف نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ قذف میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اس کے طلب حد نہیں کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہر واکذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا لشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اس کو جس کی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا

کہ شاہد اہل شہادت کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دے گا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم
قاضی کا صحیح واقعہ ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے۔ کذا فی المنح فلو قتلہ قبل
الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصا ظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل
حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جائے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اس قاتل کے مقتول ہونے سے
جس کے قتل کا حکم ہو گیا بنا بر قصاص کے خواہ شاہدوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس واسطے کہ استیفائے قصاص کا حق واسطے وارث
کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ **وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال** لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ
اور اگر کوئی سنگسار ہوا حال آنکہ شہود زنا کی تعدیل نہ ہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال میں ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے
حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہے اس واسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا **وان
قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت** لاباحتہ لتحمل الشہادۃ **الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح** اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہم
نے قصداً زنا کو دیکھا تو گواہی ان کی مقبول ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جب کہ گواہوں نے کہا کہ ہم نے عمداً زنا کو دیکھا
لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کے واسطے
نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنے والے کو مباح ہے اور اسی طرح واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح
وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامراتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونے کا انکار کیا پھر ایک
مرد اور دو عورتوں نے اس کے احصان پر گواہی دی یا اس کی زوجہ اس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا **ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال
وطئتہا وانکرت فہو محصن** باقرارہ **دونہا** لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اس کو طلاق دی اور بولا کہ میں نے
اس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہ ہوگی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا
ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ **وقال کانت مسلمۃ** فرجم المحصن
وجلد غیرہ و بہ استغنے عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ **اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ** فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد
طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جائیں گے یعنی مرد بسبب اقرار احصان
کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اس پر کوڑے مارے جائیں گے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اس عبارت کی جو متن کے
بعضے نسخوں میں پائی جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب دو زانیوں میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو ان میں سے وہ حد ماری جائے گی جو اس کی حد ہے
یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اس کو م مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ
اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل **تزوج بلا ولی فدخل بہا لا یکون محصنا عند الثانی**
لشبہۃ الخلاف نہر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف
کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اس میں
مختلف ہیں لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم | یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان میں م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اس واسطے کہ بدون شرب

محرم حد نہیں یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریہ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جائے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لائے تو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ کفار پر حد قائم نہیں ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیۃ المفتی میں ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جائے گا قول اصح میں بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین میں م ذمی پر حد مارنا یہ قول ہے حسن کا اور بعضے مشائخ نے اس کو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اس پر حد نہیں کذا فی الطحطاوی وطن فتاوی قاری الہدایۃ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ حد ماری جائے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہیں بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہوں سے ثابت ہو خواہ اس کے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اس پر حد نہیں اس اشتباہ سے کہ شاید اس کے گلے میں لقمہ اٹکا ہو سو اس کے اتارنے کے واسطے اس نے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جائے مسلم ناطق عاقل بالغ جس نے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے م حد شرب خمر میں نشہ شرط نہیں اس واسطے کہ حرمت خمر قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ ان کی حرمت ظنی ہے تو بدوں نشہ کے ان کے پینے میں حد نہیں کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیئے گا تو اس پر حد نہیں کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ ما بہ یفتی یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے م یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے ان کے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اس پینے کی چیز کو کہتے ہیں کہ سوائے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا جو میں پانی ڈال کر چند روز رکھا جائے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنی شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش میں آئے اور گاڑھا ہو جائے اگرچہ اس میں کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا فالو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پی کر اس کے حرام ہونے کو جان کر علم حرمت حقیقۃً ہو یا حکماً اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام میں رہتا ہو اس واسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام میں داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اس نے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اس پر حد نہیں بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اس پر حد ہے بسبب حرام ہونے کے زنا کے ہر دین میں شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین میں سو تامل کر طحطاوی نے کہا کہ ہم نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہیں اس واسطے کہ ظہیریہ میں شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین میں حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہیں بعد الافاقۃ فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماری جائے گی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی میں حد ماری گئی تو ظاہر اس تقید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جائے کذا فی شرح عینی م یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقۃ اس واسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور خیر رملی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اس طرح کہ مستی میں بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہیں تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقۃ کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب وریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجودۃ خبر الریح وہو مونث سماعی غایۃ حد ماری جائے جبکہ شارب گرفتار ہوا اور جو چیز پی اس کی بو موجود ہو منہ میں خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی الفتح القدیر سو جس نے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اس نے بیان میں قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان یہ رد ہے صاحب کنز پر کہ اس نے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلا بد ان یشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہے مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب

بعد مسافت کے تو اس وقت میں ضروری ہے کہ شاہدیوں گواہی دیں کہ اس نے شراب اپنی خوشی پی اور یوں کہیں کہ ہم نے اس کو گرفتار کیا تھا حالانکہ اس وقت بو موجود تھی **ولا یثبت الشرب بھا با الرائحۃ ولا تبقائیہا بل بشہادۃ رجلین** اور ثابت نہیں ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردوں کی گواہی سے م فقط بو سے اس واسطے شرب ثابت نہیں کہ گاہے غیر خمر سے خمر کے مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قے سے اس واسطے شرب ثابت نہیں کہ شاید اس نے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو **لیسألہما الامام عن ماہیتہا وکیف شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک جلسہ حتے یسأل عن عدالتہم ولا یقضے بظاہرہا فی ما خانیۃ** دونوں شاہدوں سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیوں کر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہاں پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب میں پھر شاہدان سوالات کے جواب بیان کریں تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نہ کرے کسی حد میں ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ م ماہیت خمر کا سوال اس واسطے ہے کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہوں **ولو اختلفا فے الزمان او شہد احدہما بسکرہ من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریہ** اور اگر شاہد مختلف ہوں زمان شرب میں یا ایک گواہ گواہی دے اُس کے خمر سے مست ہونے کی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونے کی تو اس پر حد نہیں کذا فی الظہیریۃ م سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اس میں اشتداد ہو اور بعضوں نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہے کذا فی النہر **او یثبت باقرارہ مرۃ صاحیا** یا شرب ثابت ہے شارب کے ایک بار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت میں م بحر الرائق میں ہے کہ جب ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار میں منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر میں شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہوں اور کسی نے ان کو پیتے نہ دیکھا ہو تو ان پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے **ثمانین سوطا متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد** اسی کوڑے حد مارے جائیں آزاد کو اور اس کے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہے **وفرق علے بدنہ کحد الزنا** کما مر اور متفرق کوڑے مارے جائیں شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر منہ اور شرمگاہ پر نہ مارے اور کوڑا اگرہ دار نہ ہو اور شارب کا لباس ضرب کے وقت اتار اجائے سوائے پاجامے کے تا کشف عورت نہ ہو کذا فی البحر **فلو اقر سکران او شہدوا بعد زوال ریحہا لا بعد مسافۃ او اقر کذلک او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالے فیقبل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برأے عمر وابن مسعود رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ** تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہوں نے گواہی دی بعد دور ہونے بوی خمر کے بلا بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ حد شرب خالص حق ہے اللہ تعالے کا تو اس میں اقرار سے رجوع کرنا عمل کرے گا ابطال حد میں پھر ثبوت حد شارب صحابہ کرام کے اجماع کے سبب ہے اور اجماع حاصل نہیں بدوں رائے عمر فاروقؓ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور ان دونوں بزرگوں نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہے م شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظمؓ کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہیں اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہیں لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو اگر اس کو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمر میں شاخ خرما اور جوتیوں سے مارا پھر ابوبکر نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت میں پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار میں تم کیا کہتے ہو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجئے خفیف حد کے مانند تو عمرؓ نے ۸۰ کوڑے مقرر کیئے اور مؤطا میں مروی ہے کہ عمر فاروقؓ نے خمر میں مشورت کی تو علیؓ بن ابی طالب نے کہا

کہ ہماری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیئے اس واسطے کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کرے گا پھر جب بیہودہ بکے گا تو افترا کرے گا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہیں اور ان دونوں روایتوں میں کچھ تعارض نہیں اس احتمال سے کہ عبدالرحمن رضی بن عوف اور علی مرتضے دونوں نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہوں کسی نے ان کا قول ذکر کیا کسی نے ان کا اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخوں سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتدائے خلافت عمر فاروق رض میں ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے اور اجماع اور اتفاق اصحابہ کرام ہو گیا اس واسطے کہ حضرت کا فعل ایک بار ایک مرد کے حق میں بسبب اس کے زیادتی فساد کے ۸۰ تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جس قدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھے گا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر ملخصا عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلا کر منہ سونگھو اگر بُو کو پاؤ تو اس کو مارو اور عمر فاروق کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اس نے اقرار کیا شرب کا تو اس کو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نہ کرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جس کا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر و یختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتویٰ کے واسطے صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اس کا ارتداد صحیح نہیں تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ وغیرہا کی طرف نسبت کر کے مشرح بیان کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یوں نقل کیا ہے کہ فقط محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر سات مسائل میں اس کے مانند نہیں ۱۔ مرتد ہونے میں ۲۔ حدود خالصہ کے اقرار میں ۳۔ اشہاد علی الاشہاد میں ۴۔ تزویج صغیرہ اور صغیر میں جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہیں ۵۔ وکیل ہو اطلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہو کر اس نے طلاق دی تو واقع نہیں ۶۔ بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ نہیں موکل پر ۷۔ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اس کو پھیر دی حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح میں جوہرہ سے کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجوائن کی اور بھنگ اور افیون کی لیکن ان کی حرمت کم تر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزوں کے کھانے سے مست ہوگا تو اس پر حد نہیں بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی انتہی نقلہ وفی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجوائن مباح ہے اس واسطے کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اُس کا نشہ حرام ہے م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت عنایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی اجوائن کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق میں مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہر اختلاف ہوا اُس کی اباحت اور حرمت میں تو دونوں قولوں کی توفیق یہ ہے کہ خراسانی اجوائن دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جس کا کثیر نشا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض

الحد فهرب ثم اخذ بعد التقادم لایحد لما مران الامضاء من القضاء فی باب الحدود وشارب الخمر پر اقامت ہوئی حد کی مثلاً بیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کر دینا قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا لیستانف الحد لتداخل المتحد کما سیجیٔ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اس نے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اس پر شراب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جائے گی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصور کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاح جمح به فرسه فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعه ضمن والا لا[1] مصنف عمادیہ مست یا ہوشیار کے گھوڑے نے اس کے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا۔ اگر سوار قادر تھا اس کے روکنے پر تو اس پر ضمان ہے اور اگر قادر نہیں تو اس پر ضمان بھی نہیں۔ کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ م مصنف نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا مصنف عن العمادیۃ[2]

باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان میں ہو لغۃ وشرعاً الرمی بالزنا وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب میں عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع میں قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح م حق تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں دنیا اور آخرت میں اور ان کے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ مہلک سات گناہوں سے بچو۔ اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہیں فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالےٰ نے فرمایا کہ جو عیب لگائیں محصنات کو اور چار گواہ نہ لاویں تو ان کو ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگا دے گا تو اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق میں ہے کہ ہر چند نص قرآنی میں قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق میں ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بے حیا کا صغیرہ گناہ ہے م نہر الفائق میں یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہرا استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح میں کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کرے گا اس پر قیامت کے دن حد پڑے گی آگ کے کوڑوں سے ہاں حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیتہ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت میں تو ثابت ہوگی دو مردوں کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہوں سے یا قاذف کے ایک بار کے اقرار کرنے سے اور اس میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہیں حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسالہما الامام

---

[1] ایک نسخہ میں بعد الالا کے یہ عبارت ہے لانہ لیس بمسیر لہ فلا یضاف سیرہ الیہ فلا یضمن یعنی وجہ ضمان ہونے کی یہ ہے کہ اس صورت میں سوار گھوڑے کا چلانے والا نہیں تو اس کی چال سوار کی طرف منسوب نہ ہوگی اس لئے سوار ضمان نہ دے گا ۱۲

[2] یعنی بزیادتی لفظ عن ۱۲

عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب اس کا گواہوں سے حقیقت قذف اور کیفیت اُس کی سے م حقیقت قذف کا سوال اُس وقت ہے
جب گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اُس کی حقیقت نہ بیان کریں تو گواہی مقبول
نہیں کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہدا بقولہ یا زانی مگر جب دونوں گواہوں نے بلفظ یا زانی گواہی
دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہیں کہ خود اس نے مذکور کی ثم یحبسہ لیسال عنہما کما
یحبسہ لشہود لکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لاظہیریۃ پھر بعد اُس کے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اُس
کو شہود کے واسطے جن کا حاضر کرنا تین دن میں ممکن ہے اور اگر تین دن میں حاضر کرنا ممکن نہ ہو تو قاذف کو قید نہ کرے کذا فی الظہیریۃ والاکتفاء
خلافاللثانی بنہر اور امام حاضر ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ
قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والافیعزر اور حد مارا جائے حُر یا غلام جس نے زنا کا عیب لگایا یا اُس مسلم حُر کو جس کی حریت ثابت ہے قاذف کے
اقرار یا گواہوں سے اور اگر اس کی حریت ثابت نہیں تو اس کے قذف میں تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو طحطاوی نے کہا
عورت کو مبالغہ کر کے داخل کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ حُر اور عبد کے لفظ میں داخل نہیں **البالغ العاقل العفیف** عن فعل الزنا جو مسلم کہ
بالغ اور عاقل اور پاک دامن ہے زنا کے فعل سے م اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زناکار کی قذف سے حد نہیں نہر الفائق میں ہے کہ عفیف وہ
ہے جس نے کسی عورت کے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد سے نہ کی ہو فینقص عن احصان الرجم لشیئین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف
سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیزیں میں کم ہے یعنی نکاح اور دخول میں یعنی احصان رجم میں نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان
قذف کے کہ اس میں شرط نہیں خواہ ہوں یا نہ ہوں وبقی من الشروط ان لایکون ولدہ او ولد ولدہ خبرا او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او
ملک فاسد او ہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطیں باقی رہ گئیں کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہ ہو گونگا یا مقطوع الذکر
والخصیتین یا خصی نہ ہو یا اُسے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نہ کی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہ ہو م گونگے
کی قذف میں اس واسطے حد نہیں کہ استیفائے حد مقذوف کے دعویٰ پر موقوف ہے اور دعویٰ اس کا نہیں ہو سکتا الا باشارہ اور نیابت
اس میں کافی نہیں اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اس کو قذف سے عار لاحق نہیں ہو سکتی اور یہی علت ہے
رتقاء قرناء میں اور خصی وہ ہے جس کو ذکر ہو خصیتین نہ ہوں سو اس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا یہاں مذکور کرنا غلط ہے۔ شارح اس
تعبیر میں صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہو گیا اس واسطے کہ محیط میں مصرح کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کرے گا تو اس پر حد ہے اس واسطے کہ
زنا کرنا اُن سے متصور ہے کیونکہ آلۂ زنا اُن کے بدن میں موجود ہے اور نکاح فاسد ہے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہیں
اس واسطے کہ ملک فاسد نہیں ہوتی مگر شراء فاسد سے حال آنکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اس کے واطی کے قاذف
پر حد ہے چنانچہ قہستانی اور محیط میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد
ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جائے یہاں تک کہ اگر وہ مرتد ہو جائے گا قبل حد کے تو قاذف
سے حد ساقط ہو جائے گی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی الفتح القدیر م شروط مذکورہ سے یہ باقی رہ گیا کہ مقذوف نہ مر گیا ہو قبل
حد قاذف کے اس واسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف میں ارث نہیں اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو
کذا فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانے والا حد مارا جائے یعنی جو یوں کہے کہ تو نے زنا کیا یا یوں کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت ازنی من

فلان او منی علی مافی الظہیریۃ اور صریح زنا میں داخل ہے یوں کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھ سے کذا فی الظہیریۃ ثم مبسوط میں مثال اول کے خلاف ہے اور خانیہ میں مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونوں صورتوں میں حد واجب نہیں کذا فی النہر و مثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار کو صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ

مصنف نے اپنی شرح میں ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہے ثم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یانائیک یا عورت سے کہے یانیئکہ تو گویا یوں کہا کہ اے زانی اور اے زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے ولو قال یا زانی بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یازانی کہا یعنی بجائے یائے تحتیہ ہمزہ بولا تو اس پر حد نہیں کذا فی شرح التکملہ ظاہرا یہ قول صحیح نہیں اس واسطے کہ محیط میں وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اس واسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود معنی اس وقت مراد ہوں گے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اس واسطے کہ عرب بجائے حرف علت ہمزہ بولتے ہیں اور بجائے ہمزہ حرف علت بولتے ہیں تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہ ہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنأت فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنأت فی الجبل یعنی تو نے زنا کیا پہاڑ میں یا تو چڑھ گیا پہاڑ میں اس لیئے کہ زنأت مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنوں میں اس لیئے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہیں اور حالت غضب اور دشنام متعین کر دیتی ہے معنی فاحشہ کو ثم یہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر زنأت علی الجبل کہے گا تو اس پر حد نہ ہوگی اس لیئے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہو گئے او لست لابیک ولو زاد ولست لامک او قال لست لابویک فلا حد او لست یا ابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب یعنی یا حد قاذف ہے اس قول میں کہ تو اپنے باپ کا نہیں اور اگر اس قدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہیں یعنی یوں کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہیں تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں اس کے باپ کا نام لے کر جس سے مخاطب معروف النسب ہے، اور حالانکہ ماں اس کی محصنہ ہے اس کی ماں کا احصان مشروط ہوا اس واسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونوں صورتوں میں یعنی لست لابیک اور لست یا ابن فلان میں قذف درحقیقت اس کی ماں کو ہے اس واسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ثم مقذوف اس کی والدہ ہے اور طالب حد اس کا ولد ہے جب کہ ماں اس کی مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اس کی والدہ ہوگی نہ اس کا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب تعلق بالصور الثلث فی غضب تینوں صورتوں سے متعلق ہے یعنی زنأت فی الجبل اور لست لابیک اور لست یا ابن فلان کہنے سے غضب اور دشنام کی حالت میں قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی قول کہے گا تو حد نہیں اس لیئے کہ قول اول میں زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین میں نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے لطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جائے گا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اس واسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اسی کا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اس کو عیب لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ثم در صورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اس طرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا بل وان امر المقذوف بذلک شرح تکملہ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اس کا یعنی قذف کا کذا فی الشرح التکملہ ثم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہ ہوئی اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو عبد کی اباحت سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ونیز ع الفرو والحشو فقط اظہار اللتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شراب و زنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا

بھرا ہوا کپڑا اتارا جائے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے م حد
قذف کا سبب چونکہ قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اس کے سب کپڑے نہ اتارے جائیں گے سوائے پوستین اور بھری کپڑے کے
تاخفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ اُن میں سب کپڑے اتار ڈالے جائیں گے لایحد بلست بابن فلان لجدہ
لصدقہ یوں کہنے سے اکہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا نہ حد ماری جائے گی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اس واسطے کہ فی الحقیقت
وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا ونسبتہ الیہ اوالی خالہ وعمہ او دبہ بتشدید الباء مربیۃ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجاز اور حد نہیں اس کے
دادا کی طرف اس کے نسبت کرنے سے یا اس کے ماموں یا اس کے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اس
کی ماں کا زوج نہ ہو کذا فی شرح زیلعی اس واسطے کہ دادا اور چچا وغیرہ ہما آباء مجازی ہیں ذب بہ تشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء
وفیہ نظر ابن الکمال اور نہ یوں کہنے سے حد ہے کہ او بارش آسمانی کے فرزند اس میں اعتراض کیا ہے ابن کمال نے م اس واسطے حد نہیں کہ ابن ماء السماء
سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارث ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اس واسطے کہ وہ اپنے
مال کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب ماء السماء تھی اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اس کے فرزند جو ملوک آق
تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب با بن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت
غضب میں جود اور جمال سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کہتے ہیں اور اس کو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہرا
ہیں اس حالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اس پر حد ہے ابن ماء السماء
کہنے میں اور نہیں تو نہیں ولا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں م نبط ایک گروہ ہے آدمیوں کا عراق میں واحد کو نبطی کہتے
اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ انباط عجمی کشت کار ہیں اس واسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق او
عدم فصاحت میں مراد ہے بلا گمان قذف فی النہر متی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر نہر الفائق میں ہے جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب
کو اس کے غیر قوم کی طرف یا اس کے قوم سے اس کی نفی کرے تو تعزیر دیا جائے م نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت
مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر میں ہے کہ یوں کہنا کہ ، زنا کے چوزے ، زنا کے انڈے ، ز
کے حمل زنا کے سخل قذف ہے اس واسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہیں حمل بفتحتین بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو
اور سخل بچہ گوسفند بجرد پیدائش م نہر الفائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ یوں کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہیں بخلاف یا کبش الزنا اور
حرامزادہ قنیتہ بخلاف اس قول کے اور زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہیں م طحطاوی نے کہا کبش الزنا میں شاید یہ وجہ
ہے کہ قذف میں مستعمل نہیں اور حرامزادہ شریر اور مکار کو بولتے ہیں اور اس واسطے کل حرام زنا نہیں یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض میں حرام ہے اور ز
نہیں وفیہا لو جحدہ ابوہ نسبہ فلا حد درقنیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اُس کے نسب کا تو اس پر حد نہیں ولا حد بقولہ لامراۃ زنیت
ببعیر او بثور او بحمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہیں اپنی زوجہ سے یوں کہنے میں کہ تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے
یا گھوڑے سے اس واسطے کہ یہ شرعا زنا نہیں بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم فانہ یحد لانہا لا
تصلح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے
کپڑے سے یا دراہم سے تو مرد پر حد ماری جائے گی کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہیں تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء

مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل یا ذا الرجل فلا حد لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول[1] مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہیں اس واسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہیں وانما یطلبہ بقذف المیت من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوق العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جس کے نسب میں عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہیں اگرچہ عالی یا سافل ہوں اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص ابعد باوجود اقرب کے یا اس کے عفو کر دینے یا اس کے تصدیق کر دینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہے اس واسطے کہ سب کو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے ماتن نے طلب کو مقید بمیت کیا اس واسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف میں نہیں بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جب کہ حاضر ہو طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہیں یعنی ان کو حق طلب نہیں قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد لتداخل الحدود ثم موت الابوین لیس بقید بل فائدتہا فی المطالبۃ کہا او دو زانیوں کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہیں تو قاذف پر ایک ہی حد ہے بسبب تداخل کے جس کا بیان آگے آئے گا بعد اس کے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اس کے والدین کی قید نہیں تداخل کی بلکہ فائدہ اس کا مطالبہ میں ہے یعنی اگر والدین میت ہوں گے تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اُن کی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی آخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلے فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ اباحنیفۃ فقال اخطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا فی المسجد وقائمۃ وبلا حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر میں مذکور ہے کہ بے ہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اس کو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اس نے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اس کو دو بار حد ماری مسجد میں تو یہ خبر پہنچی امام ابوحنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ ا حکم کی بنا کی بے ہوش عورت کے اقرار پر ۲۔ اور اس پر حد لازم کی ۳۔ اور اس کو دو حدیں ماریں ۴۔ اور دونوں حدوں کے ساتھ ہی اقامت کی ۵۔ اور مسجد میں حد قائم کی ۶۔ اور اس کو کھڑا کر کے حد ماری ۷۔ اور بلا حضور اس کے ولی کے م فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار میں یوں مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اس کے دو حدیں ماریں مسجد میں پھر جب امام ابوحنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اس نے ایک مسئلہ میں پانچ مرتبہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر اس کے نزدیک وہ حدیں تھیں تو دونوں حدوں میں ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے یہ کہ مسجد میں حد ماری پانچویں یہ کہ اُس کو دریافت کرنا تھا کہ اس کے والدین زندہ ہیں یا نہیں اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا ان کو اختیار تھا۔ اور نہیں تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادت اور نقصان بسبب اختلاف راویوں کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کی طرف سے یہ جواب[2] ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اُن کے اجتہاد میں یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال فی الدرر ولم یتعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون الخصومۃ للابن اور درر میں کہا اور معلوم نہ ہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے سو حق خصومت ان کو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب

[1] یعنی زینت ثوب دراہم۔ ۱۲

[2] مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب کافی نہیں کیونکہ خطا تو مجتہد بھی کرتا ہے اور ان کا اجتہاد میں حق ہونا خطا نفس الامری کو دور کرتا ہے ۱۲

وسرق وزنا غیر محصن لیقام علیہ الکل بخلاف المتحد جمع ہوئیں ایک شخص پر حدود کی چند جنسیں مختلف اس طرح پر کہ اُس نے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اس پر سب حدود قائم کی جائیں اس واسطے کہ اغراض مختلف ہیں کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقل ہے تو اقامت حد واحد سے جمیع مقاصد مذکور نہیں حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہاں ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب میں مذکور ہوگا ولا یوالی بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان میں اتصال نہ کیا جائے گا یعنی لگاتار برابر ان کی اقامت نہ ہوگی ہلاک ہو جانے کے خوف سے بلکہ وہ محبوس رہے گا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیران شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت میں حد قذف سے ابتداء کی جائے بسبب حق العبد کے اگرچہ اس میں حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونوں کے قرآن مجید سے یعنی دونوں قوت میں برابر ہیں کسی کی ترجیح نہیں ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اس کے ثابت ہونے کے صحابۂ کرام کے اجتہاد سے ولو فقاء الصابدأ بالفقاء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہ بحر اور اگر کسی کو زخمی بھی کیا تو امام ابتداء جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور ان کے سوا اور حدود لغو ہو جائیں گے کذا فی البحر طحطاوی نے ابوسعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک مابقی اور حاوی میں ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جائے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جائے اور باقی حدود متروک ہوں ویؤخذ ماسرقہ من ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جس قدر اس نے چوری کی وہ اس کے متروکہ سے لی جائے بسبب اس کے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے سو یہاں پایا نہیں گیا ولا یطالب ولد اے فرع وان سفل وعبد اباہ اے اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امۃ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نہ کرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو غلام کی ماں کا حرہ ہونا اس طرح پر کہ ماں آزاد ہو گئی اور بیٹا اس کا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے موجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ اواب اونحوہ ملک الطلب فی النہر واذا سقط عنہ الحد عزر بل لشتم ولدہ لیغر پھر اگر اس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اس کا مملوک نہ ہو یا عورت کا باپ ہو یا اس کے مانند کوئی اور اصول اور فروع میں تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق میں ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جائے گا بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جائے گا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف میں ارث نہیں بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل ہے وارث دعوی نہیں کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہیں قذف میں بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز نہیں اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جائے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہیں فیہ متعلق ہے رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد وتمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہاں اگر مقذوف عفو کر دے تو حد نہیں نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اس نے طلب حد کو ترک کیا اس واسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہاں تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کرے گا اور طلب حد کرے گا تو حد مارا جائے گا کذا فی شرح الشمنی اور اسی واسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہ ہوگی مگر بعد حاضر ہونے

مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہیں چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جائیں گے تاوقتیکہ مقذوف نہ آئے گا فقال لآخر یا زانی
فقال الآخر لا بل انت حد لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اُس نے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں زانی نہیں تو زانی ہے تو دونوں
پر حد قذف ماری جائے گی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اس قول میں دونوں قاذف ہوئے اگر بنا برحق العبد کے کیے دونوں برابر
ہو گئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا برغلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہو گی کذا فی المنح بخلاف مالو قال لہ مثلا یا خبیث فقال بل انت
لم یعزر الا انہ حقہما وقد تساویا فتکافیا بخلاف اس کے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اس نے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے
تو دونوں پر تعزیر نہیں اس واسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہو گئے تو
دونوں کی مکافات ہو گئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہو گئی بخلاف ما سیجیٔ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لم یتکافئا لہتک مجلس الشرع ولتفاوت
الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آئے گا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہ ہو
جائیں گے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دی جائے گی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے ضرب کے ولو قالہ لعرسہ
وہو من اہل الشہادۃ فردت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے یہی قول
پھر کر کہا تو عورت پر حد ماری جائے گی اور لعان نہ ہو گا یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اُس نے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے
تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہ ہو گا تو اس کا قذف لعان کا موجب نہ
ہو گا تو دونوں پر حد ماری جائے گی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الآخر وجب تقدیمہ احتیالا للدرء
قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیں جمع ہوں گی اور ایک حد کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہو گا تو اس کی
تقدیم واجب ہو گی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق ترہے اس واسطے کہ محدود فی القذف لعان کا
اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہے
اور لعان تو حد نہیں اس کا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروعیت لعان کے واسطے انزجار کے ہے
مانند حدود کے ولذا قالوا لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدأ بالحد لینتفی اللعان اور اسی واسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا
ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ زانیہ بیٹی زانیہ کی تو اول حد کی ابتدا کی جائے گی تا لعان منتفی ہو جائے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول
حد ماری جائے گی تو لعان ساقط ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعویٰ کرے گی تو دونوں
میں قاضی لعان کرا دے گا۔ پھر زوجہ کی ماں اپنے قذف کے حد کی طالب ہو گی تو مرد پر حد قذف ماری جائے گی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح
کا اس صورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اس کی ماں معاً طالب ہوں ولو قالت فی جوابہ زنیت بک او معک بدرأ الحد واللعان للشک
اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جائیں
گے بسبب شک کے م تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول اس کا محتمل ہے کہ اس نے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہو گی نہ لعان
اس واسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اس کی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ
بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اس واسطے کہ قذف مرد کی طرف
سے ہوا نہ عورت کی طرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہو گئے کذا فی المنح قید بالخطاب

لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حد وحدہ خابنۃ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اس واسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی تو زانی تر ہے مجھ سے تو فقط زوج ہی پر حد ماری جائے گی کذا فی الخانیہ سلہ اس واسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت[سلہ] اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعضے نسخے میں ہے کہ حد وحدت سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اس نے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اس کا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہو گیا اقر بولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اس کی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اس کے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جائے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا ہے اُس کے اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہے اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اس لیئے کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامراۃ یا زانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اس پر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اس واسطے کہ کلام عرب میں ہا ہوز محذوف ہو سکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے والرجل یا زانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمد نے کہا کہ اس کا قائل حد مارا جائے گا اس واسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر میں مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ میں ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہیں اس عورت کے قذف سے جس کے ولد کا باپ معلوم نہیں اس شہر میں جہاں قذف واقع ہوا نہ ہر شہر میں کذا فی البحر او من لاعنت بولد لانہ امارۃ الزنی یا حد نہیں اس عورت کی قذف سے جس نے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اس واسطے حد نہیں کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کرے گا تو اس کے قاذف پر حد واجب ہو گی یا اگر لعان باطل ہو جائے گا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہو گی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ ہی اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العفۃ یا حد نہیں اس مرد کی قذف سے جس نے وطی کی اپنے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک میں وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے م یہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہیں اس عورت کی قذف سے جس نے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان[سلہ] کے او بقذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث شبہۃ یا حد نہیں اس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت[سلہ] ادا کرکے

سلہ تو زیادہ جانتا ہے زنا کو بہ نسبت میرے ۱۲ سلہ یہاں ترجمہ میں مترجم اول سے سہواً واقع ہوا مات عن وفاء کا ترجمہ یہ چاہیے تھا کہ اتنا ترکہ چھوڑ کر مرا جو بدل کتابت کو کافی ہو اور ایسی مکاتب کی آزادی میں اختلاف ہے اور بعد ادائے بدل کتابت تو بلاشبہ آزاد ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ۱۲

حد نہیں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اس کی حریت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں م وفاء بدل کتابت کی قید
سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مر جائے گا تو اس کے قاذف پر بطریق اولیٰ حد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحد قاذف وطی
عرسہ حالۃ الحیض وامۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمۃ فی کفرہ لثبوتہ ملکہ فیہن وفی الذخیرۃ خلافہما اور حد مارا جائے گا قاذف اس مرد کا جس نے
اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی کی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اس مسلم کا قاذف حد مارا جائے گا جس نے اپنی حالت کفر میں اپنی محرم
سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اس کے ملک میں یعنی پہلی اور پچھلی صورت میں نکاح کی ملک ثابت ہے اور باقی میں ملک یمین ہے اور
پچھلی صورت میں خلاف ہے صاحبین کا اس واسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں وحد
مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالیٰ المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فتحد فی الکل
الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائے گا کافر مستامن جس نے مسلم کا قذف کیا اس واسطے کہ اس نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام
کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اس لیے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالیٰ کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد
کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود مارے جائیں گے سوائے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا عن المنیۃ تصحیح حدہ بالسکر ایضا لکن
ہم باب الشرب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بھی یہ شارح نے استدراک کیا غایۃ البیان کے استشناء
پر وفی السراجیۃ اذا اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ میں ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہوں تو مسلمین کی مانند ہیں وجوب حد میں
م شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب
اہل ذمہ معتقد حرمت خمر نہ ہوں منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاویٰ ہے
کذا فی المنح وفیہا لو سرق الذمی او زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری
کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اس کے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جائے گا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا
تو حد نہیں اس واسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علیٰ زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر
بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کیئے مقذوف کے زنا پر اگرچہ اقامت بینۂ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے
احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ
اس کا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علیٰ اقرارہ بالزنا وقد حرر فی البحران البینۃ علیٰ ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان
کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر غرر کی یوں ہے یا اسکے اقرار بالزنا پر
تو مطلب اس کا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کیئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اس پر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اس
پر اعتماد نہیں اس واسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اس کا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہوگئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے
مگر سات جگہ بینہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جس کی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے ان سات مقاموں سے یہ مسئلہ نہیں لہٰذا ماتن نے درر کی عبارۃ
کو بدل ڈالا سو خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے م اشباہ النظائر
میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں مگر سات جگہ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہوں گے اور وارثوں پر حکم متعدی ہو
۲۔ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں ۳۔ مدعلیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں دفع ضرر

کے واسطے ہم استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہے نابالغ سے رجوع کرنا آسان ہو ۵۔ اگر باپ سے خصومت کی جائے صغیر کے جانب
سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶۔ اگر وارث نے موصی لہ کے واسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷۔ ایک جانور کرایہ پر دیا زید
کو پھر اس کو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع
ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی حد المقذوف فلیعنی ان لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفے حد مارا جائے گا مقذوف کو جب
کہ گواہی حد متقادم پر نہ ہوگی چنانچہ یہ مخفی نہیں م حد المقذوف جزا ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لائے گا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف
خود اقرار کرے گا تو مقذوف پر حد ماری جائے گی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر اجل الی قیام الحاکم فان عجز حد
اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کے لانے سے اسی وقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہوں کے حاضر کرنے کی جو اسی شہر میں موجود ہے تو اس کو مہلت
دی جاوے قیام مجلس تک پھر اگر نہ لا سکے تو اس پر حد قذف ماری جائے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور ضامنی
نہ لی جاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جائے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اس سے کہا جائے کہ گواہوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو ان
کو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقا فانہ کما قال دری الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقطا اور اگر قاذف نے چار گواہ فاسق سے اپنی قول کی گواہی دلائی
تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد مندفع ہو جائے گی کذا فی الملتقط م قاذف اور شہود پر اس واسطے حد نہ رہی کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ
عادل نہیں اور مقذوف پر اس واسطے حد نہیں کہ وجوب حد شہود وعدول پر موقوف ہے ویکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما
بیناہ وعمم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف ام تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم ام بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف اخری فی المجلس فانہ یتم الاول
ولا شئ للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے ان جنایات کے واسطے جن کی جنس متحد ہے بخلاف ان جنایات کے جن کی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے
ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف ان کا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایک دن
میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق اس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک
کوڑے کے پھر اس نے دوسری بار اسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کی جائے گی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جائے گا اور قذف ثانی کے
واسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے م اکتفا حد واحد اس وقت ہے جب کہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری
بار جنایت کرے گا تو دوسری بار حد ماری جائے گی خواہ قذف ہو یا شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانون
لوقوع الاربعین لہما فتح اور جب کہ غلام قذف کرے گا پھر آزاد ہو جائے گا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اس پر غلام کی حد ماری جائے گی یعنی چالیس
کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اس کو گرفتار کرے گا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسی کوڑے پورے کر دیئے جائیں گے بسبب واقع ہونے پہلے
چالیس کوڑوں کے دونوں حدوں کے واسطے کذا فی المنح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسی میں
چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد مارے جائیں گے وفی سرقۃ الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو
اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ میں ہے کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اس پر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اس کو قذف
کیا تو دوسری بار اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے
تو حد ثانی کی حاجت نہ رہی انتہی کلامہ م زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں اس واسطے کہ اول حد سے تو زمان
ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن حلبیہ میں بھی مطلقا نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو قال

لہ یا ابن الزانیہ وامہ میتۃ فخاصمتہ حد ثانیا کما لایخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اس کی ماں کو اور حالانکہ اس کی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اس کو دوبارہ حد ماری جائے گی چنانچہ وجہ اس کی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اس نے اپنی ماں کی قذف کا دعویٰ کیا تو دوبارہ اس کو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اس کی ماں کی طرف سے ولیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییدہ بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اس واسطے کہ تعزیر حق العبد ہے م طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے بوجھا جاتا ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا علاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحد استحسانا وعن محمد یحد قیاسا علیٰ حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخبر ملحقہ التتمہ حواشی السعدیہ دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اس پر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کر کے کہ استیفائے حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحد ما استطعتم تو اس کو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اس کا حق استیفا مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقتول کے واسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم۔

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں م چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے ان کو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کم ترتھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اس کو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالیٰ (واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا[1]) اس آیت میں حق تعالیٰ نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اٹھالے اور مروی ہے کہ کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو تعزیر دی اور محیط میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنا عصا وہاں لٹکا رکھا کہ اہل وعیال کو نظر آئے اور قوی تران احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوائے حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر لڑکوں کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوٰۃ کریں اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہنچے کذا فی الفتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت میں عبارت ہے تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ بغیر ضرب سے خواہ حد کم تر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی برد اور زد وضع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق علی ضرب مادون الحد غلط ہذا اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کم تر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر م ہذا الفائق میں یہ تغلیط ابن حجر مکی کی طرف منسوب ہے اس واسطے اس کو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کی طرف جو جاہل ہیں اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہیں کیا بلکہ اس کی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسی طرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے

[1] اور ماردان کو پھر اگر تمہاری اطاعت کریں تو نہ ڈھونڈو ان پر کوئی سبیل ۱۲

اور کچھ اس کا اشارہ دیباچہ قاموس میں موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود و شرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ و ثلثون سوطا و اقلہ ثلثۃ لو بالضرب
اور اصطلاح شرع میں تعزیر عبارت ہے تادیب کم تر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہیں اور کم تر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو
یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہے نہ مطلق تعزیر کا اور یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہیں امام کی رائے پر مفوض ہے یہاں تک کہ اگر وہ
جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہیں اور ابویوسف
کے نزدیک پچھتر کوڑے ہیں امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابویوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے
اور اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے (من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین) یعنی جو حد تک
پہنچے غیر حد میں وہ ظالموں میں سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل
کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کم تر چاہیئے تو امام اور محمد نے بہ نظر احتیاط عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اس واسطے
کہ لفظ حد کا حدیث مذکور میں نکرہ ہے اور ابویوسف نے حد احرار سے کم کیا اس واسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ میں حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد
میں دس کوڑے سے زیادہ مارنا نہ چاہیئے تو اس کا جواب علماء حنفیہ نے یوں دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اس کے
بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہ ہوتی تو صحابہ کرام اس کی مخالفت نہ کرتے اس واسطے کہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ میں کذا فی الفتح القدیر فجعلہ الدرر علی اربع
مراتب اور درر و غرر میں تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے وہ مراتب مذکورہ یوں ہیں تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے
اس طرح کہ قاضی ان سے کہے کہ ہم کو خبر ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نہ کرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دوار القضا
تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی مالک گانوں کا اس واسطے کہ دہقان معرب ہے دہگاں کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس
یعنی اہل بازار کے کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیس یعنی کمینوں کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ
مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی اطلاقہا فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام واری انہ بالضرب
صواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجود اس کے کہ مراتب اربعہ مذکورہ
اپنے اطلاق پر نہیں ہیں اس واسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اس کا خون نکلے تو اس کی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع
سے کافی نہیں اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں اس کی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف
میں افراط کی بلکہ اس صورت مذکورہ میں اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اس واسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہیں بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ میں
مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ تیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی بمقدار حیثیت تعزیر کذا فی الطحطاوی والیفرق الضرب فیہ وقیل یفرق و
تو فق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لاشرح وہبانیۃ اور تعزیر میں ضرب متفرق نہ کیجائے بدن پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ متفرق کیجائے مرتب اور دونوں قولوں میں توفیق یوں کیگئی ہے
کہ اگر تعزیر نہایت مرتبہ کو پہنچ جائے یعنی انتالیس کوڑے کو تو بدن پر علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیئے تا خوف ہلاکی کا نہ رہے اور اگر تعزیر اس سے کم تر ہو تو متفرق
نہ کی جائے کذا فی شرح الوہبانیۃ ثم فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ متفرق مارنا چاہیئے اعضا پر سوائے منہ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابویوسف نے کہا کہ
پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیئے کذا فی المنح ویکون بہ وبالحبس وبالصفع علی العنق وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لہ بوجہ عبوس
وبشتم غیر القذف مجتبیٰ اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کی جانب سے اور کان مروڑنے
سے اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہو کر اس کو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہ ہو کذا فی المجتبی وفیہ عن السکب

لا یباح بالصفع لانہ من اعلیٰ مایکون من الاستخفاف فیصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبیٰ میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر تھپ مار کر اس واسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت کا اعلیٰ مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے لا باخذ مال علی المذہب بحر وفیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ فان ایس من توبتہ صرف الی مایری وفی المجتبیٰ انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی بحر الرائق اور اس میں بزازیہ سے یعنی منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور ڈر جائے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اُسی کے حوالے کرے پھر اگر ناامیدی ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو جہاں مناسب دیکھے صرف کرے اور مجتبیٰ میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگوں کے ناحق مال لینے کا اس کو وسیلہ نہ ٹھہرائیں کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جس کے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور یہ نہیں کہ حاکم اس کو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہیں اس واسطے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی المنح والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رای القاضی وعلیہ مشایخنا زیلعی لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اس واسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیوں کے احوال اس میں مختلف ہیں کذا فی البحر یعنی بعض شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے کو بہیں کوڑے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تو قاضی جیسے مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراۃ لا تحل لہ ولو اکرہہا فلہ ودمہ ہدر وکذا الغلام وہبانیۃ اور کبھی ہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس عورت کے ساتھ پایا جو اس کو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا مجرد خلوت مراد نہیں یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اس کا جائز ہے اور خون اس کا باطل ہے اور یہی حکم ہے مرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیۃ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اجبر میں قتل بدون شرط آیندہ جائز ہے اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کے عبارت میں واؤ عاطفہ زائد ہے بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہے الکان لیعلم انہ لا ینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا بان علم انہ ینزجر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آیگا شور کرنے اور مارنے سے سوائے ہتھیار کے اور اگر وہ جانے کہ وہ باز رہے گا للکارنے اور مارنے سے تو اس کی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان کانت المراۃ مطاوعۃ قتلہما کذا عزاہ الزیلعی للہندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف سے منسوب کیا ہے ثم قال وفی منیۃ المفتی لو کان مع امراتہ وہو یزنی بہا او مع محرمہ وہما مطاوعان قتلہما جمیعا انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اس کی محرم عورت سے زنا کرتا ہو اور وہ دونوں براضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سب کو انتہی کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہے درر غرر میں قال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم فمع الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرہا یحل مطلقا انتہی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سوا اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اس کے غیر میں یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقا شرط مذکور ہو یا نہ ہو انتہی کلام البحر

وردہ فی النہر بما فی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر الہندوانی للمرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلقا فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم ولذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وہو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور بحرالرائق کے فرق کو رد کیا ہے نہرالفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ہاں یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے بلا فرق اور اس برابری پر لفظ مراۃ کو نکرہ لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے ہاں منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں تو اس کو قید پر محمول کرنا چاہیے یعنی شرط عدم انزجار وہاں بھی ملحوظ رہے تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جائے اور اسی واسطے وہبانیہ میں شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقا اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور محرم میں بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہے بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل میں احصان شرط نہیں اس واسطے کہ یہ قتل حد زنا نہیں جو احصان شرط ہو بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے م اس کو نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اس واسطے کہ جب اس امر خلاف مشروع کا زائل کرنا قتل میں متعین ہوا تو اس میں احصان کا شرط کرنا بے معنی ہے ولہذا بزازی نے اس کو مطلق کہا ہے بزازیہ کی کتاب الحدود میں مصرح ہے پایا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سوائے ہتھیار کے مارنے سے تو اس کا قتل حلال نہیں اور اگر نہ مانے بدوں قتل کے تو اس کا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اس کی اس مرد سے راضی ہو تو اس کا قتل بھی حلال ہے اور یہیں سے تعزیر پر اور اس پر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کر سکتا ہے انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وان ما یمتنع خوفا من ان لا یفعلہ انہ زنی اور مجتبی میں ہے اصل یہ ہے کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اس کا قتل کرنا اس کو حلال ہے اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اس کو سچا نہ جانیں گے مقتول کے زنا کرنے میں م اس قول سے معلوم ہوا کہ اس کو قتل اور عدم قتل میں اختیار ہے پھر اگر اس کو قتل کرے گا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جائے گا تو شہید ہو گا **وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس[1] وجمیع الظلمۃ بادنی شئ لہ** قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کم تر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر درغلائیں تو ان سب کا قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہے اور ان کا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی م قتل ان شخصوں کا بھی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اس پر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اس نے اس کو نیا یا تو اس کی برادری کے لوگوں کو حاکم کے یہاں ناحق گرفتار کرایا تو اس نے ان کو قید کیا اور ان کا مال چھین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اس کے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کریں تو اس مفسد پر تعزیر ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں اس پر تعزیر ہے کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر م امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین میں فساد ڈالے اور لوگوں میں فساد پھیلائے حاکم کے پاس سے جا کر اس پر کیا واجب ہے جواب دیا کہ اس کا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب قتل امام اور اس کے نائبوں پر بشرط عدم انزجار مذکور ہے اور ان کے سوا اور لوگوں کو مباح ہے وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملحوہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے اور تعزیر ہوتی ہے مفسد اور موذی کو شہر میں سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر میں سے نکال دینے سے اور اس کا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکوں کو توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب میں انہوں نے نمک ڈال دیا ہو اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں م حموی نے

[1] صاحب مکس کا ترجمہ مطلق صاحب ظلم مناسب نہیں بلکہ صاحب مکس اس کو کہتے ہیں جو لوگوں سے ناحق دہ یکی لے راستوں پر بیٹھ کر ۱۲

برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق میں جائز ہے **ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ** قنیہ واما بعدہا **فلیس** ذلک **لغیر الحاکم** والزوج والمولیٰ کما سیجیٔ اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنے کے وقت میں کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونے کے بعد سوائے حاکم اور زوج اور مولٰے کے یہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہ ہو کذا فی الملتقی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہاتھ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہے اور شارع نے اس کا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے منکر خلاف شرع دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اس کو بگاڑ دے اور اگر اس کو طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہے انتہیٰ بخلاف حدود کے کہ اس کی ولایت نہیں مگر حاکم کو منح الغفار میں کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہیں اس واسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہیں تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اس میں سوائے امام کے کسی کو دخل نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **من علیہ التعزیر لو قال** لرجل **اقم علی التعزیر** ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحتسب بہ قنیۃ واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہے۔ اس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اس نے تعزیر قائم کی پھر اس کی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اس سے احتساب[1] کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہے اس کو قائم نہ کرے سوائے امام کے بسبب توقف اس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ اس میں کسی کو حکم اور پنچ مقرر کریں تو حکم بجائے قاضی ہو جائے گا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوائے حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم مامور ہے شارع کے جانب سے **ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المضروب** الضارب **لغیر ان** کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا فالکما مار غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونوں تعزیر دیئے جائیں گے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دیں گے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیئے جائیں گے اور گالی دینے سے باہم برابر نہیں ہوں گے بسبب بے ادبی کرنے کے مجلس شرع میں چنانچہ مذکور ہو چکا م مضاربت سے اس واسطے تعزیر ہے کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہیں ہوتی **ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی** منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کی جائے اس سے جس نے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اس واسطے کہ وہی اظلم ہے کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ بدلا لینا اور عوض میں کہنا جائز ہے اس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اس کی اجازت کے حق تعالٰے نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو ان لوگوں پر راہ نہیں یعنی مواخذہ نہیں اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالٰے نے فرمایا کہ جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب حق تعالٰے پر ہے م ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوائے ضرب کے اس واسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارے گا تو دونوں پر تعزیر ہے تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے **وصح حبسہ** ولو فی بیتہ لیمنعہ من الخروج منہ نہر **مع ضربہ** اذا احتیج لزیادۃ التادیب اور درست ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اس کے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھ اس کی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اس وقت ہے جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے **وضرب اشد** لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا **ثم حد الزنا** لثبوتہ بالکتاب **ثم حد الشرب** لثبوتہ باجماع الصحابۃ

---

[1] یعنی اس مرد کا تعزیر کرنا مجرم کو کالعدم ہوگا ۱۲

لا بالقیاس لانہ لایجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہے حد زنا کی ضرب سے اس واسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہ ہوگی تا اصل مقصود فوت نہ ہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہے قذف کی ضرب سے بسبب اس کے ثابت ہونے کے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اس واسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اس کے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے م ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کم تر ہوا اس واسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہے گو مثبت اس کا ضعیف ہے حد قذف کے مثبت سے ویعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جائے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی میں کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اس پر تعزیر نہیں کذا فی البحر اور اسی کی مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ کما سیجئ فی الحظر فمرتکبہ مرتکب محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذا فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کا اشارہ کرنے سے ہو اس واسطے کہ یہ بھی غیبت ہے چنانچہ اس کا بیان کتاب الحظر والاباحۃ میں آئے گا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جس میں حد نہیں تو اس میں تعزیر ہے کذا فی الاشباہ والنظائر م شرح الشرعۃ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اس میں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسی طرح فعل مانند قول کے ہے اور اسی طرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسی طرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین میں باقی غیبت سے بھی زیادہ تر ہے کذا فی المنح ملخصاً فیعزر بشتم ولدہ وقذفہ وبقذف مملوک ولو ام ولدہ وکذا بقذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ بہ غایتہ کما لو اصاب من اجنبیۃ بزنا غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ وفیما عداہا لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جائے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اس کے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہنچانا چاہیے یعنے انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کر قبل اس کے نکالنے کے تو اس پر بھی غایت تعزیر ہے اور امور مذکورہ کے سوا غایت تعزیر کو پہنچانا چاہیے م غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی اس واسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہنچی ویعزر بشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلاً او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ ہو بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دی جائے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اس کا فاسق ہونا سب کو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اس کے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہیں قائل پر اس واسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی الفتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہیں یعنی جو عشر اور زکوٰۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اس کے قاموس میں ہے فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجردا بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاہد پھر اگر گالی دینے والا اس کے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اس کے سبب کے تو شہادت مسموع نہ ہوگی کہے گا یا زانی اور اس کے اثبات کا ارادہ کرے گا تو اس کی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہاں تک کہ اگر شاہد اس کا فسق اس فعل سے بیان کریں جس میں حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن میں کہ طعن مجرد مسموع نہیں اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے م فسق مجرد یہ ہے کہ اس میں سبب فسق کا بیان نہ ہو یعنی ترک صلوٰۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب فسقہ

فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وکذا اعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزرہ ولو ذال ہو ترک واجب سال القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من الفرائض فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لاتقبل شہادتہ والمراد مایجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور رائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اس کے فاسق ہونے کا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اس کو گلے سے لگانا یا اس سے خلوت کرنا تو اس کے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اس نے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یوں کہا کہ فسق اس کا ترک کرنے واجب ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جس کو گالی دے واجبات کا سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اس کو نہ جانے تو اس کا فسق ثابت ہو گیا اس واسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور مراد اشتغال فقہ سے اس قدر ہے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہیں جس کے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے **وعزر** الشاتم **بیا کافر** وہل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والالا بہ یفتی شرح وہبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جائے گا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کرے گا تو ہاں کافر ہو جائیگا اور نہیں تو نہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اس نے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر نہیں بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق میں کہا کہ یہ جو ہے حدیث اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بہا اور بہا تو یہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو اجابہ بلبیک کفر خلاصہ اور اگر اس کو بلفظ لبیک جواب دے گا تو کافر ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ یعنی یا کافر کے جواب میں لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرب سے کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت ملا کر کے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل لایعزر مالم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نہ کہے یا کافر باللہ اس واسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں م یہ قول اس واسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے۔ لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے **یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین** یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دی جائے گی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا مباحی یا احمق یا عوانی کہنے میں م مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کرا دے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا اس میں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اس کو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جائے گا کذا فی الطحطاوی **یا لوطی** وقیل یسال فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لایعزر وان اراد بہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل فتح اور تعزیر دی جائے گی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جائے کہ اس نے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اس پر تعزیر نہیں اور اگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اس کو تعزیر دی جائے اور صاحبین کے نزدیک اس پر حد زنا ماری جائے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اس نے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخراپن سے یہ مراد ہے جس کو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہو گئی ہو کذا فی النہر **یا زندیق** یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دی جائے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو

صاحب آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ایک ان میں اس کا مقر ہوا ۱۲

باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہے مغرب میں ہے کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر **یالص الّا ان یکون لصاً لصدق القائل** کما مر اور تعزیر دیا جائے یا لص کہنے سے یعنی چور مگر اس وقت تعزیر نہیں جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اس نے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے والنداء لیس بقید اذ الاخبار کانت او فلان[۱] فاسق وکذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں نداء مخاطب قید نہیں اس واسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اس کے اسی طرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اس کو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ م قنیہ میں ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اس کے اثبات سے عاجز ہوا تو اس پر تعزیر نہیں **یا دیوث** ہو من لا یغار علی امراۃ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جس کو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اس کے پاس غیر مرد کو آنے سے کذا فی النہر والمنح **یا قرطبان** مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص م قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نہ کرے اس کے پاس علیحدہ چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کر دے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرس بکسر الراء و بالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطاء سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی **یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ** فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ عزر بطلب الولد کیا ابن الفاسق و یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اس میں اشارہ ہے اس کا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جائے گا ولد کے طلب کر دینے سے چنانچہ یا ابن الفاسق یا ابن الکافر کہنے میں اور اس کا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جائیگا م قحبہ بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسی کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب مرد اسکے پاس گذر کر نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کہے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہو گئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اس واسطے کہ زانیہ گاہ ہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا اجرت لیتی ہے کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لان الفعل لذلک المعنی لم یحد فان الزنا بالاجرۃ یسقط الحد عندہ خلافا لہما ابن کمال یوں نہ کہے کوئی کہ قحبہ عرف میں زانیہ سے افحش اور بدتر ہے اس واسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال م صاحب درر نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے کہ حد قذف اس واسطے واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہیں نہ صراحۃً نہ اقتضاءً اس واسطے کہ قحاب لغت میں بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وھو ظاہر لیکن مضمرات میں وجوب حد کی قحبہ کی لفظ میں تصریح ہے مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح میں بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک میں حد واجب ہے اس واسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہیں کرتا خصوصاً حالت غضب میں تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی **یا ابن الفاجرۃ** اور تعزیر ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے م فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہیں لہذا اس میں حد نہیں کذا فی المنح **انت ماوی اللصوص انت ماوی الزوانی** اور تعزیر ہے یوں کہنے میں کہ تو چوروں کا ٹھکانا ہے تو زانیہ عورتوں کا ٹھکانا ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہے **یا من یلعب بالصبیان** اور یوں کہنے سے تعزیر ہے کہ اے شخص جو لڑکوں سے کھیلتا ہے م ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی میں نے نہیں دیکھی بعضے کہتے ہیں غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے

[۱] بضم قاف کو لغت متداولہ مساعدت نہیں کرتی بلکہ فتح قاف بعض لغات میں تصریح ہے البتہ اس کا مصدر قحاب بضم قاف سے ہے شاید مترجم اول نے کسی لغت میں بضم قاف بھی پایا ہو لیکن تاہم مشہور سے بلا وجہ اعراض کرنا مناسب نہ تھا ۱۲

واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول
کثیرا ما یراد بہ الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر دی جائے یا حرام زادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض
دونوں کو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ شبہ کرے کہ اس لفظ سے عرف میں یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی بلکہ عرف میں حرامزادہ
کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسی واسطے حد نہیں یعنی باعتبار وضع
اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں فرع مسئلہ طحطاوی شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بہا لا یقتل مالم یستحل و یبالغ فی تعزیرہ او
یلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح سے مشہور ہے تو قتل نہ کیا جائے گا جب تک دیوثی کو حلال نہ جانے اور
اس کی تعزیر میں شدت اور سختی کی جائے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی م مراد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اس پر تعزیر
لازم ہے یا لعان در صورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت
الی ذلک فاشہدوا علیہ انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اس میں یعنی جواہر الفتاوی میں ہے فاسق
نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر میں پھر یہ کام کروں تو تم اس پر گواہی دو کہ وہ رافضی ہے سو اس نے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہ ہو جائے گا بلکہ گنہگار
ہو گا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں پھر یہ فعل کروں تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اس پر کفارہ قسم کا لازم ہے اس واسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار
یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیۃ لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف واتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر نہ دی جائے گی یوں
کہنے سے کہ اے گدھے اے کتے اے سور اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اس کے جھوٹ کے اور ہدایہ
میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا ابلہ یا ابن
الحجام وابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور مخاطب کا باپ حجام نہیں اور
زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے م زیلعی نے کہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب کذب کے اس واسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ
نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر ہے مخاطب کے باپ کے مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہ پڑے گا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اس کو عیب لاحق ہوا
اور صاحب نہر نے اس کو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے موت سے مقید نہیں م حجام وہ ہے جو پچھنے لگا دے اور اس سند میں حلاق اور مزین
کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ جس کو کچھ تمیز نہ ہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی الموجر اور
یا مواجر میں تعزیر نہیں اس واسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے م صاحب درر نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے اجرت
پر دے لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کرنے والا اور ٹھیکہ کرنا شرعا عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی
لغوی کا ارادہ کرے گا تو تعزیر دیا جائیگا اس واسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا بغا ہو المابون بالفارسیۃ وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام
نہر اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اس واسطے کہ عام اس کو بولتے ہیں لیکن معنی اس کے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اس کو کہتے ہیں جو
اغلام کرا دے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر م طحطاوی نے کہا کہ نہر
الفائق میں عبارت ملتقط سے موجود نہیں بلکہ اس میں یوں ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہ ہو بلکہ اولی ہے حرام زادہ سے انتہی اور مترجم
نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اس میں ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم بغا بفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اس کو باغا بھی کہتے ہیں
کذا فی الطحطاوی وعن البحر والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعا ویعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ

کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اس فعل اختیاری کی طرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اس میں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے مگر شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اس میں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال م فعل اختیاری کی قید سے یا کلب اور مانند اس کے نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے مواجر بمعنی موجر نکل گیا یا ضحکہ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حاء وہ شخص ہے جس پر لوگ ہنسیں اور اسی طرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین و سکون خاء معجمہ شخص ہے جس سے لوگ مسخرہ پن کریں اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حاء معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشحان میں تعزیر ہے کشحان مرادف دیوث ہے ادعی سرقۃ علی الشخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ فانہ لا شیٔ علیہ اذا اصدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا اصدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اس کے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اس پر کچھ نہیں بشرطیکہ اس کا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جائیگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اس واسطے کہ اگر زنا ثابت نہ ہوگا تو مدعی پر حد ماری جائے گی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہ ہوئی بلکہ حصول مال مقصود بالذات ٹھہرا وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہیں کہ حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد غالب ہوئیں تو تعزیر میں ابراء اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی م ابراء اور عفو میں فرق ہے کہ ابراء قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے والیمین ویحلف باللہ مالہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہو تعزیر میں یعنی جب کہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اس سے یوں قسم لے اللہ کی کہ مدعی کا تجھ پر وہ حق نہیں جس کا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ[1] کہے قسم اللہ کی میں نے نہیں کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ جاری ہیں ویکون ایضا حقا اللہ تعالی فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اس میں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر جب کہ امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی الفتح القدیر ولا یمین کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلاً اور حق اللہ کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے اس کی[2] بہن کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے گی ویعزر

[1] یہ سہو ہے مترجم اول کا ترجمہ صحیح یوں چاہیے کہ یوں قسم نہ دے کہ خدا کی قسم ۱۲ [2] صواب یہ ہے کہ اپنی بہن کا کیونکہ لفظ اس کی محتمل مدعی کی بہن کا ہے جس میں حق العبد بھی ہے ۱۲

اثباتہ بمدع تشہد بہ فیکون مدعیا وشاہدا لومعہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد
دونوں ہوگا بشرطیکہ اس کے ساتھ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول مافعل
یوعظ استحسانا ولا یعزر یجب ان یکون فی حقوق اللہ تعالے فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب
مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جائے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جائے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو
اس واسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہیں کذا فی النعم صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی میں ہے طحطاوی
نے کہا بعض علماء نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اس کا محل آدمی کا حق ہو اور شاتم اس قسم کا انسان ہو جس کی تعزیر
فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اس واسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگوں کو گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جائے اور اس سے کم تر ہو
تو قید کیا جائے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جائے اور قید بھی کیا جائے وما فی کراہۃ الظہیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا باس باعلام
السلطان بہ لینزجر یفید انہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ کی کتاب الکراہۃ میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور
لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے میں تاکہ وہ باز رہے
اس کا مفید ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اس میں حاجت نہیں اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اس کی تعزیر میں کافی ہے
کذا فی النہر قلت فیہ من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی
طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اس پر شرعاً گناہ ثابت نہ ہو اور بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک
عادل کی گواہی سے تو ظاہر ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہیں تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالے
یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالے یقضی فیہا بعلمہ اتفاقا اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اس واسطے کہ حقوق
اللہ میں قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول منافی ہے سابق کے (فیکون مدعیا
شاہدا لومعہ آخر) ویقبل فیہا الجرح المجرد کما مر اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق
میں یہ مضمون نہیں مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعلیہ فیما یکتب من المحاضر فی حق الانسان یعمل بہ
فی حقوق اللہ تعالے ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطاء انتہی ملخصا اور بنا بر اس کے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان میں
لکھے جاتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالے کے حقوق میں اور جس نے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اس نے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب نہر نے
کتاب الکفالہ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہاء نے
کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں کتابت ایک عادل کی قاضی کی طرف کافی ہے تو بنا بر اس کے جو محاضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں تو حاکم کو اس پر اعتماد
کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اس کے حقوق اللہ میں عمل کرنا چاہیے اور میں نے فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہیں اور جس نے اس میں
وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہے اس نے خطا کی انتہی مشرحاً طحطاوی نے کہا شاید محضر سے یہاں وہ مراد ہے جس کو اہل اسلام ذنف کے [illegible] کسی [illegible] کے قاضی
کے ظلم کا کاغذ لکھ کر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجیں فی کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ
ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتے یتوب لان شر ہذا علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالۃ میں
ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اس کو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اس کو قید سے

چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چرانے اور لوگوں کے مارنے کے اس کو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اس کو قید خانہ میں رکھے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اس واسطے کہ اس شخص کا شر لوگوں پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے م ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا **شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح** گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جائے اس واسطے کہ اس نے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقیہ ہے کذا فی الفتح **وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکاب الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہ** ما مر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اس کو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جائے گا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اس میں م وجہ اعتراض یا فاسق میں اس طرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اس کے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اس کو کافر کہہ کر ایذا دینا صریح عہد شکنی ہے **یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ لما سیجیء علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا** تعزیر دے مولیٰ اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اس کے قادر ہونے کے اس پر اگرچہ صغیرہ ہو چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا م زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کروا سکتا **وترکہا غسل الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض** اور تعزیر دے زوج زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے **ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او ادعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت ما لم یجر العادۃ بہ بلا اذنہ** اور ملحق ہیں اس کے ساتھ یعنی لزوم تعزیر اور امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اس کے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اس کے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اس طرح پکار کے بولنا اس کو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اس کو گالی دی یا کسی کو کوئی چیز دی جس کے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور میں زوج اس کو تعزیر دے سکتا ہے **والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج والمولی التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر** اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعا حد مقرر نہ ہو تو اس میں زوج اور مولے کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اس میں سخت طلبی اور جھگڑا کیا اس واسطے کہ حق دار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی بحر الرائق **ولا علی ترک الصلوٰۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظہر فی خطر المجتبی** اور تعزیر نہیں زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اس واسطے کہ منفعت اس کی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درد غرر کی پیروی کر کے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک الصلوٰۃ پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے م مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوٰۃ پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے ساتھ رہوں کذا فی الطحطاوی **وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوٰۃ ویلحق بہ الزوج نہر** اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوٰۃ پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم

نے کتاب الصلوٰۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں م اور شارح نے کتاب الصلوٰۃ میں
سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم قرآن وادب وعلم لفریضتہ علی الوالدین اور قنیہ میں ہے کہ ولی
کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اس کے فرض ہونے کے والدین پر ولہ ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہے یتیم کا مارنا
اس امر میں جس میں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوٰۃ وغیرہ میں صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغیر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان
طفلی وجوب تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جائے وہذا لو حق عبد اما لو کان حق اللہ بان زنا
او سرق منع الصغر منہ مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو اس طرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اس میں
مانع ہے کذا فی المجتبی من حد او عزر فہلک فدمہ ہدر الا المرأۃ عزرہا زوجہا بمثل امر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبہذا
ظہر انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مر گیا تو خون اس کا رائیگاں اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں بسبب امتثال
امر شارع کے مگر وہ عورت جس کو اس کے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ میں سو وہ مر گئی تو اس کا خون باطل نہیں اس واسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہے
تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہیں اس واسطے کہ اگر واجب
ہوتی تو خون کا ضمان نہ ہوتا ادعت علی زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات
شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہوں سے اس پر ثابت ہو گیا تو وہ تعزیر دیا جائے گا چنانچہ
اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور معلم ضامن ہوگا اس کے خون کا اگر وہ اس ضرب سے مر گیا کذا ذکرہ الشمنی م طحطاوی نے
کہا زوجہ کے دعوے میں ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہیں کہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق مارے گا
تو اس پر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی میں ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم تعزیر میں ضامن نہیں اور نہ باپ تادیب میں اور نہ دادا اور وصی
اور اگر ضرب معتاد ہے والا ضامن ہے بالاجماع فقہا عن الثانی وزاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف الدیۃ فی بیت المال لتلفہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون
زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مر گیا تو نصف دیت اس کی بیت المال میں ہے یعنی اور نصف
باقی قاضی پر بسبب اس کے مقتول ہونے کے اس فعل سے جس میں شرع کا اذن تھا اور اس فعل سے جس میں اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھوں آدھ کی جائے
گی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے ماتن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر میں مر جائے اس کا خون باطل ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح
اس کو مذکور نہ کرتا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد
ہو گئی اس واسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اس کے اسلام لانے پر اور اس پر پچہتر کوڑے تعزیر مارے جائیں بقول ابو یوسف اور نکاح
نہ کرے غیر زوج سے اسی کا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل
الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اس کو تعزیر دی جائے کذا فی السراجیہ م تعزیر اس وقت ہے جب امام
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کر کے شافعی المذہب ہو جائے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی میں آسانی پائے
تو اس پر تعزیر کا حکم نہیں چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہو گیا پھر اس نے مذہب اول کی
طرف عود کرنے کا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوب تر ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو اشد تعزیر دے اس
واسطے کہ اس نے ادون یعنی کمتر از حقیر مذہب کی طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہیں کرتا متہور یعنی متعصب پر زور ڈالا اور قول بالانصاف وہ ہے جو

محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولیٰ لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اس میں مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی ہو جائے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جائے وعلیٰ القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اس نے مذہب اول کی طرف عود کیا تو اس پر تعزیر دی جائے گی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہے لہذا مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض لغیرہ حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جائے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یوں کہے کہ میں تو زانی نہیں مراد یہ کہ تو زانی ہے تعزیر اس واسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو فاعل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ لغیرہ اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جائے کذا فی الاختیار ادعی علی آخر وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی منیہ دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اس نے اس کی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہے تو اس کی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جائے گی فاعل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی عدم وطی کی در صورت عدم شہادت تو اس کو تعزیر مدعی کا اختیار ہے کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجہا وزوجہا یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہے کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اس کا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین میں فساد کے ساتھ من لہ دعویٰ علی آخر فلم یجدہ فامسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم عزر المدعی ایک شخص کا دعویٰ تھا دوسرے پر سو اس نے اس کو نہ پایا تو اس کے لوگوں کو ظالموں کے پاس پکڑوا دیا سو انہوں نے ان کو قید کیا اور ان سے تاوان لیا تو مدعی تعزیر دیا جائے ویعزر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ اور تعزیر دی جائے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچنوانا م تاتار خانیہ میں مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت میں ایک شخص نے کھجور کا ایک پھل مدینہ کے بازار میں پایا سو اس کو اٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کس کی کھجور ہے اس قول سے اس کو اپنے زہد و تقویٰ کا اظہار خلق میں منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے یہ سنا اور مطلب اس کا پایا فرمایا کھالے اس کو یا بارد الورع یہ وہ تقویٰ ہے جس سے حق تعالیٰ بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطقی فی اجناسہ مالم یتکرر فیضرب التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنیٰ کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم نے اشباہ میں اپنے اصحاب حنفیہ کے قول قنیہ سے مقدم ذکر کئے یعنی صاحب مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحۃ کی ہے اور ناطقی نے اپنے اجناس میں اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اس وقت تک حد ساقط ہے جب تک بار بار قصور نہ ہو اور مکرر ہونے میں تو تعزیر ماری جائے گی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اس نے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہیں وفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ درگزر ہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے م یہی حدیث دونوں مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تاتی یوم القیمۃ ببعیر تحملہ علی رقبتک لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یوخذ منہ تجریس السارق ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث میں کہ ڈر اللہ تعالیٰ سے کہ کہیں نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ بلبلاتا یا گائے بیل بائیں بائیں کرتا ہوا یا بھیڑ بکری بیں بیں کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اس کے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ مجھ کو یہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکموں نے اس حدیث سے نکالی ہے لغت عرب میں رغا اونٹ کی آواز کو کہتے اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اس کے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اس کے

بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی م یہ حدیث سفر میں وارد ہوئی ہے یعنی جو جانور کو چرا لائے گا وہی جانور اس کی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا آئے گا فیضحت کرنے کو انتقال مذہب ہے یہاں تک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیئے **تتمہ** اگر کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلا دے تو جائز ہے اور اگر یوں جواب دے بلکہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر زوجہ یا غلام بے ادبی کرے تو مولے اور زوج کو تادیب حلال ہے اور جو شراب خواروں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو اس پر تعزیر ہے اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جس کے پاس شراب ہو برتن میں اور جو مقیم رمضان شریف میں دن کو کھاتا پیتا ہو متعمداً اس پر تعزیر ہے اور قید ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جائے اور قید کیا جائے اور اسی طرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہاں تک کہ توبہ کریں کذا فی الفتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اس پر تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماء سے فتویٰ لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا یا یوں کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ان علما نے فتویٰ دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اس پر تعزیر واجب ہے، آدمی کے حق میں بہتر یہ ہے کہ جب اس سے کہا جائے کہ کون خیر موجب حد اور تعزیر ہے تو اس کا جواب نہ دے کتابت صکوک اور خطوط کی بزور سے یعنی جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہے احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اس کی پگڑی سر پر سے اچھال دے بازار میں تو اس پر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریہ ::

فریب ۱۲

کتاب السرقۃ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین وکسر راء مہملہ ہے اور سکون را بھی جائز ہے چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا مذکور کرنا مناسب ہوا اس واسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے ہی لغۃ اخذ الشئے من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز وہ یعنی چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں داخل ہے استراق السمع یعنی چھپ کر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اسی طرح کے لینے کے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہ ہو باعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے سے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ وہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقی جن کو ماتن اور شارح ذکر کریں گے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی وحکمی دونوں کو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق کسی کے مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاویں گے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکل گئے کہ ان پر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ لشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اس کے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شائد ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاوے گا بسبب اس کی نادانستگی کے مال غیر سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اس کو نادانستگی نہ ہوتی ہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ کما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار اس واسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درم کی حقیقت میں ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہیں ہم اس میں اختلاف ہے کہ ہر مقدار مالی میں قطع ہے یا اس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالیٰ نے فرمایا (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اس میں مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور ان کے سوا جمیع فقہائے امصار اور علمائے اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدوں مال معین کے قطع ید نہیں اس واسطے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنے قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی دس درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شائد حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت عمل سو وہ جمہور کی طرف ہے

اس واسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت مانند قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط و استحباب درء مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہے علاوہ اس کے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اس واسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اس کو کوئی روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ اخذ[1] من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جن کے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درہم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درہم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار میں اور نہ قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اس وقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جس کی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جس کی قیمت تین درم تھی اھ اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولیٰ ہے حاکم نے مستدرک میں مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور قیمت اس کی اس وقت میں ایک دینار تھی ہر چند ایمن میں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھ اشکال نہیں اور اگر تابعی ہے تو بقول ابوزرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اس کا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اس واسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت میں دس درم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہنچے تو اس کے صاحب یعنے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابوحنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال[2] کان یقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ مرفوع نقل کیا لاتقطع[3] الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اس واسطے کہ مقدار شرعیہ میں قیاس مجتہد کو دخل نہیں تو موقوف اس میں محمول علی الرفع ہے کذافی فتح القدیر ملخصا جیادا و مقدارہا فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لاتساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہے کھرے دس درم کے لینے سے یا بمقدار دس درم کے تو قطع نہیں اس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہے مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اس دینار سے جس کی قیمت دس درم سے کم ہے وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ و وقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریۃ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہے قیمت قطع کرنے کے مکان میں دو عادلوں کے قیمت ٹھہرانے سے جن کو معرفت ہے قیمت کی اور قطع نہیں دو قیمت ٹھہرانے والوں کے اختلاف کے وقت کذافی الظہیریۃ ھ تو اگر ایک کپڑا چرایا جس کی قیمت دس درم تھی سو مالک نے

[1] لینا مقام محفوظ سے ۱۲ [2] عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جاتا تھا عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس درم میں ۱۲ [3] نہ کاٹا جاوے ہاتھ کمتر میں دس درم سے ۱۲

دوسرے شہر میں اس کو گرفتار کیا اور وہاں اس کی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہ ہوگا اور اختلاف قیمت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار ودراہم مصرورۃ الا اذا کان وعاء لہا عادۃ تجنیس اور ایسے دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اس کپڑے کی چوری سے جس کی قیمت دس درم سے کم ہے اور اس میں ایک دینار یا دس درم بند ہیں اس واسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس لینے چنانچہ دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہے اگر اس میں بقدر نصاب ہو اس واسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جن کا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مقام محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اس واسطے کہ دینار کا نکال لینا اس کے پیٹ سے ظاہر نہیں اور نہ انتظار کیا جاوے گا اس کے ہگنے کا بلکہ مثل اس دینار کے اس سے ضمان لیا جاوے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداء اوانتہاء لو اخذ نہارا ومنہ ما بین العشائین وابتداء فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں اخفا شرط ہے اگر رات ہو م اخفا کی قید سے غارت گری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اچک لے جانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اس واسطے داخل ہوا کہ اس وقت تک آدمیوں کی آمد و رفت ۔ ۔ ۔ ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر میں داخل ہوا بطور خفیہ کے پھر اس نے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور اخفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب مال میں سے کسی ایک کا اس میں خلاف ہے م محل اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور حالانکہ صاحب خانہ کو اس کا علم نہیں تو شرح زیلعی میں کہا کہ اس میں قطع نہیں اس واسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اس نے کھل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور ذخیرہ میں قطع مذکور ہے اس واسطے کہ دونوں میں سے ایک کے گمان میں خفیہ ہونا کافی ہے اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی یہیں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے سارق اور صاحب خانہ دونوں کو علم ہو اس میں قطع نہیں باتفاق دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو علم نہیں اس میں قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اس کے علم کا علم نہیں تو ظاہرا اس میں بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق فتح لینا مال کا اس شخص سے ہو جس کا قبضہ صحیح ہے تو جس نے چور کے پاس چوری کی اس پر قطع نہیں کذا فی الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہ مجتبے مال مسروق اس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فی المجتبے تو ان کی چوری میں بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہے مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسی طرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا دے تو قطع نہیں اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو

باقانی نے مذکور کیا ہے ھم حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب مسلم ذمی کی شراب چرا وے تو اگر یوں کہتا لاقطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہیں شراب کی چوری سے تو احصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی بدائع چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چرایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اس کا ہاتھ نہ کاٹے گا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں ھم حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز لغیرہ بنفسہ وہ مکان ہے جو حفاظت کے واسطے بنا ہو اور اس میں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز لغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اس میں نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ میں ہے کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چورایا تو اس میں قطع ہے کذا فی البحر اور ایک بار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور باوجود اس کے دو بار میں نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہے اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چورایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لاشبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہ ہو اس لینے میں نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ھم شبہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اس میں قطع نہیں اس واسطے کہ اس میں تلاوت کرنے کی تاویل ممکن ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے چرایا نہیں بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہے فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانی طالما جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو داہنا ہاتھ سارق کا قطع کیا جاوے گا اگر اس نے ایک بار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایک بار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ اس کے قائل تھے کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین من افتی بصحتہ ظہیریہ زاد القہستانی معزیا لخزانۃ المفتیین ویحل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہے اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے او شہد رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی ھم مصنف نے دو مردوں کی قید اس واسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اس میں مقبول نہیں اور اقرار شہادت میں حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی المنح ولو عبدا فالشرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہے تو حضور اس کے مولی کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ چوری کی تو اگر اس کا مالک موجود ہے تو بالاتفاق قطع ہے اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولے غائب ہے تو امام کے نزدیک قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدوں نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہ ہو وسائلہما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی زاد فی الدرر وما ہی ومتی ہی وممن سرق وبینہا احتیاطا

للحد سا اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی اور کتنی ہوئی در ر میں دو سوال زیادہ مذکور ہیں کہ چوری کس کو کہتے ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونوں گواہ ان سوالات کا جواب نہ کریں یہ سوالات حد ملنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں م کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر میں اور بلا دخول ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اس میں قطع نہیں ظاہر الروایۃ میں اس واسطے یہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب میں چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام میں چرایا ہو کہ اس میں قطع نہیں اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اس واسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدوں نے اس کو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اس واسطے کہ حدود خالصہ میں تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید میں رکھے سارق کو تا شاہدوں کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہ ہونے حاضر ضامنی کے ہے حدود میں حاضر ضامنی جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاویں ویسأل المقر عن الکل الا الزمان وما فی الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوائے زمانے کے اور جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق م مقر سے زمان کا سوال اس واسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گو یا یہ تحریف ہے حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب میں چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت میں چوری کی ہو وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیۃ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت میں ضامن ہو گا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہے اگر سب چوروں میں ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہوں نے اس کی چوری کے اقرار پہ گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ م محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونوں سے ساقط ہو گیا اس واسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری میں جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہو گی اس واسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہے کذا فی المنح فان اقر بہا ثم ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ وکذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فورا بھاگا بمجرد اقرار کے تو اس کا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اس کے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاوے گا اسی طرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اس کو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہرا تنافی ہوئی دونوں نقلوں میں م طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یوں تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر بہا ثم ہرب وان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اس کا پیچھا نہ کیا جاوے گا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہیں اس واسطے کہ اس کا بھاگنا اس کے رجوع قول کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظا میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اس وقت میں شرح وہبانیہ کے نقل میں کچھ منافات نہیں اور فتاوی عالمگیری میں بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہے یعنی ان متصلہ ہے نہ منفصلہ ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہیں سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولی کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم

ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے م جب سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولیٰ کا اقرار موجب مطالبہ ہے والسارق لایفتی بعقوبتہ لانہ تجنیس وعزاہ القہستانی للواقعات معللا بانہ خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوی نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پرتا چوری کا اقرار کرے اس واسطے کہ اس کا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اس کو واقعات کی طرف نسبت کیا ہے اس طرح دلیل لا کر کہ مارنا اس کا خلاف شرع ہے اور مانند اس کے سراجیہ میں ہے ونقل عن التجنیس عن عصام انہ سئل عن سارق منکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق و یمین ہاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایت جورا یشبہ العدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اس پر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والوں نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اس نے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہیں دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہے یعنی ضمان کے حق میں نہ قطع کے حق میں وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر مالم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہاں تک کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہ ہو جس سے ہڈی کھل جاوے ونقل المصنف عن ابن العز الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاہدین حتی لم کنز حیی بن اخطب ففعل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادۃ علی السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح میں قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب کہ انھوں نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا تو اس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث مروی ہے جس میں لوگوں کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریوں پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب قطع الطریق جواز ذلک سیاستہ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النہر ینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد ویحمل مافی التجنیس علی زمانہم پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر میں اس کا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق میں اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے میں لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس میں عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علما کے سابق زمانے پر محمول ہے یعنی اس وقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چنداں حاجت نہ تھی م مصنف نے آخر باب قطع میں قول مذکور یوں نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے جو فقیہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اس کا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اس کے پاس ہے تو اس کو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ امام فاسقوں کے پاس شراب کی مجلس میں کسی کو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اس کو چوروں کے ساتھ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچ کر آوے اور اس کو گمان غالب ہو کہ مجھ کو قتل کرے گا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا لو حصل ذلک بتسورہ الجدار او مات بالضرب لندورہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا ہے شرح میں کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اس کو مارا اور اس کا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنے والا اس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دے گا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اس کی دیوار کے چڑھنے سے یعنی اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کے واسطے اور اس کا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مرگیا تو

مدعی نالش کرنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ اس میں مرجانا قلیل الوجود ہے تو اس کی نالش غالباً اس کا سبب نہیں ہوسکتی کذا فی المنح
مشروحاً عن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیۃ ابیہم و بما غرم للسلطان
لتعدیۃ فی ہذا التسبیب وسیجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعویٰ کیا اور سلطان کے پاس
اس کو گرفتار کرایا اور دو ایکبار مار دلائی پھر قید خانہ میں قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تا کہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر وہ
گر پڑا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اس کے وارثوں کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اس نے ڈانڈ دیا نالش
کرنے والے سے لینا جائز ہے بسبب اس کی تعدی کے اس تسبیب میں یعنی جو کچھ ہوا اس کے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اس کا ذکر کتاب الغصب میں
آوے گا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل
وما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی
گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہیں م بعضے علما کے قول پر مدعی مذکور کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ
نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تا کہ چوری کا اقرار نہ کرے م یہ تلقین حد ٹالنے
کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اس نے چوری کی ہے میں
یہ نہیں گمان کرتا ہوں کہ اس نے چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر و مسلم بہا فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ
اگر گواہی دی دو کافروں نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہیں دونوں کے حق میں یعنی کافر اور مسلم دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں
گے کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع واصاب کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضہم استحسانا سدا لباب الفساد ولو فیہم صغیر او
مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری میں اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے تو سب کے ہاتھ کاٹے جاویں گے
اگرچہ اس مال کو ان میں سے بعضوں نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چوروں کے گروہ میں صغیر یا
مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا م سب کا ہاتھ اس وقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز میں داخل ہو کذا فی الہدایۃ اور فتح
القدیر میں ہے کہ اگر بعضے اندر جاویں اور حصے میں سب شریک ہوں تو اسی کا ہاتھ کاٹا جاوے گا جو اندر گیا اگرچہ وہ بعینہ معلوم ہے اور اگر
معلوم نہ ہو تو سب تعزیر کے واسطے دائم الحبس کیے جاویں یہاں تک کہ توبہ کریں کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا
وقتہ وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع وہذا فی کل الحدود سوی رجم و قود بحر قلت لکن نقل المصنف فی الباب الآتی تصحیح
خلافہ فتنبہ اور مشروط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونوں شاہدوں کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہے یہاں
تک کہ اگر دونوں شاہد غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو قطع نہیں اور یہ یعنی حضور گواہوں کا ہر حد میں شرط ہے سوائے رجم اور قصاص کے کذا فی البحر
میں کہتا ہوں مصنف نے اگلے باب میں اس کے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے قطع میں عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے
سو آگاہ رہنا م استثنا رجم کا مخالف سابق کے ہے اس واسطے کہ حد زنا میں مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہوں یا مر جاویں تو حد ساقط ہے و
یقطع بساج و قنا و آبنوس بفتح الباء و عود و مسک و ادہان و ورس و زعفران و صندل و عنبر و فصوص خضر ای زمرد و یاقوت و زبرجد
و لؤلؤ و لعل و فیروزج و اناء و باب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاوے گا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور
ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینوں یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ برتن اور غیر مرکب دروازہ کی

چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو م اور دروازہ مرکب چوری سے قطع نہیں کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی کی چوری میں قطع نہیں لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات میں قطع ہے اس واسطے کہ یہ نفیس مال ہیں ولہذا مکان محفوظ میں رکھے جاتے ہیں اور دارالاسلام میں مباح الاصل نہیں ملتے ہیں تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئیں اور منح الغفار میں ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جس کے اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اس کی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہیں نہیں ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر میں ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اس کے محشیوں کے نزدیک وہ جوہر مختلف الحقیقہ ہیں وکذا یقطع بکل ما ہو من اعز الاموال وانفسہا ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسی طرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہے اور دار العدل یعنی دارالاسلام میں مباح الاصل نہیں پایا جاتا جس میں رغبت اور خواہش نہ ہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع ید میں م عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور نرکل وغیرہ مملوک چیزیں نکل گئیں کہ ان میں قطع نہیں اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اٹھ سکے اور مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس قید سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اس واسطے کہ اشیا مذکورہ دارالاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن غیر مرغوب نہیں لا تقطع بتافہ ای حقیر یوجد مباحا فی دار الخشب لا یحرز عادۃ قطع نہیں اس حقیر چیز کی چوری سے جو دارالاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں بنا بر عادت کے نہیں رکھی جاتی م تو جس لکڑی کو محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھنے اور بنانے سے قیمتی ہو گئی تو اس کی چوری میں قطع ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ مصنف ابن شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت میں شے تافہ یعنی حقیر چیز میں قطع نہ ہوتا تھا سارق کا و حشیش وقصب وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا ودجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہیں گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزرنیخ ومغرۃ ولو نورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں شکار اور ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلہ اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اس کی جلد ٹوٹ جانے کے سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا وکل مہیا لاکل کخبز وفی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا شمنی اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اس میں قطع نہیں اور قحط کے دنوں میں قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الشمنی م ارزانی کے دنوں میں طعام پختہ میں قطع نہیں اور غیر پختہ چنانچہ گیہوں میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اضطرار کی بھوک میں قطع نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر وفاکہۃ رطبۃ وثمرۃ علی شجر وبطیخ وکل ما لا یبقی حولا اور قطع نہیں تر میووں کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی م تر میوے کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحتراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہیں گیا اس کی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ نہیں رکھا گیا کہ سرقہ اس پر صادق ہو واشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اس کا سونے کا ہو م اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزیں مراد ہیں جو نشہ کرتی ہوں

اگرچہ مسکر سونے کے برتن میں ہو اس واسطے کہ برتن تابع ہے یہاں نہ مقصود بالذات اور اشربہ مسکرہ میں اس واسطے قطع نہیں کہ بعضے ان میں حرام ہیں تو لینا اس کا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضوں کی اباحت میں اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع میں **و آلات لہو ولو طبل الغزاۃ فی الاصح لان صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ غایۃ** اور باجوں کی چوری میں قطع نہیں اگرچہ غازیوں کا طبل ہو قول اصح میں اس واسطے کہ اس کا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان **م** آلات لہو یعنی باجے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے تو اس کے توڑنے والے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ ان کی قیمت ہے لیکن چرانا ان کا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح **وصلیب ذہب او فضۃ و شطرنج و نرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر** اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اس کا لینا توڑنے پر محمول ہوگا **م** صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جس کو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیاں ہیں ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہیں اس طرح ہے نصاری کا گمان کہ عیسےٰ علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہٰذا اس کو متبرک جانتے ہیں اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد بفتح نون ایک کھیل ہے جس کو اہل[1] فرنگ کھیلتے ہیں کذا فی الطحطاوی **و باب مسجد و دار لانہ حرز لا محرز** اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اس واسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت کے واسطے ہے خود محفوظ نہیں **و مصحف و صبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع** اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف یا صغیر زیور دار ہوں اس واسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں **م** مصحف میں اس واسطے قطع نہیں کہ شائد تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر کی چوری میں یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کے واسطے یا دایہ کو دینے کے واسطے اس کو لیا ہو کذا فی المنح **و عبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا و اعمی لانہ اما غصب او خداع** اور اس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو با تمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اس کے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون اور اندھا ہو اس واسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب یا فریب دینا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے **م** عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر **و دفاتر غیر الحساب لانہا لو شرعیۃ ککتب تفسیر و حدیث و فقہ فکمصحف و الا فکطنبور** اور سوائے حساب کے اور اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اس واسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابیں تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر اس میں بھی قطع نہیں **م** شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کے کتب کا سارق اس کا شوقین ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا **بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا اما المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا و ہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان و اوقاف نہر** بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور ان حساب کے دفتروں کی چوری کے جن کے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری میں قطع ہے اس واسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں نہ حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہنچے اور ایسے دفتر جن کے حساب سے ہنوز فراغت نہیں بموجب اس کے لینا دینا باقی ہے تو ان کے لینے سے اس کا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہ دریافت کرنا مال نہیں تو لہٰذا قطع نہیں اس کی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیاں ہوں کسی میں قطع نہیں درصورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہے

[1] تو غالب جو ہندوستان میں چوسر گنجفہ کھیلتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے ۱۲۔

وکلب و فہد ولو علیہ طوق من ذہب علم السارق بہ او لا لانہ تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اس کی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار رہے و لا بخیانۃ فی ودیعۃ و نہب ای اخذ قہرا و اختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارت گری سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور نہب اور اختلاس میں چھپ کر لینا موجود نہیں پھر جب رکن سرقہ نہ ہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہے اور نہب میں داخل نہیں جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے کہ لیس[۱] علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع) کذا فی المنح و نبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرقہ من بیت فیہ قبر او میت لتاولہ بزیارۃ القبر او التجہیز وللاذن بدخولہ عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردوں کے کفن چرائے قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل کوٹھڑی میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو اگر اس کو چرایا اس کوٹھڑی سے جس میں قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اس کے دخول کے واسطے زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اس کے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اس کی عادت پڑ گئی ہو کفن چرانے کی تو قطع کیا جاوے گا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے و مال عامۃ او مشترک و حصیر مسجد و استار کعبۃ و مال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے مال چرانے سے بسبب نہ ہونے مالک کے م مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہ تعلیل عدم قطع میں عجیب ہے اس واسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع ید بہر محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاوے و مثل دینہ ولو دینہ موجلا او زائدا علیہ او اجود لصیرورتہ شریکا اور قطع نہیں اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اس کا دین موجل ہو یا سرف زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک م یہ تعلیل ہے زیادہ از دین کے چرانے کی مثلاً زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اس کے چرائے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسہ ولو حکما بان کان لہ دراہم فسرق دنانیر وبعکسہ ہو الاصح لان النقدین من جنس واحد حکما صورت مذکور میں قطع اس وقت نہیں جب کہ مسروق مجانس اور ہم جنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اس طرح پر کہ سارق کے اس پر دراہم قرض تھے سو اس نے دنانیر کو چرایا یا اس کے بالعکس یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض ومنہ الحلی فیقطع بہ مالم یقل اخذتہ رہنا او قضا بخلاف اسباب اور قماش کے اور اس میں زیور بھی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاوے گا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ میں نے اس کو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسۃ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہے مالیت میں مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہیں مال ہونے کے طریق سے مجتبی میں کہا کہ اس قول میں بڑی وسعت ہے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کر لینا چاہیے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں اس واسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے میں کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقتہ من غریم ابیہ او غریم ولدہ الکبیر او غریم مکاتبہ او غریم عبدہ الماذون المدیون فانہ یقطع لان حق الاخذ لغیرہ بخلاف اس کے چرانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا اس واسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے واسطے ہے ولو سرق من غریم

[۱] نہیں ہے جنایت کرنے والے اور نہیب لوٹنے والے اور جھپٹا مارنے والے پر کاٹنا ہاتھ کا

ابنہ الصغیر لا کسرقتہ شیئاً قطع فیہ ولم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی مافی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہیں چنانچہ اس چیز کی چوری میں قطع نہیں جس کی چوری سے ایک بار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہیں اسی طرح موجود ہے اور اگر اس کی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہو گا کذافی المجتبی م تبدل ذات کی صورت یہ ہے کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اس کا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکورہ نے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہو گا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہے کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اس کو مول لیا پھر سارق اول نے چرایا تو دوسری بار قطع ہو گا کذافی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ برضاع قطع کابن عم ہو اخ رضاعا فانہ رحم نسبا محرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اس قرابتدار سے کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو اس کی چیز کے چرانے سے قطع کیا جاوے گا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذافی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہو گیا کلام زیلعی کا م زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹے یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہے اور اس کے اخراج کے واسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ رحم محرم میں یہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم گاہی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اس کے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذافی النہر ولو المسروق مال غیرہ ای غیر ذی الرحم بخلاف مالہ اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبارا للحرز وعدمہ قریب محرم سے چرانے میں قطع نہیں اگر مال مسروق اس کے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اس کے جب کہ محرم نسبی کا مال اس کے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاوے گا باعتبار حرز اور عدم حرز کے م محرم نسبی کا گھر اس کے حق میں حرز نہیں باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان تو وہاں سے مال لینا چوری نہیں لہذا قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اس کے حق میں حرز ہے کہ وہاں آنا جانا بدوں اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہاں سے مال لینا چوری ہے شرعاً باعتبار حرز کے لہذا قطع ہے خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا وبخلاف مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودھ پلائی کے مال کے مطلقاً یعنی برابر ہے کہ دائی کا مال اس کے گھر سے چرایا ہو یا اس کے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاوے گا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز کے شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدوں تاء مثناۃ م طحطاوی نے کہا کہ بعضے علما نے کہا کہ جب تک دایہ صغیر کو دودھ پلاتی ہے تو اس کو مرضع بولتے ہیں بدوں تاء مثناۃ اور جب دودھ پلا چکی اور صغیر کو منع کیا تو اس کو مرضعہ کہتے ہیں تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہاں معنی ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ بیمحل نہیں اور صاحب قاموس کا کلام بھی اسی کے موافق ہے تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہو گیا ولا بسرقتہ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہیں زوجہ کے مال چورنے سے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذافی الجوہرہ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرایا اور چوری اس پر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اس کے بعد سارق نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہے یعنی باب سرقہ میں زوجیت کا ہونا ہر حال میں کافی ہے وزوجہا ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہیں اپنے زوج کے مال کے چورانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اس واسطے کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذافی المنح ولا عبد من سیدہ او عرسہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام کے چرانے میں اپنے مالک یا اس کی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ زوج کے مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے بنا بر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہے کہ گھر میں غلام کا آنا اکثر ممنوع نہیں ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہے تو

حرز باقی نزیلعی ولا من مکاتبہ وختنہ وصہرہ اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چرانے سے م زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہیں چنانچہ خسر
اور سالا اور محرم نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہیں چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ غایۃ بحثا
قطع نہیں غنیمت کے مال چرا لینے سے اگرچہ سارق کا حصہ اس میں نہ ہو اس واسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بحثا وحمام فی
وقت جرۃ العادۃ بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے اس وقت میں کہ اس میں داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور
اسی طرح بوقت دخول قطع نہیں سوداگروں کی دکانوں سے اور کاروان سرایوں سے چوری کرنے میں کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز
اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح وبیت اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اس گھر کی
چوری سے جس میں داخل ہونے کا اذن ہو گیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا میں ہوتا ہے اور اگر خاص لوگوں کو اذن دخول ہوا پھر سوا ان کے غیر شخص
داخل ہوا اور اس نے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے م اگر دوکان اور سرا میں رات کو چوری کرے گا تو قطع ہے اس واسطے کہ یہ مکانات
حفاظت کے واسطے بنے ہیں اور اذن دخول کا فقط دن کو ہے نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی
فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہیں اس واسطے
کہ حرز مکانی قوی تر ہے نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہیں حمام میں اس واسطے کہ وہ حرز مکانی ہے اور حرز نگہبان کا مسجد میں معتبر ہے اس واسطے کہ وہ حرز
نہیں یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہیں بنی اسی کا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام میں غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال
اپنے مال کے پاس ہو یا نہ ہو اور مسجد میں اگر مالک اپنے مال کے پاس نہ ہوگا تو قطع نہیں اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما کان حرز النوع فہو حرز للانواع کلہا
فیقطع بسرقۃ لولو من اصطبل علی المذہب وقیل حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب
فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز ہے تو قطع کیا جاوے گا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب
کے اور بعضوں نے کہا کہ حرز ہر شئے کا معتبر ہے اس کے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی نے یقین کیا ہے کہ ثانی
مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جا م شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہاں دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے میں قطع
نہیں اس واسطے کہ اصطبل گھوڑوں کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنی جو
دراہم کو اپنی انگلیوں کے اندر چرا رکھے م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح میں کہا کہ قفاف وہ ہے جس کو دراہم پرکھنے کے واسطے دیئے
جاویں سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اس میں سے رکھ لے وفشاش بالفاء ہو من یہیئ لغلق الابواب ما یفتحہ اور فشاش بالفاء وہ شخص ہے جو دروازوں
کے قفل کھولنے کے واسطے آلات تیار رکھے اذا فش حانوتا او باب دار نہارا وخلا البیت من احد فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے
جب کہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن میں کھولے اور گھر میں کوئی نہ ہو اور اگر گھر میں کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی
م دن میں قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہیں اور اسی طرح جو جانتا ہو کہ گھر میں کوئی ہے وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار میں
یا ویسے منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ بھڑا ہو مقفل نہ ہو پھر اس میں سارق چھپ کر داخل ہوا اور اسباب چرا اٹھائے تو قطع کیا جاوے گا اور اگر دروازہ
کھلا ہو پھر دن کو گھس کر چرا لائے تو قطع نہیں ولیقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاوے گا اگر چھت
پر سے بقدر نصاب چرائے اس واسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھ کر چرائے اور بحر الرائق میں ظہیریہ
سے ہے کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کی طرف اور کوئی نیچے سے اس کو کھینچ لے تو قطع نہیں او من المسجد ارادیہ کل مکان لیس بحرز فعم الطریق

والصحراء ورب امتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرا دے اور حالانکہ اسباب کا مالک اس کے پاس ہے یعنی اس جگہ میں جہاں سے اس کو دیکھتا ہے اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح میں مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہیں تو مسجد یا یں قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے م مالک متاع سے حافظ مراد ہے مالک ہو یا نہ ہو اور پاس ہونا عام ہے کہ اس کے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے پاس آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اس واسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاوے گا اگر مہمان نے چورایا اس کا مال جس نے اس کی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھڑی سے چرایا ہو یعنی جس میں مہمانی نہیں ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھڑیوں کے ساتھ حرز واحد ہے تو حول کے اذن سے اس کی سب کوٹھڑیوں کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من دار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہیں نکالی تو قطع نہیں بسبب شبہہ عدم اخذ کے بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اس میں گھر سے نکال لیجانا شرط نہیں یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اس نے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ میں گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اس واسطے کہ بڑے گھر کا حکم اس کے بعد مذکور ہوتا ہے وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او غار اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز او اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اس کے صحن تک نکالا یا غارت گری کی کہ بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع نہیں ہوگا اس واسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اس کے ساکن کے علٰحدہ حرز ہے م حجرات دار سے وہ مکانات او منازل مراد ہیں جن کے رہنے والوں کو اس کے گھر کے صحن کی حاجت نہ ہو بلکہ صحن سے اس طرح منتفع ہوتے ہوں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد غارت سے اخذ بالسرقہ ہے اور مطلب سرقہ ہے او نقب فدخل او القی کذا رایتہ فی نسخ المتن والشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کو نبھل لگایا اور پھر گھر میں داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ میں ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاوے گا۔ اس واسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک عمدہ حیلہ ہے جس کی چوروں کو عادت ہوتی ہے تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسی طرح میں نے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخوں میں او نقب او القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز میں ہے ولہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا م حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہو گی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اس کو پا جاوے اس واسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینک دینے والے نے اس کو نہ لیا یا غیر شخص نے اس کو لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنے والا ہے نہ سارق یعنی تو اس پر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ واخرجہ او علق رسنہ فی عنق کلب وزجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروق کو جانور پر لاد لیا پھر اس کو ہانکا اور اس کو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن میں معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاوے گا اس واسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کی طرف منسوب ہوگا م اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسی طرح کتا بدون ڈانٹے کے آپ نکل گیا تو اس پر قطع نہیں اس واسطے کہ خروج اس کا آدمی کی طرف مضاف نہیں کذا فی البحر والقاہ فی الماء فاخرجہ تحریک السارق او رمی مال مسروق کو پانی میں ڈالدیا پھر اس کو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاوے گا بدلیل گذشتہ یعنی اس طرح کا نکالنا سارق ہی کی طرف منسوب ہوگا م صورت اس کی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اس کا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اس میں ڈال کر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر

گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اس کو باہر کردیا تو بھی قطع ہے بنا بر اصح قول کے اس واسطے اس کا باہر کردینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی قطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاوے گا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جن کو ہم نے ذکر کیا م قطع جزلہ ہے وان اخرجہ اور اس کے مابعد کے ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جس کو فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اڑ کر سارق کے گھر میں پہنچے تو قطع نہ کیا جاوے گا تو واللہ اعلم اسی واسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا یقین کیا ہے م جیسے چڑیا کا اڑنا اور سارق کے گھر میں پہنچنا سارق کی طرف منسوب نہ ہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کی طرف منسوب نہ ہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذہ یسمی اللص الظریف اور اگر نقب دیا پھر گھر میں گھس کر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہے یا نقب کے باہر سے کوٹھڑی میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چوٹا کہتے ہیں کہ چوری تو کرے اور اگر گرفتار ہو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورت میں دونوں پر قطع نہیں اس واسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت میں بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے ثابت نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب میں رکھ دیا پھر نکل کر لے لیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الشمنی او طر ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع فی الحل بعکسہ اور اگر چیرا ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور دراہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہے تو اس کے چیرنے سے قطع کیا جاوے گا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس ہے یعنی رباط خارج کے کھولنے میں قطع ہے نہ داخل کے کھولنے میں طر بمعنی شق ہے ولہذا فاعل کو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصد واللحفظ یا اونٹوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اس پر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں اس واسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانیوالے سے نگہبانی مقصود نہیں جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں م قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس اور منح الغفار اور حموی اور شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ الا باد خال الید فیہ والاخذ[1] اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اس میں سے چراوے یا اس خرجی کو چراوے جس میں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اس کی نگہبانی کرتا ہے یا اس پر سوتا ہے یا اس کے پاس سوتا ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اس کی جیب میں یا اس کی آستین میں ڈالا پھر مال کو اس میں سے لیا تو قطع کیا جاوے گا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جس میں گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اس کے دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اس میں دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اس میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اس کی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم فروع مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط آخر قطع فتح کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نہ کیا جاوے گا اور اگر خیمہ کسی چیز میں لپیٹا ہوا ہے یا دوسرے خیمہ کے

[1] ایک نسخہ میں ولو ملفوفا کے بعد عند من یحفظہ ہے یعنی اگر لپیٹا ہوا اس کے محافظ کے پاس ہو اور ظاہر اس قید کی ضرورت ہے محرز ہونے کے لیے ۱۲

اندر ہے تو قطع کیا جاوے گا کذافی فتح القدیر اس واسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے اخرج من حرز شاۃ لاتبلغ نصابا فتبعہا اخریٰ لم یقطع سارق نے حرز سے بھیڑ یا بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اس کے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونوں کے مل جانے سے تو قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ جس کو اس نے نکالا تھا وہ بقدر نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اس کے طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل آخر وحمل السارق بما معہ قطع المحمول فقط[1] سراج چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اس پر[1] لاد دیا تو جس پر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاوے گا نہ لادنے والا کذافی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لایقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا در ر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاوے گا اگر اس نے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اس طرح پر کہ سارق کی تنوین کو حذف کردیا اور ثوب کو مجرور رکھا اس واسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں کذافی الدرر اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اس کا یہ ہے کہ اس نے زید کو قتل کرڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کرے گا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نہ کیا جاوے گا شک سے م خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہوجاتا ہے تو گویا اس نے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یوں ہے کہ انا اسرق ہذا الثوب اس واسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام کے مذہب میں کذافی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لایفرقون الا ان یقال یجعل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اس واسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی تراکیب یعنے نصب اور اضافت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اس میں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شائد وجہ بعد یہ ہے کہ اس طرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اس واسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اس کو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اس وجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیء نہر اور امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اس کے فساد اٹھانے کے زمین میں کذافی الدرر اور یہ جواز قتل اس وقت ہے جب کہ مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاست شرعی میں کسی طرح داخل نہیں کذافی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اس کا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کے واسطے جائز ہے حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کی چوری میں قتل کر ڈالتے ہیں سیاست سمجھ کر سو جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنی شرعی سخت حکم سے عبارت ہے قلت وقد قدمنا عنہ مغربا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس

[1] یہ مطلب جو مترجم اول سمجھا ہے ترکیب الفاظ اس کو قبول نہیں کرتی اگر یہ معنی ہوتے تو حمل کے بعد علیہ اور بما معہ بدوں ب کے ہونا چاہیے تھا بلکہ ترجمہ یوں چاہیے کہ دوسرا آیا اور چور کو معہ اسباب اٹھالے گیا تو محمول یعنی چور کا ہاتھ صرف کاٹا جاوے گا نہ اٹھالے جانے والے کا ١٢

للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد میں کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم بھی اسی مقام میں مذکور کر چکے ہیں بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہیں واللہ سبحانہ اعلم ۔

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہے کیفیت قطع اور اس کے اثبات کے احکام میں تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اس کے بند دست یعنی پونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہے کذا فی فتح القدیر مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبداللہ بن مسعود کی قرأت سے ہے یعنی[1] فاقطعوا ایمانہما اور یہ قرأت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرأت سے صحیح ہے اور داہنے ہاتھ کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پونچے سے کاٹنا متوارث بجائے متواتر ہے جس میں سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہیں اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہیں اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا یہ نقل شاذ ہے اور خارجیوں کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جس نے شملہ چرایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ اس نے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لے جاؤ اس کو اور اس کو قطع کرو اور اس کو داغو پھر اس کو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اس کو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اس نے توبہ کی فرمایا اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بشرط مسلم اور اسی کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں بھی روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ میں ہے کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہے گرم تیل میں ہاتھ ملنے سے اور فائدہ داغنے کا یہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے میں ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اس واسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا حکم کیا چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق ہر قطع میں ثابت نہیں کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا تقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی میں قطع نہ کیا جاوے گا ہلاک ہونے کے خوف سے اس واسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہے گا تا اعتدال پھر قطع ہو گا وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم فعلی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اس کے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیوں کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اس واسطے کہ وہی سبب بڑا ہے ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضوں نے کہا کہ متمرد اور سرکش پر ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضا میں ہے متمرد پر اجرت محضر کی ہونا بھی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مانند سارق کے قطع ید میں ورجلہ الیسری من الکعب ان عاد اور سارق کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ

---

[1] یعنی آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما فاقطعوا ایمانہما قرأت عبداللہ بن مسعودؓ ہے چور مرد اور چور عورت کے داہنے ہاتھ کاٹو ۱۲

شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہ ہوگا اور قید کیا جاوے گا اور اس کو مارنے سے بھی تعزیر دی جاوے گی یہاں تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہوں نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ ؎ سرقۂ ثانیہ میں بایاں پاؤں کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہے اور سرقۂ ثالثہ اور رابعہ میں قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے قول سے ثابت ہے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یوں روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اس کا داہنا ہاتھ کاٹوں پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹوں پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اس کو قید میں رکھوں یہاں تک کہ آثار خیر اس سے پیدا ہوں مجھ کو حیا آتی ہے اللہ سے کہ میں سارق کو ایسا کر کے چھوڑوں کہ نہ اس کے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤں رہے جس سے چلے اور دار قطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل قول علی مرتضیٰؓ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی لقطع ثالث ورابعان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہے کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری میں بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہونے پر ؎ امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی چوری میں داہنا پاؤں کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے پھر جب پانچویں بار اس نے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اس کا راوی ضعیف ہے ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہم نے تتبع کیا کسی کی ہم نے اصل نہیں پائی اور عقل سے نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چاروں ہاتھ پاؤں قطع ہوتے اور صحابہ کرام اس کو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت میں کوئی اس کو ذکر نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اس کے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ کا اس کے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہ حکم بطریق حد سرقہ نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہے کہ پانچویں بار کی چوری میں قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے سب کے نزدیک نہ بطریق حد کے **کمن سرق وابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سواہا سوی الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس الی التوب** چنانچہ جس نے چوری کی اور حالانکہ بایاں ہاتھ کا بایاں انگوٹھا مقطوع یا شل ہے یا سوائے بائیں انگوٹھے کے اس کے ہاتھ کی دو انگلیاں مقطوع یا شل ہیں یا سارق کا داہنا پاؤں مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ اس حالت میں داہنا ہاتھ یا بایاں پاؤں کاٹنا اس کا در حقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ؎ ان مسائل میں قطع نہیں کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہے انگوٹھے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اس واسطے کہ اس کے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائیں ہاتھ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایہ میں مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت میں بایاں اور داہنا پاؤں اس واسطے قطع نہ ہوگا کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اس واسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایاں ہاتھ بیکار رہا تو گرفت متصور نہ ہوگی اور یہ اہلاک ہے اور اگر داہنا پاؤں شل ہوگا تو ہاتھ پاؤں کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آوے گا اور یہ بھی اہلاک ہے **ولا یضمن قاطع الید الیسری ولو عمدا فی الاصح** نہر اذا امر بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دے گا بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اس نے عمداً کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو دائیں کے

برخلاف حکم ہوا اس واسطے کہ اس نے تلف کیا اور اسی کے ہم جنس ایسا چھوڑا جو اس سے بہتر ہے یعنی داہنا اور اسی طرح ضمان نہیں اگر غیر حداد نے بائیں ہاتھ کو کاٹا قول اصح میں یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہے یعنی ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمداً کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائے گا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ اویسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائے گا خواہ اس کا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایاں وفی قضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضا قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصاً قطعت رجلہ الیسری اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوری کا اس سے مواخذہ نہ ہوا یہاں تک کہ اس کا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے گا م قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنی اگر چہ سرقہ میں اس کا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہ ہوگا بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منہ المال لا القطع علی الظاہر بحر شرط القطع مطلقاً فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقاً یعنی اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب قوی کے طلب مال اس واسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر اً شرط قطع نہیں کذا فی البحر اس واسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہیں کر سکتا پھر جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط نہ ہوگی وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند ادا الشہادۃ وعند القطع لاحتمال ان یقرلہ بالملک فیسقط القطع لا حضور الشہود علی الصحیح شرح المنظومۃ واقرہ المصنف قلت لکنہ مخالف لما قدمنا متنا وشرحا فلیحرر وقد حررہ فی الشرنبلالیہ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسی طرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ادائے شہادت اور قطع کے وقت میں اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہیں حضور گواہوں کا قطع کے وقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومہ اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اس کلام کے جس کو ہم نے اس بات سے پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونوں میں تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی اشتراط حضور کی سو اس میں تامل کر م شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوں شاہد یا مر جاویں تو قطع نہ کیا جاوے گا انتہی ما فی الفتح اور اسی طرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مر جاوے گا ظاہر الروایت میں انتہی ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو یہاں معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دیں پھر غائب ہو جاویں بعد ظہور عدالت کے یا مر جاویں قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنے کے قبل تو دونوں صورتوں میں قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اس واسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں توضیح تمام اس کو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ فقال فلو اقرانہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ ومخاصمتہ پھر مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اس نے فلانے غائب شخص کا مال چرایا تو قطع موقوف رہے گا اس کے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی اولا اخبرک

من صاحبہا **لا قطع** لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ اور اسی طرح اگر سارق نے کہا کہ میں نے یہ دراہم چوری کیے ہیں اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کس کے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ دراہم چوری کیے ہیں اور تجھ کو میں نہیں بتاتا کہ کون اس کا مالک ہے تو قطع نہیں اس واسطے کہ نادانستگی مالک سے اس کی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے **وکل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ** ثم فرع علیہ بقولہ **کمودع وغاصب** ومرتہن متول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید شمنی اور حبس کا قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنے کا اس مال کے چرانے والے سے پھر اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول تفریع کیا جیسے امانتدار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور جس نے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خرید[1] کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اس طرح کہ اس نے ایک درہم کو بعوض دو درہم کے بیچا اور دونوں درم پر قبضہ کر لیا پھر اس کے پاس سے دونوں چوری گئے اس واسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہیں . . . . اس واسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اس کی ملکیت اور قبضہ باقی نہ رہا کذا فی الشمنی ہم غاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہے شارح نے تصویر ربوا میں ایک دو درم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہیں اس واسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہو گئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح **ولا قطع بسرقۃ اللقطۃ** خانیہ اور قطع نہیں لقطہ چرانے سے کذا فی الخانیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اس کی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے لقطہ یعنی افتادہ چیز کو اٹھا لیا پھر اس کے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اس کو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہ مرد اس شخص سے خصومت نہیں کر سکتا اس واسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں اس شخص اول کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہ ہو **ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ** کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد ولو مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی انفا اور جس کا قبضہ صحیحہ نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع ید کے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہ ہوگا کسی کی خصومت سے اگرچہ اس مال کا مالک ہے مطالبہ اس واسطے نہ کرے کہ قبضہ اس کا غیر صحیح ہے چنانچہ اس کا ذکر ابھی آتا ہے **ویقطع بطلب المالک ایضا لو سرق منہم** ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا ہم اسی طرح زیلعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی مذکور کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تسلیم سے اس کا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **وکذا بطلب الراہن** مع غیبۃ المرتہن علی الظاہر لانہ ہو المالک اور اسی طرح قطع ہے راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اس واسطے کہ مال مرہون کا راہن ہے تو مالک ہے کذا فی المنح عن الجامع الصغیر **لا بطلب المالک للعین المسروقۃ او لطلب السارق لو سرق من السارق بعد القطع** لسقوط عصمتہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب کرنے سے اگر سارق کے پاس چوری ہو گئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط ہوتے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں لہذا اس پر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح **بخلاف ما اذا سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع** وبعد الدرء بشبہۃ **فان لہ ولرب المال القطع** لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان

[1] اگر مترجم اول یوں کہتا کہ بیع پر قبضہ کیا بقصد خریداری تو واضح تر ہوتا ۱۲

واختارہ الکمال ردہ للمالک بخلاف اس کے جب کہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے بعد ٹل جانے حد کے شبہہ پڑنے سے اس واسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے۔ . . . . اس واسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اس واسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہ ہو تو قاضی اس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح سرق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض اوادعی انہ ملکہ وان لم یبرہن للشبہۃ اونقصت قیمتہ من النصاب فی نقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں نہ داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کو دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونے کا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نہ کیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہ ہوگا ان چاروں مسئلوں میں اقر بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا قید باقرارہما لانہ لو اقرانہ سرق فلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہ ہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اس واسطے کہ اگر سارق یوں اقرار کرے گا کہ میں نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہے تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا م سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اس واسطے کہ دو سارقوں پر قطع نہیں تا وقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہ ہو کذا فی الطحطاوی ولو سرق وغاب احدہما وشہدا ای شہد اثنان علی سرقتہما قطع الحاضر لان شبہۃ الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک ان میں سے غائب ہوگیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی ان کی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاوے گا اس واسطے کہ شبہۃ الشبہۃ معتبر نہیں م یعنی اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہوسکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاوے گا اور مال مسروق مالک کو پھیر دیا جاوے گا اگر مال قائم ہو م قطع اس واسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف کی قید اس واسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عند اقامتہا خلافا للثانی لا عند اقرارہ بحد اتفاقا چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اس کی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اس کے مالک کے شاہدوں کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا غلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ بہذا اللفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور ڈانڈ نہیں سارق پر بعد قطع ہونے اس کے داہنے ہاتھ کے یعنی در صورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدرر وغیرہ اور کمال الدین نے یہ حدیث یوں لفظ روایت کی لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ م متن کی روایت حدیث بالمعنی ہے اس واسطے کہ ما مصدریہ ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہے فتح القدیر میں اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی میں حدیث مرفوع یوں لفظ ہے لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث میں یوں لفظ ہے لا یغرم السارق

لہ ڈانڈ نہ لیا جائے چور سے جب کہ قائم کی جائے اس پر حد ۱۲ لہ تاوان نہ لیا جاوے چور سے بعد قائم ہو جانے حد کے ۱۲

سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعھا او وھبھا لبقائھا علی ملک مالکھا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اس کو بیع یا ہبہ کردیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اس کے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ہلاک العین او استہلاکھا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی باداء قیمتھا دیانۃ وسواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبیٰ اور کچھ فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا اس کے ہلاک کرڈالنے کے ظاہر الروایت میں لیکن سارق کو فتویٰ دیا جاوے اس کی قیمت کے ادا کرنے کا اور برابر ہے کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبیٰ وفیہ لو استھلکہ المشتری منہ او الموھوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اس کو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے م اور مشتری سارق سے اتنا پھیرے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما لم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی چوریوں میں سے کسی کا ضمان نہیں اور صاحبین نے کہا کہ ضمان لیا جاوے گا اس مال کا جس میں قطع نہیں ہوا م امام کی دلیل یہ ہے کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہے اس واسطے کہ بنائے حدود تداخل پر ہے اور خصومت شرط ظہور ہے قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کی طرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہوچکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اس کو چیر کر گھر میں آدھا آدھا کیا پھر اس کو گھر میں سے نکالا تو قطع کیا جاوے گا اگر اس کی قیمت بقدر نصاب کے پہنچے بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اس کے تلف کرڈالنے کا موجب نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی نصف قیمت سے اکثر کم ہوجاوے تو اس وقت میں مالک کو اس کی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی م طحاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکال کر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اس کی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد چیرنے کے و ہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہوسکتا ہے یعنی درصورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہاں وجوب ضمان حق ہے ومتی اختار تضمین القیمۃ یسقط القطع لما مر اور جب کہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہوجائیگا سارق پھر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحھا فاخرجھا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمھا نصابا بل یضمن قیمتھا اور اگر بکری چرائی پھر گھر میں اس کو ذبح کر ڈالا پھر اس کو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اس واسطے کہ مذکور ہوچکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اس کا بقدر نصاب کے پہنچے بلکہ سارق اس کی قیمت کا ضمان دے گا ولو فعل ما سرق من الحجرین وھو قدر نصاب وقت الاخذ دراھم ودنانیر او آنیۃ قطع وردت وقالا لا ترد لتقوم الصنعۃ عندھما خلافا لہ اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چرایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چوری کے وقت اس کے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاوے گا اور وہ مالک کو پھیر دیئے جاویں گے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہ ہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے م صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اس واسطے کہ چاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربو یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جائے گیارہ درم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاوے گا علاوہ اس کے اور دینار میں چاندی سونے کا نام بھی باقی ہے اس کے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا واما نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عددا فھی للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اس کو چرایا

اور اس کے برتن بنائے سوا اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسی طرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اس واسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تداول اور بیع اور شرا کے **ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ** او لت السویق **فقطع لا رد ولا ضمان** اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس دیا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق کو قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ ڈانڈ وکذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسی طرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کرے گا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار **ولو صبغہ اسود ردہ** لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگے گا تو مالک کو پھیر دیا جاوے گا اس واسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ ان کے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اس واسطے کہ خلفائے عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے **سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ** اذ لا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اس کا قطع کرنا نہیں پہنچتا اس واسطے کہ جو شخص اس کے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اس پر اس کی ولایت اور حکومت نہیں تو اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر م سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اس پر حد قائم کرنا نہیں پہنچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اس کی تصریح تلاش کرنا چاہیے **اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم یقطع الزائد** لانہ غیر مستحق للقطع **والا یمکن متمیزۃ قطعا ہو المختار** لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کی جاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسی کا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اس واسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہ ہو تو دونوں قطع کی جاویں یہی قول مختار ہے اس واسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسی طرح کذا فی السراج واللہ اعلم۔

باب قطع الطریق

ہو السرقۃ الکبری یہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اس کو مقدم ذکر کیا کبری پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہے نہ بطریق خفیہ تو اس کو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اس میں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اس کے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق یا قوت و شوکت ہوں یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو گاؤں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہ ہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق ان میں سے جو وجوب قطع کے اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہوں گے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاوے گا اور ان پر سے حد ساقط ہو جاوے گی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشبلی والنہر والدرر والمنتقی **من قصد ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص معصوم** ولو ذمیا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنے والا معصوم یعنی محفوظ الدم ہے شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہوں **ہم** قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع ان کا خون محفوظ ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کرے گا تو وہ استیلا

فقرہ، داخل ہے جس کا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کرے گا تو اس کی حد میں اختلاف ہے کذا فی المنح فلو علی المستامنین فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں اس واسطے کہ بسبب حربی ہونے کے اس کا مال مباح نہ ہے اور عصمت اس کی دائمی نہیں کذا فی المنح عن الکافی **واخذ قبل اخذ شیء وقتل نفس حبس** وھو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے آیت قرآنی میں ؎ م نفی من الارض سے حبس اس واسطے مراد ہوا کہ اگر اس کی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکال دینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکال دینا مراد لیجیے تو اس میں اس کے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہے اس طرح پر کہ اس کو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اس کے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس اسی واسطے کہ محبوس کو خارج عن الدنیا بولتے ہیں وظاہرہ ان المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہو چکا ہے م قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اس واسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہ ہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگوں نے قطاع الطریقی کی تو جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جس نے قتال کیا اور مال لیا اور جس نے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا اور قتال نہیں کیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرا دیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یوں ہے کہ جس نے راہ میں دھمکایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنے کا **لبعد التعزیر لمباشرۃ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظھور سیماء الصلحاء او یموت** رہزن مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دھمکانے کے سبب سے یہاں تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے مر جاوے قید میں اگر آثار توبہ ظاہر نہ ہوں م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب امر منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسی طرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اس کو مذکور کیا ہے انتہی **وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف** لئلا یفوت نفعہ وہذہ حالۃ ثانیہ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اس طرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہنچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اس کا ایک ہاتھ ایک پاؤں قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اس کے ہاتھ پاؤں صحیح سالم ہوں تاکہ اس کی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوں اور یہ دوسری حالت ہے م مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اس کا بایاں ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہ ہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع نہیں کذا فی المنح **وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل** ہذہ حالۃ ثالثۃ **حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص** لوجوبہ جزاء المحاربۃ اللہ تعالیٰ بمخالفۃ امرہ

؎ یہ آیت صفحہ آئندہ میں پوری لکھی جائے گی ۱۲

وبهذا الحمل يستغنى عن تقدير مضاف كما لا يخفى اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل کیا جاوے گا نہ از
روئے قصاص کے تو اسی واسطے ولی مقتول اس کو معاف نہیں کر سکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ
و سب قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کے واسطے کافی ہے بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالیٰ کی لڑائی
کے بدلے اللہ تعالیٰ کی لڑائی سے اس کی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیت قرآنی یعنی
انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اس واسطے کہ محاربہ خدا سے
ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو معنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم مسبب سبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی والحالة الرابعة ان
قتل واخذ المال خير الامام بين ستة احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثة او قتل او صلب او قتل فقط
او صلب فقط كذا فصله الزيلعي اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے جزا دینے میں چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ
پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے پھر اس کو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قطع کرے اور
سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسی طرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہم وجہ تفصیل یہ ہے کہ حالات تین ہیں قطع اور قتل اور سولی
تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی میں یا اول اور ثالث میں جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے
ويصلب حيا في الاصح وكيفيته في الجوهرة اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول اصح میں اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ میں مذکور ہے ہم جوہرہ
میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی یوں مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑے پھر اس کے اوپر ایک لکڑی عرض میں باندھے اس پر رہزن اپنے دونوں پاؤں
رکھے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی اور باندھے دونوں ہاتھ اس کے باندھے پھر برچھی سے اس کی بائیں چھاتی میں کوچے اور برچھی سے اس کا پیٹ
خوب ہلاوے یہاں تک کہ مر جاوے كذا في المنح ويرمي لطعنه برمح تشهيرا له ويخضخض به حتى يموت اور اس کا پیٹ برچھی سے پھاڑے اس کی تشہیر کے واسطے
اور اس کو برچھی سے ہلاوے تا کہ مر جاوے ويترك ثلثة ايام من موته ثم يخلى بينه وبين اهله ليدفنوه لا اكثر منها على الظاهر وعن الثاني يترك حتى
يتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اسے سولی پر چھوڑا جاوے پھر اس میں اور اس کے قرابت والوں میں تخلیہ کیا جاوے تا کہ اس کو وہ لوگ دفن کریں
تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہیں رہے یہاں تک
کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامة الحد عليه لا يضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زيلعی اور اس پر حد قائم کرنے کے بعد ضمان نہیں اس کے فعل کا
یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانے کا كذا في الزيلعي ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہیں رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاوے
گا كذا في الملتقى وتجري الاحكام المذكورة على الكل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقوں پر جاری
ہوں گے ان میں سے بعضے لوگوں کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کریں اور باقی کھڑے رہیں یا مدد کریں
لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا على حسب الحالات وحجر وعصا لهم كسيف اور پتھر اور ان کی لاٹھیاں مانند تلوار
کے ہیں یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہیں لیکن یہاں بہر صورت قتل ہوگا اس واسطے کہ یہ جزاء الطریق قصاص نہیں
جو لاٹھی اور تلوار میں فرق کیا جائے بلکہ یہ جزائے محاربۂ خدا اور رسول ہے بنا بر حد کے والحالة الخامسة ان القصم الى الجرح اخذ قطع من خلاف و هدر
جرحه لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچویں حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کیے جاویں

ف کیفیت سولی دینے کی - ۱۲

اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب نہ جمع قطع اور ضمان کے **وان جرح فقط ای لم تقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلاحد ایضا**
اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہیں زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے
لان المقصود ہنا المال وہی من الغرائب اس لینے کے
ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہیں اس واسطے کہ مقصود یہاں مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے **م** یہ جواب
ہے سوال مقدر کا عیسٰے بن آبان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہاں کیوں نہ ہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا
جس کی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ در صورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کی طرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اس کا بخلاف
اس صورت کے جب کہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اس واسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کا مقصود قتل تھا نہ مال لہٰذا یہاں حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ
میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اس واسطے کہ زیادتی پر جنایت مورث خفت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن البحر **او قتل عمدا او اخذ المال فتاب**
قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال ولو لم یردہ قیل لا حد یا راہزن نے قتل کیا عمداً اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہیں اور اس کی
تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دے گا بعضوں نے کہا تو بھی اس پر حد نہیں کذا فی النہر
عن البحر او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض یا قطاع الطریق میں کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی
راہ چلنے والے کا رہزن قرابتی ذی رحم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اس واسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا
شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہو گئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی النہر **او قطع بعض المارۃ علی البعض** یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والوں
نے بعض پر آپس میں تو حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے کہ قافلہ بمنزلہ دار واحدہ کے ہو گیا **او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین** یا رہزنی کی ایک شخص نے
رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہروں کے درمیان میں تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہیں بسبب عدم شرط قطع طریق **وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا**
بسلاح فہو قاطع وبہ یفتی بحر و در و دائرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اس نے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ
شخص قاطع طریق ہے تو حد اس پر جاری ہو گی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اس کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے **فلاحد جواب للمسائل ست**
تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا م اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل عمد میں قصاص
ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہ ہو تو ضمان ہے کذا فی النہر **وللولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ او العفو فیہما** اور مسائل مذکورہ
میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا **والعبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ**
فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسی طرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر
لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاوے گی کذا فی المجتبی **وفی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا ہو المختار** اور فتاوی سراجیہ اور درر
میں ہے کہ قطاع الطریقوں کے گروہ میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاویں گے نہ عورت یہی قول مختار ہے **ولو باشر نسوۃ فقطعن**
واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلاً دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا سب قتل کی جاویں گی اور مال کا ضمان دیں گی **م** یہ قتل بنا بر قصاص
ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر **ویجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من**
یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے
نہ پہنچے اور قتل کرے اس کو جو اس سے اس کے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی مال بچانے میں
مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر **م** نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سوال نے

کہا یا رسول اللہ کوئی شخص میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اس کو تذکیر کر اللہ تعالیٰ کے نام سے یعنی یوں کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اس نے کہا اگر وہ پند پذیر نہ ہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اس نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہ ہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اس نے کہا اگر حاکم دور ہو مجھ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنے مال بچانے کے واسطے یہاں تک کر یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے جب تک کہ سارق کے پاس متاع اس کی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینک دے تو صاحب مال کو اس سے مقاتلہ جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث مذکور اس کو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لے چلے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی سو انھوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہوں یا ساتھ نہ ہوں لیکن مددگار لوگ ان کے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کے واسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہ ہوں اور مددگاران کے مال کو پہچانتے نہیں اور نہ چھین سکتے ہوں تو ان کو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک دفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بار بار یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اس کے فساد اٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اس کا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود وعند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اگر ایسا نہ ہو یعنی ایک ہی بار اس نے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اس کا قتل جائز نہیں اس واسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہے اور اس میں قصاص ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور علماء کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے اور امام کے نزدیک اس میں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہے سیرت کی بکسر اول و
سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہے سیر اور سفر دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ
نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلاں محمود السیرت اور فلاں مذموم السیرت ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور اس کے متعلقات میں
سیرت مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اس واسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی اور مغزاۃ او غزاۃ اور
غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والنخ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ آیا جب جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہوں اور اہل
اسلام نے ان کو امان نہ دی ہو اور ان سے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو
اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جس کی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد و اعتماد ہو اس کی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہ ہو تو اہل
حلال نہیں اس واسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہے اپنے ذمے سے دنیا میں اور
حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت میں مانند عبادات کے اور دہ بعد الحدود لاتحاد المقصود ووجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب
الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں م حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسی واسطے
حدود اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل
اسلام کا اولیٰ بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ
قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وھو لغۃ مصدر جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور
کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے ہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ قہستانی اور
اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے سچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اس کو نہ مانے اس کے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی م قہستانی نے کہا کہ
شراعیت میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور ان کے ضرب اور مال غارت کرنے اور ان کے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک[۱] اور
مراد اجتہاد اور کوشش ہے دین کی تقویت میں اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑ کر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط
قتال پر اقتصار کیا تو اس واسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہے تو تعریف
ابن کمال کی جس کو شارح آگے ذکر کرے گا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وعرفہ ابن کمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ
مباشرۃ او معاونۃ بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور
کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماؤ بڑھا کر یا ہو لئے اس کے اور طرح کی
مدد گاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا ان کے واسطے پانی لانا ان کی اہل وعیال کی خدمت گذاری

[۱] یعنی بذات خود مستقل ہیں زد و کوب اور کشت و خون پر مگر فساد سے عالم کو خالی کرنے کے لئے خوب ہیں۔ ۱۲

کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اس کی تصریح احادیث میں مذکور ہے ومن توابعہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ہو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جس کے آگے اسلام نہ ہو یہی قول مختار ہے یعنی سرحد دارالاسلام میں مجاہدین کا اس واسطے ٹھہرنا تاکہ کفار دارالاسلام میں داخل نہ ہو سکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچا دیں اس کو رباط کہتے ہیں اس واسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھروں میں مرابط ٹھہریں حالانکہ ایسا نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایک بار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا اور جہاں دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس[۱۲۰] برس تک رباط ہوا اور جہاں تین[۳] بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبع مائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانچ سو[۵۰۰] نماز کے برابر ہے اور ایک درم اس کا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جو رباط میں مر گیا اس کا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہے گا اور روزی اس کی جاری رہے گی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہما سے محفوظ رہے گا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط میں کریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہو گا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ اُٹھے گا اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا **ف** حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ[۱۳] عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے (۱) نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے (۲) دعائے اولاد (۳) کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا (۴) صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ (۵) قرآن مجید کو وارثوں کے واسطے چھوڑ جانا (۶) سرحد اسلام کی چوکیداری (۷) کنواں بنانا (۸) نہر جاری کرنا (۹) مسافر خانہ بنانا (۱۰) محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے (۱۱) تعلیم قرآن مجید (۱۲) شہادت (۱۳) طریقہ نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی م فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیوں کر نہ ہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے یعنی جان کی اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کے واسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو گھیر رکھنا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے صاف کنارہ کرنا لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہؓ کی متفق علیہ حدیث میں جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اس کے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث میں صلوۃ اور زکوۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نہ رہا اس واسطے کہ اس میں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا ان کے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اس واسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اس واسطے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں ازاں جملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدائے تعالی کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابو داؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجھ کو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑے گی اس کو باطل نہ کرے گا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اس پر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ کی راہ میں بقدر فواق[1] ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اس کے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوائے ابو داؤد کے صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اس کو نہ کر سکو گے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جس کے صیام اور صلوٰۃ میں فتور واقع نہیں ہوتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں بسر کرے ایک لمحہ آرام نہ کرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو آگ نہ لگے گی یعنی آتش جہنم نہ جلاوے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابو مسعود بدری سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کے واسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو اس کے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ یعنی نکیل والیاں ملیں گی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ جس نے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اس نے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کے پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابو داؤد میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنے کا اپنے دل میں بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما میں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کے واسطے یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کے واسطے لڑتا ہے ان میں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا ہے جو قتال اس واسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابو داؤد میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اس کو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول **ھو فرض کفایۃ** کل ما فرض لغیرہ فھو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرتہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنے سے نہ کرنے والوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے واسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جب کہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہرچند مفروض لغیرہ ہے ولیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض

[1] بالفتح والضم وہ عرصہ جو دودھ کے دوہنے میں ہوتا ہے یعنی ایکبار دودھ کر جو بچے کو چھوڑ دیتے ہیں کہ دودھ اتر آوے اور پھر چھوڑ دیتے ہیں تو اس وقت کو فواق کہتے ہیں کذا فی الصراح ۱۲

ایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اس کی کثرت کے م یہ کلام دو امر کا مفید ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت
دکی تو اوامر قطعیہ ہیں قال اللہ تعالیٰ قاتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ و
ن الدین کلہ للہ) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے
ن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو ان کو یہاں تک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین
کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اس سے فرضیت ثابت
ں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض سرے سے
ب بخطاب جہاد نہیں اس واسطے کہ خطاب جہاد انھیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اس واسطے ہے کہ
فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ افساد ہے بلکہ لغیرہ فرض ہے یعنی دین الٰہی کے غالب کرنے کے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے
لئے فرض ہوا ہے تو جب کہ یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاوے گا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا
اب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اس کے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے
س کا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے (لا یستوی القٰعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجٰھدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنٰی)
ی حق تعالیٰ نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کا
دہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہ ہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ
یہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لے جاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر مسلمین
کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ
مارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنے کا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے
عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اس واسطے کہ مدار وجوب کا یہاں ظن پر ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم
قطعی ایسے امور میں متعسر ہے **ابتداء** وان لم یبدؤنا بہ اما قولہ تعالیٰ (فان قاتلوکم فاقتلوہم) وتحریمہ فی الاشہر الحرام فمنسوخ بالعمومات کاقتلوا
المشرکین حیث وجدتموہم جہاد فرض ہے پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتداء نہ کی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں
تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذلقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ
یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں ان کو پاؤ اس واسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
ان قام بہ البعض ولو عبیدا او نساء **سقط عن الکل** جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اس کو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں
ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے م بعض کے جہاد سے اس وقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع
کفار میں کافی نہ ہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہ ہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو اس وقت میں جہاد فرض عین ہو
جائے گا مانند صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی المنح **وان لا یقم** بہ احد فی زمن **ما اثموا بترکہ** ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نہ کیا
کسی وقت میں تو اس کے ترک کرنے سے سب گناہگار ہوں گے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گناہگار ہوں گے م یعنی ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین
جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہوں گے اور یہ مطلب نہیں کہ کسی زمانہ میں بعضے جہاد کریں گے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہے والاک ان

توہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلاً بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عین کصلوۃ وصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہیں ایسا نہ سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد کرنے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اس پر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر اُن کے بعد اس پر جو اُن سے اقرب ہے یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اس وقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جائے گا مانند صلوۃ اور صوم کے اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت کی اور پورا بیان اس کا درر میں ہے م یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اس کے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اس کی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اُس کے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر وہ بھی کوتاہی کریں گے یا عاجز ہوں گے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ

لہ ابوان او احدہما لان طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اس بالغ پر جس کے ماں باپ یا ایک کوئی اُن میں سے زندہ ہے اس واسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کے واسطے فرض عین ترک نہ ہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ بن مرداس سے جب کہ اس نے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اس واسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج م جہاد میں جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہے اس واسطے کہ ان کی اطاعت اس پر فرض عین ہے اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں کہا اس نے ہاں فرمایا انھیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی ہے اس میں بر والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داؤد میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے اُس نے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھ کو اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اُن سے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کر اور جو اجازت نہ دیں تو ان کے ساتھ نیکی اور خدمتگزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ اصول کے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر اُن کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو بدون اُن کی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لایحل سفر فیہ خطر الا باذنہما مالا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو چنانچہ جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اُس میں جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسی طرح ہے تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامراۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر الزوجۃ نہر قلت تعلیل الشمنی لضعف بنیتہا یفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اس کو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اس کے مخالف کی مفید ہے یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر امتثال اس کا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں م تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بے موقع ہے اس واسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ اس کا یوں ہے کہ جہاد وغیرہ عورت

پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب التستر ہے اور جہاد میں گا ہے کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے
تو مزدوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضوں نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی **واعمی ومقعد** ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر
کذا فی الفتح م فتح القدیر میں مقعد یعنی اعرج دیوان ادب سے منقول ہے اور حموی نے مغرب سے نقل کیا کہ مقعد وہ ہے جس کو بیماری نے چلنے پھرنے
سے تھکا دیا ہو **واقطع بعجزہم** اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے م معذور ہونا اعمی اور
اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید میں مصرح ہے اس واسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا اس میں اشعار ہے اس کا کہ جو شخص عاجز
ہو جہاد سے کسی سبب سے اس پر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے **ومدیون بغیر اذن غریمہ** ل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ بالنفس وہذا
فی الحال اما الموجل فلہ الخروج ان علم برجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرض دار پر بلا اذن قرض خواہ کے بلکہ اس کے ضامن کے بلا اذن بھی اگرچہ
قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہ ہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اس کے جہاد کرنا فرض نہیں اور یعنی اذن قرض
خواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہے اور مدت والے قرض میں تو اس کو جہاد کے واسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل
مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ م صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف
ہو جاتے ہیں سوائے دین کے **وعالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ** فلیس لہ الغزو خوف ضیاعہم سراجیہ وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید یفید
غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ ترفقیہ شہر میں نہیں تو اس کو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے ضائع ہونے کے خوف سے
کذا فی السراجیہ یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے بتانے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہوئے بسبب تردد اور جہالت کے
اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید بغیر مقید کا بطریق اولی مفید ہے م
مقید سے مراد سفر فقیہ ہے جہاد کے واسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونے کے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر
جو فرض نہیں ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گا ہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے
چنانچہ حج مفروض کا سفر **وفرض عین اذا ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن** ویاثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ
دشمن یک بارگی ہجوم کریں تو سب اہل اسلام نکلیں اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہ ہو اور زوج اور مانند اس کے جیسے باپ اور مولی اور قرض خواہ
گناہ گار ہوگا اس حالت میں جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ م دشمن عام ہے کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی میں کہا کہ اگر دار الاسلام
کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہوں تو ان کے حق میں جہاد فرض عین ہے اور ان کے سوا اور دور
والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب نزدیک والے عاجز ہوں یا کاہلی کریں تو دور والوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسی طرح شدہ شدہ درجہ بدرجہ
تمام اہل مشرق اور مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بنا رہے گا وہ گناہ گار ہوگا اور گناہ نہیں نادانستگی میں اس واسطے
کہ انسان مخاطب نہیں نادانستہ کا انتہی اور اسی واسطے فتح القدیر میں کہا ہے کہ فرض عین ہونے کی شرط سے دوام جنگ ہے یہاں تک کہ دور
کے لوگوں کو خبر پہنچے نہیں تو تکلیف مالا یطاق ہے اور چھڑانا مسلم اسیر کا سب اہل مشرق اور مغرب پر واجب ہے جس کو خبر ہوا اور بزازیہ میں ہے کہ
مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اس کی تخلیص واجب ہے جب تک کفار دار الحرب میں نہ داخل ہو گئے ہوں اس واسطے کہ دار الاسلام
مکان واحد کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی **ولا بد لفرضیتہ من قید آخر وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف** اما من یقدر علی الخروج
دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد ارہابا فتح اور ضروری ہے جہاد کے فرض ہونے کے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو

خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اس کو بھی نکلنا چاہئے جماؤ بڑھانے کے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال اور سراج میں ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑے گا تو مارا جاوے گا اور اگر نہ لڑے گا تو قید ہو جاوے گا تو اس پر قتال لازم نہیں **ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال** ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونوں میں سے فاسق ہو اس واسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ م مستنفر وہ ہے جو نفیر عام سنا دے نفیر بمعنی خروج ہے یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کو نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے **وکرہ الجعل** ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ مع الفیٔ ای مع وجود شیٔ فی بیت المال درر وصدر الشریعۃ ومفادہ ان الفیٔ ہنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگوں سے مال کا لینا غازیوں کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال میں کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہاں غنیمت کو شامل ہے تا اس کو یاد رکھنا چاہئے م فی اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب تک بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کے واسطے مکروہ ہے اس واسطے کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال ایسے ہی مصارف کے واسطے ہے نہ سلطان کے عیش اور آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہیں والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں بسبب دفع کرنے اعلیٰ ضرر کے کمتر ضرر سے م اعلیٰ ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر اُن کے مقدور کے تا محتاج غازیوں کا سامان جہاد ہو **فان حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فبہا والا فالی الجزیۃ لو محلا لہا کما سیجیٔ** ۔ **فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا** من الانتصاف فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافروں کو گھیریں تو اول ہم ان کو مسلمان ہونے کی طرف بلادیں سو اگر وہ اسلام قبول کریں تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کریں تو جزیہ کی طرف بلادیں یعنی جزیہ دینے کی اُن سے درخواست کی جاوے اگر وہ محل جزیہ ہوں چنانچہ اس کا ذکر آوے گا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہوں نہ عرب کے مشرک اور مرتد ہو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو درصورت مظلومی اُن کے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت اُن کے ظلم کرنے کے ان سے انتقام لیا جاوے گا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئیں اس واسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہیں ہمارے نزدیک اور مؤید اس کا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ذمیوں نے تو جزیہ اس واسطے دیا ہے کہ اُن کے خون ہمارے جیسے خون ہو جاویں اور اُن کے مال ہمارے سے مال ہو جاویں م قول مرتضوی امام شافعی کے مسند میں بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو اُن کے اموال سے تعرض نہ ہوگا اور ان کی اراضی سے خراج نہ لیا جاوے گا بلکہ دسواں حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور اُن کو حکم ہوگا کہ دارالاسلام میں آکر اقامت کریں اس واسطے کہ مسلمان کا رہنا دارالحرب میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی **ولا یحل لنا ان نقاتل من لا تبلغہ الدعوۃ** بفتح الدال الی الاسلام دہو وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک بقی لو بلغہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التاتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور حلال نہیں ہم کو لڑنا اُن کافروں سے جن کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہوگئی مشرق اور مغرب میں

لیکن اس میں شک نہیں کہ بلاد خدا میں ایسے کافر بھی ہیں جن کو مطلق اس کا شعور نہیں یعنی دعوت اسلام سے خبر نہیں باقی رہی یہ بات اگر اسلام کی خبر اس کو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ میں ہے کہ ان سے لڑنا سزاوار نہیں یہاں تک کہ امام اُن سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر برخلاف نقل مصنف کے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ دعوات اسلام اس واسطے واجب ہوئی تا کفار معلوم کریں کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہیں نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اس طرح وہ اسلام قبول کریں اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہیں بسبب عدم عاصم کے یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب میں مشہور ہونا کہ اہل اسلام کس واسطے لڑتے ہیں تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع میں مصرح ہے انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہے اور صاحب نہر اس میں تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر میں محیط سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کر کے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بلاد میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کو اس کی خبر اور شعور نہیں تو دعوت اسلام کرنا وہاں واجب ہوگا جہاں گمان اس کا ہو کہ اُن کو اسلام کی خبر نہیں پہنچی تو جہاں خبر پہنچی وہاں دعوت کرنا مستحب ہوگا **و ندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررا ولو بغلبۃ الظن کان یستعدوا او یتحصنوا فلا یفعل** فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کریں بطریق استحباب کے ان کو جن کو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جس وقت کہ دعوت الی الاسلام تضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اس طرح کہ وہ سامان درست کر کے مستعد ہو جاویں یا قلعہ کے اندر ہو جاویں تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہیں کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بایں مضمون ہے عبداللہ بن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ تو اول اسلام میں تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے تو ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا اور ان کی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اسی دن جویریہ کو پایا مجھ سے یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے کہی وہ اس لشکر میں موجود تھے **والا یقبلوا الجزیۃ نستعین باللہ ونحاربہم بنصب المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو مثمرۃ وافساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ** فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو ہم اہل اسلام مدد مانگیں اللہ تعالیٰ سے اور اُن سے لڑنے لگیں مجانیق کو قائم کر کے اور ان کو پانی میں ڈبو کر اور اُن کو آگ میں جلا کر اور اُن کے درختوں کو کاٹ کر اگرچہ پھل دار درخت ہوں اور اُن کے کھیتوں کو اجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختوں اور کھیتوں کا خراب کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مسلمانوں کے کام میں آویں گے کذا فی الفتح م مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہیں اور ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم مل جاتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی میں بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اس کی ذات کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کو وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانوں کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا لڑو غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کر کے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُن کو تین خصلتوں کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاویں تیرا قول تو قبول کر اُن سے اور رک جا اُن کے ایذا سے اُن کو اسلام کی طرف بُلا سو اگر وہ مان جاویں تو قبول کر اُن سے اور باز رہ اُن سے پھر اُن سے نقل مکان کی درخواست کر اپنی ملک سے نکل کر مہاجرین کی ملک میں آرہیں اور اُن سے خبر کر دے کہ وہ یہ ہجرت کریں گے تو اُن کے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اُن پر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا نہ قبول کریں تو اُن کو

[1] یعنی محفوظ ہونا بسبب دار الاسلام کے ۱۲

خبر کردیں کہ وہ صحرائی مسلمین کی طرح ہوں گے اُن پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے اُن کو حصہ نہ ملے گا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہو کر جہاد نہ کریں گے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو اُن سے جزیہ دینے کا سوال کرو اگر وہ مان جاویں تو قبول کر اور اُن سے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کریں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اُن پر فتح یابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول رمیہم بنبلٍ ونحوہ وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبی سئل ذلک النبی ولقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑیں اُن پر تیر وغیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانوں کو سپر بنا دیں یعنی اپنے آگے کھڑا کریں یا اس تدبیر سے بچ جاویں تو بھی ہم اُن کو ماریں گے اور اس قتال میں ہم کفار ہی کے مارنے کا قصد کریں گے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کریں تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑیں یا نہ لڑیں م رمی لغت عرب میں دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہیں خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات اور جو مسلمان اُن کی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو اس میں نہ دیت ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ڈانڈ سے مقرون نہیں ہوتے م لڑائی میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اس میں ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الکفر میں ناخن بڑھانا مستحب ہے اس واسطے کہ اگر تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھوں کا بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کے واسطے کذا فی البحر خانیہ میں ہے کہ مسلمان کو لائق نہیں کہ جب بارہ ہزار ہوں تو فرار کریں اگرچہ کفار زیادہ ہوں م اس واسطے کہ حدیث ترمذی میں وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہ عدم فرار اس وقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہوں اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ وفیہا مسلم اوذمی لا یحل قتل احدہم اصلا ولو اخرج واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون الخروج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جس میں ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُن میں سے کسی کا قتل کرنا اصلا جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص اُن میں سے نکال دیا گیا ہو تو اُس وقت میں باقی لوگوں کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا من اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا لمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ وارادوا بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہیں اس کے نکالنے سے جس کی تعظیم واجب ہے اور اس کا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے چنانچہ مصحف اور کتابیں فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر میں قرآن کو نہ لے جاؤ دشمن کی زمین میں م دلیل اگرچہ قرآن میں خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز والاماء اولی مگر اُس بڑے لشکر میں قرآن وغیرہ کا لے جانا ممنوع اور مکروہ نہیں جس میں اس پر امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے جانا کام کے واسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے لے جانے سے کہ جنگ دو سردار و طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کمتر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفو بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایۃ اور جب کہ مسلم دار الحرب میں اُن سے امان لے کر جاوے تو مصحف کا ساتھ لے جانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہوں اس واسطے کہ ظاہر وہ متعرض نہ ہوں گے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر و

۱؎ یہ مسئلہ صرف ذہنی ہے کیونکہ نبوت اب تمام ہو چکی پیغمبر کا وجود کہاں جس کو سپر کریں ہاں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ صورت ممکن ہے اسلئے فتاووں میں درج ہوئی ہے ۱۲

وغلول وعن مثلة بعد الظفر بهم اما قبله فلا باس بہ اختیار اور ہم ممنوع ہیں عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اُن پر فتح پانے کے بعد اور فتح پانے سے پہلے امور مذکورہ کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الاختیار م لنقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ہم سے اور ان سے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑیں گے یہاں تک کہ ان کو اطمینان ہوا تو اب اُس دن لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہے اس طرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ اُن کو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہ ہو گی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے ان پر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہاں رات کو اُن پر ٹوٹ پڑے اور چھاپا مارا اور علی ہذا القیاس وانو گھات کے بہت طریقے ہیں فتح القدیر میں ہے کہ حالت قتال میں مبارز نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اس کو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأة وغير مكلف وشيخ حرفان لاصباح ولا نسل له فلا قتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہیں عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کھا بٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جس کو نہ جنگ کی طاقت ہے جنگ کی وقت اور نہ اولاد ہونے کی اس سے توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جبکہ مرتد ہو جاوے م رازی نے شرح طحطاوی میں کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد میں مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہ ہو گا کہ مجنون میں داخل ہے واعمى ومقعد وزمن ومعتوه وراهب واهل كنائس لم يخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہیں کافر اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیوں کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیوں سے نہیں ملتے ان سب کے قتال کرنے سے م اس واسطے کہ اہل اسلام کو اُن سے کچھ ضرر نہیں اور یہی حال ہے ہندوستان کے جوگیوں کا جو گوشہ گیر اور کوہ نشین ہیں الا ان يكون احدهم ملكا او مقاتلا او ذا رائی او مال فی الحرب مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی میں صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائے گا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہو گا تو قتل کیا جاوے گا اور اگر ان میں سے کوئی قتل کرتا ہو گا تو مارا جائے گا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جاویں گے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونے سے بھی مقتول ہوں گے اور بادشاہ عورت بہرصورت مقتول ہو گی قتال کرے یا نہ کرے اور اسی طرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہو گا تو مطلقاً مقتول ہو گا اس واسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہو گا اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اس کی عمر ایک سو بیس[120] برس کی تھی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا يحل قتله ممن ذكر فعليه التوبة والاستغفار فقط كسائر المعاصي لان دم الكافر لا يتقوم الا بالامان ولم يوجد ثم لا يتركونهم في دار الحرب بل يحملونهم تكثيرا للفئ وتمامه في السراج وهبي اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اس کو جس کا قتل کرنا حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اس پر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اس واسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہیں کرتا دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جن کا قتل جائز نہیں ان کو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب میں نہ چھوڑ آویں بلکہ اُن کو دار الاسلام میں اٹھا لاویں غنیمت کی بہتات کے واسطے اور پورا بیان اس کا سراج وہاج میں ہے اور آگے آوے گا م سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جن کا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو ان کو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں اُن کو نہ چھوڑیں اس واسطے کہ جب عورتیں وہاں رہیں تو اُن سے اہل حرب کی اولاد ہو گی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اُن کے رہنے سے کفار کو قوت ہو گی اور اُن کے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسی طرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل

دار الحرب میں نہ چھوڑے جاویں کہ اُن سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کرسکتا
اور نہ اس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اس کو چاہیں لادیں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اس میں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم بھوسن بڑھیا کا کذا فی
النہر ملخصًا فرعان دو مسئلے ملحق شارح کے الاول لا باس بحمل راس المشرک لو فیہ غیضھم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود راس ابی جہل والقاہا
بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر ہذا فرعونی وفرعون امتی کان شرہ علیّ وعلیٰ امتی اعظم من شر فرعون علی موسیٰ وامتہ ظہیریۃ
پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اٹھالانے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اُس میں کفار کو رنج اور غضب آوے یا غازیوں کو اُس میں تسکین دل
ہو اور البتہ عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اٹھایا تھا اور اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر
یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اس کا شر مجھ پر اور میری امت پر عظیم تھا موسیٰ اور اُن کی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریۃ
اس واسطے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابوجہل کے کہ ابتدا سے انتہا
تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر تھا الثانی لا باس بنبش قبورھم طلبا للمال تتارخانیۃ وفی
الخانیۃ قبور الکفرۃ فمت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اُن کی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ
کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبریں کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان
یبدا اصلہ المشرک بقتل کما لا یبدا بقریبہ الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے
قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہ ہو مراد اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع
نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسی طرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی النہر ویمتنع الفرع
عن قتلہ بل یشغلہ لاجل ان یقتلہ غیرہ فان فقد قتلہ اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اس طرح کہ اُس کو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول
رکھے تاکہ کوئی غیر شخص اُس کو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اُس کو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتلہ فہدر لعدم العاصم اور
اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اُس کا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد
الاصل قتلہ ولم یمکن دفعہ الا بقتلہ قتلہ لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کا قتل کا ارادہ کیا اور اُس کا دفع کرنا
بدون اُس کے قتل کے ممکن نہیں تو اب اُن کو قتل کرے اس واسطے کہ اپنا بچانا اور اُن کا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا
مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اس واسطے قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحاوی ونجوز
الصلح علی ترک الجہاد معھم بمال منھم او منا لو خیرا لقولہ تعالیٰ وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اور ترک جہاد پر صلح کرنا کافروں سے اُن کا مال لے کر
یا اپنا مال دے کر جائز ہے اگر اس میں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی
اُدھر جھک کر ہر چند آیت مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مصلحت نہ ہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح وننبذ الی
نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع
کر دیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کے واسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل
مکہ سے م اعلام نقض صلح اُس وقت ضروری ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں
اور اگر مال لے کر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُس کے حساب سے مال پھیر دینا چاہئے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام میں آگئے

ہوں یا بسبب اطمینان صلح کے دارالحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہوتا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں نہ پہنچ لیں یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ بنا لیں جب تک اُن سے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بے موقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آیندہ یعنی درصورت خیانت کفار اس سے استدلال کرتا اس واسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہاں لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی **ونقاتلهم بلا نبذ مع خيانة ملكهم** ولو يقاتل ذی منعة باذنه ولو بدون اذنه **ينتقض فی حقهم فقط** اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے ان کے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہو گئی باجازت بادشاہ اور اگر اُس کے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتل کیا ہو تو فقط انھیں لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹے گی یعنی وہ مارے جاویں گے اور گرفتار لوگ لونڈی، غلام ہوں گے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہ ہوں گے تو کسی کے حق میں نقض صلح نہیں کذا فی الفتح **ولصالح المرتدين اذا غلبوا علی بلدة وصارت دارهم دار حرب لو خيرا بلا مال** اور ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جب کہ وہ غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور ان کا مسکان دار الحرب ہو جاوے اگر ان سے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جب کہ وہ نقض عہد کریں کذا فی عالمگیری **والا يغلبوا علی بلدة لا** لان فيه تقرير المرتدين علی الردة وذلك لايجوز فتح اور اگر غالب نہ ہوئے ہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نہ کریں گے اس واسطے کہ صلح کرنے میں مرتدوں کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح **وان اخذ المال منهم لا يرد** لانه غير معصوم بخلاف اخذه من بغاة فانه يرد بعد وضع الحرب اوزارها فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اُس کا پھیر دینا نہ چاہیئے اس واسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیوں سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاوے گا بعد لڑائی ہو چکنے کے اس واسطے کہ ان کا مال معصوم ہے کذا فی الفتح **ولم نبع** فی الزيلعی يحرم ان نبيع منهم **ما فيه تقويتهم علی الحرب** كحديد وعبيد وخيل اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہم کو کافروں سے وہ چیز بیچنا جس میں ان کو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے **ولا نحمله اليهم ولو بعد صلح** لانه عليه الصلوة والسلام نهی عن ذلك وامر بالميرة وهی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور ان کی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لے جاویں بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہو اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا یہ جائز ہے بطریق استحسان کے ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بے دین ہو گیا اس نے کہا کہ میں بے دین نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں اور محمدؐ کی میں نے تصدیق کی ہے اب تم کو ایک دانہ گیہوں کا ملک یمامہ سے نہ پہنچے گا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہاں جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی **ولا نقتل من امنه حر او حرة ولو فاسقا او اعمی او فانيا او صبيا او عبدا اذن لهما فی القتال** اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جس کو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتكافوا دماؤهم ويسعی بذمتهم ادناهم یعنی مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے ان کی ذمہ داری سے ادنیٰ اُن کا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اس کا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُن کے پاس مسلم یا ذمی قید ہو گا تو چھڑا لیا جاوے گا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت

امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اس کے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدر المنتقی بای لغۃ کان الامان وان کانوا لایعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے ان کو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کے دور ہونے میں ہوئی ہو م فتوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کو امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں ان کا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں تو بظن غالب معلوم ہوا کہ انھوں نے سونے کے سبب یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے ویصح بالصریح کا منت اولا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسی طرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی النہر وبالکنایۃ کتعال اذ ظنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آجب کہ کافر اس کو امان گمان کرے م عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آتا کہ میں تجھ کو قتل کروں سو کافر نے بلا نا سنا اور اس کو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اس کو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام اس نے سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور اسی کے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھ کو لڑنے کا ارادہ ہے آ اگر تو مرد ہے یا آ تا تو دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو اس میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرنے سے م اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی النہر خواہ اس کی امان مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہ ہو کذا فی عالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کے واسطے م حلبی نے کہا شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں غور و تأمل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون ہو امنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اس کو خود امان نہ ہوگی بخلاف اس کے جب کہ اپنی اولاد کے واسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان میں داخل ہو جاوے گا یہ عبارت اس مدعا میں صریح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتمدہ اس کے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء والبنات اور داخل ہے اولاد کی ماں میں بیٹوں کی اولاد بیٹیوں کی اولاد یعنی پوتے نواسے ولو غار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاموال الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے ان پر غارت گری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد ان کو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اس پر خون بہا ہے اور جس نے ان کی عورتوں سے صحبت کی اس پر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال ان لوگوں کے پھیر دیے جاویں یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاویں پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دی جاویں کذا فی العالمگیریۃ ونیقض الامام الامان لو بقاءہ شرا وباشرہ بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اس کا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان

دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے م اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذافی النقایۃ **وبطل امان ذمی** الا اذا امرہ بہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ مسلم نے اس کو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذافی الشمنی م زیلعی اور بحر اور نہر اور درر عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہے تو ظاہر اغیر امیر کا امر کافی نہیں **واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال** وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمتہ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور ایسے صغیر اور غلام کا جن کو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اس کے واسطے **ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا** لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو مسلمان دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اس واسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں م امان مخصوص ہے خوف کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اس کی امان بے موقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اس کی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں وارد ہے اور جو شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اس کا امان دینا بے معنی ہے کذافی المنح عن السراج۔

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اس کے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذافی النہر فی المغرب الغنیمۃ مانیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فیخمس وباقیہا للغانمین والفیٔ مانیل منہم بعد کخراج وہو لکافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہے تو اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاوے گا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذافی النہر اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اس کا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا لے بھاگنے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہیں وہ فقط آخذ کی مملوک ہے **اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جری علی موجبہ وکذا من بعدہ من الامراء** **ارضہا تبقی مملوکۃ لہم** جب کہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسی طرح اس کے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اس کی کفار کی ملکیت میں باقی رہے گی م قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری پانی پر ہے تو اگر وہاں کا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کہ بجائے نقض عہد ہے کذافی الطحطاوی **ولو فتحہا عنوۃ** بالفتح ای قہرا **قسمہا بین الجیش** ان شاء **او اقر اہلہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم** اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اس کو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہاں کے لوگوں کو برقرار رکھے ان کی ذاتوں پر جزیہ باندھ کر اور ان کی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کر کے م اگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی مملوک ہو جاوے گی اور اس پر عشر معین ہو گا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہاں کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک عراق میں کیا کہ ان کے گھر اور ان کی زمین کو انھیں کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لے کر اور غازیوں میں زمین تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہوں گے اور زمین کے وہی مالک رہیں گے کذافی النہر اور کفار پر ان کی رقاب اور اراضی کا

احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہئے کہ خود کھاویں اور کھیتی کریں یہاں تک کہ غلہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہوں گے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروقؓ سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہ ہوتا تو جس گانوں کو مسلمان فتح کرتے تو میں انھیں کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد میں بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان میں مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے داخل کئے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عنہ حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجت مندی کے وقت او اخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب نکال دے اور وہاں اور قوم کو لیسا دے اور اس پر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہوں تو ان پر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور تم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں لا دے چاہے ان پر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا واسترقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین لما سیجیٔ اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہ ہو گئے ہوں یا اُن کو لونڈی غلام بنا دے یا اُن کو آزاد ذمی بنا کر چھوڑ دے سوائے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اُن کا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہو گا قولہ ذمۃ لنا ای حقا واجبا لنا علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اس واسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اس واسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالی واقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنی اُن کو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اُن کے مسلمان ہونے کے اُن کو چھوڑے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا اُن کی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے اُن کا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کر دیا فدیہ لو یعنی کچھ مال لے کر چھوڑ دو ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکوں کو قتل کر دو جہاں اُن کو پاؤ کذا فی الشرح المجمع م دلیل نسخ یہ ہے کہ امن اور فداء سورۂ محمدؐ میں مذکور ہے اور یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر میں جو فدیہ لے کر کافروں کو چھوڑا تھا اس پر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ میں نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فداء کے واللہ اعلم وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا اُن سے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافروں کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتوں سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونوں مروی ہیں لیکن جواز ظاہر الروایۃ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اس واسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا

یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ ولا باسیر اسلم بمسلم اسیر الا اذا امن علی اسلامہ اور امام اور صاحبین اس پر متفق ہیں کہ عورتوں اور لڑکوں اور گھوڑوں اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جائے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اُس قیدی کے عوض جو مسلمان ہو گیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اُس وقت جائز ہے جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہ ہو م لڑکوں کا فدیہ اس واسطے جائز نہ ہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے اور عورتوں سے نسل پیدا ہو گی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہیں طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر والا کافر بالغ کے عوض مسلمان کے لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکوں میں کیوں کر منع ہو گا واللہ اعلم وحرم ردہم الی دارہم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر ودون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع المن بالاولی اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافروں کا دارالحرب میں شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخوں میں موافق ابن کمال کے اس واسطے کہ دارالحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے م برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بالعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بلغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شیٔ پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہو گا اس واسطے کہ اس میں من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دارالحرب میں پہنچا دینا وحرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچیں کاٹنا اس جانور کا جس کا دارالاسلام میں لے آنا شاق ہے تو اُس کو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلا دے اس واسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا خدا تعالی کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہیں اُن کے ہتھیار اور اسباب جن کا نقل کرنا دارالاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے اُن میں سے چنانچہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دئے جاویں پوشیدہ مکان میں اور اُن کے برتن توڑ دئے جاویں اور اُن کے تیل ڈھلکائے جاویں اُن کی رنج رسانی اور دل سوزانی کے واسطے وتترک صبیان ونساء منہم شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا للنہی عن قتلہم ولا وجہ الی ابقائہم اور اُن کے لڑکے اور عورتیں جن کا نکالنا دارالحرب سے شاق ہے ویران زمین میں چھوڑ دی جاویں تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مر جاویں بسبب منع ہونے ان کے قتل کے اور دارالحرب میں ان کے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر اُن کو باقی رکھے تو لڑکے جوان ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے اور عورتوں سے نسل پیدا ہو گی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اس طرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیوں کر جائز ہو گا اضطرار یہ کہ اُن کے لانے کے واسطے باربرداری نہ ہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمہ ای فی دارالحرب ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانوں نے سانپ یا بچھو کو اُن کے مکانوں میں وہاں پایا یعنی دارالحرب میں تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالیں تا مسلمانوں سے ضرر منقطع ہو اُن کو قتل نہ کریں تا اُن کی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التتارخانیہ وفیہا ماتت نساء مسلمات ثمہ واہل الحرب یجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان عورتیں دارالحرب میں مر گئیں اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردوں سے جماع کرتے ہوں تو اُن کو آگ سے جلا دیں م طحطاوی نے کہا ظاہرا یہ حکم اس وقت ہے جب مکان مخفی میں دفن نہ ہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو والا جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنیمۃ الا اذا قسم عن اجتہاد او لحاجۃ الغزاۃ او للایداع فتحل اذا لم یکن للامام اور تقسیم نہ کی جائے غنیمت وہاں یعنی دارالحرب میں مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیوں کے تو قسمت صحیح ہو گی یا قسمت کی غازیوں کے پاس امانت رکھنے کے واسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہ ہو فان الوا

اہل بحر بہم باجر الشل روایتان فاذا تعذر نقلہ یحال لو قسمہا قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما شق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نہ مانیں تو آیا اُن پر امام جبر کرے اجر شل مقرر کر کے یا نہ جبر کرے اس میں دُو روایتیں ہیں جواز جبر ایک روایت میں اور عدم جواز دوسری روایت میں پھر در صورت عدم جبر امانت رکھنے کے واسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیوں میں بانٹ دے اور اگر قادر نہ ہو تو یہ وہ صورت ہے جس کا نقل کرنا شاق ہے اور اس کا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتوں کو اور لڑکوں کو ویران زمین میں چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمۃ قبلہا لا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول ولو باع شیا بطعام جاز جوہرہ اور ہم اہل اسلام نہ بیچیں غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے نہ اس کے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کے واسطے جائز نہیں لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کے واسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت غنیمت میں داخل کرے کذا فی الخانیہ ومدد لحقہم ثمہ کمقاتل لا سوقی وحربی ومرتد اسلم ثمہ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیوں سے ملی دار الحرب میں جا کر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت میں نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہاں مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافروں سے لڑائی کریں گے تو وہ بھی غازیوں کے شریک ہوں گے غنیمت میں بازاری کو حصہ بدون قتال کے اس واسطے نہیں کہ اس کا وہاں جانا قتال کی نیت سے نہیں بحر الرائق میں کہا تو اس میں اشارہ ہے کہ اگر عورت دار الحرب میں جاوے اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میاں کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اس کے واسطے کچھ نہیں کذا فی الاختیار اور فتح القدیر میں ہے کہ اسی طرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہیں ولا من مات ثمہ قبل قسمۃ او بیع ولو مات بعد احدہما ثمہ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ تتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہیں جو دار الحرب میں مر گیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر مر گیا قسمت یا بیع کے بعد وہاں یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام میں تو اس کے حصہ میں ارث جاری ہوگا یعنی اس کے وارث بقدر حصہ کے پاویں گے بسبب متاکد ہو جانے اس کی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت ولم تنقض استحسانا ولیعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ میں ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی میں حاضر ہونے کا اور اس کو گواہوں سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تو قسمت شکنی نہ ہوگی بنا بر استحسان کے اور بقدر اُس کے حصے کے بیت المال سے اس کو عوض دیا جاوے گا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر وحررنا فی الوقف اور بحر الرائق میں جو وقف کا قیاس مذکور ہے غنیمت پر تو اس کو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو ہم نے اسی کتاب کی کتاب الوقف میں تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مر گیا بعد غلبہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اس کے حصے میں وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز میں وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر میں صاحب مجمع کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور مؤذن کا حصہ ہے وقف میں سو بدون قبضہ مر گیا تو حصہ ساقط ہو گیا اس واسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا ولہم ای للغانمین لا لغیرہ الانتفاع فیہا ای دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیرۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فی بعض تقیید المتون بہ اور فقط غازیوں کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اس میں یعنی دار الحرب میں جانوروں کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزوں کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ میں ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ میں مقید

ساتھ نہ منع کر دینے امام کے اس کے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے ناسب چیزوں کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے
انتفاع سے منع کر دے تو مباح نہیں تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے م حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یوں ہے کہ نہی امام کو
بعدم حاجت مقید کیجیے اس واسطے کہ جب غازیوں کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہو گی تو اس کے منع کرنے پر عمل نہ ہو گا **وبلا بیع ولا تمول**
فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غنیا فقیر اور غازیوں کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور بعدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے
بیچا ہو تو اس کی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اس کے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اس کی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی
ہو اور اگر محتاج ہو تو خود رکھ لے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا یملکہ اہل الحرب کصید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان
ہلک اوالثمن انفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب میں اس چیز کو پاوے جس کے کفار مالک نہیں چنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب
غازیوں میں تو اس کی بیع موقوف رہے گی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور بیع ہلاک ہو گئی یا اس کی قیمت نافع تر ہے تو امیر بیع کو
جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہ ہو تو مبیع کو غنیمت میں پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کر کے کذا فی البحر **وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم**
اور بعد نکلنے دار الحرب سے اشیاء مذکور سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر سب غازیوں کی رضامندی سے **ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ**
وکل مال معہ فان کانوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافروں سے جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اس نے اپنی جان اور اپنے اطفال
صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیوں نے اطفال اور مال کو لے لیا[۱] ہو اس کے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اس کی ذات اسلام
سے محفوظ رہے گی او اودعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی یغنم یا وہ مال محفوظ رہے گا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار
ذمی ہو اور جو امانتدار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہر علی الدار فمالہ ثم فی سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب
میں مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کی طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اس کا مال وہاں غنیمت ہے سو اس کے طفل صغیر کے
بسبب اس کے تابع ہونے کے اسلام پدری کے **لا ولدہ الکبیر وزجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل** وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام
اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اس کا بالغ بیٹا اور اس کی زوجہ اور اس کا حمل اور اس کی زمین اور اس کا لڑنے والا
غلام اور اس کی لڑنے والی عورت اور اس کا حمل محفوظ نہ رہے گا اس واسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے م تو اس کا غلام یا لونڈی قتال نہ کریں گے تو
اس کے مال محفوظ میں داخل رہیں گے **حربی دخل** دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا **فہو وما معہ فی ءلکل المسلمین** سواء اخذ قبل الاسلام اوبعدہ و
قالا الآخذ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اس کو گرفتار کر لیا تو وہ اور اس
کے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانوں کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اس کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنے والے
کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس میں دو روایتیں ہیں امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمتہ سفرہ فغزا الغرس
المستاجر وسلاحہ قسمتہ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ میں ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کے واسطے سو نوکر نے
جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اس کا حصہ غنیمت کا دونوں کے درمیان منقسم ہو گا مگر اس وقت منقسم نہ ہو گا جب عقد میں شرط ہو گئی
ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے۔

---

[۱] یہ معنی اس صورت میں ہیں کہ اخذواہ بصیغہ معروف پڑھیں اور اگر بصیغہ مجہول پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اطفال وغیرہ اگر گرفتار ہو چکے ہوں ۱۲

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیوں میں کیوں کر قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای انفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاوے گا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاوے گا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور ان کے نام لکھے تو جس کا نام سواروں میں لکھا پھر اس کا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کرے گا تو مستحق نہ ہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشری فرسا استحق سہما تو اگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہاں پیدل گیا پھر اس نے وہاں گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے نسائی کے عبداللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض اس کی وہ حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے واسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کے واسطے ایک حصہ علاوہ اس کے بہت احادیث سے دو سہم سوار کے ثابت ہیں جن کی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنی انعام پر محمول کیا اس واسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہے ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اس کے ثقات ہوں یا وہ راوی ہوں جن سے بخاری نے روایت کی ہے سو دعوی بے دلیل ہے اس کو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا لا لو مہرا فکبر تتارخانیہ اور حصہ نہ دیا جاوے گا سوائے ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہے تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھڑا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ پاوے گا وکان الفرق حصول الارہاب وہو بکبیر ریض لا بالمہر اور گویا کہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہے جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھڑے سے ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر او نفر فدخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اس پر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اس کا پیدل داخل ہوا دار الحرب میں پھر اس نے اپنے گھوڑے کو پایا تو اس کو دو حصے ملیں گے سب صورتوں میں لا لو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ وتحفظ ہذہ القیود خوف الخطار فی الافتاء والقضاء دو حصے نہ پاوے گا اگر اس نے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اس نے ہو جانیکے بعد بیع کی ہو تو البتہ اس کا حصہ ساقط ہو جاوے گا قول اصح میں اس واسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے لیکن شرنبلالیہ میں جوہرہ اور تبیین سے اس کے مخالف منقول ہے اور قہستانی میں ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے

سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیئے بخوف خطا کاری فتاوی اور تفصیل م مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے
نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ
اس کا قصد تجارت کا تھا انتہی مافی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ[1] بعد الفراغ من القتال لا
یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لایسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ لیسقط لانہ ظہران قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی
مطلب ہے تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بے معنی ہے انتہی قول الحلبی طحطاوی نے
کہا کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اس نے استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اس واسطے کر دیا کہ یہ مقام
پوشیدگی سے خالی نہیں اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہے واللہ اعلم **ولا لیسہم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب**
ورضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی اوتداوی الجرحی اودل الذمی علی
الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بے ہوش اور مکاتب کو اور ان کو کچھ تھوڑا سا حصہ دیا
جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جب کہ وہ لوگ لڑائی لڑیں یا عورت بیماروں کی خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر
ذمی راہ بتادے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے
مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیوں سے یہودیوں پر اور اُن کو کچھ عطا
کیا تھا م واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کے واسطے اور جنگ
حنین میں صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح **ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل** فیزاد علی السہم لانہ
کالاجرۃ اور نہ پہنچے اُن کی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیئے مگر ذمی میں جب کہ وہ راہ بتادے تو سہم پر زیادہ کی جاوے
اس واسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہیئے جس قدر کہ ہو **والبراذین** خیل العجم **والعتاق** بکسر العین جمع عتیق کرام خیل
العرب والہجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ قاموس سوار اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسرہ عین جمع
عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جس کا باپ عربی ہو اور ماں اس کی عجمی اور مقرف بالعکس اس کے یعنی جس کا باپ عجمی اور
ماں اس کی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں م بعضے علماء کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے
میں منحصر ہے مصنف اور شارح نے اُس کا رد کر دیا کہ گھوڑوں کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اس واسطے کہ رعب مضاف ہے جنس خیل کی طرف
قال اللہ تعالی (ومن رباط الخیل) اور خیل سب گھوڑوں کو کہتے ہیں اور اس واسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا
جفاکش اور باگ موڑنے میں نرم تر ہے تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے **لا لیسہم الراحلۃ والبغل والحمار** لعدم الارہاب حصہ نہ دیا
جاوے گا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب اندازی کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اس میں نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر
اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسی کا حصہ منقول نہیں **والخمس الباقی یقسم** اثلاثا عندنا **للیتیم والمسکین و**
ابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا ہے یتیم اور مسکین اور مسافر کو م یتیم وہ نابالغ ہے جس کا

[1] اگر بیچا اس کو بعد لڑائی کے فارغ ہونے سے تو نہیں ساقط ہوگا حصہ سوار کا بالاتفاق اور اسی طرح جبکہ اس کو بیچا ہو وقت لڑنے کے نہیں ساقط ہوگا
بعض کے نزدیک مصنف نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ ساقط ہوگا اس لئے کہ ظاہر ہوا کہ اس کا قصد تجارت ہے ۱۲

باپ مر گیا اور بعد بالغ ہونے کے اس کو یتیم نہیں کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہے صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فی الفتح فـ اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب ان کی حاجتمندی کے تو جائز ہے اور البتہ میں نے اس کو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں م شرح ملتقی کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تینوں مال تین تین حصے کر کے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاویں ان کے سوا اور کسی کا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سب کو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہ ہوں محتاج ہوں وقدم فقراء ذوالقربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاویں یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کے واسطے نہ بنی ہاشم کے واسطے م یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور ان کا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور ان کا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہم کلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا ان کی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہو گیا بسبب نہ باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہوں گے بسبب محتاجی کے ولاحق لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک م اس واسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسی طرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوالقربی کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالی نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور ان کا میل یعنی زکوۃ کو مکروہ رکھا اور اس کے عوض میں خمس کا خمس تم کو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسی طرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے جو ان کو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہم کلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو ان کو نہ دیا تو اس واسطے کہ ذوی القربی بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا ان کو غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور عبدمناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبدشمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبدشمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھیں اور ان سے کلام نہ کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار رہیں گے سو نوفل کی اولاد اور عبدشمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہاں تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابوداؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمانؓ بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں اس واسطے کہ حق تعالی نے آپ کو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہم کو چھوڑا اور قرابت ہماری اور ان کی آپ کے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہ ہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شیٔ واحد ہیں اور اپنی انگلیوں کو آپ نے تشبیک کیا اس میں حضرت نے اشارہ

کیا اُن کی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اس واسطے کہ اُس وقت نصرت قتال
کی نہ تھی کذا فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہیں اور امام مالک
کے نزدیک امام مختار ہے چاہے ان کو دے چاہے نہ دے چاہے سب کو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس
مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ المصنف عن البحران مافی الحاوی لیفید ترجیح الصرف لاغنیا ئہم نظر فیہ فی النہر
اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربی کے واسطے اس میں
اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں م حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء
سبیل میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اس کا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربی کے دینے پر فتوی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اس میں نظر ہے بلکہ اس میں ان کے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی میں
اشتراط فقر سے سکوت اس واسطے کیا کہ عطاء خمس میں مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک باسمہ فی ابتداء
الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس میں اس کے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام میں اس واسطے کہ ہر
چیز خدا کی مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہیں م قرآن مجید میں ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین
وابن السبیل یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالی کے واسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی
اور ابن سبیل کے واسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کے واسطے اس لئے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ
ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اس واسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے اس میں رد ہے ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر
بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وہو
الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا اس واسطے کہ وہ مشتق پر
معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت
کے بعد صفی وہ جس کو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی
اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ ان پر حجت ہے در المنتقی
میں کہا کہ ہر چند رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں اس واسطے
کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے
گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اس کی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذوا لانہ
غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان ہو گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارت گری سے تو خمس لیا جاوے گا
اس سے جو کہ وہ لوگ لائے اس واسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ مال لایا تو
اس میں خمس نہیں اس واسطے کہ وہ جھپٹا مارنا اور لے بھاگنا ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جس میں قہر اور غلبہ اور قوت ہے اس میں خمس ہے اور جس میں غلبہ نہیں
اس میں خمس نہیں یا شوکت جاننے میں تو قوت کا ہونا صریح ہے اور امام کے اذن میں اس واسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اس کی مدد
گاری کا التزام کیا تو یہ امر حکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور منیہ میں ہے اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو

اُن سے خمس لیا جاوے گا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلولہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے میں اس کا خمس نہ لوں گا تو اگر غازی باقوت ہوں تو جائز[1] نہیں اور اگر ان کو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور جوش دلانے کے واسطے تو یوں کہے کہ جو شخص قتل کرے گا کسی مقتول کو تو اس کے واسطے اسباب ہے اُسکا نندہ کا ذکر مقتول کہا بسبب اس کے قریب ہونے کے قتل سے م نفل بہ فتحتین لغت میں بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اس واسطے کہ اس امت پر اوّل حلال چیز وہ ہے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتوں پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع میں نفل وہ ہے جس کو امام بعضے غازیوں کے واسطے مخصوص کر دے کذا فی المحیط اور انعام میں وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہیں او یقول من اخذ شیئا فہو لہ وقد یکون بدفع المال او ترغیب مال یا امام یوں کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لے گا وہ اسی کی ہے اور کا ہے تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسہ واجب للامر بہ واختیار الادنی للمقصود مندوب تو ترغیب فی نفسہ واجب ہے اس کے امر کے سبب سے اور انعام میں اس کا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا ینافیہ تعبیر القدوری بلا باس لانہ لیس مطردا لما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قالہ المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے مخالف نہیں تعبیر کرنا قدوری کا لاباس کر کے اس واسطے کہ لفظ لاباس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہیں بلکہ لاباس[ف] مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا کہ مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی واسطے مبسوط میں تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ہو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُس نے یوں کہا کہ جو کسی مقتول کو مارے گا تو اس کے واسطے اس کا اسباب ہے جب کہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے م قیاس میں اس واسطے جائز نہیں کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان میں اس واسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہیں تو در صورت عدم تخصیص اس میں تہمت نہیں بخلاف ما لو قال من قتلتہ او قال من منکم فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عمم بعدہ ظہیریہ بخلاف سابق یہ ہے کہ اگر امام نے کہا کہ جو شخص تم سے مارے گا یا یوں کہا کہ جس کو میں قتل کروں تو اس کا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا مگر اس وقت مستحق ہوگا جب کہ تعمیم کر دے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریہ م پہلی صورت میں اس واسطے مستحق نہ ہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر چکا اور دوسری صورت میں بسبب تہمت کے مستحق نہ ہوا ویستحقہ مستحق منہم اور ضم لہم الذی دیغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وذا ای التنفیل انما یکون فی مباح القتل فلا یستحقہ لقتل امراۃ ومجنون ونحوہما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے میں ہوتی ہے تو اس کا مستحق نہ ہوگا عورت اور مجنون اور ان کے مانند کے قتل سے منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے قتال نہیں کیا وسماع القاتل مقالۃ الامام لیس بشرط فی استحقاقہ ما نفلہ اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہیں اس کے استحقاق تنفیل میں اس واسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور میں نہیں یعنی اظہار خطاب البتہ ہو سکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنۃ ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعہ الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جب تک غازی نہ پلٹ آویں اگرچہ والی مر جائے یا معزول ہو جب تک دوسرے والی نے اس کو منع نہ کیا ہو کذا فی النہر م یہ اس وقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہ ہوئی ہو اور اگر عین حالت قتال میں ہوئی ہو تو اسی لڑائی تک

[1] یعنی امام کا کہنا جائز نہیں بلکہ خمس لیا جاوے گا بسبب شوکت اور غلبہ کے حاصل ہونے کے ۱۲ ف لفظ لاباس مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

مقید رہے گی کذافی البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم اور اسی طرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اس واسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت میں اور وہ شرط لفظ مَنْ ہے یعنی من قتل قتیلا فلہ سلبہ میں م حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی میں ضروری ہے اور سیاق شرط میں عام نہیں ہوتا مگر یمین میں علاوہ اس کے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا میں کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا اس واسطے کہ دونوں مثالوں میں قتیل نکرہ ہے سیاق شرط میں کما لایخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو مارے گا تو اس کا اسباب تیرا ہے یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اس نے دو کافروں کو مارا تو اس کو اول مقتول کا اسباب ملے گا فقط اور اگر علی العموم اس طرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مردتم میں کسی قتیل کو مارے گا تو اس کو اس کا اسباب ملے گا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذافی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا لم یصح وان قطعت رؤس اولئک القتلی فلک کذا صح نیتہ اور اگر امام نے یوں کہا اگر تو اس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو یہ صحیح نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر تو ان مقتولوں کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذافی المنیۃ قاضی خاں نے کہا اس واسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اس واسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اس پر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز میں کہا کہ تعلیل قاضی خاں متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں **ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری وہو المشی لیلا درر الربع سمع العسکر ودتہا فلہم النفل** استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والوں سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والوں نے تو ان کو یہ انعام ثابت ہے بنا بر استحسان کے کذافی الظہیریہ سریہ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہے سرے سے یعنی رات کو چلنا کذافی الدرر م یہ باعتبار اصل وضع کے ہے تو اب استعمال متن میں ملحوظ نہیں وجاز التنفیل بالکل اوالقدر منہ للسریۃ لا للعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اس کے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر غرر میں مذکور ہے م درر میں وجہ فرق یوں مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہے اور یہ حاصل نہیں مگر بعض کی تخصیص میں کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم میں تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل میں برابر ہیں بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہے کذافی حاشیۃ الحلبی **ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا من الخمس** لجوازہ لصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہنچ جانے غنیمت کے دار الاسلام میں مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے واسطے ہوا تو محتاج مقاتل کے واسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذافی الفتح وغیرہ **وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ** وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اس کے ساتھ ہے یعنی اس کی سواری اور کپڑے اور ہتھیار، اور اسی طرح وہ چیز جو اس کی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جس کو کوتل کہتے ہیں م سلب بفتحتین معنی مسلوب ہے کذافی القستانی **وللتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام** اور حکم تنفیل کا قطع ہوتا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے حتی جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اس میں خمس نہیں اور وراثت اس میں جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب میں مرجاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہ ہے کہ ملک کامل نہیں اور اگر ملک مطلق نہ ہوتی تو اس میں وراثت کیونکر جاری ہوتی کذافی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہوجاتی ہے کذافی الفتح **فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم تحل لہ اجماعا**

جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل میں ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یوں کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسی کی ہے پھر اس کو ایک مسلمان نے پایا بعد اُس کا استبرا کیا یعنی دار الحرب میں تو اس کو اس کی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دار الحرب میں عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اس کو وہ حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہاں تک کہ اس کو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھ کو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل اُس کو چاہے تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علماء حنفیہ نے اس کو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تاکہ دونوں حدیثوں میں تعارض باقی نہ رہے حدیث اول میں حبیب بن سلمہ سے خطاب ہے ہر چند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہنچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہتہ ابدا انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات میں مرقوم ہے کہ کیا حلال ہے جماع اُن لونڈیوں کا جو خرید کی جاتی ہیں اب غازیوں سے جب کہ واقع ہوا ہے اشتباہ غازیوں کی قسمت میں بوجہ مشروع تو جواب اس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے میں قسمت شرعی موجود نہیں لیکن ۹۴۸ سنہ میں سلطان روم کی طرف سے تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو بعد خمس دینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تم تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہے اس کا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کے واسطے مراد نہیں اور عنقریب مذکور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کے واسطے جائز ہے نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہر یہ ہے کہ خمس نہیں دیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اس کے یہ جواب اس وقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولیٰ جائز نہ ہو گی مگر اُس وقت جب کہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی۔

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر م حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضاً کی ترکیب فاسد ہے یوں کہنا صواب تھا کہ بعضہم[1] علی بعض اذا سبی کافر کافرا اخر بدار الحرب واخذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اس کا مال چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اُس کے غالب ہونے کے مباح چیز پر م شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اس کا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہیں تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لے جائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہو گی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب میں مباح ہیں اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کرلے گئے کافر حربی ذمیوں کو دار الاسلام سے تو ان کے مالک نہ ہوں گے اس واسطے کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے اُن کے مملوک ہو جاتے ہیں وملکنا ما نجدہ من ذلک السبی لکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا

[1] اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں بعضہم بعضا ہے اور یہ بھی اچھا نہیں ۱۲

بائہا املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہوں گے جو ہم پادیں گے اس بندی کفار سے اگر ہم ان پر غالب ہوں باعتبار ان کی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر
حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین ان پر غالب ہوئے تو اس بندے کے مالک ہوں گے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں فت
فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جا کر حربی کا ولد مول لے
اس میں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحر
کی جائز نہ ہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اس
واسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اس نے بجبر نکالا تو اس کا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضوں نے یعنی
کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اس کو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع
کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اس کو زبردستی سے نکال لایا
تو مالک ہوگا اور اگر اس کو بخوشی لایا تو مالک نہ ہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہ ہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوہا
بدارہم ملکوہا للاستیلاء علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل العصمۃ من جملۃ الاحکام
الشرعیۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہو گئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال
کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اس کے مالک ہوں گے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اس واسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب
یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اس واسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ
اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال ان کے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اس کے
ہوں گے چنانچہ صاحب مجمع نے اس کی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے م اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں یا اباحت ہے تا وقتیکہ دلیل اس کے مخالف
پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیوں نے اس کو امام اعظم کی
طرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال میں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل
اشیاء میں اباحت ہے بعضے حنفیوں کے نزدیک انھیں میں کرخی ہے اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اس میں توقف ہے باین معنی کہ واقع میں اشیاء
کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اس پر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیاء میں
اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہاں بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا بموافقت شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت
کے قول کو معتزلہ کی طرف مناسب نہ تھا اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یہ قول غیر اصح ہے اور قول اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب
باحکام شرعیہ ہیں بنا بر ادا اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کے نہ ہوئے تو ان کے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی ان کے
واسطے مباح ہوا تو اس وقت میں قول بالاباحۃ کی طرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جس کا منکر تھا اسی کا قائل ہو گیا ولیفترض علینا اتباعہم اور ہم پر فرض ہے
ان کا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا کرنا اور ان سے لڑنا اموال چھوڑانے کے واسطے فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے
تو فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقاً ان کا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکہم اور اگر کفار
مسلمان ہو گئے تو ان کی ملک ثابت ہو گی یعنی کفار مسلمین کے اموال لے کر دار الحرب میں جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب صاحبان اموال
ان سے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحطاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوہا بدارہم اما قبلہ فہی لملاکہا مجانا مطلقا اور اگر ہم ہو گئے غالب اُن پر

یعنی بعد اس کے کہ کفار اموال کو دار الحرب میں لے گئے اور قبل دار الحرب کے لے جانے کے تو اموال مذکورہ ان کے مالکوں کو مفت ملیں گے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اُن کو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فیولہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہوں کافروں پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اس کو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملے گا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدہا فہولہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اس کو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اس کو بعوض قیمت کے ملے گا تا بقدر ممکن دونوں نقصان بھر جائیں یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہو گئی تو بایں لحاظ اس کے لینے کا اس کو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اس کا ضرر ہے جس نے اس کو اپنے حصہ میں پایا لہذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہ ہو یہ دلیل عقلی ہے اور اسی کے موافق بحر الرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدہا اذا اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلہا اخذہ مجانا کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اس کے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اس پر بعد قسمت کے اس واسطے کہ اگر اس کو لے گا تو بعوض اس کے مثل کے لے گا مثلاً گیہوں عوض گیہوں کے لے گا تو اس کی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اس کو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبالقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے ان سے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اس کو ہمارے دار الاسلام میں نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اس نے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتہبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار سے اس نے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا اوار دی وصفا فلہ اخذہ لانہ لیفید ولیس بربا لانہ فداء لیکن بحر الرائق میں ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اس کے مالک کو اس کا لینا باتفاق روایات جائز نہیں اور اسی طرح اگر اس کو بعوض اس کے مثل کے بوعدہ ادائے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں بیع کے مثل ہے خواہ بہ عقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اس کا لینا جائز ہے اس واسطے کہ یہ خرید مفید ہے اور یہ بیاج نہیں اس لیے کہ یہ فدا ہے م یعنی مثلی کی عدم مساوات یہاں بیاج میں داخل نہیں اس واسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ فی الحقیقۃ فدا ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیۃ فقئی عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقاہا المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلہا شئی منہ یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اس کے مملوک کی آنکھ پھوڑ دی گئی ہو یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اس کے مشتری تاجر نے اس کا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اس کی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اس کو کل قیمت سے لے اگر چاہے اس واسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں پڑتی والقول للمشتری فی مقدارہ ای الثمن بیمینہ عند عدم البرہان لان البینۃ مبینۃ ولو برہنا فبینۃ المالک ایضا خلافا للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اس کے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہ ہونے کے وقت اور اگر کوئی گواہ لا دے گا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہیں اور اگر دونوں گواہ لادیں تو مالک کے بھی گواہ اولی ہیں بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ میں یوں عبارت ہے فبینۃ المالک ایضا اولی اور یہی نسخہ اولی ہے وان تکرر الاسر والشراء بان اسر ثانیا وشراہا آخر اخذ المشتری الاول من الثانی

بثمنہ لو ورد الاسر علی ملکہ فکان الاخذ لہ ثم یاخذ المالک القدیم بالثمنین ان شاء لقیامہ علیہ بہا وقبل اخذ الاول لا یاخذہ القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اس طرح پر کہ دوسری بار مثلاً غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اس کو خرید کیا تو مشتری اول اُس کو مشتری ثانی سے لے بعوض اس کی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اسی کو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اُس کو دونوں قیمتیں دے کر لے اگر چاہے اس واسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیتا

مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتہم من وجہ فیاخذہ مالکہ مجانا لکن بعد القسمۃ تودی قیمتہ من بیت المال اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایک طرح سے تو اُس کو اُس کا مالک مفت لے بلا عوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اُس کی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے مگر حر وغیرہ اس واسطے مملوک کفار نہ ہوئے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک ہی ہوتا ہے یعنی مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسی طرح مدبر وغیرہ میں من وجہ حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافروں سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اُس سے بلا عوض لے کذا فی النہر ونملک علیہم جمیع ذلک بالغلبۃ لعدم العصمۃ اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہو کر اُن کے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہوں گے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ند الیہم دابۃ ملکوہا لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافروں کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اس کے مالک ہوں گے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے اس واسطے کہ جانور کے واسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلنے کے وقت ظاہر ہو اور ملک کفار کا مانع ہو وان ابق الیہم قن مسلم فاخذوہ قہرا لا خلافا لہما لظہور یدہ علی نفسہ بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دار الاسلام سے کفار کی طرف لونڈی یا غلام مسلمان بھاگ نکلا سو انھوں نے اس کو بزور پکڑ لیا تو مالک نہ ہوں گے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا مگر جب تک غلام دار الاسلام میں تھا تو اس کا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق مولی کے تصرف کے تا مولی اس کے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اس پر سے زائل ہو گیا تو اس کا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اس پر ثابت نہ ہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُس کو مفت لے گا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اس کو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اس کا عوض بیت المال سے ادا کیا جائے گا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیں گے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک نہ ہوں گے بخلاف ما اذا ابق الیہم بعد ارتدادہ فاخذوہ ملکوہ اتفاقا بخلاف اس کے جب کہ غلام اُن کی طرف بھاگ جاوے گا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اس کو پکڑیں تو بالاتفاق مالک ہوں گے ولو ابق ومعہ فرس او متاع فاشتری رجل ذلک کلہ منہم اخذ المالک العبد مجانا لما مر انہم لا یملکونہ واخذ غیرہ بالثمن لانہم ملکوہ اور اگر غلام دار الحرب میں بھاگ گیا اور اس کے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب ان سے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اس واسطے کہ کفار اس کے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمی لانہ یجبر علی بیعہ ایضا زیلعی شراہ مستامن ہہنا وادخلہ دارہم اقامۃ لتباین الدارین مقام الاعتاق کما لو استولوا علیہ وادخلوہ دارہم فابق منہم الینا اور آزاد ہو گا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اس واسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی وہ غلام آزاد ہوگا جس کو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اس صورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اس کو

دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ آوے تو امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنے سے اس واسطے آزاد ہوا تا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استردادہ نہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اس کو کافر حربی خرید کرے گا تو وہ آزاد نہ ہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے اس کے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسر ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کی طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے موافق پایا چنانچہ[1] اس کی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لھم اسلم ثمہ فجاء نا الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دار الاسلام میں آیا یا اس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اس کو مسلم یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اس کی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظھر نا علیہم ففی ہذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی در ریا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہو جائے گا بدون آزاد کرنے کے اور کسی کو حق ولا اس پر نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر نو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک ہیں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اس نے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسی طرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر دُر فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذا بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق بیانہ مسترق بیانہ اور شرح زیلعی میں ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اس کا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ آزاد ہے اس کے بیان سے اور مملوک ہو گیا اس کے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بعد زوال ملک استیلاء جدید سے اس کی ملک ثابت ہو گئی استیلاء جدید سے مراد اس کا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالیٰ اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اس کو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کی ملک میں پناہ لے کر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب میں اہل حرب سے امان لے کر جائے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لے کر آئے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشئی من دم ومال وفرج منھم اذ المسلمون عند شروطھم داخل ہوا مسلم دار الحرب میں امان لے کر تو اس پر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے معترض ہونا خون اور مال اور شرم گاہ سے اس واسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا ان کا مال ناحق لینا اور ان کی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیأ ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اس کا مالک ہوگا بملک حرام بسبب دغا بازی کے تو اس کو خیرات کر دے بنا بر وجوب کے وہ مالک اس واسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہو گی تو اس کی وطی حلال نہیں اگرچہ اس کو دار الاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کی مستامن سے خرید کرے اس کو بھی وطی حلال نہیں بسبب

[1] فی النہر قید لشراء المستامن لان الحربی لو اسر العبد المسلم وادخلہ دارہ لا یعتق علیہ اتفاقا لما تبع عندہ من عمل المقتضی وہو حق استرداد المسلم ۱۲

قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اس کا مالک ہوا ہے بلکہ محظور اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اس واسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اُس کے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اس کو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی قید بالاخراج لانہ لوغصب منہم شیا ردہ علیہم وجوبا مصنف نے ملک میں اخراج کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر دارالحرب میں کافروں کی کوئی چیز غصب کرے گا تو ان کو پھیر دے بنا بر وجوب کے تاوقتیکہ وہ دارالحرب میں ہے اور یہی حکم ہے چوری اور غارت گری کا بخلاف الاسیر فیباح لو منہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اس مسلم کے جو دارالحرب میں گرفتار اور مقید ہے تو اس کو ان کی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اُس کو بخوشی چھوڑ دیا ہو اس واسطے کہ وہ مستامن نہیں تو وہ متلصص کے مانند ہے یعنی جو دارالحرب میں چھپ کر جائے فانہ یجوزلہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک مسلم مقید کو جائز ہے حربیوں کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اس واسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہیں مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دارالاسلام کے ثابت نہیں اور ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے الا اذا وجد امرأتہ الماسورۃ اوام ولدہ او مدبرتہ لانہم مالکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اُس وقت حلال ہے جب کہ اُسنے دارالحرب میں اپنی زوجہ گرفتار یا ام ولد یا مدبرہ کو پایا اس واسطے کہ کفار اُن کے مالک نہیں ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے اُن کی مملوک ہو جاتی ہے تو اس کی وطی بھی حلال نہیں ولم یطأہن اہل الحرب اذ لو وطئوہن یجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اُس وقت حلال ہیں جب کہ اُن سے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اس واسطے کہ اگر انھوں نے اُن سے وطی کی ہو گی تو عدت واجب ہو گی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی بیع او قرض او بعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشئی لانہ ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اس کے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونوں ہماری طرف دارالاسلام میں نکل آئے دارالحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نہ کریں گے اس واسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ میں التزام نہیں کیا بلکہ زمان آئندہ میں التزام کیا ہم ادانت میں تو اس واسطے حکم نہ ہوگا کہ ادانت دارالحرب میں واقع ہوئی وہاں حکومت اسلام جاری نہیں جو قاضی اس میں کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہیں اس واسطے کہ اُس نے زمان گذشتہ میں التزام احکام نہیں کیا بلکہ آئندہ میں کیا ہے اور غصب میں اس واسطے حکم نہیں کہ دارالحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار میں ہے کہ دین سے یہاں عام مراد ہے جو خرید فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں قرض کو دین نہیں کہتے اس واسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دارالحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے ویفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتویٰ دیا جائے گا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضاء کے دیانۃ اس واسطے فتوی ہوگا کہ عدم ادائے دین دغابازی ہے م یعنی قاضی بجبر حکم نہ کرے گا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دے گا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے ان دو حربیوں میں جنھوں نے وہ کیا ہے یعنی ادانت اور غصب دارالحرب میں کیا پھر دارالاسلام میں داخل ہو کر مستامن ہوئے بنظر اس دلیل کے جس کو ہم نے بیان کیا ہے یعنی دونوں میں قاضی

سلام کچھ حکم کرے گا اس واسطے کہ انھوں نے التزام احکام اسلام استقبال میں کیا ہے نہ ماضی میں خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ و
قال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر بحر حربی نکلا دارالحرب سے مسلمان کے ساتھ
لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعویٰ کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ میں مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اس وقت مسلم کا قول
مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اس کی گرفتاری پر چنانچہ اس کی مشکیں بندھی ہوتا یا اس کے گلے میں طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے
کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینہما بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی واما للغصب فلا لما مر انہ ملکہ اور اگر
دو حربی نکل آئے دارالاسلام میں مسلمان ہوکر اور انھوں نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کی طرف تو ان دونوں میں ادائے دین کا حکم کیا جاوے گا بجہت
واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب میں تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ دارالحرب میں غصب کرنے سے
غاصب مالک ہو جاتا ہے اس واسطے کہ دارالحرب دارالقہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ لسقوط القود ثمہ کالحد
فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن میں سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت
واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے وہاں یعنی دارالحرب میں مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں دونوں صورتوں عمد اور خطا میں
بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انھوں نے
بچانے میں قصور کیا سو یہ امر دارین سے متصور نہیں لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائے گی والکفارۃ ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور
کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا میں بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی میں بلا قید دارالحرب اور دارالاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن
کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثوں کو دے فی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطاء
دو قیدی مسلمان میں سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے میں فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا میں م سقوط دیت کی وجہ قتل عمد میں
مذکور ہوگی ولاشیٔ فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا یکفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہیں قتل عمد میں اصلا نہ کفارہ نہ
دیت اس واسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہو گیا تو ساقط ہو گئی عصمت مقومہ نہ مؤثمہ تو اسی واسطے قتل خطا میں کفارہ دے نہ
عمد میں اصلا عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے وقت اور عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض
کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا او من اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے میں قیدی مسلم کو یا اس کو جو
دارالحرب میں مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہاں موجود ہوں دیت واجب نہیں تو فقط قتل خطا میں کفارہ دے بسبب عدم احراز دارالاسلام
کے م عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اس طرح پر کہ جو ہتک عصمت کرے تو اس پر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک
بسبب احراز دارالاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح۔

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان میں جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن
کے شروع کیے لایمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم وعونا علینا نہ رہنے پاوے
حربی مستامن ہم میں یعنی دارالاسلام میں ایک سال تاکہ کافروں کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو ان کا مددگار نہ ہو جاوے م حربی کا ہمیشہ رکھنا
دارالاسلام میں جائز نہیں مگر باسترقاق یا جزیہ تاکہ کافروں کا جاسوس نہ بنے اور مسلمین کے اضرار میں ان کا مددگار نہ ہوگا مگر کچھ مدت ان کو رہنے دینا البتہ
جائز ہے اس واسطے کہ بالکل نہ آنے دینے میں سد باب تجارت ہے لہذا دونوں مدتوں میں حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت میں جزیہ واجب

ہوتا ہے کذا فی النہر وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا
فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جائے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دارالاسلام میں ایک سال رہے گا تو ہم تجھ پر جزیہ رکھیں گے
شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدرر لیکن لائق یوں ہے
کہ اس کو ضرر نہ پہنچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح م جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہیں بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی
اجازت دی تو اگر دو مہینے رہے گا تو ذمی ہو جائے گا جزیہ اُس پر لازم آوے گا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ
ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول الاوجہ پھر اگر حربی دارالاسلام
میں سال بھر بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اُس کے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال یا دو
سال دارالاسلام میں ٹھہرے گا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہیں اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے
بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر میں فتح القدیر سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول المکث الا ان شرط
اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہیں پہلے سال کی اقامت میں مگر اُس سے شرط کر لینے میں سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یوں کہہ دیا ہو کہ اگر تو اس سال
رہے گا تو تجھ پر جزیہ دینا لازم آوے گا تب تو لینا درست ہے والا نہیں اس واسطے کہ وہ دوسرے سال میں ذمی ہوا ہے نہ اول سال میں
اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہیں اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین
المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی ذمی ہو گیا تو قصاص جاری ہوگا اُس کے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُس کی شراب
اور سور کی قیمت کا ضمان دے گا جب کہ مسلم اُس کو تلف کر ڈالے گا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأ اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا
جب کہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اس پر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور
اس کی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی الفتح القدیر وفیہ لومات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہم ویاخذوہ ببینۃ ولو من
اہل الذمۃ فیہ قیل ولا یقبل کتاب ملکہم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دارالاسلام میں مر گیا اور اس کے وارث دارالحرب میں ہیں تو اُس کا
مال اُن کے واسطے رکھ چھوڑا جاوے گا اور اُس کے وارث مال کو گواہ لا کر پا دیں گے اور اگر اُن کے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن
لے کر ان کو مال ملے گا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارۃ او لقضا
حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لا ینقض ومفادہ منع الذمی ایضا اور جب کہ کافر مستامن دارالحرب کی طرف پھر جانے کا ارادہ
کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائے گا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسی کو مفید ہے کذا فی النہر
اس واسطے روکا جائے گا کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دارالحرب کے جانے سے
طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما منع لو وضع علیہ
الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دارالحرب کے جانے سے اگر اس
پر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اس طرح پر کہ خراج اُس کو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائے گا اُس کے وقت آنے کے نزدیک اس واسطے
کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جاتے ہیں یعنی جب مستامن نے دارالحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اُس پر
خراج لازم آیا تو وہ اس سے ذمی ہو گیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دارالحرب میں نہ جانے پاوے گا او صار لہا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج

مسلم او ذمی لتبعیتہما وان لم یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہو گیا یعنی دارالاسلام میں اس نے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا
تو اب دارالحرب میں نہ جانے پاوے گی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے واسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا
نہ بالعکس اُس کے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اس کی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دے کر
اپنے ملک میں جا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحہا ہنا فطالبتہ بمہرہا فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیۃ اور اگر مستامن نے ذمیہ
سے دارالاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُس کو اُس کا روکنا دارالحرب کے جانے سے پہنچتا ہے کذا فی التاتارخانیۃ فلولم
یف حتی مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الدرر سو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُس کا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنابر
اُس روایت کے کہ جو درر سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہے گا تو ہم تجھ پر جزیہ مقرر کریں گے ذمی ہونے میں شرط نہیں
بلکہ اقامت یک سالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت درر دمنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو
دارالاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دارالحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائے دین نہ کرے گا تو ذمی ہو جائے
گا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہ حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دارالحرب میں گیا ہو تو
اُس کا خون بعد داخل ہونے دارالحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُس کی امان کے تو وہ حربی ہو گیا فان ترک ودیعۃ عند معصوم
مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر بالبناء للمجہول بمعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وما سلہ وما غصب منہ واجرۃ عین اجرہا لسبق
یدہ پھر اگر مستامن دارالحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بعد دن صلح ہونے
دارالحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُس کو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُس کو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُس کا دین اور بیع سلم
کا راس المال اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس ذات کا جس کو اُس نے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار
وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات یہ بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری ما قبل وائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور
مسلمین کے ید سے اسبق ہے تو اسی کو مخصوص ہو گا لہذا دین وغیرہ ساقط ہو گا اور غنیمت نہ ہو گا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعۃ وما عند شریکہ
ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیأ اور مال اُس کا چنانچہ اُس کی امانت اور جو مال کہ اُس کے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اُس کے
گھر میں ہے دارالاسلام کے اندر غنیمت ہو جاوے گا یعنی اس واسطے کہ مال مذکور اُس کے قبضے میں ہے تقدیراً کیونکہ امانت دار وغیرہ کا قبضہ
قائم مقام صاحب امانت کے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہو جاوے گی اس کی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن ورجح فی النہر انہ للمرتہن بدینہ
اور اختلاف روایت ہے اُس کے رہن میں اور نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کے واسطے ہر بعوض اُس کے دین کے ہم یہ قول ہے ابو
یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو زیادہ ہو ادائے دین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی
صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو بعث من یاخذ الودیعۃ و
القرض یجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج میں ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دارالحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اُس
کو امانت اور قرض کا سپرد کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اس واسطے کہ اُس کا مال غنیمت نہیں ہوتا مگر اُس کی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز
حاصل نہیں وعلیہ فیوفی منہ دینہ ہنا ولو صارت ودیعتہ فیأ اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جاوے گا اُس کے مال سے
دین اس کا جو اُس نے دارالاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگر یہ اُس کی ودیعت غنیمت ہو گئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب

کی نہ روایت مذہب **وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیھم فدینہ وقرضہ ووديعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومة فکذا مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب فمالہ** اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دارالحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دارالحرب پر تو اُس کا دین اور قرض اور امانت اُس کے وارثوں کے واسطے ہے اس واسطے کہ ذات اُس کی مغنوم نہیں ہوئی تو اسی طرح اُس کا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُس کا مال اُسی کے واسطے ہے کیونکہ اُس کی گرفتاری اُس کے بھاگ جانے سے باطل ہو گئی م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو اُس کا دین ساقط ہے اور اُس کی امانت غنیمت ہے (۱) دارالحرب پر غالب ہونے اور اُس کے گرفتار کرنے سے (۲) دارالحرب پر غالب ہونے اور اُس کے قتل کرنے سے (۳) بدون غلبۂ دارالحرب اُس کی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اس کا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہے گا اگر وہ زندہ ہے تو آپ لے نہیں تو اُس کے وارث لیں گے (۱) اُس کے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے (۲) اُس کے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دارالحرب کے یا اس کے مرجانے سے کذا فی النہر **حربي ہنالہ ثمہ عرس واولاد ووديعة مع معصوم وغيرہ فاسلم ہنا وصار ذميا ثم ظہرنا علیھم فکلہ فیء العدم يدہ وولاية ولو سبي طفلہ الينا فہو فن مسلم** ایک حربی یہاں دارالاسلام میں ہے جس کی وہاں دارالحرب میں جورو اور اولاد اور امانت ہے شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہاں دارالاسلام میں مسلمان ہو گیا یا ذمی ہو گیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُس کی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہ ہونے اُس کے قبضے اور ولایت کے اور اگر اس کا طفل دارالاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے م طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اس واسطے کہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہوئے بخلاف اُن اطفال کے جو دارالحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہ ہوں گے بسبب تباین دارین کے **وان اسلم ثمہ فجاء ہنا فظہرنا علیھم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار** اور اگر حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دارالاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اس کا طفل صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُس کا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دارالحرب میں واقع تھے کذا فی النہر **ووديعتہ مع معصوم لہ لان يدہ كيدہ محترمة** اور امانت اُس کی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کے واسطے ہے اس واسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے **وغیرہ فیء ودينا غصبہا مسلم لعدم النيابة** نتح اور سوائے امانت کے اور مال اس کا غنیمت ہے اگرچہ اُس کی کسی چیز کو مسلم نے اس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو **وللامام حق اخذ دية مسلم لا ولي لہ اصلا** اور امام کے واسطے اس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہے جس کا کوئی ولی وارث نہیں ہرگز م مقصود یہ ہے کہ اس کا خون بہا لے کر بیت المال میں رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نہ کیا اس واسطے کہ جنایات میں مذکور ہو گا **ودية مستامن اسلم ہنا من عاقلة قاتلہ خطاء لقتلہ نفسا معصوما** اور امام کو اس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے جو یہاں دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور اس کے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دارالحرب میں کالعدم ہے لہذا امام اس کا خون بہا لے گا اس واسطے کہ امام اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں **وفي العمد لہ القتل قصاصا او الدية صلحا لا العفو نظرا لحق العامة** اور لاوارث مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامۂ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال میں جمع ہو گی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملے گا تو خون معاف کر دینے میں ان کی حق تلفی ہے **حربي او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا يقتل بل يحبس عنہ الغذاء ليخرج فيقتل لان من دخلہ فہو امن بالنص ويجيء في الجنايات حربي يا**

یا مرتد یا جس پر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہ ہوگا بلکہ اس کا کھانا روکا جائے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دے تاکہ وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اس واسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا بموجب نص قرآنی کے یعنی (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آوے گا **لاتصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک و باتصالہا بدار الحرب و بان لایبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ** دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے (۱) اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے (۲) اور اس کے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ (۳) اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے م اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا وغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی شہر واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں وہ ملک دار الحرب نہ ہوگا امام اعظم کے نزدیک مگر شرائط مذکورۂ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حدود اور قصاص نہ جاری ہوگا اور اس پر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہے سوائے حلت فروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائیں گے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائے گا **و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ وعید و ان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام** درر وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لمجی بعضہ ووضوح باقیہ اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اس میں چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہاں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اس کو شرح میں متروک کر دیا بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آوے گا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اس کے واضح ہونے میں بحث ہے م شرح ملتقی میں شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام سے ہے یا دار الحرب سے جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریائے شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے ذکر کیا وہ اس کی بحث ہے تو نص مقدم ہے اسپر اور استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک وہ سب امور باطل نہ ہو جائیں جن کی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں اسی طرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جب تک کوئی چیز بلا لائق اسلام سے باقی رہے گی تو جانب اسلام کو ترجیح دی جاوے گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ میں ہیں بلا شک وہ بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اس واسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اس واسطے کہ کفار نے اس میں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں اور جس شہر میں ان کی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا یہ موعدۃ

ف دار الاسلام کس صورت میں دار الحرب ہوتا ہے ۱۲

ہے یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہم پر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیہ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں م جب مصنف نے اُس کو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اُس کے بعد وضائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات میں کثرت تھی لہذا ان کو دو بابوں میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اس واسطے کہ اُس میں گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جائے اور ذکر عشر کا خراج پر اس واسطے مقدم کیا کہ اُس میں عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من العشر یعنی دسواں حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جس کو بادشاہ وظیفہ ارض اور راس سے لے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اس واسطے کہ اس طرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی النہر الفائق حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اُس کو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اس کے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اُس کا وبال اُس کی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُس کو حلال جان کر لے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہیں اس واسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہیں یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہیں اور اہل استحقاق کو محروم کر کے اُس کو بیہودہ اپنے عیش اور آرام میں صرف کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وما اسلم اہلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے منتہائے یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُس کی زمین لشکر اسلام میں تقسیم ہو گئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اس واسطے کہ دسواں حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے م کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ میں داخل ہے تہامہ بحر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اس واسطے کہتے ہیں کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اُس کو محیط ہے اور عرب کی حد طول میں عدن سے ہے عراق تک اور عرض میں جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اس واسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین سے منقول نہیں کہ وہاں سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہیں ویسے ہی اُن کے ملک سے خراج درست نہیں وکذا البستان مسلم او کرمہ کان دارہ در ردمرنی باب العاشر شئی من ہذا وحررناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح مسلمان کا باغ اور انگور اُس کا جہاں اُس کا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدر باب العاشر میں اُس کا بیان یہاں سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اس کو تحریر کیا ہے شرح ملتقی میں م شرح ملتقی میں معراج سے یوں مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اُس میں خراج ہے مطلقاً اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اُس نے خراج کے پانی سے سینچا تو اس میں خراج ہے اور عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اس کو گا ہے خراج کے پانی سے سینچا اور گا ہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی وسواد قری العراق وحدہ من العذیب بضم وفتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران بضم وسکون قریۃ بین بغداد وہمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض میں عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گاؤں کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا و سکون لام ایک گاؤں ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان م نہایہ میں ہے سواد

عراق سے قریات عراق مراد ہیں اُن کو سواد کہا بسبب اُن کے اشجار اور زراعت کی سر سبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہیں اس واسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جس میں کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہیں اور شرنبلالیہ وغیرہ میں کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اس چشمے کے کنارے پر گاؤں آباد ہو مسمی بعذیب تو دونوں قولوں میں اختلاف نہ رہا **ومن العلث** بفتح فسکون مثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب **الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر لسیط البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی طولا اور حد عراق کی علث پر ہے عبادان تک طول میں علث بفتح عین مہملہ وسکون لام پھر ثاء مثلثہ قریہ ہے دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعضوں نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی سے ہے مصنف نے مغرب سے اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہے دریائے شور کے کنارے پر مثل میں وارد ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہیں یعنی بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغۂ تثنیہ شہر ہے دریائے فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس[۲۲] دن کی راہ ہے اور عرض اس کا دس[۱۰] دن کی راہ ہے کذا فی السراج م بحر الرائق میں شرح ذخیرہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو[۱۰۰] ستر فرسنگ کا ہے اور عرض اسی فرسنگ کا اور مساحت اس کی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی المنح **وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخر او فتح صلحا خراجیۃ** لانہ الیق بالکافر جو ملک کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہ ہوا سوائے مکہ معظمہ کے خواہ وہاں کے لوگ اس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اس ملک کی طرف اور کفار بلا کر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اس واسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہے م سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر میں مشہور ہے نقل روایت کی اس میں حاجت نہیں اور اسی طرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ میں خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اس واسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے اور اس میں تغلیظ ہے ولہذا خراج بجبر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر نے اس میں زراعت نہ کی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہیں اور ہر چند مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہاں کے لوگ وہیں قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اس واسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہاں سے خراج نہ لیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہاں زراعت نہیں ہوتی واللہ اعلم **وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا** ہدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہے وہاں کے لوگوں کی اُن کو بیع کرنا اور اس میں تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایۃ اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانوں پر وقف ہے تو وہاں کے لوگوں کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم میں وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہاں کے لوگ وہیں قائم رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور ان کی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہاں کے زمیندار اپنی زمین کے مالک ہیں بیع اور ہبہ وغیرہ ان کو جائز ہے اور وراثت اس میں جاری ہے یہاں تک کہ کوئی شخص اُن میں سے باقی نہ رہے تب اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الشرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعاً مالک ہیں ان کی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اس واسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہاں کے لوگوں پر ثابت رکھا گیا خراج لے کر **ویجب الخراج فی ارض الوقف**

لا الشتراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی او خراج ذاب
ہے وقف کی زمین میں مگر اُس وقفی زمین میں خراج نہیں جو بیت المال سے خرید ہوئی جب کہ اُس کو وقف کیا اُس کے مشتری نے تو نہ اُس
میں عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسی طرح اُس میں عشر اور خراج نہیں اگر مشتری نے اس کو وقف نہ کیا چنانچہ میں نے
اس کو شرح الملتقی میں مذکور کیا ہے م بیت المال کی اراضی کو بیچنا سلطان کو جائز نہیں مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع
ہو کذا فی الطحاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لوکانت الارض خراجیۃ والعشر لوعشریۃ درر ومر فی الزکوۃ اور خراج ذاب
ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ میں
مذکور ہو چکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا کہ زمینیں مصر اور شام کی خراجی ہیں م ہدایہ میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر
پر خراج مقرر کیا جب کہ اُس کو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسی طرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح
الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الاتری انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی
ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشئ منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر او رغب فی العقار
نصف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجئ فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی سبع مسائل اور فتح القدیر میں ہے کہ جو اب حاصل ہوتا ہے
مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہیں جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والوں کی مملوک نہیں گویا عدم مملوکیت اس کی بسبب مر جانے
اُس کے مالکوں کے ہے اندک اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہو گئی اور بموجب اس کے تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا
خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو اُس میں سے اس واسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مملوک میں یتیم کے ولی کے مانند ہے تو
اُس کی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے یا زمین کی خرید میں رغبت زیادہ ہو گئی ہو اُس
کی دونی قیمت ہو جانے سے تو اس کی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں باب الوصی میں آوے گا کہ اراضی صغیر کی
بیع کا جائز ہونا سات صورتوں میں م بیت المال کا وکیل وہ ہے جس کو سلطان نے بیت المال کی خبر گیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ
عشری اور خراجی کے سوا یہاں ایک تیسری قسم زمین ہے جس کو اراضی مملکت اور اراضی جوزہ کہتے ہیں یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جس کے مالک
مر گئے بلا وارث اور اُس کی ملک بیت المال کی طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک میں تا قیامت باقی
رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یوں مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والوں کو دے دو طریق پر یا مزارعین کو
مالکوں کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے میں یا زمین اُن کو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُن سے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق میں
پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق میں تو فقط اُجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی مافی
التاتارخانیۃ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ فاسدہ ہے بسبب جہالت کے اُس کا جواب یہ ہے جو مذکور ہو چکا
کہ حاصلات امام کے حق میں خراج ہے اور مزارعین کے حق میں اجرت بضرورت عدم صحت خراج حقیقۃ وحکما پھر جب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین
کو دی تو اُس اراضی میں اُن کو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت اُس میں جاری نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وافتی مفتی دمشق فضل اللہ رضی
بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا مالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رضی نے کہ اکثر
ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہو جانے اُن کے مالکوں کے تو وہ بیت المال کی طرف راجع ہوئیں سو اپنے کاشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کے مانند

ہیں انتہی وفی النھر عن الواقعات لو اراد السلطان شراء ہا لنفسہ یامر غیرہ ببیعھا ثم یشتریھا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اس کے بیچ ڈالنے کا پھر اس کو اس کے مشتری سے خرید کر لے اپنے واسطے انتہی م طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کو اس حالت پر محمول کیجیے جب سلطین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے واذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لاخراج علی اراضیھا اور جب کہ حال معلوم نہ ہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنی بوقت شراء مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گئی صحت وقف اس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہ کہ اس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں م جب شروط واقفین کی صحیح ہوئیں تو ان کے بموجب عمل کرنا ادا ہو گا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمی باذن الامام اور ضخ لہ کما مر خراجی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اس کو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیء یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اس کا قرب معتبر ہو گا کیونکہ جو شئی کے قریب ہوتا ہے اس کو اسی کا حکم دیا جاتا ہے م اگر وہ زمین خراجی کے نزدیک ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان میں صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اس کی ملک میں نہ ہو یعنی اس کو بسبب قرب کے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح وکل منھما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر فسقی بماء العشر اذ الکافر لا یبتدأ بالعشر اور دونوں قسمیں یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جائے تو اس سے عشر لیا جائے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اس سے خراج ہی لیا جاوے گا نہ عشر اس واسطے کہ کافر سے عشر لینے میں ابتدا نہیں کی جاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جائے خراج کے پانی سے تو اس سے خراج لیا جائے گا اس واسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہے م علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنی افتادہ زمین میں جاری ہے والا تقسیم اراضی کی باعتبار اس کی ذات کے عشری اور خراجی کی طرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی سے موصوف نہیں کر سکتے اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پھر پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمدؒ کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وھو ای الخراج نوعان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئاً فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اس کے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے م اہل ہند خراج کو محصول اور لگنہ کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی بولتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنی کھیت کی پیدائش سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہاں تک کہ اگر مزارع کھیت نہ بووے گا اس پر کچھ دینا واجب نہ ہو گا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہے لیکن مصرف اس کا خراج ہے کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب ہو ستون ذراعاً فی ستین بذراع کسریٰ سبع قبضات فضل العبر فی کل بلدۃ عرفھم وعرف مصر التقدیر بالفدان فتح وعلی الاول والمعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور ساٹھ گز عرض کسریٰ کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور

بعضوں نے کہا جریب میں ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان[1] سے کذافی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذافی البحر ہر ملک کے رواج کا قایل صاحب کافی حافظ الدین اور صاحب محیط ہے اور قول اول اس واسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراج میں تو لازم آتا ہے اتحاد خراج کا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان میں مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھہ ساٹھ گز قطعی طول میں اور اسی قدر عرض میں ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسری کے گز سے **یبلغہ الماء صاع من بر او شعیر و درہما عطف علی الصاع** من اجود النقود زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک اس جریب میں جہاں پانی پہنچتا ہے ایک صاع گیہوں یا جو اور ایک درم نہایت کھرے کو مقرر کیا کذافی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے م پانی پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنو کے سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق میں کہا جو اناج کھیت میں بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاوے گا گیہوں ہوں یا جو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے انتہی اور درم سے وہ درم مراد ہے جو دس[2] درم سات مثقال کے برابر ہوں تو ایک درم تین ماشے اور ایک تی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ میں فی بیگھہ تخمیناً تین سیر پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا **والجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم** اور رطبہ کی ہر جریب میں پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق میں ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہیں اور غایہ میں ہے کہ رطبہ قضب کا نام ہے جب تک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب میں ہے رطبہ بفتح را اور قضب رطب ہے جمع اس کی رطاب اور کتاب العشر میں ہے کہ بقول غیر رطاب ہیں بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اس طرح پر ہو اور کتب لغت میں قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النہر م رطبہ اور قضب کو فارسی میں سپست کہتے ہیں وہ نبات ہے تیل کے مانند گھوڑے اُس کو کھاتے ہیں اور ظاہر تفسیر کتاب العشر کی فقہ میں زیادہ تر لائق اعتماد کے ہو گی واللہ تعالی اعلم **والجریب الکرم او النخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا** اور ہر جریب انگور اور نخلستان میں جن کے درخت باہم متصل ہوں اس کا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درم جس کے تخمیناً تین روپے ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونوں میں قید ہے م جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اس میں ایسے گھنے درخت انگور کے ہوں جن کے نیچے زراعت نہ ہو سکے اس کو زبان عرب میں کرم بولتے ہیں کذافی النہر **ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان وہو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا اشجار متفرقۃ ویمکن الزرع تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم طاقتہ** اور ماسوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جس میں عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی توظیف اور تعیین نہیں چنانچہ زعفران اور بوستان بقدر اس کی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا کہ بوستان اُس زمین کا نام ہے جس کے گرد احاطہ ہو اور اُس میں متفرق درخت ہوں اور زراعت اس کے نیچے ممکن ہو اور اگر اُس کے درخت پیچاں ہوں یعنی ایسے متصل ہوں جس کی زمین کی زراعت ممکن نہ ہو وہ کرم ہے **ونہایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ وان طاقت علی الصحیح** اور نہایت طاقت نصف خارج ہے اس واسطے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جائے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمعی محصول میں زیادتی چاہیے اس مقدار سے جس کو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذافی الکافی م خراج فاروقی سے زیادہ لینا اس واسطے نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جس کی اُس کو طاقت نہیں انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اُس میں گنجائش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ فاروق عادل نے باوجود

---

[1] فدان بفتح فا و دال مشدد کاشتکاری کے بیل کو کہتے ہیں تو غالبا مراد یہ ہے کہ اندازہ مصریوں کا ہل کے جوتنے سے ہے ۱۲

دریافت طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم کے
مفتوح ہوئی سو اگر اس میں گیہوں پیدا ہوئے ہوں اور حاکم چاہے کہ اس پر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز
جائز نہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اس محصول کے حرام ہونے پر جس کو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر
یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہ رہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور
ہو چکا وینقص مما وظف علیہما ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند
طاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی اور کم کر ڈالا جائے اس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اس کی طاقت نہ ہو اس
طرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دوچند تک نہ پہنچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کے طاقت کے وقت اور
لائق یوں ہے کہ زیادہ نہ لیا جاوے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلاً دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول
پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم بنائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر ولو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض
الی ان یطعم اور اس میں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی اور درخت پھلدار تو اس پر زمین کا خراج واجب ہے
یہاں تک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہوں خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم وکذا لو قلع الکرم وزرع الحب فعلیہ
خراج الکرم اور اسی طرح اگر انگور کو اکھاڑے اور اناج بووے تو اس پر انگور کا خراج واجب ہے م اس پر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اس واسطے
کہ اس نے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو اخس الارین کی طرف انتقال کرے گا بدون عذر کے اس پر اعلیٰ کا
خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلاً جوار یا جرہ بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اس کا فتوی نہ دینا چاہیے تاکہ حاکم ظالم لوگوں کے مال
نہ چھین لیں یعنی جس کا مال ظلم سے لینا چاہیں گے تو اس پر تہمت رکھیں گے کہ اس نے مثلاً انگور یا زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرہ بویا اور اس
سے خراج زعفران اور انگور کا لیں گے واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اس
پر خراج لازم آوے گا بقدر اس کی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اس زمین پر قبل انگور بونے کے تھا م
طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولیٰ سے مرتبط ہے تو بہتر یوں تھا کہ بعد ان یطعم کے مذکور کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم
اور جہاں زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہاں ممکن نہ ہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا
انتہی اور جو درخت کہ بانی کے بان پر ہوتے ہیں ان پر کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرۃ للحدادی م مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا
کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب روکنے کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ الخانیۃ قوم شروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والآخر
الاراضی وارادوا قسم الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف الکرم الا کرم ما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ
میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جس میں انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور
دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہے گا
جیسا کہ خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہ ہو تو خراج وہاں کا مجمل اور مجموعہ رہے گا سو اگر انگور سوائے انگور کے کچھ
اور نام سے مشہور نہ ہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع خراج قریہ
کا بقدر اس کے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان ایک قریہ

ہے کہ وہاں کے لوگوں کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتداء سے معلوم نہ ہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بطور سابق چھوڑا جاوے گا **ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیا** اور محصول نہیں اس کاشتکار پر جس کی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہاں سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہنچیں جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اس وقت البتہ محصول ہو گا جب ان آفات کے بعد سال میں سے اس قدر مدت باقی رہے جس میں دوسری بار زراعت ہو سکے م فتح القدیر میں کہا فتویٰ اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال میں سے تین مہینے باقی رہیں تو خراج ساقط نہ ہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جس کو انسان دفع نہ کر سکے فتاوی خیریہ میں کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اس واسطے کہ اس کا دفع کرنا نہیں ہو سکتا اور شک نہیں کہ کھیت میں کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چینٹا بھی اسی طرح ممکن الدفع نہیں لیکن ہمارے اکثر علماء نے بندر اور درندے جانور اور رافعی میں عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہیں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر میں اور زراعت کی مانند رطبہ اور کرم اور مانند اُن کے میں اور یہی قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ کردری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروانیوں کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت اُن کے وقت میں آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اُس کو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانے سے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع میں شریک ہیں تو ہم اُن کے نقصان میں کیوں نہ شریک ہوں تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت میں سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق میں کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچھ نہ دے تو[1] اقل کہ اُس سے خراج کا ڈانڈ نہ لے **اما اذا کانت الافۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط** اور جب کہ آفت آسمانی نہ ہو اور اس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور ان کے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہ ہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُس وقت ساقط نہ ہوگا جب سال میں اتنی مدت باقی ہو جس میں دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق میں کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی میں نہ داخل کرنا مسلم نہیں بلکہ اُس کے آفت آسمانی ہونے میں تردد کرنا لائق نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں **ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیئ اخذ منہ مقدار ما بیناہ** مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیہ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہ ہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل پڑے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اس قدر جس کو ہم نے بیان کیا کذا ذکر المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اس کا شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق سے م منح الغفار میں سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محمد رح نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اس طرح پر کہ فی جریب بمقدار ۲ درم اور ۲ صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اس میں صواب یہ ہے کہ اول اُس کو دیکھنا چاہئے کہ مزارع کا اس کھیت میں کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیئے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اُس میں سے وہ مقدار خراج لے جس کو ہم نے بیان کیا یعنی نصف لے قال وکذا الحکم الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ میں کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ میں م طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اس واسطے کہ بقدر استیفا اجرت لی جاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہرا صحیح نہیں **فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج** پھر اگر خراجی زمین کو اُس کے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اس زمین کا خراج موظف

---

[1] یعنی اس سے کم تو نہ ہو ۱۲

یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت میں خراج واجب ہے م مصنف نے نسبت تعطیل
سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اس نے زراعت نہ کی تو تقصیر اس کی ثابت ہوئی لہذا خراج اس پر لازم آیا اور اگر مالک
زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے نا طاقت ہونے کے یا بسبب نقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُس کی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دیدے اور مالک
کے حصے سے خراج لے کر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے مال سے
زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہ ہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا خلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو
قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں بلکہ بقاءً ہے اس واسطے کہ
صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اُس کا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج
مقاسمۃ لایجب شی سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اس واسطے
کہ روکنے سے اُس کی عاجزی ثابت ہو گئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لاخراج لما قیل
الا ان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ لیعمرہا ویزرع الارض حرام بلا شبہۃ نہر اور تجھ کو معلوم
ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ نہ بووے اور یہ مسمی بفلاحت ہے اور کاشتکار
پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی میں زراعت کرے سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر
حیث قال وتقدم ان مصر الآن لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلاشی علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولاجبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاجبار حرام
خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی
مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اُس پر واجب نہیں جس نے اس میں زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی در صورت مستاجری
اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اُس پر جبر نہیں اُس کے سبب سے تو جو حکام ظالمین اُس کو ضرر پہنچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصاً جبکہ مزارع اشتغال
علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یجتری الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع بووے
کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اس پر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اُس کا فتویٰ نہ دیجیے
تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرأت نہ کریں یعنی اگر حاکم ظالم اُس کا فتویٰ پائے گا تو اُس کو مال لینے کا یہ حیلہ ملے گا کہ اُس نے مثلاً زعفران چھوڑ کر باجرا
بویا اور اُس سے زعفران کا محصول ناحق لے گا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ
فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جس میں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج
ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی العنایۃ م فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت میں تین مہینے پر فتویٰ ہے ولا یوخذ العشر من الخارج من
ارض الخراج لانہما لایجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جائے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بموجب حدیث
کے عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرار الخارج فی سنۃ لو موظفا والا بان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ
بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہ ہو اس طرح پر کہ بٹائی کا خراج
ہو تو دو بار لیا جائے گا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ تو جب بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کی مانند
مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق

بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اُس کے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اُس کو بخش دیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہ ہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ

اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اس کو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے میں ہے بزازیہ کی طرف نسبت کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہ تمام دار المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضمان دے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر میں نے برجندی میں دیکھا مصرف جنڈیہ میں اور اسی طرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہے اس واسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ روایت رافع اختلاف ہے یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو اُن پر منع ہے جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ میں جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر

اور نہر الفائق میں ہے کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اس کے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کے واسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اس واسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہے کہ رقبۂ زمین بیت المال کا مملوک ہے اور محصول زمین کا معافیدار کے واسطے ہے اور اس وقت میں تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اُس کا ہبہ اور نہ اُس کا وقف ہاں اُس کو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر اقطاعات کو بعضے عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعضے اُس کو بِرّ اور صلہ کہتے ہیں اور صورت اُس کی یہ ہے کہ بادشاہ قطعۂ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو عطا کرے کہ وہ اُس سے فائدہ پاویں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جس کو کہ بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش بولتے ہیں اور جس کو وہ زمین ملی اس کو معافی دار اور ائمہ دار اور ملکی کہتے ہیں اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اس واسطے جائز نہیں کہ وہ معافیدار کی مملوک نہیں اس کو فقط خراج میں اختیار ہے نہ رقبۂ ارض میں

ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان آخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ

اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اس کو اور اس کی اولاد کو اور اس کی نسل اور ذریت پسماندہ کو اس شرط پر کہ اُس کی اولاد سے جو مرے اُس کا حصہ اُس کے بھائی کو پہنچے پھر معاف کرنے والا سلطان مر گیا اور جس کے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ میں منتقل ہو گیا وہ معافی اس کی اولاد کے واسطے ہو گی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں نہیں دیکھا اور مقتضی اُن کے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اُس کو غور کر مر تعلیق سے یہ قول مراد ہے کہ جو ان میں سے مرے اُس کا حصہ اُس کے بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنے والے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اس کا یہ حکم ہے کہ وہ اراضی اس کی اولاد کے واسطے ہے اس واسطے کہ اس کی اولاد بالاصالت معافیدار ہے بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا

اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو معاف کر دی تو اس کو وقف کرنا اس زمین کا جائز ہے م زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہے کہ اس شخص نے زمین

مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اس واسطے
صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اُس کو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے والارصاد من السلطان لیس بایقاف البتۃ اور ارصاد
سلطان کا وقف کرنا جائز نہیں ہے البتہ انتہی مافی النہر م سید حموی نے کہا کہ ارصاد اُس سے عبارت ہے کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہیں اُن کے واسطے
بیت المال میں سے بقدر اُن کے حصے کے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اُس کا نقض بالاتفاق جائز نہیں اور یہ جو بحکم وزراء مثل علماء اور قراء اور
یتامی اور بیوہ اور بناء مساجد اور مؤذن اور امام اور خطیبوں کے واسطے ارصاد مقرر ہے اس کا نقض ہرگز جائز نہیں اس واسطے کہ یہ لوگ بیت المال
کے مصارف سے ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں ارزاق مستحقین بیت المال کے قطع کرنے میں اور ابن
عبدالسلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتویٰ ہے انتہی اور شیخ حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد میں کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ
سلطان نورالدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اس کا استفسار ہوا سو انھوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور مذاہب اربعہ کے علماء
اُن کے ساتھ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اُن کے موافقین نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ وقف حقیقی ہے اس واسطے کہ وقف کرنا غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی
سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اس کا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اس کو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اُس کے مستحقین کے واسطے
علیحدہ ہو گیا تا اُن کو بسہولت پہنچ جائے اس واسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہنچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق اُن سے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیہ
الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ میں قبل گفتگو دین کے ہے
علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتویٰ دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کردے یعنی اراضی کو ضبط کر لے م وجہ صحت
اجارہ یہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کی مانند ہے م مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اور اسی طرح معافیدار کو
بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ ملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم
صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان کو اس کا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں اس واسطے کہ زمین
افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے
جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اُس کے موافق خراج لے یہاں تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک
حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہاں تک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں
میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسی طرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو
اس کا پانچ بار میں محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جس پر عشر اور خراج ہو اور وہ مر جائے تو اس کے متروک
سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادائے خراج کے
اور اسی طرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادائے عشر کے اور اگر کھائے گا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان
کو جائز نہیں محصول لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی الجزیۃ

یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کاللحیۃ واللحی وہی نوعان جزیہ
لغت میں بمعنی جزا ہے اس واسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ
دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی چنانچہ لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری

الموضوع من الجزیۃ یصلح لایقدر ولایغیر تحرزاعن الغدر جو جزیہ کہ تعین ہوا بطور صلح کے اس میں تقدیر اور تغییر نہیں عہد شکنی سے بچنے کے واسطے م یعنی جو جزیہ راضی سے معین ہوا تو اُس کو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اس میں تقدیر نہیں یعنی تقدیر آیندہ نہیں ڈالا وہ تو صلحاً مقدار ہوا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع وتکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جائے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر ان کو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو کمانے والا ہو تحصیل نقدین پر قادر ہے کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اُس کا اکثر سال میں وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایۃ بارہ درم اُس پر معین کیے جاویں ہر مہینے میں ایک درم یعنی تخمینا پانچ آنہ مہینہ وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اُس پر اُس کا دونا مقرر کیا جائے ہر مہینے میں دو درم ہر سال میں چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول نہایۃ اور غنی کثیر المال پر اُس کا دونا ہر مہینے میں چار درم اور یہ مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اس واسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال میں ہوتا ہے کذا فی النہایۃ م اصل وجوب ابتدائے سال میں ہے اور وجوب ادا آخر سال میں ومن ملک عشرۃ الآف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک مادون المائتین اولا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر و اعتبر ابو جعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیۃ اور جو ذمی دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیۃ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جس کو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اس کو اصح کہا اور اختیار میں اس کو مختار کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود والسامرۃ لانہم یہودیون بشریعۃ موسیٰ علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئۃ ففی الخانیۃ تؤخذ منہم عندہ خلافا لہما اور مقرر کیا جائے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اس واسطے کہ وہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاریٰ میں فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم رح کے نزدیک جزیہ لیا جائے نہ صاحبین کے نزدیک م کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اُس پر جزیہ ہے اور صابئی امام کے نزدیک منجملہ نصاریٰ ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اس واسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اُن پر اختلاف نہ ہوتا اس واسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر م ہجر بفتحتین بحرین میں ایک شہر کا نام ہے وہ عرب میں داخل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اس کے استرقاق اور مملوکیت کے تو اس پر جزیہ بھی جائز ہوا م عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اس کا جثہ نہ ہو اور صنم اُس کا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہے جس کا نہ نقش ہے نہ صورت کذا فی المنح بحر الرائق میں کہا وثن وہ ہے جس کا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جس کی صورت ہو آدمی کی صورت کی مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر

جزیہ نہ مقرر کیا جائے عربی بت پرست پر اس واسطے کہ معجزہ اس کے حق میں ظاہر ہے تو وہ معذور نہ ہوا م حق عرب میں معجزہ اس واسطے اظہر ہوا
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید انھیں کی زبان میں اترا تو وہ اُس کے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہوئے تو
کفر اُن کا سخت ہوا لہٰذا اُن پر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُن سے مقبول نہیں یا اسلام لادیں یا مقتول ہوں اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھے
حقیقت اسلام سے لیکن اُن میں قیاس متروک ہوگیا بسبب نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل
ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہوگئے اگرچہ وہ عرب میں رہیں اس واسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں و مرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف اور
جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوائے اسلام یا تلوار کے لیعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے
مطلع ہوکر کافر ہوگیا لہٰذا اُس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے اور کچھ مقبول نہیں ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیٔ اور اگر ہم غالب ہوں کفار
عرب یا مرتدین پر تو اُن کی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں مگر یہ کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان ہونے پر جبر کیے جائیں گے بخلاف نساء اور صبیان مشرکین
عرب کذا فی الطحطاوی عن الشبلی صبی وامرأۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد
کے لڑکے پر جزیہ نہیں م ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہ ہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مراد
وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمن من زمن یزمن زمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ
نہیں زمن مشتق ہے زَمِنَ یَزْمَنُ زَمَانَۃً سے یعنی جس کے بعض اعضاء ناقص ہوگئے یا اُس کے قویٰ بیکار ہوگئے تو اس تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا
زمن میں داخل ہوگیا واعمیٰ وفقیر غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاریٰ کے
اس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اس واسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم اسقاط قتل کے واسطے ہے
وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس مفادہ ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب
یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد یہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے
سو اس کو تامل کرو م برجندی نے فتاوی قاضی خاں سے نقل کیا کہ راہب اور قسیسین سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ میں ایک روایت محمد سے ہے کہ
جزیہ نہ لیا جائے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا
وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برئ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا
وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہوگیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اُس پر جزیہ نہ رکھا جائے گا م یہ
مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کا ہے جزیہ مقرر نہ ہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہ ہوگا بلکہ سال آئندہ سے معین ہوگا کذا فی
العالمگیریۃ عن قاضی خاں بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا
ہوگیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اس واسطے جزیہ اس پر مقرر کیا جائے گا کہ اُس کا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے اور حالانکہ اس کا عجز زائل ہوگیا کذا فی
الاختیار وہی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز امہالہم للاستدعاء الی الایمان
بدونہا فبہا اولی وقال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوٰۃ والسلام من مجوس ہجر ونصاریٰ نجران واقرہم علی دینہم اور
وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں اُن کے کفر پر جیسا کہ ملحدان دین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو اُن کے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب
اُن کے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کی طرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لے کر مہلت دینا

بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور نجران[1] کے نصاری سے یہ جزیہ لیا اور اُن کو اُن کے دین پر رہنے دیا یعنی اُن کو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھ کر اسلام قبول کریں م شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا جو منح الغفار میں اس طرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اس کے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور اسی طرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہیں ثم فرع علیہ لقولہ فلنسقط الاسلام ولو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے م حلبی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اس واسطے کہ اگر مسلمان ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے ولیسقط المعجل لسنۃ لا سنتین فیرد علیہ سنۃ خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اُس کو پھیر دیا جائے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اُسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اُس کو جزیہ نہ پھیر دیا جائے گا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اس کو پھیر دیا جائے گا اس واسطے کہ اس پر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی والموت و التکرار للتداخل کما سیجئ اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمی والزمانۃ وصیرورۃ فقیرا او مقعدا و شیخا کبیرا لا یستطیع للعمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہوجانے کے اور ہوجانے ذمی کے فقیر یا اپاہج پیر فرتوت کہ کام نہیں کرسکتا ثم بین التکرار فقال واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت و الاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ زیلعی لان الوجوب باول الحول بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہوجائے گا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کرے گا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس کہ وہ آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ولیسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی وبالتداخل کالجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی الخانیۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اس واسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب کے مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی قوی مذہب ہوا م محل اختلاف وہ ہے جب خراج مقرر ہوجائے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے نہ ہو تو بالاتفاق خراج لیا جائے گا کذا فی النہر صدر الاسلام نے کتاب العشر و الخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائے گا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی وفیہا لا یحل لکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقت ادائے خراج م اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے اس کو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ولا تقبل

---

[1] نجران ایک شہر کا نام ہے یمن میں ۱۲

من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعدا ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نہ کیا جائے اگر اس کو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اس کو حکم کیا جائے کہ آپ لادے سو اس کو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھ کر لے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفع فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان اذاہ بہ قنیۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن خدا کے دے اور اس کی گردن میں دھپ مارے اور اس کو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اور اس کو اس قول سے تکلیف دے گا کذا فی القنیۃ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتش خانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح م اصل لغت میں عبادت خانہ یہود اور نصاری کو مطلقاً بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادت خانۂ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانۂ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اس میں عبادت کی جاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم لنفسہ اشباہ فی آخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادت خانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی نہ وہ عبادت خانہ جس کو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر میں مذکور ہے م مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گر جاہے اس کا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور تجاوز کرنا نہ چاہیے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے م اگر بناے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اس میں بناے ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اس کو پکی اینٹ سے نہ بنا دے اور جو پکی اینٹ سے ہو اس کو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی واما القدیمۃ فتترک مسکنا فی الفتحیۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کے واسطے چھوڑے جاویں بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کے واسطے چھوڑے جاویں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبر دار رہنا م چلپی کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے قابو میں آئے اس کے کل معابد منہدم کیے جائیں جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جائے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی[۱] بالفتح و التشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذبت عنا ذخیرۃ وجاز بغل کحمار تاتارخانیۃ تو ذمی سوار نہ ہو گھوڑے پر مگر اس وقت جب کہ امام ان سے مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرۃ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیۃ وفی الفتح ہذہ عند المتقدمین واختار المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہ ہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے

۱؎ شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اصل اس کی زدی بفتح زا اور قاعدہ اجتماع واو اور یا سے واو یا ہو کر دوسرے میں ادغام ہوگئی پھر فتحہ کو کسرہ سے بدلنے کی کیا ضرورت ۱۲

اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقاً نہ سوار ہوں اور پگڑیاں نہ باندھیں اور اگر ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین
میں سواری پر سے اتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمہ شبہ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینوں پر جو پاؤں کے مانند ہیں
پشم آگندہ جن کے آگے لکڑی مانند انار کے م محل رکوب ذی استعانت امام ہے یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب میں اختلاف
نہ رہا طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ بحذف حرف تفسیر ہے مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبراذع کہتا اس واسطے کہ جمع کی تفسیر ہے ولا یعمل بسلاح
اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر اس واسطے کہ ہتھیار کے استعمال میں عزت ہے کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار
من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہے معرب یعنی زنار صوف یا بال کا م ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہے
موٹا انگلی کے برابر جس کو ذمی اپنے سب کپڑوں کے اوپر باندھے بلاتزئین کذا فی المنح عن المغرب وبل یلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف
اشباہ والصحیح ان فتحہا عنوۃ فلہ ذلک والا فعلی الشرط تاتارخانیۃ اور کیا لازم ہے تمیز ذمیوں کی جمیع علامات سے اس میں خلاف ہے کذا فی
الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہے تو اس کو یہ جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہے تو شرط کے موافق عمل کرنا
چاہیے کذا فی التاتارخانیۃ م بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہے اور بعضوں نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی
ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور اسی پر بعضوں کا فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ ولو زرقاء او
صفراء علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمناہ وانما تکون طویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ
آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحر الرائق میں ہے اور اسی قول پر صاحب بحر نے اشباہ میں اعتماد کیا
ہے چنانچہ اس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ
والمختصۃ باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقۃ اور منع کیا جائے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور
اس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادریں باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید
فرجیہ مراد ہے کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہے م فرجیہ عرب کا ایک لباس ہے اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہے
جس کو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتاب ومباشرۃ مایکون بہا معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جاوے ذمی لکھانے اور
اس کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل
منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسی طرح اس کو دارو غگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جس میں مسلمان اس کے حاجتمند ہوں وفی
الحاوی وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی میں ہے
اور سزاوار یہ ہے کہ لازم کی جائے ذمی کو ذلت اور حقارت ان معاملات میں جو اس کے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز سے
اندر اور اس کے موجب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے وقت اس کے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ
بسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اس کی اور مکروہ ہے اس سے مصافحہ کرنا اور اس کو پہلے سلام نہ
کیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اس کے سلام کے جواب میں وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے م ذمی کی خدمت کرنا اور اس کے واسطے
کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہے ذخیرہ میں ہے کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اس کی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت
سے کہ اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اس کی تعظیم کے واسطے بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسی طرح

اگر مسلم ذمی کے واسطے کھڑا ہو گیا بطمع اس کے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس نے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ یا بسبب اس کی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہے ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی اور اس پر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانوں سے راہ میں دب کر چلے اور اس کے گھر پر کچھ علامت مقرر کی جائے اور اس کا پورا بیان ہے احکام ذمی میں اشباہ کے م علامت کا فائدہ یہ ہے تاکہ سائل اس کے واسطے مغفرت کی دعا نہ کرے اور تضرع نہ کرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اعتمد فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کفار ذمی روکے جائیں مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اس واسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہ ہوں عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہاں سوداگری کے واسطے جائے تو جائز ہے اور وہاں زیادہ قیام نہ کرے اور مسجد الحرام میں اس کا جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر میں اسی قول کو مذکور کیا ہے جو آخر الامر میں ثابت ہو گیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیۃ وتمیز نساءہم لا عبیدہم بالکستیج اور خانیہ میں ہے اور امتیاز کی جائے ذمیوں کی عورتوں میں نہ ان کے غلاموں میں زنار سے م ان کی عورتوں کے گلوں میں لوہے کے طوق ڈالے جائیں اور ان کی ازاریں مسلمات کی ازاروں سے مخالف ہوں کذا فی الاختیار والذمی اذا اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ اشتری لم یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت درر اور ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اس کے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اس کے ہاتھ بیع کرنا لائق نہیں سو اگر اس نے مول لیا تو اس پر جبر کیا جائے اس کے بیچ ڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گھروں کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان بہ فہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الفور وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ہذا الحکم اصلا میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعید کے معروضات میں کتاب الصلوۃ سے وارد ہے کہ ان سے سوال ہوا اس مسجد کا کہ اس کے گرد و پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اس کو کافروں نے گھیر لیا سو امام اور موذن وہاں جایا کرتے ہیں اپنے مہینے یا سالانے کے واسطے سو وہاں اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو ان کو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی موصوف نے بایں قول جواب دیا کہ ان گھروں کو اہل اسلام قیمت دے کر زبردستی سے فورا لے لیں اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہے تو حاکم اس میں ہرگز تاخیر نہ کرے م شارح نے جواب میں سے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ امام اور موذن مستحق وظیفہ ہیں کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا من الجہاد ولعدم ورود الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ فماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس الی ان یتوب ویحسن توبتہ وغیرہا ویعرفون بما کان استخدامہم وکذا تمیزوا ورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات میں ہے کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلاموں اور لونڈیوں کو نہ خدمت کرانے ذمیوں کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اس پر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اس پر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا میں یہ

معنون ہے اور ذمیوں کو وہ امر کیا جائے جس میں ان کی ذلت ہو اور اسی طرح جدائی کی جائے ان کے گھروں کی ہمارے گھروں سے انتہی تو اس
کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی مامور باستخفاف ہوئے تو استخدام میں ان کی تعظیم ہوتی ہے لہذا ان پر تعزیر شدید لازم آوے گی وان
تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناہم
شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھروں کو کرایہ لیں مسلمانوں کی آبادی کے اندر تاکہ اس میں رہیں شہر میں تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اس
کی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھیں تو اسلام قبول کریں بشرط نہ کم ہونے جماعات مسلمین
کے اُن کی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ
لیس فیہا مسلمون وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سوداگران کے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو ان کو مسلمین سے علیحدہ ہونے
کا اور اس کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جس میں مسلمین نہ رہتے ہوں اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ
واختلاف سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ خطاء فکانہ فہم من
الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد ما نقل عن الشافعی انہم لیمرون ببیع دورہم فی امصار المسلمین وبالخروج عنہا
وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ نقلا عن النسفی والمراد بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لہم فی المصر محلۃ خاصۃ یسکنونہا ولہم فیہا منعۃ
عارضۃ کمنعۃ المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذلک کذا فی الفتاوی الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ میں ہے اور اختلاف واقع ہے ذمیوں
کی سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہر میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول معتمد ہے انتہی اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن
شیخ الاسلام جوی زادہ نے اس کو رد کیا ہے اور اس پر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے سو گویا وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہے اور
حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح میں بعد نقل کرنے امام شافعیؒ سے اس قول کو کہ ذمیوں کو اپنے گھر بیچنے کا
اہل اسلام کے شہروں میں اور وہاں سے نکل جانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا اُن کے واسطے ایک محلہ خاص نہ ہو نسفی سے
تمرتاشی نے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہے کہ ان کے واسطے شہر میں ایک محلہ مخصوص ہو جس میں وہ سکونت
کریں اور حالانکہ اُن کے واسطے وہاں جماعت باشوکت وعزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپس میں اور حالانکہ وہ دبے
اور ذلیل ہوں اس طرح منع نہیں کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام میں کم زور ہو
کر رہیں تو منع نہیں اگرچہ خاص محلہ میں رہیں لیکن اگر باجماعت اور قوت ہوں چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا اُن کی سکونت سے تقلیل جماعت
مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہے تو منع کئے جائیں گے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا
ہے تو اس پر محمول ہے کہ جب ان کو قوت اور شوکت نہ ہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہ ہوا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عہدہم
بالغلبۃ علی موضع للحرب او باللحاق بدار الحرب زاد فی الفتح بالامتناع من قبول الجزیۃ او یجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین بان یبعث
لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوہ لذلک لم ینتقض عہدہم وعلیہ یحمل کلام المحیط اور ذمیوں کا عہد ٹوٹ جائے گا اُن کے غالب ہونے سے ایک
مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب میں جا کر ملنے سے فتح القدیر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا عہد شکنی ہو گی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین
کا جاسوس بنانے سے اس طرح پر کہ کافر حربی دار الحرب میں بھیجا جائے مستامن ہو کر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اس کو اس کے
واسطے نہ بھیجیں تو انکا عہد نہ ٹوٹے گا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے م محیط میں لکھے اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہنچائے تو یہ نقض

عہد نہیں صاحب بحر نے رفع اختلاف کے واسطے تاویل کی کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے جب کہ اہل حرب نے اس کو جاسوسی کے واسطے نہ بھیجا ہو اور
صاحب نہر اور حموی اور شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی وصار الذمی فی ہذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامہ الا انہ
لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الجزیۃ والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چاروں صورتوں میں مرتد کے مانند اُس
کے کل احکام میں مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائے گا اور مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہ ہوگا
اور مرتد پر قبول اسلام کے واسطے جبر ہوگا لا ینقض عہدہ بقولہ نقضت العہد زیلعی بخلاف الامان للحربی فانہ ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹے
گا اُس کا عہد اس کے یوں کہنے سے کہ میں نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جائے گی قول مذکور سے کذا فی
البحر ولا بالاباء عن اداء الجزیۃ بل عن قبولہا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور
ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ادائے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات
سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادائے جزیہ سے نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے بحر الرائق میں
اس وجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنا بمسلمۃ وقتل مسلم وافتتان مسلم عن دینہ وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا
مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اس کے دین سے بہکا دینے سے اور قطاع الطریقی سے
اس واسطے کہ زنا سے اس پر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آوے گا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے کہ اُس کی اولاد
صغار رقیق نہ ہوگی اور اُس کا مال غنیمت نہ ہوگا وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کفر والمقارن لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ فلو من مسلم
قتل کما سیجئ اور نہیں ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اس واسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہے عہد کے مانع عہد نہیں
تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہ ہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق میں آوے گا
م شیخ شاہین نے ذخیرہ سے تفصیل اس میں نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یوں کہا کہ آنحضرتؐ رسول نہ تھے یا انھوں نے یہودیوں
کو ناحق قتل کیا یا حضرت کی طرف نسبت کذب کی تو بعضے علماء کے نزدیک اُس کا عہد نہیں ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اس
طرح پر کہ آنحضرتؐ کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب میں طعنہ کیا تو عہد ٹوٹے گا انتہی اور یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی
ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل
انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور مارا جائے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی میں یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے عینی کا ابن
ہمام صاحب فتح القدیر میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا م بحر الرائق میں کہا کہ ابن
ہمام نے یہاں بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہو کر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے بحاث مخالفہ پر عمل نہ کرنا چاہیے ہاں
یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ سب میں قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہم کو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ
ورد امر سلطانی بالعمل لقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر میں نے مفتی ابو سعود کے معروضات میں دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے
ہمارے ان علماء کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہیں ذمی کے قتل کرنے کے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ بدگوئی اس کی عادت ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے مفتی
ممدوح نے م طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اس کی یہی عادت ہو تو اُس کو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو

ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد زنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یوں کہنے میں کہ معاذ اللہ کہ تمھارا نبی عیسیٰ ولد الزنا ہے یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جائے بسبب اس کے گالی دینے کے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے تکلت یؤیدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ[1] لا تکونی فاحشۃ مانصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا فمدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث میں چونتیسویں اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ میں جو اس طرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جب کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر میں چنانچہ یوں کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جب کہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اس کو قتل کر ڈالا رات میں تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مقتول نہ ہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جب کہ اس کو بدگوئی کی عادت ہو گئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہو تو اب دونوں قولوں میں تعارض باقی نہ رہا واللہ تعالی اعلم **ولو یؤخذ من مال بالغ تغلبی و تغلبیۃ** لا من طفلہم الا الخراج **ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ** المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاوے گا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ ان کے اطفال سے سوائے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جائے گا باحکام مفصلہ زکوۃ اس مال سے جس میں زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اس واسطے کہ صلح اس قوم سے اسی طرح پر واقع ہوئی ہے م تغلبی بکسر لام[2] منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کی طرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت میں نصرانی ہو گئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے جزیہ طلب کیا انھوں نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھ کر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہیں ہم سے بھی زکوۃ لیجئے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہیں لیتے تو بعضے لوگ اس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب میں جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہیں سو تنگی نہ کیجیے اور ان سے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور زکوۃ کا دونا ان پر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا ان کے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند زکوۃ پر ہوئی لہذا ان کے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہیں کیوں کہ زکوۃ ان پر واجب نہیں کذا فی الدرر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اس واسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب ان پر دوچند زکوۃ باحکامہا لازم ہوئی ہو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس بکریوں سے چار بکریاں وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح **ولو یؤخذ من مولاہ** ای معتق التغلبی **فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی** وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائے گا اس کے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج میں قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد

[1] ای عائشہ مت ہو نا فحش کہنے والی ۱۲

[2] صواب یہ ہے کہ مترجم اول یوں کہتا کہ تغلبی بفتح لام منسوب ہے تغلب بکسر لام کی طرف اس لیے کہ تغلب بکسر لام کی طرف جب نسبت کرتے ہیں تو لام کو فتحہ دیتے ہیں تاکہ بہت سے کسرے یک جا نہ ہوں ۱۲

غلام قوم کا اُسی قوم میں داخل ہے سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہیں تو اُس کے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہیں و مصرف الجزیۃ والخراج و مال التغلبی وہدیتہم للامام وانما یقبل اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا جس کو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کافروں سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح میں سلطان کفار کا تحفہ اس وقت قبول کرے جب کہ ان کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب میں اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جس کا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جس کو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی م مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جس کی منفعت اسلام کی طرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اور پکا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علماء اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہو گئے کذا فی الفتح م سد بالفتح والضم مضبوط کرنا ثغر بالفتح و سکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگوں پر صرف کرنا چاہیے جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان میں اور علماء سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور ظاہر اعلماء سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہ ہما کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیاء کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہیں مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہاء کا اس میں حصہ نہیں مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے والقضاۃ والعمال لکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیوں اور عاملوں کے جیسے قاضیوں کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا ولم یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم اراہ اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور ان کی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علماء اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یوں کہکر اور کیا اُن کی ذریت کو روزی دی جائے گی اُن کے باپوں کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا م طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور اُس کے واسطے اُس کا استحقاق بیت المال میں مفروض ہو گیا تو اُس کی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہوگا اُس کی تبعیت سے اور اس کی موت سے ساقط نہ ہوگا صاحب حاوی نے کہا فتوی اس پر ہے کہ علماء اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اس کی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو ان کی اولاد کے واسطے مفروض ہو وہ اُن کی موت سے ساقط نہیں ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ لہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ ومصرف خمس ورکاز مر فی السیر وبقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا لقیط فقیر وفقیر بلا ولی اور یہاں تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہے اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر میں یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت میں مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی افتادہ مال اور متروکہ بلا وارث اور خونبہا اُس مقتول کا جس کا کوئی ولی نہیں اور مصرف اس کا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہے یعنی اُن کے نفقات اور اُن کے معالجات اور اُن

کے مولی کی تکفین اور اُن کے جنایات کی دیت میں صرف کیا جاوے گا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہے کہ
ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنا دے کہ وہ گھر اسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا
خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانہ کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم میں مخلوط نہ ہو
جائے اس واسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو قرض لے ایک بیت المال سے تاکہ اُس
کو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف میں م پھر جب اُس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اس میں پھیر دے مگر جب کہ مال مقرض
از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہیں تو پھیر دینا کچھ ضروری نہیں اس واسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات
ہیں اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ
اور فضیلت کے سوا اگر اس میں بادشاہ قصور کرے گا تو حق تعالیٰ اس سے حساب کا لینے والا ہے کذا فی الشرح زیلعی م قینہ میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق رض اُن کو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم رض کے فعل پر ہمارے
زمانے میں احسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی میں ہے کہ
حافظ سے مراد اس حدیث میں کہ حافظ قرآن کے واسطے دو سو دینار ہیں مفتی ہے اس واسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں حافظ قرآن ہوتا تھا وہ احکام کا
بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شئی لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچھ حق نہیں ذمی کے واسطے
بیت المال میں مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اس کو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی
نصف الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال میں مرگیا محروم رہا عطا
سے اس واسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہے تو وہ مملوک نہیں ہوتا بدون قبضے کے م حموی کی شرح میں ہے کہ رزق[ف] اور عطا متقارب المعنی
ہیں مگر فقہانے دونوں میں فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جائے اُس کو رزق کہتے ہیں اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جائے اس کو عطا
کہتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری میں لکھا جائے چنانچہ جاگیہ ہمارے عرف میں لیکن جاگیہ ماہانہ ہے
اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر شریعۃ اور اہل عطا یعنی سالانہ دار ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں
کذا فی شرح الوقایہ م بحر الرائق کی عبارت میں مثل القاضی والمفتی والمدرس ہے اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہے **ولو مات فی آخرہ**
او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ یستحب الصرف الی قریبہ لانہ ادنی تعبہ فیندب لو فا رلہ اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال میں یا بعد تمام ہو جانے سال کے
چنانچہ اخی زادہ نے اُس کی تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا صرف کرنا اس کے قریب کی طرف اس واسطے کہ اُس نے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کو
بھی پورا کر دینا اُس کے واسطے مستحب ہو یعنی میت کے وارثوں کو دے کرم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب
صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اس کی مقتضی ہے کہ اُس کے وارثوں کو دینا واجب ہے اس واسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اندر
تمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اس وقت میں اگرچہ اس کی ملک ثابت نہیں
کذا فی الطحطاوی ومن تعجلہ ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مرجائے یا معزول ہو قبل سال
سے پہلے بعضوں نے کہا جس قدر سال میں سے باقی رہا اتنا حساب سے پھیر دے اور بعضوں نے کہا پھیر دینا واجب نہیں نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے

ف تفسیر رزق و عطا و جاگیہ ۱۲

نزدیک خلاف فالمحمد کذا فی المنح عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا لک القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصنا فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جب کہ وقف اُن کے واسطے ہو اور اُن کو پورا سال نہ گذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ بجائے اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے اور متن کے نسخوں سے ساقط ہے اور پورا بیان اُس کا درر وغرر میں ہے اور کتاب الوقف میں ہم نے اُس کو ملخص بیان کیا ہے م اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر وغرر میں صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گاؤں میں امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اُس کا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اس گاؤں سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد نہ ہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبہ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی۔

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہے کہ اس پر ایمان متقدم نہ ہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جس پر ایمان متقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانے والے کو کہتے ہیں مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے م یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالیٰ کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانے کا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالیٰ مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جس کو آنحضرتؐ لائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدیؐ کو دل سے مان لیا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جس کو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر واستدلال چنانچہ وحدانیت خدا ونبوت انبیا وبعثت وجزاء ووجوب صلوٰۃ وزکوٰۃ وحرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اس میں دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علماء محققین قول اول پر م محققین سے مراد اکثر ماترید یہ اور اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا اُن کے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے ورنہ مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کے واسطے اُن کے متفق ہونے کے بعد اس پر کہ مومن اُس کا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کرے گا تو وہ ایمان کا اقرار کرے گا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُس نے اقرار نہ کیا تو اُس کا یہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہے م احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مر گیا اور اُس نے ایمان کا اقرار نہ کیا اور اُس کے دل میں یہ تھا کہ جو کوئی اُس سے پوچھے گا تو وہ ایمان کا اقرار کرے گا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُس پر جاری نہ ہوں گے علماء

محققین کا اُس پر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اُس کا اقرار کرے
سو اگر بعد مطالبہ اُس نے اقرار نہ کیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اعتقاد سابق اُس کو مفید نہ ہو گا باقی رہا یہ کہ اگر اُس کا معتقد نہ ہو گا تو یعنی خالی
الذہن ہو یا اُس کا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کرے گا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہو گا بنظر حصول
مقصود کے یا کافی نہ ہو گا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہ ہے کہ جب اُس نے اقرار کیا تو اُس کے
ایمان میں کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہو گا اس واسطے کہ اس نے اپنی نیت میں اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت میں
شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف وفی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد
مصنف نے کہا اور فتح القدیر میں ہے کہ جس نے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہ ہو وہ مرتد ہو گیا بسبب خفیف جاننے کے
تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے م فتاوی خیریہ میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک
اور اس کے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں اور جس نے باعتبار خطا یا اکراہ کے اس کا تکلم کیا وہ سب کے نزدیک کافر نہیں اور جس نے معلوم کر کے
قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اُس کے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اس میں اختلاف ہے والکفر لغۃ الستر
وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شئی مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت میں بمعنی اخفا کے ہے اور شرع میں عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی تکذیب سے کسی چیز میں جس کو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنی ضروریات دین میں سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو
فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نہ مانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لایفتی
بالکفر بشئی منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجئی قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منہا اور کلمات کفر کے فتاووں میں مشہور ہیں بلکہ
ان کی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل میں باوجود اُس کے کہ کفر کا فتوی دیا نہیں جاتا بسبب کسی چیز کے اُن میں سے مگر اس میں جس پر فقہا
کا اتفاق ہے چنانچہ آوے گا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ میں فتوی نہ دوں گا کسی چیز پر ان میں سے یعنی جس
میں فقہا کا اختلاف ہے اس واسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے **فائدہ** بعضے موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے
مترجم نقل کرتا ہے تاکہ اہل اسلام اس سے کنارہ کریں جو شخص کہے کہ میں صفت اسلام کی نہیں جانتا وہ کافر ہے اُس کا صوم اور صلوۃ اور عبادات
اور نکاح صحیح نہیں اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالیٰ کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اُس کے کسی نام مقدس سے یا اُس کے کسی
حکم سے مسخراپن کرے یا اس کے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اس علیم اور قدیر کی طرف
جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھ کو اس کا امر کرے تو میں نہ کروں وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام
کا مقر نہ ہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نہ کرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذو الکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہیں بسبب اختلاف کے
اُن کی نبوت میں جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اس پر ایمان نہ لاؤں وہ کافر ہے رافضی جب شیخین کو بد کہے یا
لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق رضی سے افضل کہے تو کافر نہیں مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ رضی کا کفر ہے بخلاف اور
ازواج طاہرات کے کہ اُن کا قاذف کافر نہیں لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیوں کا یہ قول کہ دنیا میں اموات
رجعت کریں گے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائی یہ صاف کفر ہے یہ لوگ دین اسلام

ف جن باتوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اُن کا ذکر ۱۲

سے خارج ہیں اور مرتدین میں داخل ہیں حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں اور اسی طرح خبر واحد کا منکر کافر نہیں بلکہ گناہ گار ہے بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور ان کو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن میں میں سے کسی آیت کا منکر ہو یا استخفاف[12] اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اس نے جواب دیا کہ اس کو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز پڑھتے ہیں یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے یہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ ہم نے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روانہ ہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھ کو سزاوار نہیں یا حلال مجھ کو سزاوار نہیں یا نماز کو میں نے طاق پر رکھ دیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اس پر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہیں داستان سیکھتے ہیں اور بادہوائی کہتے ہیں یا یوں کہا کہ یہ تزویر ہے سو وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں یا یوں بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کس کے کام آتا ہے سو یہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور واعظین کے اور اس کے ساتھ چند لوگ ہوں اور اس سے مسائل پوچھتے ہوں اور اس سے ہنسی کرتے ہوں اور اس کو تکیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہوں گے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اس کا فتویٰ لکھا لادے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اس کا مال بک جائے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اس کی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اس نے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کردں وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کیوقت یا زنا کرنے کیوقت یا قمار کھیلنے کیوقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے انکار اور اذان سے استخفاف اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور کسی معینہ ایک مرد کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نہ کر کہ دوسرا جہان بھی ہے اس نے کہا کہ اس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھا دے وہ کافر ہے اگرچہ بطریق لہو و لعب کے سکھا دے اور اسی طرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جائے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے مگر جب کہ جنگ میں بطور خدع کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہیں جو مشرکین کی عید میں بطریق تعظیم جائے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیوں کے نوروز میں جانے سے ان کے افعال کی موافقت کے سبب سے اس دن میں اور اس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جس کو قبل اس کے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اس دن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اس کی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا یا حالت حیض میں عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں مثل کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اس واسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہیں اور

[12] حقارت کرنا

بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص اسمار آلہیہ سے بااوصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت جو بھوانی کو پوجتی ہیں اور اس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح ان کے ٹوٹ جاتے ہیں اور اگر ان کے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جو شخص کہے کہ اس زمانے میں بدون خیانت اور دروغ گوئی کے بسر اگذارا نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جب تک خرید و فروخت میں تو جھوٹ نہ بولے گا روٹی کھانے کو نہ پاوے گا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جس نے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جس نے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہیں جب قول یا فعل کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو تو اس کے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں ہکذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطیں عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بے ہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جس پر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونے کے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اس واسطے کہ وہ قتل کیا جائے گا اور اس کا قصور معاف نہ ہوگا میں بحر الرائق میں قید لگائی کہ اس کا سکر حرام چیز سے ہوا اور اس نے اپنی خوشی بلا جبر اس کو استعمال کیا ہو ورنہ وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جائے حاکم اس پر اسلام عرض کرے یعنی اس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنابر صحیح مذہب کے اس واسطے کہ جس کو دعوت اسلام کی پہنچ گئی اس پر عرض اسلام واجب نہیں وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اس کا شبہ دور کیا جاوے یہ بیان ہے ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی شبہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جائے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیۃ اور مرتد قید کیا جائے بنابر وجوب کے تین دن قول ضعیف میں حبس بنابر استحباب کے ہے تینوں دنوں میں ہر روز اس پر اسلام عرض کیا جائے کذا فی الخانیۃ ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اس وقت ہے جب کہ مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اس کو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے مگر اس وقت قتل میں جلدی نہ کرے جب کہ اس کا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذلک تاتارخانیۃ قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانیۃ معزیا للبلخی مایفید قتلہ بلا توبۃ فتنبہ اور اسی طرح مہلت دی جائے گی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائے گا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کی طرف عود کرے گا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہے گا کذا فی النہر عن التاتارخانیۃ شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبداللہ بلخی کی طرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہے اور اجناس ناطقی اور مختصر سرخسی میں مذکور ہے کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اس کو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اس کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اس کو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے اس کو قتل کرو۔ رواہ احمد والبخاری لنافی المنح وا سلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی

لاسلام او ان ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اس طرح ہے کہ بیزار ہو جائے سب دینوں سے سوائے اسلام کے یا اس دین سے بیزار ہو جس کی طرف اس نے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اس کا بحرالرائق میں ہے مرتد بحرالرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد الشہادتین سوائے اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دارالاسلام میں شرط ہے اور اگر دارالحرب میں مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اس کے اسلام کی ولو اتی بہا علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرا بزازیہ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو اس کو نافع نہیں جب تک سوائے اسلام کے اور دینوں سے تبرا نہ کرے کذا فی البزازیۃ وکرہ تنزیہا لما مر فقتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اس کا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اس واسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اس کے خون کا م دلیل گذشتہ یہی ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسی طرح قاتل عفو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن یقر بہا لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الٰہ الا اللہ وفی الثالث بقول محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اس واسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں لیکن رسالت انبیاء کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے لا الٰہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستوں وغیرہ سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنی عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر کراہیۃ الدرر م فلاسفہ سے یہاں سب حکماء یونانیین مراد نہیں بلکہ بعضے مراد ہیں اس واسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسویہ سے نصاریٰ مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسیٰ اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسائرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنی مجوسیوں میں ادائے شہادتین ضروری ہے اور ظاہرا دہریہ بھی مجوسیوں کے مانند ہیں انکار توحید اور رسالت میں بکذا فی حاشیۃ الحلبی وحینئذ فیستفسر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی زمن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبر لان التلفظ بہا صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد او اس وقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور ان کے اسلام میں حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے جس کا حال معلوم نہ ہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر میں مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی میں اور اسی کے مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاووں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الزمن میں ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو میں فتوی دیتا ہوں وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اس واسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہو گئی ہے تو قتل کیا جائے گا اگر پھر جائے درصورت عدم لا اعادۃ م اسلام مرتد میں بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدرر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اس کو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جائے اس مسلمان کی تکفیر پر جس کے کلام کا محمول کرنا اچھے محمل پر ممکن ہو یا اس کے کفر میں علماء کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحرالرائق میں اس کو خوب منقح کر کے لکھا ہے اور

اشباہ میں عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی صغری کی طرف منسوب کیا ہے م مفتی ابوالسعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو وفی الدر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ میں ہے جب کہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کی طرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اس شخص کی نیت میں وہی وجہ ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اس کی نیت میں وہ وجہ نہیں ہے تو فائدہ نہ کرے گا محمول کرنا مفتی کا اس کے خلاف پر وینبغی التعوذ بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اس واسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں بواسطے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک ٹھہراؤں جان بوجھ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کے واسطے جس کو میں نہیں جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہے وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس درر اور توبہ کرنا گناہوں سے اس وقت جب زندگی کی امید نہ رہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اس وقت کا کذا فی الدر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہیں بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر میں ہے کہ گواہی دی دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل میں ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر اس کی کہ وہ مسلمان ہو گیا انتہی وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی مامر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ م یہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسبب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہیں اس مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیاء میں سے اس واسطے کہ وہ قتل کیا جائے گا بنا بر حد کے اور اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی کسی طرح خواہ خود توبہ کر کے آیا ہو خواہ اس کی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اس واسطے کہ وہ حق اللہ تعالی کا ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتا م جو کہا کہ اس کی توبہ مقبول نہیں یعنی اسقاط قتل مقبول نہیں کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدر فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اس کی توبہ مقبول[1] نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں شک کرے اور پورا بیان اس کا درر میں جزیہ کی فصل میں ہے بزازیہ سے نقل کر کے م بزازیہ میں ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اس پر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اس کا قتل ہے اور جو شک کرے اس کے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہو گیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسی طرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق

[1] مترجم اول نے من شک کا عطف والکافر پر سمجھا حالانکہ ایسا نہیں پھر بکفر جو خبر تھی من شک کی اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا پس ترجمہ اصوب یوں تھا اور جو شخص شک کرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہے ۱۲

الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے اور واجب ہے الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنی جو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اس واسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہو گیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن
اللہ والدیک ووالدی الذین خلفوک فاجاب الجمع المضاف یعم مالم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی
القول بکفرہ واذا کفر بسبہ لا توبۃ لہ علی ماذکرہ البزازی وتوارد الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا
لتقریحہم بالمیل الی مالا یکفر اور اسی میں یعنی فتاویٰ مصنف میں سوال واقع ہوا اس کے حق میں جس نے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے
باپوں کو اور ان باپوں کو جو تجھ کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین
کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اس وقت میں تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائے گا تو اس کے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ کافر
ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اس کے واسطے توبہ نہیں بنا بر اس کے جس کو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اس پر اتفاق کیا ہے ہاں
اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جائے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اس کا ثابت نہیں اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کر
ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے م وجہ مانع کفر اس سوال میں ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام
نہیں ہوتی اور احتمال عہد یہاں یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہیں تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہ ہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ
صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان بغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاویٰ مصنف
ہے کہ جو گھٹا دے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اس طرح کہ اس محبوب رب
العالمین سے بغض رکھے اپنے دل میں تو قتل کیا جائے بنا بر حد کے چنانچہ اس کی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا میں تصریح کی ہے کہ حکم
اس کا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اس کی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہیں زاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن
عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازیۃ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ لم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام
وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی
قبول توبتہ کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور میں نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر میں یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال
سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ میں بزازی کے تابع ہیں اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے
اس قول کو سبکی کی طرف منسوب کیا اور اس کو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کی طرف نسبت نہیں کیا اور بتقرر تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح
طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہا میں اس کی کہ حکم اس کا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جس نے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اس کا مانند حکم مرتد کے ہے اور اس کے ساتھ وہ کیا جائے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہی یعنی امر ابن قتل ہے
توبہ میں نہیں اور یہ ظاہر ہے اس کی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ شاتم مصطفوی
عدم قبول توبہ کی سند سبکی کی طرف منتہی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہیں جو اس کا قول حنفیوں کے واسطے حجت
علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اس کے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء ان قولہ یا ابن الف خنزیر او یا ابن مائۃ کلب وان قولہ لہاشمی
لعن اللہ بنی ہاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر شفا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوں کہنا کہ اے بیٹے ہزار سور کے یا اے
فرزند سو کتوں کے یا یوں کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسی طرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیاء کے شتم کے مانند ہے تو اس کی تحقیق اور تح

کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اس کا کیا حکم ہے اس واسطے قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اس کا قول حنفیوں کے واسطے
حجت نہیں ومن حوادث الفتوی مالو حکم حنفی بکفرہ لسب النبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ آخری وان حکم بموجبہ نہر او حوادث
فتوی سے یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اس کی قبول توبہ کا حکم کرے
ظاہر اجواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اس واسطے کہ دوسرا حادثہ ہے مغائر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب حکم کفر بھی کر دیا ہو کذا فی النہر
اس واسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہیں چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ میں طحطاوی نے
کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہے حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہیں تو اس کا ذکر بلا وجہ ہے قلت ثم رایت فی معروضات
المفتی ابی السعود سوالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال اکل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا بسبب استفہامہ
الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول عن اعتقادہ دیومر بتجدید ایمان فلا یقتل والثانی یفید الزندقۃ فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ
اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا یقبل ویقتل حذا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ اربع و
اربعین وتسع مائۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رای الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم
وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ۹۵۵ تقرر ہذا الامر باخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ و
لیکن التوفیق شارح کہتا ہے پھر میں نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات میں ایک سوال جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی
مذکور ہوئی سو اس نے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہیں جن پر عمل کیا جائے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار استفہام
انکاری کے سبب سے اور دوسرے بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اس کے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جائے تجدید ایمان
کا تو قتل نہ کیا جائے اور کفر ثانی اُس کا مفید زندقہ ہے سو بعد گرفتار ہونے کے اُس کی توبہ مقبول نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جائے اور قبل اس کی
گرفتاری کے اختلاف ہے اس کی توبہ قبول ہونے میں سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول نہ ہوگا اور باقی تینوں اماموں
کے نزدیک توبہ مقبول نہیں اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہے یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ میں
ممالک محروسہ کے قاضیوں کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اس طرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اس کی توبہ اور اسلام کی
تو وہ مقتول نہ ہو اور کفایت کی جائے اس کی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص ان لوگوں سے نہ ہو جنکی خیر اور نیکو کاری
دریافت ہو تو قتل کیا جائے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ میں مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے
کہ دو فریق میں سے وہ کس میں ہے اہل اصلاح میں ہے یا اہل فسق میں تو موافق اس کے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور
اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہو گیا ام طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اس واسطے کہ اُس کا کلام
محمل حسن پر محمول ہوتا ہے یعنی اُس کے کلام کی یہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اس میں حدیث ضعیف پر عمل
نہیں یا یہ مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سُنی یا ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے
یا اُس کے احتمال سے اُس پر کفر کا حکم نہیں ہو سکتا اور محل استفہام اُس کے قول یعمل بہا پر ہے نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہ ہوا اور
بر تقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اس کا ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم او الکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب
الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا یقوی القول

بوبہ قبول توبتہ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التادیل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ لجانب حضرۃ المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت ویکفینا مامر من الامر فتدبر یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے صدر شہید کی طرف نسبت کرکے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا ان دونوں کو طعن کیا کافر ہوگیا اور توبہ اس کی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابوالنصر دبوسی اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یوں کہ کر یہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ شاتم مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب سے ہے جس پر اعتماد کرنا افتا اور قضا میں لائق ہے برعایت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے اور اس کا وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دی گئی باوجود اس کے کہ اس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ماقبل سے انتہی ما فی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہم کو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطان روم جو قبل اس کے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کر مرشیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اس کا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اس کو نقل کیا ہے سو اس کا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اس کو قابل اعتماد کے کہا ہے برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کہ عدم قبول توبہ نصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی اس واسطے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم ہے تو اس دریائے کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہے کہ اس کے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اس سے روایت طلب ہوئی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے سب نسخوں میں روایت مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اس واسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شاتم انبیاء کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی امام سے یہ قول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات المزبورۃ مامعناہ ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین لارجاعہا الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فیجب الاجتناب من کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابوسعود کے معروضات مذکورہ میں وہ سوال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اس کو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اس کو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعضے اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے میں شریعت کی طرف بناوٹ اور تکلف کیا ہے لیکن ہم کو بالیقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہودیوں نے ان کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا ان کلمات مخالفہ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی اس کے عدم اشتغال پر تو اب واجب ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اس میں نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سنے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور ابن العربی د

شیخ اکبر پانچ سو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور چھ سو ستائیس میں وفات پائی اور صالحیہ میں دفن ہوئے علامۂ عصر اور عارف کبیر تھے عارف مناوی کے طبقات میں امام ناصر الدین طبلاوی سے منقول ہے کہ مرد مجمی ولی اللہ مصر میں وارد ہوا اکثر لوگ اس سے فیض یاب ہوئے اور بارہا ملتجی رہے کہ آپ ہم کو فصوص الحکم پڑھ کر سنائیے وہ قبول نہ کرتے تھے آخرش بعد الحاح کثیر استخارہ کرکے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار در صورت عدم صحبت اغیار تمہارا مطلب ہوگا چنانچہ چند مدت وہاں جاکر اوقات معینہ میں لسان حقیقت مؤید بالشریعت سے تقریر بدیع فرمایا کرتے تھے پھر نوبت کے دن اس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اس کا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا۔ ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اس میں غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کی طرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھ پر منکشف ہو تو حقیقت مجھ پر کشف ہوئی سو مجھ کو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہوگیا لہذا میں اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جس کے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہوگئے ہیں حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اُن کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں اُن کی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اُن امور کے تعبیر الفاظ موہمہ سے کی جائے تاکہ نا اہل کذاب اُن امور کا دعوی نہ کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں واقف منصف کو تردد نہیں لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ اُن کی بعضی تصانیف میں البتہ جا بجا موجود ہیں یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطاء کشفی سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل میں اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنائے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے ناواقف اصطلاح اُن کو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع میں مخالف نہیں یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام میں گمراہی مسلمین کے واسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کردیئے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اس کے معترف ہیں چنانچہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اُن کلمات کا جائز نہیں علی الخصوص کم علم ناآشنائے عرفان کے حق میں اُن کا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کے واسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت و الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات، عارف مناوی میں خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیاء میں سے ایک حکم کا جاہل ہو اس کے واسطے مقام معرفت صحیح نہیں سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ وغیرہا میں سے ایک حکم اس پر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالیٰ ہم کو اور مسلمانوں کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچا دے آمین وقد اتنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم نطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا و علما و امام الحقیقۃ حقیقۃ و رسما ومحی رسوم المعارف فعلا و اسما[۱] اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ؛ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ؛ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال میں جو اُن کے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یوں کہا ہے کہ الہی مجھ کو گویا کر اُس میں جس میں تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہوں اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارف کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور اسم کے جب فکر مرد کی نزدیک جائے اُس کے دریا علم

[۱] بہتر یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا کہ میں کہاں ان کی صفت کرسکتا ہوں حالانکہ وہ یقیناً میرے وصف سے بالاتر ہیں اور جو کچھ میں نے لکھا ہے اُس کے وہ گویا ہیں ۱۲

کنارے سے تو ڈوب جائیں اس میں خطرات اُس کے یعنی اُس کے فہم سے عاجز ہو عباب لاتکدرہ الدلا ؛ وسحاب تقاصی عنہ الانوار کانت دعوتہ تحرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملا الا فاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ماوصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ؛ وما علی اذا ماقلت معتقدی ؛ دع الجہول یظن الجہل عدوانا ؛ واللہ واللہ واللہ العظیم ؛ ومن اقامہ حجۃ اللہ برہانا ؛ ان الذی قلت بعض من مناقبہ مازدت الا لعلی زدت نقصانا ؛ الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جس کو ڈول گدلا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں ستاروں سے مراد اُن کے زمانے کے اہل عرفان ہیں اُن کی دعا ساتوں آسمانوں کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتیں اُن کی منتشر تھیں سو آسمان کے کنارے اُن سے پر تھے اور البتہ میں اُن کی صفت کرتا ہوں اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے اُن کی تعریف لکھی ہے اس کا میں گویا ہوں یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے اس کا انصاف نہیں کیا یعنی اس کا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھ پر حرج نہیں جب کہ میں اپنا اعتقاد بیان کروں دور کر اس جاہل کو جو جہالت کو گمان کا وہم کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اُس کی قسم ہے جس نے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کر کے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے اُن کی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اُن کے مناقب اور فضائل سے میں نے زیادہ نہیں بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید میں نقصان کو زیادہ کروں اس واسطے کہ مرد کامل کی ادنی فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اس کی تنقیص ہے یہاں تک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ ان کی کتابوں کے خواص سے یہ ہے کہ اُن کا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اس کا سینہ کھل جاتا ہے فک معضلات اور حل مشکلات کے واسطے وقد اثنی علیہ الشیخ العارف عبد الوہاب شعرانی سیما فی کتابہ تنبیہ الاغنیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصاً اپنی اس کتاب میں جس کا نام تنبیہ الاغنیاء علی قطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ التوفیق م عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں و الکافر بسبب اعتقاد السحر لاتوبۃ لہ اور جو کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے اُس کی توبہ مقبول نہیں م حاشیہ حلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اُس کی طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہے اور اس کو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اُس کو حرام جانے یا نہ جانے اس کو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہے بلکہ اس کی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر میں اس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہیں پھر جو سحر کہ کفر ہے اس میں مرد مقتول ہوں گے نہ عورتیں اور جو سحر کہ کفر نہیں اور اس میں اہلاک نفس ہے تو اس میں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں مقتول ہونے میں بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ سحر کی اس واسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو اُن کا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق میں محمول ہے اور آخرت کے حق میں تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کے قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن عادل میں وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیر کے سات پتے سبز لے اور اُن کو دو پتھروں کے درمیان کچلے پھر اُس کو پانی میں گھول کر آیۃ الکرسی اس پر پڑھے پھر اُس سے تین چلو

لے کر غسل کرے تو اس کی بستگی انشاء اللہ تعالیٰ دفع ہو جائے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرأۃ وفی الاصح لسیعہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ
معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح میں بسبب اُس کی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے م غیر اصح منتقی کا قول ہے کہ ساحرہ
مقتول نہ ہوگی بلکہ حبس کی جائے گی اور مرتدہ کے مانند ماری جائے گی زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اُس کے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہوا بخلاف
مرتد اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی خطر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر و
الزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذہ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسی طرح جو کافر ہے بسبب زندقہ کے
اُس کی توبہ مقبول نہیں اور مقبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر المذہب قرار دیا ہے لیکن خانیۃ کی کتاب الخطر میں ہے کہ فتویٰ اُس پر ہے کہ جب
ساحر یا زندیق مشہور جو لوگوں کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اُس نے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اس کی توبہ مقبول نہیں
اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اُس کی توبہ مقبول ہے وافاد فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج میں
تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مارتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی
الکاہن قیل کالساحر اور شمنی میں ہے کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں م فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں کے نزدیک
کاہن وہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جس
کے پاس جن اخبار لاتے ہوں ہمارے علماء نے کہا کہ اگر وہ اس کا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل
کا معتقد ہو تو کافر نہیں وفی حاشیۃ البیضاوی لملا خسرو الداعی الی الالحاد والاباحی کالزندیق اور ملا خسرو کے حاشیۃ بیضاوی میں ہے جو
الحاد کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنی اُس کی توبہ مقبول نہیں اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد
نہ ہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظہر اعتقاد
حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر میں ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو نہیں مانتا ہے
اور اسی طرح وہ شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن میں بعض ضروریات دین کا منکر ہے مانند حرمت خمر کے اور ظاہر میں اس کی حرمت کا اعتقاد ظاہر
کرتا ہے اور پورا بیان اس کا اس میں ہے م فتح القدیر میں کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اس واسطے کہ زندیق
کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق اُس کے مانند ہے اخفا میں اور اُس کا حال یوں معلوم
ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اُس پر کسی کی طرف سے آگاہ ہو گیا یا اُس نے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد
تحریمہ اولا ویقتل لکن فی خطر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہوتا
ہے ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اُس کی حرمت کا معتقد ہو یا نہ ہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الخطر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال
کرے آزمائش اور امتحان کے واسطے اور اُس کی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اس وقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنیٰ ہیں
یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوائے گیارہ شخصوں کے یعنی جس کا ارتداد مکرر ہوا اور جس نے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جس نے صدیق یا فاروق
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور بعضے ضروریات دینی کا منکر
باطن میں واعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثیٰ ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نہ کرے مگر چند اشخاص مرتدین پر

قتل نہیں اگرچہ توبہ نہ کریں عورت اور خنثیٰ اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ وہ مسلمان ہو جائے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونوں گواہ گواہی سے پھر گئے ہوں کذا فی النہر عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اس سے مسموع نہ ہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہ ہوگا اس واسطے کہ ہنوز اس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اس پر صادق آمے کذا فی الحموی اور صغیر کافر بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہ ہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم کیا جائے گا کذا فی الشرنبلالیۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہ ہوگا انتہی م حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی نصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیوں نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اس کا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہے م دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونوں کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائے گا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اسلام پر اور نصرانیوں کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے ہکذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضی خاں نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتوں کی گواہی پر قتل نہیں اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائے گا کذا فی الطحطاوی عن نوح آفندی

وملحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جس کو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا جب کہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر یا مست جب کہ اسلام لایا اور اسی طرح سے لقیط ہے اس واسطے کہ مسلمان ہونا اس کا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدنی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنیٰ چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے وہ قتل کیا جائے گا مگر چودہ مرتد مقتول نہ ہوں گے عورت اور خنثیٰ اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جب کہ بزور مسلمان کئے جائیں اور جن کا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کریں اور جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جس کے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جس کے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور جس کو مرتدہ دار الاسلام میں جنے جب کہ وہ بالغ ہوتے مرتد ہو اور مست جب کہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما تقبل والا قتل کالردۃ بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایت من یغلط فی ہذا المحل واقرہ المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کی ارتداد پر اور وہ منکر ہے تو اس سے تعرض نہ کیا جائے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اس واسطے کہ اس کا انکار کرنا ارتداد یہی توبہ ہے اور رجوع ہے ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہیں گے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہو جاتا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس ارتداد سے ہو جس میں توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہیں تو قتل کیا جائے

گا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا کہ میں نے دیکھا ہے اُس کو جو اُس
مقام میں خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ میں بھی اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف
نے اپنی شرح میں اور اس وقت تو مستثنیٰ چودہ مرتد ہیں م طحطاوی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح خمسہ عشر کہتا اس واسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی
چودہ صورتوں سے زائد ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی وما فیہ خلاف یومر بالاستغفار
والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اُس کی اولاد
زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہ ہو اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہے اس میں استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائے
گا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتویٰ دیا جائے اور بطلان نکاح کا حکم نہ ہو اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا
صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اور اس میں تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائے گا کذا فی الطحطاوی **ولا یترک المرتد علی
ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان موبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب** بخلاف المرتدۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائے
گا اپنے ارتداد پر جزیہ دے کر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہیں اُس کا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اُس کا
استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے جائز ہے کذا فی الخانیۃ **والکفر کلہ ملۃ واحدۃ** خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود
اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت ہیں بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہو گیا یہودی یا اُس کے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائے گا اور اس
پر جبر نہ کیا جائے گا پہلے دین کے عود پر **ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ
ورث کسب اسلامہ** وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی **بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی** بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث ایضا
لکسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اُس کے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اُس کی ملک نے عود کیا اور اگر مر گیا اور
حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا لحاق دار الحرب کا اُس پر حکم ہو گیا تو حالت اسلام کے اُس کے کسب کا اس کا وارث مسلم وارث ہو گا اگرچہ وارث اُس کی
زوجہ ہو بشرط بقائے عدت کذا فی شرح الزیلعی وارث ہو گی بعد ادائے دین اسلام کے اور اُس کے ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادائے دین ارتداد
کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہے مرتدہ کی کسب کے مانند م حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے
ادا کیا جائے گا لیکن اگر کفایت نہ کرے گا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائے گا بدائع اور ولوالجیہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو متن کی روایت قول صحیح
کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی **وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ودیوری**
مکاتبہ الی الورثۃ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اُس کا مدبر ثلث مال سے آزاد ہو گا اور اس کی
ام ولد کل مال سے آزاد ہو گی اور اُس کا دین مؤجل وفی الحال لازم الادا ہو گا اور اس کا مال وارثوں میں قسمت کیا جائے گا اور اس کا مکاتب
بدل کتابت کو اُس کے وارثوں کو ادا کرے گا اور ولا مرتد ہی کے واسطے ہو گی اس واسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنی اُس
کے وارث ابتداءً ولا کے مالک نہ ہوں گے بلکہ عصبہ بنفسہ اس کو وراثت میں پاوے گا اور اگر ولا میں وارثوں کا حق ہوتا تو عورت بھی اس میں داخل
ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور رائق یہ ہے کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہ ہو مگر دعویٰ حق العبد کے
ضمن میں کذا فی النہر یعنی حکم لحاق قصداً صحیح نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ لحاق موت کے مانند ہے اور موت کا دن داخل تحت قضا نہیں اصل اس
بحث کی صاحب بحر سے ہے **واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق**

وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کرکہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں سو اُس کا وہ تصرف باتفاق امام و صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔ استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا عبد ماذون کا ہم استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اُس نے اس کا دعوی کیا تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثوں کے ساتھ اُس کا وارث ہوگا اور لونڈی اُس کی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہو جاتی ہے پھر طلاق اس سے کیونکر واقع ہوگی اُس کا جواب ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہیں اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ مبائنہ کو طلاق صریح عدت میں لاحق ہو سکتی ہے کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا مایعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہے یعنی جس کی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث م نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اس واسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور امہال اُس کا تامل کے واسطے ہے اور نکاح اس سے باز رکھے گا اور باطل اولئے شہادت ہے نہ تحمل اُس کا اور ارث باطل ہے یعنی مرتد کسی کا وارث نہیں لیکن اگر وہ مرے گا تو اس کے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہوں گے ویتوقف منہ اتفاقا مایعتمد المساوات وہو المفاوضۃ اور وہ تصرف اُس کا بالاتفاق موقوف ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہو جائے گی اور نہیں تو باطل ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہو التصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہے گا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر ویتوقف منہ عند الامام و ینفذ عندہما کل ماکان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہے گا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہے ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہے چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اس واسطے کہ قبضہ کرنا دین کا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا م قبض دین مبادلہ حکمیہ اس واسطے ہوا کہ ادائے دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اس چیز کا بدلہ لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے وبقی الامنۃ والعقل ولاشک فی بطلانہما اور باقی رہا اُس کے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہیں اُن کے باطل ہونے میں اس واسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان نہیں دے سکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہیں لہذا اُس کی دیت باطل ہے واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ ولقطہ فینبغی عدم جوازہا نہر اور مرتد کی ایداع و استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہوں گے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اُس کے لحاق پر قاضی کا حکم ہو گیا تو یہ سب باطل ہو جائیں گے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد کما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہو کر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہ ہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہو جائے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پھیر لے گا کذا فی شرح الزیلعی م جب اُس کا مسلمان ہو کر آنا قبل حکم لحاق کے بجائے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُس کا آزاد نہ ہوگا اور اُس کا دین موجل غیر موجل نہ ہوگا اور اُس کا مال جو وارثوں کے پاس ہوگا اُس کی ملکیت اس میں عود کرے گی بلا حکم قاضی و رضائے وارث اور اگر وارث نے اُس کا مال تلف کیا ہو تو ضمان دے گا لیکن

سلہ مشتری کو حوالہ کرنا اور خود دست بردار ہونا ۱۲

تداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل میں جاری رہے گا کذا فی الطحطاوی وان جاء مسلما ومالہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال
لانہ فی نہر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہو کر آیا بعد حکم الحاق کے اور حالانکہ مال اُس کا وارث کے پاس موجود ہے تو اُس کو لے گا قاضی کے حکم
سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اُس کا بیت المال میں ہے تو اُس کو نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر م
بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام کا مال بیت المال میں
رکھا گیا ہو تو وہ اُس کو پاوے گا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان ہلک مالہ وازالہ الوارث عن ملکہ
لا یاخذہ ولو قائما لصحۃ القضاء اور اگر اُس کا مال ہلاک ہو گیا یا اُس کو وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا تو اُس کو نہ پاوے گا اگرچہ وہ
مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث میں ولہ ولاء مدبرہ وام ولدہ اور اُسی کے واسطے ہے اُس کے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبہ لہ
ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع اور مرتد مذکور مکاتب اسی کا ہو گا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہیں ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے
بدل کتابت سے تو پھر اُس کا مملوک ہو جائے گا کذا فی البدائع ولیقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ
تبقی بعد الردۃ اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو اُس کو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اس واسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہے
اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی قاضی خان عن شمس الائمۃ وما ادی منہا فیہ یبطل اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہو
گئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج فقط اور قضا نہ کی جائیں گی عبادتیں سوا
حج کے اس واسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اس پر فقط حج واجب ہے م قضا حج
سے اعادہ حج کا مراد ہے اس واسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہے اس واسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر
مرتد ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اُس کا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیار
یجب بہ القصاص او حد السرقۃ یعنی المال المسروق لا الحد خانیۃ واصلہ انہ یؤاخذ بحق العبد وما غیرہ ففیہ التفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا
فعل کیا جس سے قصاص واجب ہے یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیۃ اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ مرتد حق
العبد میں ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد میں تفصیل ہے م خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل
لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اور اگر مرتد امام کی قید میں محبوس ہے اور اُس کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہ ہوگا اور حدود
اللہ میں ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اس کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اس پر مواخذہ
نہیں کذا فی النہر او الدیۃ ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء مسلما یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب
ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا
پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہو گا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ
بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ
کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہ ہوگا اس واسطے کہ مرتد مذکور
حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جس کا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد
زوجہا فلہا التزوج بآخر بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من ثقۃ بموتہ او تطلیقہ ثلثا وکذا لو لم یکن ثقۃ فاتاہا بکتاب طلاقہا واکبر

رانما انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط عورت کو خبر پہنچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اس کو دوسرے زوج سے نکاح کرنا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے میں زوج کی موت کی یا اُس کے تین طلاق دینے کی اور اسی طرح اگر مخبر معتمد نہ ہو اور عورت کے پاس اُس کے طلاق کا خط لاوے زوج کی طرف سے اور عورت کو ظن غالب ہو جاوے اُس کے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اُس کے نکاح کر لے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی بجر تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہے گی اور پاس نہ بٹھائی جاوے اور ساتھ نہ کھلائی جائے کذا فی الحقائق یہاں تک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کی جائے گی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنیٰ ہے جو آپ کو اُس کا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس میں قتل نسا کی نہی وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونوں کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اُن کے قید رکھنے اور بزور اسلام قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیأ ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضمان نہ دے گا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول اصح میں اس واسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیۃ وتحبس عند مولاہا لخدمتہ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح ویتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کی جائے اس کی خدمت کرنے کے واسطے سوائے جماع کے خواہ اس کے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہ ہو اور اس کی ضرب کا مولی کو اختیار رہے گا بواسطے جمع کرنے کے دونوں حقوں میں یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی ومن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السیٔ لا باس بہ وتکون قنۃ المزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فی للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہیں مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسی کا فتوی ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائے گی اگرچہ دار الاسلام میں ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے بُرے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضائقہ نہیں اور ہو گی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کے استیلاد کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمین کے واسطے نہ فقط زوج کے واسطے تو زوج اس کو امام سے خرید کر لے یا امام اس کو بخش دے اگر مصرف ہو غنیمت کا ہم زوجہ کا بُرا قصد یہ کہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہو جائے اور امام سے اس وقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہیں تو زوج استیلاد سے مالک ہو گا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی واکتسابہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُس کے وارثوں کے واسطے ہے اور اس کا زوج مسلم اس کا وارث ہو گا اگر وہ مریض ہو اور عدت میں مر گئی ہو چنانچہ طلاق المریض میں گذر گیا میں کہتا ہوں اور زواہر میں ہے کہ زوج اُس کا وارث نہ ہو گا اگر وہ بیمار نہ ہو اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی تو فارہ نہیں ہوتی تو اسکو تامل کر لے ہم حلبی نے کہا کہ میں نے تامل کیا سو اس کا مفہوم اس کے ماقبل میں پایا یعنی قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ میں یہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر یرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد او لحق بدارہم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی ہو اُسکا

دعویٰ کیا مرتد نے تو ولد اسی کا بیٹا آزاد ہے اس کا وارث ہوگا مسلمان لونڈی میں یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقاً وارث ہوگا خواہ اس کو چھ مہینے سے کم میں جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ میں بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مر جائے یا دار الحرب میں جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفہ لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث والمرتد اور یہی حکم ہے اس کی نصرانیہ لونڈی میں یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کا وارث ہوگا مگر اس وقت وارث نہ ہوگا جبکہ کتابیہ اس کو جنے چھ مہینے سے زیادہ میں ابتدائے ارتداد سے اور اسی طرح نصف سال کی ولادت میں بھی وارث نہ ہوگا۔ بسبب اس کے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہیں ہوتا مرتد کا یعنی ولد تابع ہوتا ہے والدین میں سے اس کا جس کا بہتر دین ہے سو یہاں ماں کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کے واسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اس کا اسلام پر دال ہے لہٰذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ ماں کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہ ہوگا کیوں کہ مرتد نہیں وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح **وان لحق بمالہ** ای مع مالہ **وظھر علیہ** فھو ای مالہ **فیء** لا نفسہ لان المرتد لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب میں گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اس پر غلبہ حاصل ہوا تو اس کا مال غنیمت ہے نہ اس کی ذات اس واسطے کہ مرتد رقیق نہیں ہوتا **فان رجع** ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وھو الاوجہ فتح **فلحق** ثانیا بمالہ **وظھر علیہ فھو لوارثہ** لانہ باللحاق انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکم بامرانہ لہ **قبل قسمتہ بلا شیء وبعدھا بقیمتہ** ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام میں پھر آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اس کے الحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ آیا دار الحرب میں اپنا مال لے کر اور اس پر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اس کے وارث کا ہوگا اس واسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اس کا اس کے وارث کے واسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز سے اس کا وارث ہوچکا اور حکم اس کا گذر گیا کہ وہ مال اس کے وارث کا ہے قبل اس کی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاوے گا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اس واسطے کہ اگر اس کو لے گا تو مثل دے کر لے گا **وان قضی لعبدہ** شخص **مرتد لحق** بدار الحرب لابنہ **وکاتبہ** الابن **فجاء المرتد مسلما فبدل لہما والولاء** کلاہما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اس کے غلام کی ملک کا اس کے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اس کو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولا دونوں باپ کے واسطے ہوں گے جو مسلمان ہوکر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں **مرتد قتل رجلا خطا فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام** ان کان والا ففی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہ ہو تو ارتداد کی کمائی میں اس کی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیۃ وکذا الواقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فالکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کے کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی ان کی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہے یعنی مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے ان کو دے ڈالے اور مکاتب کی جنایت اس کے کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آوے گی **قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ اولحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ**

فی المسلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت قید بالعمد لانہ فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اُسی زخم سے مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا سو اُس کے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام میں مسلمان ہو کر آیا سو اُسی زخم سے مر گیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورتوں میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اس واسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہو گئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اس واسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے، وقیدنا بالحکم بلحاقہ لانہ ان عاد قبلہ او اسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہم نے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ اس واسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم الحاق عود کرے گا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں ملحق نہ ہوا پھر مر گیا اسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری ... دیت کا ضامن ہو گا اس واسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت جکم کے وقت ارتد لقاطع فقتل او مات

فم سری الی النفس یہدر لو عمداً الفوات محل القود ولو خطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیۃ ولا عاقلۃ لمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مر گیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اس زخم سے مر گیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمداً ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس دن سے کہ اُن پر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں م خطا میں عاقلہ پر اس واسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اُسکا بدل کتابت اُس کے مولی کا ہے اور بدل کتابت سے جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے اس واسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا فالولدان فیٔ کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمۃ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی زوج اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ کا بیٹا جنی اور اُس لڑکے کے بھی ولد ہوا پھر اُن سب پر غلبہ ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہیں اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائے گا مار کر اگرچہ اُس کا حمل دار الحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہرصورت ثابت ہے باتباع والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر علی الاسلام نہیں بسبب اُس کے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اُس کا حربی کے مانند ہے .م ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہ ہوا جبر علی الاسلام میں، تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائے گا یا اس پر جزیہ مقرر ہو گا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہو گا اس واسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم ای علی اہل تلک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فہو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا لامہ فلا یرث لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ میں ارتداد زوجین کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مسلمان مر گیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد ہوئی اور دار الحرب میں جا ملی پھر وہاں لڑکا جنی پھر وہاں کے لوگوں پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائے گا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہو گا اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہو کر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب میں نہ جنی یہاں تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام میں تو وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہو کر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہو کر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا فالثانی ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جب کہ مرتد ہو گیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اُس کے مخلد فی النار ہونے میں بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی میں ہے

نہ اخروی میں کا سلام فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین تفریع علی الثانی و یجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے
اُس کے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہ ہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور
مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائے گی مار کر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وھو ابن سبع فاکثر مجتبیٰ و سراجیۃ وقیل الذی
یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ و یمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قائلہ الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا ولم ارمن قدرہ بالسن قلت قد رایت
نقلہ اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باامتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی
عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیریں اور تلخ میں قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب
انفع الوسائل میں یوں کہہ کر کہ میں نے اُس فقیہ کو نہیں معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو میں کہتا ہوں اور تو معلوم کر چکا اس کی نقل کو مجتبی
اور سراجیہ سے م حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے
اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ ہے جو کلمۂ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور ذبیح خلاف شرا کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا
ان امور کو کچھ نہیں سمجھتا خصوصا اس زمانے میں کذا فی الطحطاوی و یؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع ذکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم
الی الاسلام طرا غلاما مابلغت اوان حلم ؛؛ وسبقتکم الی الاسلام قہرا ؛؛ بصارم ہمتی وسنان عزمی ؛؛ اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام
نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر ان کی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اس کا فخر کرتے تھے یہاں تک کہ فرمایا صحابۂ کرام سے مخاطب ہو
کر کہ میں نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن میں جب کہ میں اپنی جوانی کو نہ پہنچا تھا اور چلایا میں نے تم کو اسلام کی طرف زبردستی اپنی ہمت
تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے م صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا
فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہ ہے کہ صبیان میں علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار میں صدیق اکبر اور نساء میں خدیجۃ الکبری
اور موالی میں زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا و نسطورا اہل فترت سے ہیں یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے
مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق اُن کو آخرت میں مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اسلام میں داخل نہیں اس واسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت میں
اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہیں اور ورقہ وغیرہ صحابہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر
کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہوا کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع فرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر المختار عند
الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا
ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہ ہے کہ ہاں فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر میں ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی
عاقل اداے ایمان کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہاں تک کہ اگر مر جائے گا بعد اُس کے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کذا فی النہر الفائق وفی شرح
الوہبانیۃ سہ بدرویش درویشاں کفر لبعضہم وصحح انہ لا کفر وہو المحرر ؛؛ کذا قول شیئ للہ قیل بکفرہ ؛؛ ویا حاضرا یا ناظر لیس بکفر ؛؛ علامہ عبد البر ابن شحنہ کی
شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش درویشاں کہنے کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسی طرح شیئ اللہ کے
قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں م شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ رستاتیق شروان میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشاں
وہ کافر ہے اس واسطے کہ معنی اُس کے یہ ہیں کہ جمیع اشیاء مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر ہے باطل اس واسطے کہ
مطلب قول مذکور کا یہ ہے کہ سکنۃ المساکین یا فقر الفقرا تو گویا قائل نے یوں کہا کہ ہم متمکن ہوئے بمسکنت مساکین یا محتاج ہوئے تیری طرف بفقر فقرا اور

اس میں ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جائے اباحت جمیع اشیاء اور شئی اللہ کے کفر ہونے کی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لئے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اُس کے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اس واسطے کہ اس کی تاویل یوں ہوسکتی ہے کہ قائل کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں شی کو طلب کروں اللہ تعالی کے اکرام کے واسطے شارح نے اس کو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اس طرح ہے (ومن[1] قال شئ للہ بعض یکفر ؛ ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر ؛) کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شئی للہ اس میں راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اُس پر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اس واسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالی (الم تعلم بان اللہ یری) تو گویا اُس نے حق تعالی کو یوں ندا کی کہ یا عالم[2] یا من یری (ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ؛ ولا سیما بالدف یلہو ویزمر ؛) اور جو رقص کو حلال جانے اُس کا کفر علماء نے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت[3] لاوے م قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اُس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اس کا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی (ومن لولی قال طی مسافۃ ؛ یجوز جہول ثم بعض یکفر ؛ واثباتہا فی کل ما کان خارقا ؛ عن النسفی النجم یروی وینصر ؛) اور جو ولی کے واسطے طے مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضوں نے اُس کی تکفیر ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور منصور ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہیں اس واسطے کہ قول طے مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہوچکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حد و د میں اس کا بیان گذر گیا۔

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی یعنی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور منجملہ بمعنی طلب یہ آیت ہے (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہے جس کو ہم طلب کرتے تھے م صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور ہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف میں بمعنی عبارت ہے اُس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ہم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق لغیر حق فلو لحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں اور اس کی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اس کے سبب سے امن میں ہوگئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اُس پر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمان نہ امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہ ہو بلکہ بدعوی حقیقت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہ ہوتے تو ہم کو قتال اہل قبلہ معلوم نہ ہوتا جناب مرتضوی اور اُن کے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اُن کے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہیں ہوتا کہ سب طالب دنیا ہیں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق

ف حرمت رقص باجماع فقہاء اربعہ - [1] اور جس نے کہا شئی للہ تو بعض اس کو کافر کہتے ہیں اور بعض یہ تقریر کرتے ہیں کہ اس پر خوف ہے ۱۲ -
[2] اے جاننے والے ای وہ شخص کہ دیکھتا ہے ۱۲ [3] یہ ترجمہ ٹھیک نہیں کیوں کہ زمر کے معنے نی بجانے کے ہیں نہ حالت لانے کے تو ترجمہ یوں مناسب تھا کہ دف سے کھیلے اور بانسری بجاوے ۱۲

وعلم حکمھم والبغاۃ وبحی حکمھم والخوارج وہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا ویکفرون اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمھم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنی اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور اُن کا حکم معلوم ہو گیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جس کو خوارج مباح جانتے ہیں اور ان کا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اُن کی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اُن کا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہاء چنانچہ اس کی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے م فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج درحکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین اُن کے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا تو تکفیر خوارج میں اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جس کی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے اس کو اکثر اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام میں وارد نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی نے کہا کہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اُن رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اس کا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے دافعی مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ ان کی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم تکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ اُن کا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اس کی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیزوں سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اس کا حکم جاری ہو جائے اس کی رعیت میں اس کے غالب ہونے اور دبدبہ سے م امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی شرط نہیں بلکہ جماعۃ علماء یا جماعہ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہے۔ کذا فی الطحطاوی عن المسائرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لایصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اُس کا حکم نافذ نہ ہوا اُن میں بسبب اُس کے عاجز ہونے کے اُس کے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہ ہو گا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشرط مذکورہ امام ہوا پھر اُس نے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہ ہو گا اگر اس کے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اس واسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جائے گا تو معزول کرنا مفید نہ ہو گا اور اگر اُس کے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہو گا اس واسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جب کہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اُس کے اُس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جس کے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام اُن کو اپنی

اطاعت کی طرف بلادے اور اُن کے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بداءۃ حتی تفرق
جمعھم اذ الحکم یدار علی دلیلہ وھو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا اس میں مجتمع ہوکر تو حلال ہو گیا ہم کو قتال ان کا پہلے پہل
یہاں تک کہ ان کی جماعت پریشان ہو اس واسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہرا
اجتماع اور امتناع ان کا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا ان کا قتال حلال ہوا اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نہ کریں اس قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب
سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تاوقتیکہ وہ شروع نہ کریں کذا فی البحر ومن دعاہ
الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ھو طاعۃ بدائع اور جن کو امام نے اس قتال کی طرف
بلایا تو اُن پر اجابت اُس کی فرض ہے اس واسطے کہ اطاعت امام کی اس امر میں جو گناہ نہیں ہے فرض ہے اُس میں کیونکر فرض نہ ہوگی جو طاعت ہے
کذا فی البدائع م اور یہ جو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد میں علیحدہ ہو رہے اپنے گھر میں بیٹھ کر سو اُس صورت پر محمول ہے کہ جب
تک امام نے اُس کو نہیں بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا باغیوں کے قتال سے اُن کی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضوں کو کچھ تردد تھا
علت قتال میں اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر سامنا کریں تو قاتل اور مقتول دوزخ میں ہیں سو حمیت اور عصبیت کے
قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیتہ درر وفی المتبغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لا
ینبغی للناس معاونۃ السلطان ولا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہے قتال پر اور نہیں تو اپنے گھر میں بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور
متبغی میں ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور بادشاہ حالانکہ ظلم سے باز نہیں رہتا تو لوگوں کو لائق نہیں مددگاری سلطان کی اور نہ
مددگاری باغی لوگوں کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیھا ان خیر المسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا بحر اور اگر باغیوں نے صلح کرنا چاہا ترک
قتال پر تو اُس کو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیوں کی صلح میں یہی شرط ہے اور اگر اُن کے حق میں صلح بہتر نہ ہو تو قبول
کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یوخذ منہم شئی اور کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض میں فلو اخذنا منہم رہونا واخذوا منا رہونا ثم
غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن یحبسون الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذلک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک
لا نفعل برہونہم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہم نے باغیوں سے اول لی اور باغیوں نے ہم سے اول لی پھر انھوں نے ہم سے عہد
شکنی کی اور ہمارے اولوں کو قتل کیا تو ہم اُن کے اولوں کو نہ قتل کریں گے ولیکن اُن کو محبوس رکھیں گے یہاں تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائیں یا بغاوت
سے توبہ کریں اور یہی حکم ہے کفار کا جب کہ وہ ہماری اولوں کو قتل کریں تو ہم اُن کی اولوں کو نہ قتل کریں گے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائیں گے
یا ہمارے ذمی ہو جائیں م اُن کا قتل اس واسطے جائز نہ ہوا کہ وہ ہمارے قابو میں آکر ہماری امان میں ہو گئے کذا فی البحر ولو لہم فئۃ اجھز علی جریحھم
ای اتم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیوں کی جماعت قائم ہو تو امام اُن کے زخمیوں کو پورا قتل کر ڈالے اور اُن کے بھاگنے والوں
کا پیچھا کرے اور اگر جماعت اُن کی پریشان ہو گئی تو زخمیوں کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہ رہنے خوف کے والامام بالخیار فی
اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہے اُن کے قیدی میں چاہے
اس کو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہاں تک کہ اہل بغاوت توبہ کریں سو اگر وہ توبہ کریں تو بھی قیدی کو قید میں رکھے یہاں تک کہ وہ بھی توبہ کریں کذا فی
السراج ولقاتلہم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم ان سے لڑیں منجنیق اور ریزق کر دینے سے اور اس کے سوا اور طریق
سے بھی مانند کفار کے ولا مایجوز قتلہ من اہل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتلہ منہم مالم یقاتلوا اور جس کا قتل کرنا کفار سے جائز نہیں چنانچہ

عورتوں اور بڈھوں کا قتل باغیوں میں سے بھی جائز نہیں تا وقتیکہ وہ نہ لڑتے ہوں یعنی اگر باغیوں کی عورتیں اور بڈھے قتال کریں گے تو
تو اُن کا قتل جائز ہے سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ مباشرۃ مالم یرد قتلہ اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنے محرم
باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جب تک محرم نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا یعنی اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اُس کا جائز ہے
اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہاں قتل محرم جائز ہے سوائے والدین کے کذا فی البحر ولا تسبی لھم ذریۃ وتحبس اموالھم الی توبتھم
فترد علیھم اور اُن کی ذریت بندی نہ کی جائے اور اُن کے مال محبوس رہیں اُن کی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اُن کو پھیر دیے جائیں گے اور اُن کی عورتیں
بھی بندی نہ ہوں گی اس واسطے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل میں قتل اسیر اور کشف ستار اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہیں اس باب
میں کذا فی المنح وبیع الکراع اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا اُن کے دواب کا بہتر ہے اس واسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہے کہ قیمت
کا امانت رکھنا آسان بلا مضرت ہے والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ویقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر اُن کے غلاموں کی بیع قیاس
کیجائے کذا فی النہر وتقاتل بسلاحھم وخیلھم عند الحاجۃ ولا ینتفع لغیرھما من اموالھم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کریں ہم ان کے ہتھیاروں اور گھوڑوں سے
اور ان دو چیزوں کے سوا اُن کے اموال سے مطلقاً منفعت نہ لی جائے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج م جناب مرتضوی نے باغیوں کے
ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بصرہ میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ اُن کا مال غنیمت نہیں اور اُن کی ذریت بندی
نہیں کذا فی المنح ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنہ ولو
قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فمتی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور
ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈال دے تو عادل اُس کے قتال سے باز رہے اور اگر اُس نے کہا عادل سے کہ مجھ کو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں
توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اس کے ساتھ ہتھیار ہیں تو اُس کے قتال سے نہ باز رہے
اس واسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اُس کی بقائے بغاوت کا سو جب کہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ
باغ مثلہ وظھر علیھم فلا شئ فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اُن پر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا
تو اُس کے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص نہ دیت اس واسطے کہ اُس کا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اُس کے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں
وقتلانا شھداء ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو اُن پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور بدون غسل دفن
کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ کفن پہنائے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسھم الی الآفاق
وکذا رؤس اہل الحرب لانھا مثلۃ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتھم او فراغ قلبنا فتح وفی الجہاد اور مکروہ ہے اُن کے سروں کو اطراف عالم میں
پھرانا اور اسی طرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مثلہ[1] ہے اور اُس کو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اُس میں اُن کی کسر شوکت
ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظھر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر
احکامھم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنھم اور اگر باغی غالب ہو گئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمداً قتل کیا پھر اہل عدل کا
بادشاہ غالب ہوا اُس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر اُن کے احکام جاری
ہوتے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے اُن پر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل
باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اُس کا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اس واسطے کہ

---

[1] مثلہ کہتے ہیں ناک، کان یا دوسرے اعضا کو کاٹنا اور مثلہ کرنے کی ممانعت ہے ۱۲

قتل بحق مانع ارث کا نہیں و بالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ ان علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث نہ ہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہ کے ہم باغی اس واسطے وارث نہ ہوگا کہ اُس نے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جب کہ اُس کے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام وامر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کرے گا تو اُس کی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمتہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لے کر پھر اُس کو عادل نے عمداً قتل کیا تو اُس پر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص اس واسطے کہ اُس کی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اس واسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر ہم حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما تتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم لعلہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اُس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے چنانچہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب اُن کے نہ فراغت پانے کے ہتھیار بنانے کے واسطے بسبب اُن کے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہر میں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جس کے سبب سے معصیت قائم ہو چنانچہ ہتھیار اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جس کے سبب سے گناہ نہ قائم ہو چنانچہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اُڑانے والے اور شیرۂ انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اُن کی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر وفی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا والا لا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اُس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُس نے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہیں تو نہیں ہم محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائے کے مخالف ہے اس واسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتابُ اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہا لفوات النفس والمال وقدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اس واسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں انفس و اموال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اس کے متعلق ہونے کے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المال لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اٹھایا جاوے فعیل بمعنی مفعول ہے پھر اس کا استعمال غالب ہو گیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا آخر اسکو کوئی اٹھالے گا اس واسطے اس کو لقیط کہا وشرعا اسم الحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط انسان کے اس بچے کا نام ہے جس کو لوگوں نے پھینک دیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ اثم ومحرزہ غانم اس کا ضائع کرنے والا یعنی جو اس کو نہ اٹھائے وہ گنہگار ہے اور اٹھا لینے والا فائدہ یاب ہے یعنی ثواب پاوے گا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ رؤیۃ اعمی یقع فی بیر شمنی لقیط کا اٹھا لینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اس کی ہلاکی کا اگر وہ اس کو نہ اٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوائے اس کے تو اس وقت اس کا اٹھانا فرض عین ہے اور اسی کے مانند ہے اندھے کو کوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اس کی ہلاکی کا خوف نہ ہو تو اٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اس واسطے کہ اس میں شفقت اور جلانا ہے جان کا ہم شفقت اطفال پر افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیوں کے جلانے کے برابر ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (من احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا)[1] کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رقہ علی خصم وہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اس کی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق ہونے اس کے ہاتھ کے ہم یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اس واسطے کہ اس کے رکھنے میں بسبب سبقت ید کے احق ہے تو اس کا تصرف بدون بینہ زائل نہ ہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی وما یحتاج الیہ من نفقۃ وکسوۃ وسکنی ودواء ومہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر جب کہ سلطان اس کا نکاح کر دے وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اس کا اٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے وان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اس کی کہیں قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اس کے مال میں یا اس کے قرابت والوں پر ہیں وارثہ ولو دیۃ فی بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اس کی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اس واسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہے ہم تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لے کر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمداً قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کر لے لیکن سلطان معاف نہیں کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اس کی دیت بیت المال سے دی جاوے گی ولیس لاحد اخذہ

---

[1] جس نے زندہ کیا جان کو گویا اس نے زندہ کیا تمام آدمیوں کو ١٢

منہ قہرا وہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا واقرہ المصنف تبعا للبحر وحررہ فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسی کو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اس کا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اس کا لینا لائق نہیں مگر سبب سے ہم سبب یہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہ ہو فلو اخذہ احد وخاصمہ الاول ردالیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی لیا اور خصومت کی اس سے ملتقط اول نے تو اسی کو پھیر دیا جاوے گا مگر اس وقت نہ پھیرا جائے گا جب کہ اس نے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اس واسطے کہ اس نے اپنا حق آپ باطل کر دیا وہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد ترجح احدہما کما لو وجدہ مسلم وکافر فتنازعا قضی بہ للمسلم لانہ انفع للقیط خانیۃ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر بحثا اور یہ یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اس صورت میں ہے جب کہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائے گا اس واسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام یا کفر میں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا ویثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ خانیۃ اور اگر دو ملتقط نے پایا اور ایک نے اس کے نسب کا دعوی کیا تو اس کا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائے گا بمجرد اس کے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہ ہو گا تو نسب دعوی سے ثابت نہ ہو گا بدوں گواہی کے کذا فی الخانیہ ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بضرورت ثبوت نسب اور بہت سی چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں نہ قصدا کذا فی الحموی ومن اثنین مستویین کولد امۃ مشترکۃ اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرطیکہ دعوی ہم دو شخص برابر وہ ہیں جن میں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہو گا وعبارۃ المنیۃ ادعاہ اکثر من اثنین فعن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہرۃ فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الام نہر لکن فی القہستانی عن النظم بالتقیید ثبوتہ من الاکثر فیحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہو گا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہ ہو اور شرط نہیں اتحاد ماں کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے مراد اکثر نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر صریح ولو ادعتہ امرأۃ واحدۃ ذات زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامراتین علی الولادۃ صحت دعوتہا والا لا لما فیہ من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اس کی تصدیق یا دائی جنائی نے اس کی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اس کی تصدیق نہ کی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر وان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہ ہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعتہ امراتان او اقامت احدہما البینۃ فہی اولی بہ فان اقامتا جمیعا فہو بینہما خلافا لہما الکل من الخانیۃ اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اس کے ساتھ لائق

مذکورہ ترہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک وہ کسی کا بیٹا نہیں یہ سب مسائل
خانیہ سے منقول ہیں **وان ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامۃ** بہ ای بجسدہ لا بثوبہ **ووافق فہو احق** اذا لم یعارضہما اقوی منہا کبینۃ
الاٰخر وحریتہ وسبقہ واسلامہ وسنہ ان ارخا فان اشتبہ فبینہما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اس میں کوئی نشانی بیان
کی یعنی اس کے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا بتوڑی بتائے اور اس کا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت
سے معارض اس کی نہ ہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اس کا آزاد ہونا یا اس کی سبقت قبض یا مسلمان ہونا اس کا یا اس کی اتنی عمر ہونا کہ اس کے لڑکا ہو سکے
بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا پتا یا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے
ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہے اور صاحب علامت کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ
اعتبار نہ ہوگا **ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والاٰخر انہ ابنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا قضی لہما والا فلمن ادعی انہ ابنہ** اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اس کا بیٹا ہے
اور دوسرے نے کہا کہ وہ اس کی بیٹی ہے پھر اس کو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائے گا بسبب عدم ترجیح کے اور
اگر خنثی مشکل نہیں تو اس کو دلایا جائے گا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرط توافق والا دوسرے کو دلایا جائے گا اس واسطے کہ جب علامت
موافق نہ ہوگی تو حکم نہ ہوگا کذا فی الظہیریۃ مقدسی نے کہا یوں کہنا مناسب تھا والا فلمن وافق کذا فی الطحطاوی **ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان
قضی بہ للمسلم** تاتارخانیۃ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیوں نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانوں نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائے گا کذا فی التاتارخانیۃ
اس واسطے کہ دونوں گواہیاں صحت میں برابر ہیں لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی **ویثبت نسبہ من ذمی ولکن ہو مسلم** استحسانا فینزع من
یدہ قبیل تعقل الادیان مالم یبرہن بمسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا نہر اور ثابت ہوگا نسب لقیط ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے
بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائے گا تعقل ادیان سے پہلے تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانوں کی گواہی سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے
پھر جب یہ ثابت کرے گا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر وجہ استحسان کی یہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہے اور اس میں لقیط کا فائدہ ہے
باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام میں اس کا ضرر ہے اور ثبوت نسب کافر میں ولد کا کافر ہونا ضرور نہیں اس واسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے اپنی
ماں کے مسلمان ہو جانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت میں نہ اس کی مضرت میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ان لم یکن ای یوجد
فی مکان اہل الذمۃ** کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ لقیط مذکور مسلم ہے بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان میں نہ پایا گیا ہو چنانچہ ذمیوں کے گاؤں میں
یا نصاری کے عبادت خانہ یا یہود کی پرستش گاہ میں والمسئلۃ رباعیۃ لانہ اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ
فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ مذکورہ چار صورت کا محتمل ہے اس واسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان میں یعنی اہل
اسلام کی آبادی میں تو وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافروں کی آبادی میں تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے مکان میں یا مسلم نے پایا کافروں کے مکان میں تو ظاہر
الروایۃ میں مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہے آخذ پر اس واسطے کہ لقیط کا مکان میں ہونا
متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اس باب سے ہے نہ غلام سے کذا فی فتح القدیر **ویثبت نسبہ من عبد وہو حر** وان ادعی انہ ابنہ من
زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو
کہ لقیط اس کا بیٹا ہے اس کی زوجہ سے جو لونڈی ہے اس واسطے کہ مملوکین کا ولد گاہے آزاد ہو جاتا ہے قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے اعتاق
کے یہ قول محمد کا ہے اور زیلعی کا قول اس قول کے اختیار کرنے میں ظاہر ہے **ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والاٰخر من ہذہ**

الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولیٰ لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعویٰ کیا دو آزادوں نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس لونڈی سے تو جو شخص دعویٰ کرتا ہے حرہ سے وہ مقدم ہے بسبب اس کے ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہے ایک جانب سے **وان وجد معہ مال فہو لہ** عملا بالظاہر **ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا** لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اسی کا ہے ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اس کے صرف کے واسطے مال بھی رکھ دیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جس پر لقیط ہے نہ وہ مال اس کا ہے جو اس کے قریب ہے **فیصرفہ الواجد** او غیرہ الیہ **بامر القاضی** فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اس کے مال کو پانے والا یا غیر اس کا لقیط کی طرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ وہ مال ضائع ہے یعنی اس کا کوئی حافظ نہیں اور مالک نہیں تو ایسے مال میں ایسے مصرف کی طرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح **ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح** ظہیریۃ لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم للعبد بلوغہ ان یوالی من شاء مالم یعقل عنہ بیت المال خانیۃ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولاء ملتقط کے واسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ فصل مجتہد فیہ میں قضا ہے یعنی بعضے علماء کا یہ مذہب ہے کہ ملتقط معتق کے مانند ہے کذا فی البحر ہاں لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جب تک کہ بیت المال سے اس کی جانب سے دیت نہ دی گئی ہو کذا فی الخانیۃ یعنی اگر دیت بیت المال سے دی گئی ہو گی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہیں بلکہ اس کا مال اس کی موت کے بعد بیت المال میں داخل ہو کا لان الخراج بالضمان **ویدفعہ فی حرفۃ** اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سیکھنے میں کہ منجملہ تادیب ہے نہر الفائق میں یوں مناسب تھا کہنا کہ اس کو علم سکھاوے اور اگر اس میں قابلیت علم کی نہ ہو تو پیشہ سکھاوے **ویقبض ہبتہ وصدقتہ** اور اس کی ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ رکھے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز بطور ہدیہ یا خیرات کے دے تو اس کے واسطے محفوظ رکھے **ولیس لہ ختنہ** فلو فعل فہلک ضمن ولو علم الختان انہ ملتقط ضمن ذخیرۃ اور جائز نہیں ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا پھر اگر ایسے یہ کیا سو وہ ہلاک ہو گیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہو گا اور اگر ختنہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہے تو ختان ضامن ہو گا کذا فی الذخیرۃ **ولہ نقلہ حیث شاء** وینبغی منعہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہے اس کا لیجانا جہاں چاہے اور لائق ہے اس کا روکنا شہر کے لے جانے سے گاؤں کی طرف کذا فی البحر اس واسطے کہ گاؤں میں اس کی خو بگڑ جائے گی **ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع وکذا اجارۃ فی الاصح** لانہ الولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط پر نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہیں اور اسی طرح اس کا اجارہ نافذ نہیں قول اصح میں اس واسطے کہ لقیط پر حکومت اس کے مال اور جان میں سلطان کے واسطے ہے بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وہب او تصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لا یصدق فی ابطال شیء من ذلک لانہ متہم وتمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرا دیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی تصرفات مذکورہ کے ابطال میں اس واسطے کہ وہ اس اقرار میں متہم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ میں ہے ومجہول النسب کلقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب میں جاری ہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم ۔

★★★★

کتاب اللقطہ

یہ کتاب ہے لقطہ کے احکام میں ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہے اور سکون قاف بھی جائز ہے یہ اسم
مال ملتقط کے واسطے موضوع ہے کذافی شرح العینی وشرعا مال یوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرع میں لقطہ وہ مال ہے جو ضائع پایا جاوے
یعنی مال غیر محفوظ جس کا مالک معلوم نہ ہو وفی التاتارخانیہ عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ میں مضمرات سے تعریف لقطہ
یوں ہے کہ جو مال پایا جاوے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اور وہ مباح نہ ہو حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شئی ضائع للحفظ علی الغیر لا التملیک
اور محیط میں ہے کہ لقطہ عبارت ہے چیز ضائع کے اٹھا لینے سے حفاظت کے واسطے غیر شخص پر نہ واسطے تملیک کے م لقطہ شئے مرفوع ہے نہ رفع تو یہاں
یعنی مرفوع ہے اور بہتر یہ تھا کہ تملیک کے مقام پر ہوتا کذافی الطحطاوی وہذا یعم ما اعلم مالکہ کالواقع من السکران وفیہ انہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف بل
یدفع لمالکہ اور یہ تعریف محیط کی اس مال کو بھی شامل ہے جس کا مالک معلوم ہو چنانچہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم میں یہ خلل ہے کہ مست کی گری چیز امانت
ہے لقطہ نہیں اس واسطے کہ وہ پہنچوائی نہیں جاتی بلکہ اس کے مالک کو دی جائے گی ندب رفعہا لمالکہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی
افتادہ چیز کا اٹھا لینا اس کے مالک کے واسطے افضل ہے اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اس کی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہ ہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور
عدم تعریف میں تو اس کا ترک بہتر ہے وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا کالغصب اور بدائع میں ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لے گا تو حرام ہے اس
واسطے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہے ووجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعہا کما مر لان المال المسلم حرمۃ کما لنفسہ فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وہل
یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انہ یضمن انتہی اور واجب ہے اس کا
اٹھانا یعنی فرض ہے کذافی الفتح وغیرہ اس کے ضائع ہونے کے خوف کے وقت چنانچہ کتاب اللقیط میں مذکور ہو چکا اس واسطے کہ مسلمان کے مال
کے واسطے حرمت ہے جیسے اس کی جان کی حرمت ہے سو اگر اس نے چھوڑا یہاں تک کہ وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اس پر ضمان لازم آوے گا
یا نہیں ظاہر کلام نہر الفائق یہ ہے کہ ضمان نہیں اور ظاہر کلام مصنف کا اس کی شرح میں یہ ہے کہ ہاں اس پر ضمان ہے اس واسطے کہ صیرفیہ میں ہے کہ ایک
گدھا کسی انسان کے گیہوں کھاتا ہے سو اس نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا بدائع میں کہا قول صحیح یہ ہے کہ وہ ضمان دے گا انتہی م معتمد علیہ
نہر الفائق کا قول ہے یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آئندہ روایت اس کی مؤید ہے اور مسئلہ حمار میں اتلاف مشاہد اور محقق ہے بخلاف ترک لقطہ کہ یہاں
اتلاف غیر مشاہد وغیر محقق ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ میں آوے جو اس سے زیادہ نرامین ہے کذافی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ
لو رفعہا ثم ردہا الی مکانہا لم یضمن فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ اگر لقطہ اٹھایا پھر وہیں رکھ دیا تو ضامن نہ ہوگا ظاہر الروایۃ میں م اور
مقابل ظاہر الروایہ کے قول بالضمان ہے وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدہوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منہم اور صحیح ہے لقطہ اٹھانا صغیر اور غلام کا نہ
مجنون اور مدہوش اور غافل اور مست کا بسبب نہ ہونے حفاظت کے ان سے م جب صغیر اور غلام لقطہ اٹھاوے گا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذافی الطحطاوی
فان شہد علیہ بانہ اخذہ لیردہ علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علی سو اگر اس نے لقطہ لینے پر شاہد کیا اس طرح کہ اس نے
لقطہ لیا ہے تا اس کو پھیر دے اس کے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جس کو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اس کو میرے پاس بھیج دیجیو

وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اس پر پکارتا رہا جہاں اس کو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد کے ابواب اور بازاروں اور رستوں میں یوں پکارتا رہا کہ میں نے کسی کی چیز پائی ہے میں اس کے مالک کو نہیں جانتا تو اس کا مالک میرے پاس آئے اور اس کا پتہ بتادے کذا فی المنح اور اگر اس کی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یہاں تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا یہاں تک کہ لقطہ سڑ جائے گا اگر باقی رکھا جائے کھانے کی پختہ چیزیں یا پھل ہم علم سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ میں ایک سال کی تعریف ہے مطلقا کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال میں اقوال ہیں کہ ہر جمعہ میں یا ہر مہینے یا ہر ششماہی میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہ ہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیاں یا انار کے چھلکے تو اس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی ملک اس سے زائل نہیں ہوتی اس واسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اٹھاوے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط سنابل[1] متفرقۃ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد لشرط الاشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا یعنی بعد تعدی لائق ضمان کے نہیں فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر بہا اخذہ للرد و قبل الثانی قولہ بیمینہ و بہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سو اگر ملتقط نے کسی کو گواہ نہ کیا باوجود اس کے قادر ہونے کے یا اس نے تعریف نہ کی تو ضامن ہوگا اگر اس کا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول ملتقط کا اس کی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اس کو مصنف ؒ نے ہم قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتویٰ ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق نہیں درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک کا لقطہ دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول میں دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہاں تک کہ مالک اس کا پیدا ہو اس واسطے کہ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ ؓ حدیث مرفوع میں وارد ہے لا یحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور اس میں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافروں کی ہے جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسی طرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو درم تک ایک مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد تعریف کے اٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہ ہو تو اس کو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اس کی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب معلوم ہو جائے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال میں رکھا جائے گا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیۃ لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اس کی وصیت کر جانا واجب ہے ورنہ واجب نہیں کذا فی البحر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعدہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اس کا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اس کے تصدق کے جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اسی مالک کو اس کے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا نہر یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر ایہ ہے کہ

[1] جمع سنبلہ یعنی خوشہ گندم وغیرہ ۱۲

وضمانہ فی مالہما التصدق اوصیہ لابیہ وتم لم یشہد ان فیضمن کبالغ الصبی وہبانیۃ وفی اختیار نہیں کا تصدق اجازت کو باپ اور وصی کے صغیر ملک باپ کے اس پھر ہو کیا نہ شاہد وقت کے اٹھانے نے اس اگر گا آوے لازم پر اس تو ضمان ہے برابر کے بالغ صغیر کہ ہے میں وہبانیہ اور الصغیر مال لا الامام او القاضی یضمن ان کما الاصح فی القاضی بامر تصدقہا ولو ہے مال کے صغیر نہ سے مال اپنے ہے جائز دینا ضمان کا لقطہ اور کرنا تصدق کو وصی یا قاضی کہ ہے اختیار کو اس چنانچہ ہو کیا تصدق قاضی بامر نے اس اگرچہ ہے لازم ضمان پر ملتقط ذخیرہ نہ اذن بغیر الغیر بمال تصدق لانہ ذلک فعل او وتضمن الذخیرۃ فی کذا کے اذن کے اس بغیر میں مال کے غیر ہے کرنا خیرات یہ کہ واسطے اس ہو کیا تصدق بھی نے امام یا قاضی اگر لے ضمان سے بادشاہ یا لے ضمان سے جس سے میں دونوں اور یا پایا میں خیرات مال کا اس نے جس سے فقیر اس مالک لے ضمان یا صاحبہ علی بہ یرجع لا ضمن وایہما المسکین او بہیمۃ لمال للملتقط ولاشئ لے سے فقیر کو اس تو ہو موجود اور قائم چیز وہ اور اگر الفقیر من اخذہا قائمۃ العین ولو لے پھیر نہ سے دوسرے وہ کچھ واسطے کے ملتقط کے شدہ گم صغیر یا جانور یا مال اور فاسدۃ کاجارۃ تاتارخانیہ مثلہ اجر فعلیہ کذا فلہ ردہ لمن بالشرط الا اصلا الجعل من مال التاتارخانیۃ فی کذا گی ملے مثل اجرت کو اس تو ہے مال اتنا واسطے کے اس لاوے کو اس جو کہا نے مالک چنانچہ سے شرط اس مگر نہیں ہرگز کے التقاط عوض مال بہ تدفع مما لو معہا وکرہ فیجب ضیاعہا یخف لم ما وتعریفہا الضالۃ البہیمۃ التقاط وندب ہے ملتی مثل اجرت میں فاسدہ اجارہ جیسے اگر پھر ہو نہ خوف کا ہونے ضائع کے اس تک جب ہے مستحب تعریف اور التقاط کا جانور بھٹکے بھولے اور تاتارخانیۃ الابل وکدم للبقر کالقرن نفسہا عن کے بیل گائے سینگ جیسے کر ہٹا کو غیر سکے بچا جان اپنی وہ سے جس ہو چیز وہ ساتھ کے جانور اگر ہے مکروہ التقاط اور ہے واجب التقاط تو ہو خوف ہر یا ہو رہتا میں پانی اگرچہ ہوں پاؤں چار کے جس ہے جانور وہ بہیمہ کہ ہے میں قاموس ھم تاتارخانیہ فی کذا واسطے کے اونٹ کاٹنا سے دانت اور جو یہ اور ہے شامل بہیمہ لفظ کو کبوتر پالو یا اور مرغی اور بکری بھیڑ اور بیل اور اونٹ اور طیور اور دواب کے ثانی تفسیر بموجب تو ہے بہیمہ نام کا تمیز بے جانور اہل اور فساد اہل تو میں زمانے ہمارے اور کے صلاح اہل غلبہ بسبب تھا حکم یہ کہ ہے دیا یوں میں مبسوط جواب کا اس ہے وارد نہی سے بہیمہ اخذ میں صحیح حدیث ولو کان ہے محفوظ مال کا مومن تا ہے افضل ہی التقاط کا اس تواب جائے پا مالک تا چھوڑیں کو اس خیانت اہل کہ نہیں اطمینان ہرگز ہے غلبہ کا طمع وہو فی الحاوی فی کذا ہو غالب ظن کا گمشتی کی اس بشرطیکہ ہو واقع میں جنگل بہیمہ التقاط اگرچہ حاوی ضالۃ انہا ظن ان الصحراء فی التقاطہ ولایت قصور اپنے بسبب ہے والا کرنے کا احسان میں کرنے صرف پر لقطہ اور لقیط ملتقط اور لقصور ولایۃ . . . متبرع واللقطۃ اللقیط علی الانفاق القاضی لہ قال اذا الا البحر فی کذا کے امر کے اس بدون کہ نا ادا کا دین غیر جیسے سکتا کر نہیں سے مالک تقاضا کا صرف یعنی کے

لا امرہ لہ ذلک قال القاضی ان علی یصدقہ ای المجمع فی کذا بلوغہ بعد اللقیط یصدقہ او الاصح فی دینا یکن لم الرجوع بذکر لم فلو لترجع انفق مالک کے اس تو کرے مذکور نہ کو لینے پھیر قاضی اگر سو بھیجو پھیر کرنا خرچ کہ کہا نے قاضی کسی سے ملتقط کہ جب گا ہو دین مذکور صرف وقت اس مگر نہر ملک ابن تصدیق بہ اس کی اس لقیط یعنی المجمع فی کذا بعد کے ہونے بالغ اپنے کرے تصدیق کی ملتقط لقیط کہ جب گا ہو دین وقت اس یا میں اصح قول کا ہو نہ دین پر لقیط تصدیق نے مجمع شارح ملک ابن ھم النہر فی کذا ہے کیا گمان نے ملک ابن کو جس نہیں مطلب وہ کا اس اور ہے کہا کو لینے پھیر سے اس نے قاضی کہ کرے کا لینے پھیر کو اس تو کی تصدیق کی اس نے لقطہ اور ہے کیا حکم نے قاضی کہ کیا دعوی نے ملتقط اور کیا نہ حکم کا انفاق نے قاضی جب کہ ہے سمجھا مطلب یہ کا کا لقطہ مدیون رجوع صورت در کہ چاہیے کرنا دریافت پھر بلوغہ بعد وہو او سیدہ او للقیط والاب اللقطۃ رب المدیون ثم الطحاوی فی کذا ہے اختیار منہ علیہما وانفق الحاکم باذن اجرہا نفع لہا کان وان کے ہونے بالغ بعد لقیط خود یا مولی کا اس یا باپ کا لقیط اور ہے مالک سے اذن کے حاکم ملتقط دے اجارہ کو اس تو اونٹ اور گھوڑا ہوا گم جیسے کے انتفاع ہو لائق جانور لقطہ اگر اور بابہ فی وسیجئ الآبق بخلاف کالضال

اور اس پر صرف کرے اس کی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اس کا اجارہ صحیح نہیں اس کے بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب
الآبق میں **وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح** امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیاریۃ فلو لم یکن ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر
جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہ ہو چنانچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اس کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا اس پر بہتر ہو مالک کے
واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایۃ اس واسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے
یعنی تامل مصلحت کے واسطے سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہ ہو تو اس کا امر بالاتفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا **وله منعہا من ربہا لیأخذ
النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا** اور ملتقط کو جائز ہے نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس
ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں **ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ** اور ملتقط لقطہ نہ دے اس کے مدعی
کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی درصورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہے **فان بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ
مطلقا بین او لا وله اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح** نہایۃ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہے بلا جبر
اور اسی طرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اس کی علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا
مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہیں قول اصح میں کذا فی النہایۃ **التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بخلاف
الودیعۃ** مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ خصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اٹھایا سو ضائع ہو گیا اس کے پاس سے پھر اس کو پایا غیر کے
ہاتھ میں تو دونوں میں خصومت نہیں یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہیں بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کو
خصومت کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس کا ہاتھ زیادہ تر حقدار ہے بسبب سبقت کے **علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک
من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ** ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا کمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقہا
اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہیں جن کے لوگ معلوم نہیں اور جس پر یہ دیون اور مظالم ہیں وہ ان کی پہچان سے ناامید ہو گیا
تو اس پر تصدق واجب ہے اس کے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اس کا تمام مال اس میں کھپ جائے یہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا اس میں ان کا اختلاف ہم
کو معلوم نہیں چنانچہ جس کے ہاتھ میں ایسے اجناس اور اسباب ہیں جن کے مستحق معلوم نہیں تو اس پر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اجناس سے کر کے
ہم مظالم یعنی سرقہ اور غصب اور اگر اصحاب دیون اور مظالم یا ان کے وارث معلوم ہوں تو بری الذمہ نہ ہو گا دنیا اور آخرت میں بدون ان کے دینے کے
اور اسی طرح اگر ان کی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہیں اور تصدق سے یہ مراد نہیں کہ ان کے تصدق کا ثواب ان کے اصحاب کو ہو گا اس واسطے کہ تصدق
کے واسطے ان کا اذن ثابت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک ذخیرہ ہے حق تعالی سے امید ہے کہ ان کے مخاصمین کو بسبب اس کے راضی کر دے گا
کذا فی الطحطاوی **ومتی فعل ذلک سقط عن المطالبۃ اصحاب الدیون فی العقبی** مجتبی اور جب کہ یہ تصدق کرے گا تو اس پر مطالبہ اصحاب دیون کا
آخرت میں ساقط ہو گا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اس کی وجہ واللہ اعلم یہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکور مال ضائع کے مانند ہیں اور فقراء اس کے مصرف
ہیں درصورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور ادائے دین میں حق کو اس کی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط ہو گا واللہ تعالی اعلم
وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یر ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم الیسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ میں ہے کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اس کی تعریف
کی اور اس کے مالک کو نہ دیکھا سو اس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر مقدور اس کو ہوا تو واجب ہے اس پر خیرات کرنا اس کے مانند یعنی جو نفع
اس کے **مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ** ایک شخص مر گیا جنگل میں تو اس کے رفیق کو اس کا اسباب اور

سواری کا بیچنا اور قیمت اس کی اس کے لوگوں کو پہنچانا جائز ہے م بشرطیکہ جنگل بعید ہو وطن سے والا بعینہ اس کا اسباب پہنچانا چاہیے حطب وجد
فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لاخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ درر اور لکڑی پانی میں پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہے ورنہ اگر قیمتی
نہیں تو اس کے لینے والے کو حلال ہے جیسا کہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی غریب مات فی بیت انسان ولم یعرف وارثہ
فترکتہ کلقطۃ مالم یکن کثیرا فلبیت المال بعد التفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو مصرفا اور حاوی میں ہے کہ مسافر مرگیا ایک انسان کے گھر میں اور وہ
اس کے وارث کو نہیں جانتا کہ کہاں ہے تو اس کا متروکہ لقطہ کے مانند ہے حکم میں جب تک زیادہ نہ ہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کے واسطے ہے بعد تلاش
کرنے اس کے وارثوں کے چند سال تک سو اگر وارثوں کو نہ پایا تو وہی انسان اس کو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو م یہ تصریح ہے اس کی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم
ہوا محصنۃ ای برج حمام اختلط بہا اہلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یاخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ لیردہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ
فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر فان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان بیرجہ غریبا
لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبوتروں کا برج ہے یعنی ان کے رہنے کا مکان ہے جس میں غیر کے پالو کبوتر رل مل گئے تو لائق نہیں صاحب مکان کو اس کا لینا اور اگر
لے تو بواسطے تعریف کے اس کے مالک کو طلب کرے تا اس کو پھیر دے اس واسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ماں مسافر
ہو تو مالک مکان اس سے معترض نہ ہو کہ غیر کی ملک ہے اس واسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو
بچہ مکان والے کا ہے اور اگر اس کو معلوم نہیں کہ اس کے برج میں غیر کا مسافر کبوتر ہے تو اس پر کچھ گناہ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ قلت واذا لم یملک الفرخ فان فقیرا
اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وہکذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ میں کہتا ہوں اور جب مکان والا مالک بچہ نہ ہوا تو اگر وہ فقیر ہے تو اس کو کھائے
اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کرے پھر اس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسی طرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریہ
وفی الوہبانیۃ مر بثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص پھلوں پر ہو کر نکلا جو درختوں
کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اس کے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جب تک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم نہ ہو اور اسی قول پر اعتماد ہے م شرح وہبانیہ میں
ہے کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اس کا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے مالک نے مباح کر دیا
ہے خواہ بتصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اس واسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال باقی
رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو اس کا لینا جائز نہیں جب تک ان کا مالک نہ معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے
تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ بدوں ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ صراحۃً یا دلالۃً یا عادۃً نہی نہ معلوم ہو
اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور قریات ہیں تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو ان کا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں
جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو قول بالاتفاق ہے کہ اس کا لینا درست ہے جب تک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گاؤں میں کہیں
لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ بخل نہیں کرتے ہیں تو اس کو کھانا درست ہے لیکن لادنا جائز نہیں
انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہ ہے کہ جو ہم نے مذکور کی وفیہا وَ اخذک تفاحا من النہر جار بلہ
یجوز وکمثری وفی الجواز یذکر اور وہبانیہ میں ہے اور سیب اور امرود کو تیر الینا جاری نہر سے جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں م نہر جاری کی قید اتفاقی
ہے اس واسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک
کے واسطے لے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہ کتاب ہے آبق یعنی غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا ہے لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض تلف باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہے نہ باعتبار اس کی ذات کے والاباق الطلاق الرقیق تمرا وکذا عرفہ ابن کمال لیدخل لهارب من مؤجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے از راہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف کی ہے ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہو آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور رعایت مانگنے والے اور امانتدار اور اس کے وصی کے پاس سے ش موجر بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وصی عام ہے میت کی طرف سے یا قاضی کی طرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اس کے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس نہ پہنچنے کا اس واسطے کہ پکڑ رکھنے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہے ویحرم اخذہ لنفسہ اور حرام ہے اس کا پکڑ لینا اپنی ذات کے واسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب لمافی البائع حکم اخذہ کلقطۃ اور اس کا پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اس کے حفظ پر تا ایصال مولی قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو استحباب نہیں اس واسطے کہ بدائع میں ہے کہ اس کی گرفتاری کا حکم لقطہ کے مانند ہے فان ادعاہ آخر دفع الیہ ان برہن وحسن استوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اس کو دے اگر اس نے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اس کا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اس سے خدا کی یوں قسم لے کہ اس نے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا نہ بیع سے نہ ہبہ سے ش یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں گواہی اور قسم مجتمع ہوئی اس واسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مغائر ہے کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے ابقاء ملک ش ان لم یبرہن حلف علی ان یبرہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ یہ اس کا غلام ہے یا مولی نے اس کی علامت یا اس کی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اس کو دے ضامن لے کر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے برہن پر تا کوئی اس کو ان منفصلہ نہ سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہے اور درصورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہیں فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ حلف الا ان یبرہن علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی ہو اگر مولی اس کے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا گواہ لاوے اس کے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہ ہو گی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی ولو علم مکانہ وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اس کی قیمت کو اس کے مالک کے واسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اس کی قیمت سے جو خرچ ہوا اس پر یعنی اگر بیت المال سے اس پر خرچ ہوا تو اتنا اس کی قیمت سے بیت المال میں رکھ دے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اس واسطے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرہن او علم دفع باقی الثمن الیہ اور اگر مولی بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کی تو باقی قیمت اس کو دی جائے ش حلبی نے کہا علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بہ تخفیف ثابت ہوتا ہے

ولا یملک المولی نقض بیعه ای بیع القاضی لانه بامر الشرع **لحکمه** لا ینقض اور مالک نہیں مولیٰ اس کے بیع کے توڑنے کا اس واسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہیں ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انه صدر امر السلطان بمنع القضاة عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریة وحینئذ فلا یصح بیع عبید السباہیة فلهم اخذها من مشتریها ویرجع المشتری بثمنه علی البائع واما فی عبید الرعایا فکذلک اذا کان بغبن فاحش والا فللرعایا الثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتهی بالمعنی فلیحفظ فانه مهم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو سعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اس وقت میں تو صحیح نہیں سپاہیوں کے گریختہ غلاموں کی بیع تو ان کو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اس کی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جب کہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع میں خسارہ نہ ہوا ہو تو رعایا کو قیمت دے کر لینا درست ہے اور اس کا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے **ولو زعم المولی تدبیره او کتابته او استیلادها لم یصدق فی نقضه** الا ان یکون عنده ولد منها او یبرہن علی ذلک نہر اور اگر مولیٰ گمان کرے اس کے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی نقض بیع میں مگر اس وقت تصدیق ہوگی کہ مولیٰ کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر **واختلف فی الضال** قیل اخذه افضل وقیل ترکه ولو عرف بیته فایصاله الیه اولی اور بھولے بھٹکے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس کا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اس کا گھر جانتا ہو تو اس کا پہنچا دینا بہتر ہے **ابق عبد فجاء به رجل وقال لم اجد معه شیئا من المال صدق ولا شیئ علیه** ایک غلام بھاگا سو اس کو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ میں نے اس کے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اس پر کچھ نہیں ہے **ولمن یرده** خبر بقوله الآتی اربعون درهما **الیه من مدة سفر فاکثر** وهو ای والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاه **ممن یستحق الجعل** اور جو پھیر لاوے غلام کو مولیٰ کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا ان لوگوں میں سے ہے جو محنتانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اس کے مولیٰ کا ہے م جعل بالضم وجعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جس پر محافظت مال مولیٰ واجب نہیں اور جو اس کا خادم نہ ہو اور جس سے مولیٰ نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن یرده کی خبر مصنف کا آئندہ قول اربعون درہما ہے قید به لانه لا جعل لسلطان وشحنة وخفیر ووصی یتیم وعائله ومن استعان وبه کان وجدته فخذه فقال نعم او کان فی عیاله او ابن احد الزوجین مطلقا زیلعی وشریک نتف وهبانیة **ولو الجبة** فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اس واسطے کہ محنتانہ نہیں واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے اور یتیم کے عیال کے اور جس سے مولیٰ نے مدد چاہی اس طرح پر کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اس کو پکڑ لینا سو اس نے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا مولیٰ کی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال میں ہو یا نہ ہو کذا فی الزیلعی اور شریک کے واسطے اجر نہیں کذا فی النتف والوہبانیة وولو الجبة تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنیٰ ہوئے م طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر اس حساب سے گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو پھیر لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی صورتوں میں ماں اور باپ کو شمار کیا ہے جب کہ وہ فرزند کی عیال میں ہوں تو یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیاله **اربعون درهما فبطل صلحه فی ما زاد علیها ولو بلا شرط استحسانا** غلام کے پھیر لانے والے کے واسطے چالیس درم محنتانہ ہے اگرچہ شرط نہ کی ہو مولیٰ نے محنتانہ کی بنا بر استحسان کے پھر جب محنتانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے م قیاس یہ ہے کہ بدون شرط محنتانہ نہ ہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے لہذا مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر میں کمتر تا جمیع روایات مجتمع ہو جاویں کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ولو رد امة ولها ولد یعقل الاباق فجعلان** نہر بحثا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اس کا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو محنتانے ہیں کذا فی النہر بحثا وان لم

یعدلہا عند الثانی لثبوتہ بالنص فلذا عول علیہ ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہ ہوا ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسی واسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے **ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لاشیٔ لہ** محنتانہ لازم ہے اگر پھیرنے والے نے اس پر گواہ کیا ہو کہ اس کو گرفتار کیا ہے پہنچا دینے کے واسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اس کو واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنے واسطے گرفتار کیا **ولرادہ من اقل منہا القسط وقیل یرضخ لہ برای الحاکم** ای یقدر باصطلاحہما یفتی تاتارخانیہ اور اس کے پھیرنے کے واسطے کمتر مدت سفر سے محنتانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اس کی تقدیر ہو دونوں کی رضامندی سے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ **ولو من المصر فیرضخ لہ** اوفقط کما مر اور اگر اس کو اسی شہر سے پھیر لایا جس میں مولیٰ رہتا ہے تو اس کو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا **وام ولد ومدبر وماذون** کقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہے محنتانہ میں **وان مات المولیٰ قبل وصولہ** ای الابق **وہو مدبر وام ولد فلا جعل** لعتقہما بموتہ اور اگر مولیٰ مرگیا غلام گریختہ کے پہنچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانے والے کے واسطے محنتانہ نہیں بسبب آزاد ہو جانے دونوں کے مولیٰ کی موت سے اور آزاد کے پھیر لانے میں محنتانہ نہیں **وان ابق منہ بعد الشہادۃ المتقدم لم یضمن** لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن ابن ملک عن القنیۃ اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانے والے کے پاس بعد اس اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اس واسطے کہ غلام اس کے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں تو اگر اس نے غلام کو اپنے ذاتی کام میں لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دے گا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیۃ وفی الوہبانیۃ لو انکر المولیٰ اباقہ قبل قولہ بیمینہ ویلزم مرید الرد قیمتہ مالم یبین اباقہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اس کے بھاگنے کا انکار کیا تو اس کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اس کی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اس کا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولیٰ کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی **وضمن لو ابق** او مات **قبلہ مع تمکنہ منہ** لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اس کے قادر ہونے کے اشہاد پر اس واسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے **ولا جعل لہ فی الوجہین** خلافا للثانی لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ وفی اللقطۃ اور اس کے واسطے محنتانہ نہیں دونوں صورتوں میں یعنی درصورت فرار بعد الاشہاد اور درصورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اس واسطے کہ ان کے نزدیک گواہ کرنا شرط نہیں غلام کے محنتانہ میں اور لقطے میں ط طحطاوی نے کہا کہ اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں محنتانہ واجب نہیں تو ترک اشہاد میں بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا بلکہ ان کے نزدیک محنتانہ بدون پہنچا دینے کے واجب نہیں ہاں ان کے نزدیک اشہاد شرط نہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ خلافا للثانی وضمن قبلہ کی طرف راجع ہو اس واسطے کہ وہ قسم ثانی ہے وان ابق منہ کی **ولا جعل لہ** ای **مکاتب** لحریتہ یدا اور محنتانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اس کے آزاد ہونے کے تصرف کی راہ سے **وجعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ والباقی علی الراہن** لان حقہ بالقدر المضمون منہ اور محنتانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اس کی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اس کے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اس واسطے کہ اس کا حق اسی بقدر ضمان کے ہے ط محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہے خواہ وہ راہن زندہ ہو یا مردہ اس واسطے کہ موت سے رہن باطل نہیں ہو جاتا کذا فی الفتح والبحر **وجعل عبد اوصی برقبتہ لانسان وبخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال** لان المنفعۃ لہ **فاذا انقضت الخدمۃ رجع** صاحبہا **علی صاحب الرقبۃ او بیع العبد فیہ** ای فی الجعل اور محنتانہ اس غلام کا جس کی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اس

اس کی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اس واسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہے
پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جائے تو صاحب خدمت اس کی گردن کے مالک سے محنتانہ پھیر لے یا غلام بیچ ڈالا جائے محنتانہ میں وجعل ماذون
مدیون علی من یستقر لہ الملک فان بیع بدأ بالجعل والباقی للغرماء اور محنتانہ غلام ماذون مدیون کا اس پر ہے جس کی ملک اس پر ٹھہر جائے خواہ مولے
کی خواہ وارث کی سوا گروہ بیچا جائے تو پہلے قیمت سے محنتانہ دیا جائے اور باقی قرض خواہوں کو ملے کما یجب جعل ابق جنی خطاء فی ید الاخذ علی
من سیصیر لہ چنانچہ واجب ہے محنتانہ اس غلام کا جس نے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ میں اس پر ہے جس کا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے
خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کرے گا تو کسی پر محنتانہ نہیں کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبہ وموہوب علی موہوب لہ وان
رجع الواہب بعد الرد لان زوال ملکہ بالرجوع بتقصیر منہ وہو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محنتانہ اس کے غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ
پر اگرچہ واہب نے اس کو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیر دینے کے بعد اس واسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اس کی تقصیر سے ہوا یعنی
ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی مالہ اور صغیر کے غلام کا محنتانہ اس کے مال میں ہے والابق نفقتہ کنفقۃ اللقطۃ کما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے
خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہے تو احسان ہے اس کو مالک سے پھیر لے نہیں سکتا اور اس کے
اذن سے پھیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ولہ حبسہ الدین نفقتہ اور غلام کے گرفتار کرنے والے کو اس کا حبس کرنا اپنے نفقہ کے
واسطے درست ہے ولا یوجرہ القاضی خشیۃ اباقہ ثانیا ولکن یحبسہ تعزیرا لہ وقیل یوجرہ للنفقۃ وبہ جزم فی الہدایۃ والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی
اجارہ نہ دے اس کے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن محبوس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو اجارہ دے نفقہ کے واسطے
اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی میں بخلاف اللقطۃ والضال وقدر فی التاتارخانیہ مدۃ حبسہ بستۃ اشہر ونفقتہ فیہما من بیت المال ثم بعدہ
بیعہ القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ ان کو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ میں مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہے
اور خرچ غلام کا مدت حبس میں بیت المال سے ہے پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ میں یعنی جس قدر بیت المال
سے صرف ہوا اس کو لے کر باقی قیمت کو مالک کے واسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی
لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تا کہ وہ بیع کو فسخ کر دے اس واسطے کہ مشتری رد غلام
کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم ؎

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام میں مناسبت اس کی سابق سے اس راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونے میں دونوں برابر ہیں ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر احی ہو فیتوقع قدومہ ام میت اودع اللحد البلقع ای القفر جمعہ بلاقع فدخل الاسیر ومرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت میں بمعنی معدوم ہے اور شرع میں اس غائب کو کہتے ہیں جو معلوم نہیں کہ زندہ ہے کہ اس کا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ چٹیل میدان کی لحد میں گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اس کی بلاقع ہے تو اس تعریف میں اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہیں کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا نہیں ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہیں کیا اس دلیل سے کہ محیط میں مسلم اسیر اہل حرب کو جس کی حیات اور موت معلوم نہیں مفقود میں شمار کیا ہے حالانکہ مکان اس کا معلوم ہے کہ دار الحرب ہے لیکن نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں تعریف مفقود کی یوں کی ہے کہ وہ غائب ہے جس کا اثر معلوم نہیں یعنی حیات اور موت اور مکان اس کا معلوم نہیں اور کنز اور فتاوی عالمگیری میں بھی جہل مکان کو شرط کیا ہے اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکان کی ثابت نہیں کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود میں ضرور ہے وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب ہذا ہو الاصل فیہ اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام میں چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ تو نکاح نہ کرے اس کی زوجہ اس کے غیر سے اور اس کا مال وارثوں پر تقسیم نہ کیا جائے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ ممن لمہ علیہ قبل ذہابہ کما یجی معزیا لخزانۃ المفتیین میں کہتا ہوں اور مفتی ابی السعود کے معروضات میں ہے کہ جائز نہیں بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اس شخص کے ہاتھ سے جس کو مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آوے گا خزانۃ المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اس کا اجارہ فسخ نہ کیا جائے ونصب القاضی من رای وکیلا یاخذ حقہ کغلاتہ ودیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اس کو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اس کے وہ دیون جن کے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اس کے مال کی اور قائم رہے اس پر اس طرح کہ مثلا کھیت کا کٹوانا اور خرمن گاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کر کے مخزن میں رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسی طرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کی طرف کوئی وکیل ہو تو اس کو اس کے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اس کے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم اذن سے اس واسطے کہ شاید وہ مر گیا ہو اور یہ شخص اس کا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین وودیعۃ وشرکۃ فی عقار اور رقیق ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی و انہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں ہو سکتا اس میں جو مفقود پر دعوی کیا جائے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اس واسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں اور نہ اس کا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کی طرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ اختلاف ہے

مالک کے وکیل میں جس کو قبض دین کے واسطے اس نے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے
نزدیک مالک نہیں کذافی المنح ولو قضی بخصومۃ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء وتبعہ الکمال الا بتنفید قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو
القاضی مجتہد انہر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا
میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اس کا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی ہے حکم
نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذافی النہر م عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے
اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی
غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اس کا اعتقاد کرے گا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم
ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہیں علی ما ہو الصواب پھر اگر اس پر غیر حنفی حکم کرے گا تو اس کے نفاذ میں دو روایتیں مصحح ہیں پھر اگر دوسرا
قاضی اس کو نافذ کردے گا تو اختلاف جاتا رہے گا اور اگر حنفی اس کا حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا امام اس کا معتقد نہیں کذافی
الطحاوی وملخصا ولا یبیع القاضی مالا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ
بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جس کے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اس کے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جس کے سڑنے اور بگڑنے کا
خوف ہے کہ اس کو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اس کی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال
فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر المامورین بفسخہ ثم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی
فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات میں یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ
ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اس کے بگڑ جانے کا خوف نہ ہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اس کے واسطے قیمت ہے اس واسطے کہ قاضی مامور نہیں اس
کی بیع فسخ کرنے کے ہاں جب کہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے
وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جائے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والوں پر اور وہ اس کے اصول ہیں اور فروع
ہم اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملے گا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہو چکا ولا یفرق بینہ وبینہا
ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نہ کی جائے درمیان مفقود اور درمیان اس کی زوجہ کے اگرچہ بعد گذر جانے چار برس کے ہو
بخلاف امام مالک کے م امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اس میں اور اس کی زوجہ میں تفریق کردے پھر
وفات کی عدت بیٹھ کر جس سے چاہے نکاح کرلے اس واسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص میں جس کو جن اٹھالے گئے تھے ہماری دلیل
یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا زوجۃ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اسی کی زوجہ ہے یہاں تک کہ اس کے پاس خبر پہنچے یعنی موت یا طلاق کی اور
علی مرتضیٰ نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اس کو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اس کی موت معلوم ہو یا طلاق اس واسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا
اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خیز احتمال میں ہے تو نکاح شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول
کی طرف آخر کو رجوع کیا ہے کذافی المنح - طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت میں فتوی دے
یعنی حنفی المذہب تو سزاوار یہ ہے کہ لا باس بہ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان
وابن والترکۃ فی البنتین والکل مقرون لفقد الابن واختصموا للقاضی لا ینبغی لہ ان یحرک للمال عن موضعہ ای لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتین اور مفقود

میت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث نہ ہوگا غیر سے یہاں تک کہ اگر ایک مرد مرگیا دو بیٹیاں اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ مورث کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر لفقدان ابن میت ہیں یعنی کسی کو اس کی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور انھوں نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اس کے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہیں اس مال کا جس کی وصیت ہوئی اس کے واسطے جب کہ وصیت کرنے والا مرگیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اٹھا رکھا جائے اس کے شہر والے ہمعصروں کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اس واسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران اور امثال سب سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اس کی امام کے واسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت دیکھے تو اس کی موت کا حکم دے م مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہیں ان میں افضل تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالفت کیونکر افتیا کرتے ہیں حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ قیما فتقبل علیہ البینۃ نہر اور طریق قبول شہادت کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اس کو قاضی خصم ٹھہراوے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اس کا کارندہ بنا کر اس پر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ میں کہتا ہوں اور قدری افندی کے واقعات المفتیین میں قنیہ سے یہ منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کی موت امر محتمل ہے تو جب تک اس کی طرف قضاء قاضی منضم نہ ہوگی حجت نہ ہوگی م اور دوسرا قول یہ ہے کہ بمجرد انقضا مدت بلا قضا قاضی اس کی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری افندی کا قول اول پر اس کی ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا نام عبدالقادر ہے کذا فی الطحطاوی فان ظہر قبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصروں کے تو اس کو وہ حصہ وراثت کا ملے گا جو اس کے واسطے اٹھا رکھا گیا م اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر او اس میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثوں کے ہاتھ میں باقی ہوگا اس کو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اس کا مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے کہا کہ اس کی زوجہ اس کو ملے گی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اس کی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اس کا اس پر کچھ اختیار نہیں ولعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک ای موت اقرانہ فتعتد منہ عرسہ للموت وتقسیم مالہ بین من ترثہ الان اور بعد موت اقران کے اس کی موت کا حکم کیا جائے اس کے مال کے حق میں جس دن کہ یہ معلوم ہو یعنی اس کے اقران کا مرنا تو اسی دن سے اس کی زوجہ موت کی عدت میں بیٹھے اور اس کا مال تقسیم کیا جائے ان لوگوں کے درمیان میں جو اس کے اب وارث ہیں م اور جو اس کے وارث قبل موت کے مر گئے ان کو حصہ نہ ملے گا گویا مفقود اب مرگیا اور اسی طرح اس کے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہوں گے ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب وہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ اور بعد موت اقران حکم کیا جائے مفقود کی موت کا اس کے غیر کے مال کے حق میں جس وقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اس کے واسطے اٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیرا جاوے ان لوگوں کی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اس کی موت کے نزدیک اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول میں کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ م اسی واسطے اس کی موت کا حکم نہیں اس کے مال کے حق میں گم ہونے کے وقت سے اس واسطے کہ ظاہر حال اس کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث

یحجب بہ لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقہ بہ اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس کے دو حصوں میں سے اس کو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اٹھا رکھا جائے گا م مثلاً ایک شخص مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہے اور سب وارثوں نے فقدان ابن میں اتفاق کیا پھر دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو ان کو نصف دیا جائے گا اس واسطے کہ اتنا ان کا حصہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اٹھا رکھا جائے گا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہ ہوں گے بسبب ترک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائے گا تاوقتیکہ اس کی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحلہ الفرائض ولذا حذفہ القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اس کو یہاں حذف کیا م یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسی طرح ساقط نہ ہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہ ہوتا ہو تو اس کو پورا حصہ ملے گا بسبب اس کے متیقن ہونے کے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اس کا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اس کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر ایسا وارث ہو جس کا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اس کو اقل النصیبین ملے چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اس واسطے کہ اس کو تغیر نہیں اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اسکو کچھ نہ ملے گا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر اس کا دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط میں تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اس کو کچھ نہ ملے گا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اٹھا رکھا جائے گا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ لحقہ شارح کالیس للقاضی تزویج امۃ غائب ومجنون وعبدہما ولہ ان یکاتبہما ویبیعہما قاضی کو درست نہیں کہ شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور ان کے غلام کا نکاح کر دینا اور اس کو اختیار ہے ان کے مکاتب کرنے اور بیع ڈالنے میں اور اسی طرح ان کو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم۔

کتاب الشرکة

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام میں لایخفے مناسبتہا للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی مالہ عند موت مورثہ پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہے مفقود کے مال میں اس کے مورث کے مرنے کے وقت م مصنف کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ ہے کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گاہے مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہوجاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت انھیں دونوں میں مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہے دونوں میں اور آبق اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصوں کو اس طرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اس واسطے کہ شرکت سبب ہے عقد کی طحطاوی نے کہا ضمیر مسببہ کی عقد کی طرف راجع ہے اور بعضے نسخوں میں لانہا سببہ ہے اور اس میں قلب ہے بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہے وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہے عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت میں کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت میں شرکت نہ ہو نہ راس المال میں تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہا فی شرکة العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکة العین میں دونوں مالوں کا مل جانا ہے یعنی دونوں مالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہے یعنی اور مال کا ملنا اور ملانا یکساں ہے حکم میں کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید لہ اور رکن شرکت کا شرکة العقد میں وہ لفظ جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول رکن ہے چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا وشرط جوازہا کون الواحد قابلا للشرکة اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنی معقود علیہ کا قابل شرکت کے م قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان الشرکة ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب ہبتہ الریح فی دارہما فانہما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کے یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈال دیا تو وہ دونوں شریک ہیں اس کی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ماہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح وسیجئ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں دین کے بنابر اس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آوے گا م بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازاً اس واسطے کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ شرعاً مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من حیل اختصاصہ بما اخذہ ان یہبہ رب الدین حصتہ ویحابیہ اور جو دین کہ شریک نے لیا اس کے اختصاص کی یہ تدبیر ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اس کے حصہ کے ہبہ کرے

ہبہ دین مجاز ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز ہے **بارث او بیع**
اور مالک دین اس کو اپنا حصہ ہبہ کرے کذافی الوہبانیہ م ہبہ دین مجاز ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز ہے
او غیرہا ای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب ارث کے یا بیع کے
یا سوائے ان کے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر
اس میں دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذافی المنیۃ م سوائے ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہو جانا حربی
کے مال پر یا تھیلی پھٹ کر دو شخصوں کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اس طرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان
سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہے **وکل** من شرکاء الملک **اجنبی** فی الامتناع من تصرف مضر **فی مال صاحبہ** لعدم تضمنہا الوکالۃ اور
ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہے اس کے ساتھی کے مال میں یعنی شریک کے حصے میں تصرف
مضر اس کو کرنا جائز نہیں بسبب نہ متضمن ہونے شرکۃ الملک کے وکالت کو م تصرف مضر کی قید اس واسطے لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے
چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذافی القہستانی **فصح لہ**
بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لمالیہما بفعلہما کحنطۃ لشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ
فی فصل الثلثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدوں اس کے اذن کے مگر خلط
کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملانا اور چنانچہ
عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذافی القہستانی اور پورا بیان اس کا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور اسی کے مانند ابن نجیم کے فتاوی میں ہے
م خلط میں فعل شریکین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کرے گا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائے گا ضمان دے کر شرکت نہ رہے
گی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور ان کی غیر میں کیا فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب دو شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اس
طرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی
سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اس میں ہر ہر دانہ پورا مملوک ہے ایک شخص کا اس میں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے
ہاتھ پر بیچا تو اس کی تسلیم پر قادر نہ ہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کر کے لہذا اس کے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ پر بیچے گا تو جائز
ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت
مشترکہ من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اس واسطے ہے کہ شریک کو درخت کے اکھاڑنے
اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہنچے گا کذافی الطحطاوی فیہا بعد ورقتین ان المبطخۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخریین جواز بیع البناء او الغرس المشترک
فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہے یعنی اس کی بیع اجنبی سے جائز
نہیں لیکن اسی کتاب میں اور دو ورقوں کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اس کی بیع اجنبی سے کی ہو تو خبر
دار رہنا م شارح نے تناقض کتاب مذکور پر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی
اجنبی سے جائز نہیں کذافی الطحطاوی فلا یجوز بیعہا الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو
م جلبی نے کہا کہ عدم جواز بیع راجع ہے خلط مالین اور اس کے مابعد کی طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع
ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھڑی یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھڑی سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کر ڈالے اس واسطے کہ بائع کا

حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جس کو بائع نے بیچا ہے اس کے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوتا وفی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الھدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الھدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اس نے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اس واسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوائے بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے گرانے میں اس شریک کا ضرر ہے جس نے اپنا حصہ نہیں بیچا م بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتھ زمین کے بیچا تو اس کے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اس طرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اس کی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعا وان الاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضر بہ القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اس میں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اس واسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں م طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم ان اشجار میں ہے جن میں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے ان کا یہ حکم نہیں وفی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغت اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتضررہ بہا اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدوں زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اس کے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہنچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی انہ یترک المشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدوں زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہو تو اس کی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کے اس واسطے کہ ان میں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں م اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہ تھیلی پھٹ کر دراہم مل گئے یا گٹھیا پھٹ کر گیہوں یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اس کی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ لمن ابتلی بالافتاء پھر ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اس کا رسالہ مبارکہ فی الاشیاء المشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اس شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتا ہوا یعنی مفتی کو مفید ہے م رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے

کذا فی النہر وزاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے خلط اور اختلاط پر تو اس کی طرف مراجعت کرم حاشیہ مذکور کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ استثناء صورت خلط اور اختلاط پر یہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اس واسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعھا الزرع والا البحر بخلاف الدابۃ ونحوھا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اس کے مانند کے اور اس کا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہے ھم حموی نے کہا کہ جانور مشترک پر سوار نہ ہو بغیر اذن شریک کے اس واسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علما نے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی اب چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہیں جن کو مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ میں جائز ہے بنا بر استحسان کے اور اس میں قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقویٰ ہے استکمال منفعت میں اس واسطے کہ اس میں منافع کا اجتماع ہے زمان واحد میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کہ ان کا بطلان ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جس کا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اس چیز میں ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انھوں نے آپس میں یہ قرار دیا کہ بعضے مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اس میں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اس میں رہے یا اتنا مکان اس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر آپس میں یہ قرار پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دیا کہ ایک غلام ایک مولیٰ کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن ان کے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اس واسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں رہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسی طرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہیں بخلاف عبد واحد اس واسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار رفاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اس واسطے کہ غلام اپنے اختیار سے خدمت کرتا ہے مالا یطاق کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک تھن کا ایک شخص دودھ لے اور دوسرے تھن سے دوسرا شریک لے تو جائز نہیں اس واسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ ان کو بقا نہیں تو قسمت ان میں متعذر ہے اور پھل اور دودھ شے موجود ہے ان میں تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اس کے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بہ تعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک یا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اس پر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو

اس واسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اس واسطے کہ اگر ایسا نہ ہو تو ہر شریک کا اس میں داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاویں اور رہا لانگر یہ جائز نہیں پھر جب کہ یہ ٹھہرا تو شریک حاضر اپنی ملک میں سکونت رکھتا تو اس پر کرایہ نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ متاویل ملک اس میں رہا **و** شرکۃ عقد ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہے بسبب عقد کے قابل ہے واسطے وکالت کے **ورکنہا** ای ماہیتہا **الایجاب والقبول** ولو معنی کما لو دفع الفا وقال اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہے اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہ ہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ تو بھی ایسے درم نکال اور اشیا تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہے[۱] جب کہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اتنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر **وشرطہا** ای شرکۃ العقد **کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ** فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہے ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا[۲] معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اس میں قابلیت وکالت اس واسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کے واسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات میں حاصل نہ ہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اس واسطے کہ توکیل ان میں صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل کرے گا وہی بالخصوص اس کا مالک ہوگا نہ اس کا شریک کذا فی الزیلعی **وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح** اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہ ہونا اس کا جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ نہ کمائے منفعت سوائے قدر معین کے نہ ہو اور حالانکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعت ہے[۳] مثلا زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپے دیئے اور خالد سے کہا کہ مجھ کو دو یا چار روپیہ سینکڑہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت اس واسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہ ہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب رہا یا مطلق فائدہ نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہے اور یہ شرط ہے کہ فائدہ جزء شائع ہو فی الجملہ نہ معین یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائے گی انتہی **وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئ** اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہے ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسموں سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آگے آوے گا[۴] بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت چھ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ اور ہر ایک دو قسم ہیں مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہے اس واسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہے اس کا موہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان نہیں ہوتی انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں **اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شیء** اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا[۵] مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہ خلاف مشہور ہے کذا فی شرح الملتقی قاموس میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک فی کل شیء اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہے اور تفویض کرتا ہے ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اس واسطے یہ عقد مسمی بہ مفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی

---

[۱] مترجم ثانی کے نزدیک یہ جملہ حالیہ نہیں بلکہ مستانفہ ہے یعنی ماتن نے رکن اور شرط کو بیان کیا تھا شارح نے اس کا حکم بیان کیا کہ شرکت کا اثر مترتب یہ ہے کہ نفع میں شرکت ہو۔ ۱۲

مساوات لازم نہیں اس واسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مضر شرکت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق
ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہے لہذا اس کو مفاوضہ کہا **ان تضمنت وکالۃ و**
کفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمناً
قصداً **م** یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہ ہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن
ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصداً البتہ صحیح نہیں لیکن ضمناً صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اس واسطے کہ
مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت ہے لیکن درضمن عقد مضاربت **وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ** اور بشرطیکہ دونوں شریک اس مال
میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہے **م** صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہے تو اس کی زیادتی مضر مفاوضہ نہیں وکذا ربحا کما حققہ الوانی
اور اسی طرح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ وانی نے اس کی تحقیق کی ہے **م** وانی نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے
مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اس کا تعرض نہیں کیا کرخی نے اپنے مختصر میں
منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی **وتصرفا ودینا** لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم
التساوی فی الدین اور بشرطیکہ دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو **م** ولہذا زیلعی نے
کہا اختلاف فی الدین اختلاف فی التصرفات کا موری ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اس کی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ یہ ہے کہ
جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بیع اور شرا میں اور اسی طرح مسلم ان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں واجازہا ابو یوسف مع اختلاف
الملۃ مع الکراہۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے اختلاف ملت کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں **فلا تصح**
مفاوضۃ وان صحت عنانا **بین حر وعبد** ولو مکاتبا او ماذونا **وصبی بالغ و مسلم وکافر لعدم المساواۃ** تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح
ہے باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب نہ برابر ہونے دونوں کے اس واسطے
کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولیٰ مالک نہیں وعلیٰ ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وافاد انہا
لا تصح بین صبیین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوتہما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب انکی
عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کی قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر نہ ہوئے تو ضمانت میں
برابر نہ ہوئے حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کے واسطے ضرور ہے **وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا** ولا یشترط
ذلک فی العنان کان عنانا لما مر لاستجماع شرائطہ کما سیتضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہ ہوئی بسبب فقدان اس کی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط
مفقود عنان میں مشروط نہیں تو وہ شرکت عنان ہو جاوے گی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے
اس کی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہوں گے **وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی** وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما
ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ ثابتۃ اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر
ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بواسطہ اتحاد
ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اس واسطے کہ شافعی المذہب کا یہ گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونوں کو درست ہے اور حنفی کا یہ زعم ہے کہ وہ
دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہیں اپنے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح **ولا تصح الا بلفظ المفاوضۃ وان لم**

یعرفا معناہا سراج او بیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر الفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اس کے معنی کو نہ جانتے ہوں یا اس کے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہے اگر اس کے لفظ کو مذکور نہ کیا اس واسطے کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا م لفظ مفاوضہ میں علم اس کے معنی کا اس واسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اس طرح ہے کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمیوں نے ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونوں جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ میں بایں شرط کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام اہلہ وکسوتہم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط واراد بالمستثنی ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجی اور جب کہ شرکۃ مفاوضہ باستجماع شرائط مذکورہ صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کرے گا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل و عیال کا طعام اور لباس خرید کرنا مشترک نہیں بنا بر استحسان کے اس واسطے کہ جو چیز بدلالت حال معلوم معلوم ہے وہ زبانی شرط کے برابر ہے اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنیٰ سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کے واسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آئندہ میں آوے گا م وطی کے مانند خدمت ہے اور اذن شریک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کرے گا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہما ای الطعام والکسوۃ ویرجع الاخر بما ادی علی المشتری بقدر حصتہ ای ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ اس کے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا شریک مشتری سے پھیرے جو اس نے قیمت ادا کی لیکن اس کے حصے کے اگر اس نے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی م اگر اس نے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نہ کرے اور شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی اگر مال مودی اس جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہے اس واسطے کہ اس مال کے داخل ہونے سے اس کی ملک میں مال اس کا زیادہ ہوگیا مساوات مشروطہ باقی نہ رہی اور اگر مال مودی از جنس شرکت نہیں چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الاخر ولو لزومہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کے ضامنی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اس کا شریک کے اقرار سے ہو م کفالت بامر کی قید اس واسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اس کے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت نفس میں وہ بالاجماع ماخوذ نہیں کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جب کہ شریک نے دین کا اقرار کیا اس شخص کے واسطے جس کے حق میں اس کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو دین اسی کو لازم ہوگا بالخصوص نہ اس کے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور وہ چیز جس میں شرکت صحیح نہیں م زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں اس واسطے کہ یہ دیون اس چیز کے بدل ہیں جس میں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الاخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اس کو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی در صورت انکار و عدم بینہ اور اور اگر مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اس کے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما یجی وصل لیدہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائے گی اگر ایک شریک نے ہبہ اور وراثت میں وہ چیز پائی جس میں شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث

اس کے ہاتھ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی کی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہو گی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث
البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے **م** اس واسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اکلام زیلعی اس کا مقتضی
ہے کہ ہر میراث میں قبضہ ہونا شرط البطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو **ولا تبطل بقبض مالا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار** باطل نہیں ہوتی شرکت
مفاوضہ اس چیز کے قبض سے جس میں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب اور زمین **و اذا ابطلت** بما ذکر **صارت عنانا ای تنقلب الیہا** اور جب کہ شرکت
مفاوضہ باطل ہو گئی بسبب اس کے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہو گئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان بن گئی بسبب امکان کے اس واسطے کہ مساوات
عنان میں شرط نہیں کذا فی المنح **ولا تصح مفاوضۃ وعنان** ذکر فیہما المال والا فہما تقبل و وجوہ **بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ**
ای ذہب و فضۃ لم یضربا **اذا اجری مجری النقود التعامل بہما** والا فکعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے
چاندی کی ڈلی کے جب کہ بجائے نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہ ہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے
شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جن میں مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت
تقبل اور وجوہ ہوں گی تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب **وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین**
ویحرک قاموس **ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا ہا** مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال
صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت
مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہو جانے شرکۃ العقد کے اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے
سوائے ہے اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس **م** جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں
شریک ہو گئے بشرکۃ ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک
کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے اس واسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کر کے
شرکت منعقد کرے گا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے **وہذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع**
صاحب الاقل بقدر ما یثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اس وقت ہے
جب دونوں کے اسباب برابر ہوں قیمت میں اور اگر قیمت میں متفاوت ہوں تو کمتر قیمت والا اس قدر اپنا اسباب بیع کرے جس سے شرکت ہو
جائے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے **م** مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیاں بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے
تو تمام مال دونوں میں تین ثلث ہو گا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونوں شخص شرکت کو منعقد کریں . . . . .
تو منفعت دونوں میں بقدر ملک کے ہو گی کذا فی المنح اور جس قدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہے گا وہ مفسد شرکت نہیں اس واسطے کہ ملک اسباب
مبطل شرکت نہیں اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہے یا قصدی تا مفاوضہ اور عنان دونوں کو شامل رہے اس واسطے کہ مفاوضہ میں تساوی شرط ہے
نہ عنان میں کذا فی الطحطاوی **ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ** اور شرکت صحیح نہیں
غائب کے مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب نہ قادر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونوں مال یا ایک مال حاضر نہ ہوا تو
دونوں میں منفعت کا ہونا متعذر ہے **م** شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہیں بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہے

لبسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وبالفتح اور یا شرکت عنان بالکسر ہے اور فتح عین کا بھی جائز ہے م اما عنان عطف ہے اما مفاوضہ پر
یہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آمد اور سامنا ہونا سو جب کہ ایک شریک نے دوسرے کو اس کا اختیار دیا کہ خرید
کرے جو اس کے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے اس واسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان
تصرف دوسرے شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہے اس کی شرط کا
م ظاہر افید فقط کی اس کو مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہیں ہوئی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہیں تو شرکت
مفاوضہ ہے والالائق بہ ہے کہ عنان منعقد ہو اور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہیں ہوتی یہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان میں شرط نہیں
اور یہ نہیں کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اہلا للکفالۃ لکونہا لا یقتضی الکفالۃ تو شرکت
عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اس بالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نہ رکھتا ہو اس واسطے کہ شرکت عنان
ضمانت کی مقتضی نہیں م اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سب کو شامل ہے کذا فی العالمگیریۃ
تو ان سب مذکورین میں شرکت عنان صحیح ہے بل الوکالۃ ولذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسی واسطے
عنان صحیح ہے عام اور خاص ہو کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے
تو عنان بھی اسی طرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اس
کے بالعکس یعنی تفاضل منفعت نہ مال میں م دونوں شریکوں کا مال برابر ہو یا کم وبیش اور نفع دونوں میں برابر ہو یا کم وبیش خواہ دونوں تجارت کریں یا ایک
بہرصورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہ جائز نہیں کہ یہ شراکت نہ رہی قرض ہو گیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط
ہو یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر وببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض
مال سے نہ بعض آخر سے اس واسطے کہ مساوات عنان میں شرط نہیں وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر اور عنان صحیح ہے بخلاف
الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیاں اور دوسرے شریک کے روپے م عنان میں تخصیص خلاف جنس اس کے موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ میں یہ جائز
نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت میں برابر ہیں تو مفاوضہ جائز ہے والاعنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ
وبخلاف الوصف کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونوں
کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع دونوں شریکوں کی شرط کے موافق ہوگا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال
فلم تشترط مساواۃ واتحاد وخلط اور عنان صحیح ہے ساتھ نہ ملانے دونوں مالوں کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کی طرف تو مشروط
نہیں مساواۃ اور اتحاد اور خلط م عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط
مع عدم الخلط پر متفرع ہے ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری سے مطالبہ قیمت کا کیا جائے گا نہ اس کے شریک سے
بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای مع بقاء مال الشرکۃ والا فالشراء لہ لا یصیر
مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بھر لے اپنے شریک سے بقدر اس کے حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنے ذاتی مال سے
یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ منجملہ اعیان اور امتعہ کے ہو گیا تو خریدکرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا
تاکہ ہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر م خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود

ہے تو شریک سے قیمت بھرلے بقدر اس کے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہے اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے ادھار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اس واسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اس نے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بھلاک المالین او احدھما قبل الشراء والھلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیھما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کی ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کے اور ہلاکی مالک کی مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدھما بمالہ و ہلاک بعدہ مال الآخر قبل ان یشتری بہ شیئا فالمشتری بالفتح بینھما شرکۃ عقد علی ما شرطا اور جع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اس کے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں بشرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھرلے اس کے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت علت ہے یعنی فالمشتری بینھما کی تو اس کا ذکر اس کے متصل مناسب تھا وان ہلک مال احدھما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منھما بمالہ ہذا یکون مشترکا نھر وصدر الشریعۃ فالمشتری مشترک بینھما علی ما اشترطا فی اصل المال لا الربح لصیرورتھا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بھا اور اگر ایک کا مال ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کردی عقد شرکت میں اس طرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النھر وشرح الوقایہ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہوگی دونوں میں بموجب ان کی شرط کے یہ اشتراط اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں بسبب ہو جانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جس کی تصریح ہو چکی ھ ایک شریک کے مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل ہو گئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہو گئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کر سکتا کذا فی المنح ویرجع بحصۃ ثمنہ والا ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم یتصادقا علی الوکالۃ فیھا ابن کمال فھو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنھا من الوکالۃ اور شریک مشتری اس کی قیمت کا حصہ بھرلے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور اس میں وکالت پر اتفاق نہ کیا ہو کذا صرح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص ہوگی جس نے خرید کی اس واسطے کہ شرکت جب کہ باطل ہو گئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اس کے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہو گئی وتفسد باشتراط دراھم من الربح لاحدھما لقطع الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کے واسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہے ھ مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لے کر باقی کو تقسیم کروں گا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہ ہو سوائے سو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مشروط ہو گیا تو یہ شرکت نہ رہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح والطحاوی لا لانہ شرط لعدم فسادھا بالشروط وظاہرہ لبطلان الشرط لا الشرکۃ بحر و مصنف شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس قول کا یعنی عدم فساد شرکت لشروط فاسدہ لبطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال لفساد الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ھ طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب رکاکت کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے

صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھتے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب واضح تر ہوتا **ویکون الربح علی قدر المال** اور ہوگا نفع بقدر مال کے
یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملے گا اس واسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے **ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ**
ان یستاجر من یتجر لہ ویحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اس کو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت
کرے اس واسطے کہ یہ تاجروں کی عادت ہے **ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال** اور شریک کو جائز ہے کہ دے مال کو بطریق بضاعت
کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو نہ عامل کے واسطے م طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہیں اور باعتبار لغت کے پانچ معنی
شریک ہے کذا فی القاموس **ویودع ویعیر ویضارب لانہا دون الشرکۃ فتتضمنہا** اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھا دے اور عاریت دے اور
مال کو بطریق مضاربت کے دے اس واسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اس کو متضمن ہے **ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نہاہ المفاوض**
الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اس کو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اس کا منع کرنا
صحیح ہے کذا فی البحر م تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ **ویبیع بما عز وہان خلاصہ** اور جائز ہے
بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصہ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے **وبنقد ونسیئۃ بزازیہ** اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیہ
ویسافر بالمال لہ حمل اولا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل لیضمن درر ظہیریہ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر میں لے جانا مال کا خواہ
اس کے واسطے حمل ہو یا نہ ہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہیں کذا فی الظہیریہ
م تفسیر مال حمل لہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ محمول بلا اجر ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو ایک ہاتھ سے اٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ
ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اس واسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضائے شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور
حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے تا بدلیل **ومونۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ** اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر
نفع نہ ہوا تجارت میں کذا فی الخلاصہ م عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اس کی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہے اور اگر
نفع حاصل ہوا ہو تو اس میں محسوب ہو **لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ** مالک نہیں شریک غیر شریک کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت
سے کذا فی الجوہرہ م اس واسطے شریک نہیں کر سکتا کہ شے اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ **ولا الرہن الا باذنہ او یکون ہو العاقد**
فی موجب الدین اور مالک نہیں شریک رہن کا مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین میں م یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور
بعوض اس کی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا درصورت ولایت عقد کذا
فی الطحطاوی عن البحر والخانیہ **وحینئذ فیصح اقرارہ بالرہن والارتہان** اور اس وقت میں یعنی جب کہ راہن وہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہے اس کا اقرار رہن اور
ارتہان کا کذا فی السراج **ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وہذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک** اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب
کرنے کا اور اس کو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا اس وقت ہے جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض
کو تو یہ سب کچھ جائز ہے **ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا بحر** اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بنا دے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے
ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائے گی کذا فی البحر اس واسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شے اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے **ولا یجوز**
لہما فی عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اس کا
آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو **ولا الہبۃ ای الثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ** اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے

یعنی کپڑا اور اس کے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کرے گا تو اپنے شریک کے حصہ میں نہ ہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے
خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ کرنا درست ہے **ولا القرض** الا باذن شریکہ اذ ناصریحا فیہ سراج اور نہ قرض
دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن جو صریح ہے قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برائیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والھبۃ اور سراج
میں ہے جب کہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اس کو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوائے قرض دینے اور ہبہ کرنے
کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر **وکذا کل**
ماکان اتلافا للمال او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ ومالیس کذلک لا ینتظمہ عقدھا اور اسی طرح قرض
کے مانند ہے جس میں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اس واسطے کہ شرکت موضوع ہے واسطے طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور
جو کام ایسا نہیں اس کو عقد شرکت منتظم نہیں **وصح بیع شریک ومفاوض ممن ترد شھادتہ لہ** کابنہ وابیہ **ینفذ علی المفاوضۃ** اجماعا اور صحیح ہے
شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع
لا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ بزازیۃ صحیح نہیں اس کا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہ ہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ
یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت میں جاری نہ ہوگا فی الخلاصۃ اقر شریک العنان
بجاریۃ لم یجز فی حصۃ شریکہ اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اس کے شریک کے حصہ میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت
کی لونڈی ہے سو اس نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار اس کے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ عن قاضی خاں ولو باع
احدھما لا لآخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اس کی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اس کے بیع اور ادانت میں
خصومت جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق دین دیا اس میں شریک ثانی خصومت نہیں کر سکتا **وھو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ**
بیمینہ **فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ** کما فی البحر مستدلا بما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استیناف
ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر فلا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتھی فلیحفظ ھذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی
الطحطاوی امانت دار ہے مال میں تو اس کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے
دینے میں اگرچہ اس کا دعویٰ کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں ہے وکالت ولوالجیہ سے استدلال کر کے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جس کے استیناف کا
وہ مالک نہیں اگر اس میں ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس حکایت میں نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اس کی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ
کو یاد رکھنا چاہیے ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعویٰ کیا تو اس کا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہ دعویٰ شریک کی
حیات میں ہو یا موت میں اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ میں اس کا مفید ہے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل
نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اس کی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہو گئی اور وارث اس کے منکر ہیں یا وکیل نے کہا کہ میں نے ودیعت موکل کو دی تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر
قبض دین کے واسطے وکیل کیا تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وکیل نے دونوں موضع میں اس امر کی حکایت کی جس کے استیناف کا مالک نہیں سو وکیل بقبض ودیعت
نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہٰذا اس کی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین حاکی ضمان ہے موکل پر تو اس کی تصدیق نہ ہوگی انتھی ملخصا کذا فی المنح
ویضمن بالتعدی وھذا حکم الامانات اور ضمان دے گا شریک بسبب تعدی کے اور یہی حکم ہے امانات کا یعنی امانتدار پر ضمان نہیں مگر تعدی وفی خزانۃ التقلید
بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خزانہ میں ہے کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے

کہ کہ نوازم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نہی احدہما شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جاز اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو بھی جائز ہے یعنی اگر اس کے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا تو ضمان دے گا کما لیضمن الشریک عنانا ومفاوضۃ بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ وسیجیء فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن ہوتا ہے شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اس نے اپنے شریک کے مال کا جو اس کے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو اس پر ضمان ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اس کے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی الوقف الخانیۃ اور کتاب الودیعۃ میں اس کی تصریح آوے گی بخلاف اشباہ کے م اشباہ کی کتاب الامانات میں ہے کہ احد المتفاوضین جب مرگیا اور اس نے بیان نہ کیا اس مال کا جو اس کے پاس ہے تو اس پر ضمان نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی المحیط قد وقع حادثتان الاولی نہاہ عن البیع نسیئۃ فباع فاجبت بنفاذہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لہما محیط میں ہے کہ دو حادثے واقع ہوئے پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو میں نے جواب دیا بیع کے نافذ ہونے کا بائع کے حصہ میں اور موقوف ہونے بیع کا اس کے شریک کے حصہ میں پھر اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع ان کا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اس کے حصہ کی بیع باطل ہے الثانیۃ نہاہ عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجبت انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط انتہی ومقتضاہ فساد الشرکۃ تہ دوسرا حادثہ یہ ہے ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لے جانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لے کر پھر اس کو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہ ہو انتہی اور مقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اس واسطے کہ شرکت غصب کی طرف منتقل ہوئی وفیہ تفرع علی کونہ امانۃ ما سئل قاری الہدایۃ عن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی والمتولی نہر وقضاۃ زماننا لیس لہم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ جس کا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا یہ تفصیل لازم نہ کیا جائے گا یعنی جو شریک امین ہے تو نفع نقصان میں اسی کا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے اشخاص مذکورین سے کچھ ارادہ نہیں سوائے حرام ملنے کے م حلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نہ لاتا کہ لفظ فی کافی ہے اور آخر میں انتہی کہتا واما التقبل وتسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان اور یا شرکت تقبل ہے اور اس کو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں م شرکت تقبل اس واسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کی طرف ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اس واسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال اور ابدان اس واسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں ان اتفق صانعان خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم اتحاد صنعۃ ومکان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقہا یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ ان اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شرکا لازم نہیں شرکت میں م امکان استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کے واسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ تعلیم

کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ اور منجملہ عمل حلال جس کا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے م متاخرین کے نزدیک
اس پر فتویٰ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکت دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسوال لان التوکیل بالسوال
لا یصح قنیہ واشباہ بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں
کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اس واسطے سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ م شرکت
دلالین اس واسطے صحیح نہیں کہ دلال کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا بیان مدت کذا فی المجتبیٰ اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اس واسطے صحیح نہیں
کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اس واسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں لبطریق
قرأت زمزمہ یعنی کٹکڑی سے پڑھنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ممکن الاستحقاق اور شرکت واعظین بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت
مراد ماتم ہے جو اموات کے وقت ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ
اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب ان کی شرط کے مطلقا قول اصح میں اس واسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اس کی تقویم صحیح
ہے م اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاثا یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث دوسرے شریک کا تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے
اس واسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اس واسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنی جب کہ راس المال اور
منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اس واسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور منفعت مال ہے تو یہ مال عمل کا بدلا
ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دے کر بخلاف شرکۃ الوجوہ کہ اس
میں کمی اور زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد
منہما بالعمل ویطالب کل منہما بالاجر ویبرأ دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کرے گا تو دونوں پر وہ لازم ہو جائے گا
اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائے گا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کرے گا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک
شریک کو دے کر والحاصل من اجر عمل احدہما بینہما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل
القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیۃ اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم
ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اس واسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہو نہ
بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسی کو مزدوری لگا دے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی
البزازیۃ واما وجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد او یا شرکۃ وجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی م شرکۃ الوجوہ اس واسطے اس کا نام ہوا کہ
ادھار خرید کرنا بدوں وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ١ ت
عقداہا بلا مال علی ان یشتریا نوعا او انواعا بوجوہہما ای بسبب وجاہتہما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اوہ
یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں نے ایجاب قبول کیا بدوں مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت
اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیع سے جو حاصل ہو اس میں سے قیمت اس کی دیں جس کو ادھار خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو
م شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور ان کے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں ان کی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اس پر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دے وہ ہمارا بین
نقسم بموجب ایسی ایسی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع ویکون کل منہما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطہ السابق اور ہر ایک قسم
تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے م شرکت تقبل میں مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ

یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے برابر اور نفع اور نقد ان میں مساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خریدیں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اس کی نصف قیمت ہو اور نفع بھی دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اس کے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائے گی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا اطلقت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من تقبل والوجوہ الوکالۃ اعتبارہا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ ایضا اذا کانت مفاوضۃ لشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جب کہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اس کی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا بہرصورت ضرور ہے اور کفالت درصورت مفاوضہ والربح فیہما علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بفتح الراء او مثالثتہ لیکون الربح بقدر الملک لئلا یودی الی ربح مالم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اس کے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اس کے نفع کی طرف نوبت نہ پہنچے جس کا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اس میں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا م خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہے اس واسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کرے گا تو شرط باطل ہے تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہ نفع اس کا ہوا جس کا ضمان اس پر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الدر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور در میں ہے کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزوں میں سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے م مال سے نفع حاصل ہونا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت میں اور عمل سے نفع ہونا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہونا چنانچہ ایک شخص دکان پر بیٹھا ہے اور لوگ اس کو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہیں اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہے بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزوں کے سوا نفع لینا شرع میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی۔

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام میں شرکت فاسدہ وہ ہے جس میں صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ لا تصح شرکۃ فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہیں شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات میں چنانچہ پھلوں کا چننا پہاڑوں سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے میں توکیل کرنا صحیح نہیں م شرکت بلا وکالت نہیں ہو سکتی اور اخذ مباحات میں وکالت متصور نہیں اس واسطے کہ توکیل عبارت ہے اثبات ولایت تصرف سے اس چیز میں جس میں موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ موکل مباح چیز کا

ف استحقاق نفع نہیں ہوتا مگر تین چیزوں سے ۱۲

خود مالک نہیں تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جس کی وضع پیدائشی ہو اور کنز وہ ہے جس کی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح تعداد مباحات میں طلب معدن و کنز جاہلی کہتا فتاوی عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اس واسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہوں اور دو شخص ان کو خرید کر کے اینٹ اور چونہ پکادیں اور بیچیں تو جائز ہے عینی نے کہا یہ شرکت الوجوہ ہے اور فتح القدیر میں کہا کہ یہ شرکت الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی **وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل** اور مباحات میں سے جو ایک شریک حاصل کرے گا تو وہ ہی اس کا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جس کو دونوں ساتھ ہی حاصل کریں گے تو وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہ ہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اس کے موافق مالک ہوں گے ہم قتادی خیریہ میں ہے کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر میں رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہیں اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہیں اور تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہیں تو وہ مال دونوں میں برابر ہوگا اور اسی طرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث میں سوداگری یا کھیتی کرتے ہیں اور مال زیادہ ہوا تو برابر[ف] میں تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر میں متفاوت ہوں **وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل لقدیم قول محمد یؤذن باختیارہ** نہر وعنایہ اور مباحات میں سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہے اور اس کے ساتھی کے واسطے اجرت ہے اس کی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیوں نہ ہو جائے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہ ہوگی بعضوں نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اس کے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ قول ابو یوسف استحسان ہے **والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابۃ لرجل لیوجرہا والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت** اور شرکت فاسدہ میں نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہیں زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اس کی محنت کے مانند اجرت ملے گی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اس کو کرایہ پر چلاوے اور اجرت دونوں میں مشترک ہے تو یہ شرکت فاسدہ ہے اور تمام نفع مالک کا ہے اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گھر کا ہم قنیہ میں ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اس نے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلادیں اور جو فائدہ ہو اس میں سے پانچواں حصہ مالک کا اور باقی چاروں میں برابر تو یہ شرکت فاسد ہے اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہے اور اس پر چاروں کی اجرت مثل ہے **لو لبیع علیہا البر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما البغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر** اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا کہ وہ اس کے اوپر گیہوں لاد کر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملے گی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر ہم صاحب نہر نے کہا اس واسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی **وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی** اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اس کی موت معلوم کی ہو یا نہ اس واسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اس میں شرط نہیں موت سے شرکت اس واسطے باطل ہو گئی کہ شرکت میں وکالت ضرور ہے اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح **ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا** موت سے شرکۃ باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی نہ ہو حکمی ہو اس طرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب پر بحالت ارتداد میں قاضی کا حکم ہو گیا ہو **وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فتح** اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کے انکار سے اور یوں کہنے سے کہ میں تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی

ف چند بھائی باپ کی میراث میں تجارت کرتے ہیں تو برابر حصہ پاویں گے گو عمل اور تدبیر میں متفاوت ہوں ۱۲

الفتح وتفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہے ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت
عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے
م زیلعی کے کلام سے نکلتا ہے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے
علم پر اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے نہ حکمی م طحطاوی نے کہا تینوں طرح کا فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح
وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیۃ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ
شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کر دے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیۃ م ظاہرا شرکت فسخ ہونے کا حکم نہیں
بلا اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل
فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے کے مال کی بدون اس کے اذن کے
پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہ ہوئی تو ہر شریک حصہ شریک
ثانی کا ضمان دے اور دونوں باہم مجرا کر لیں یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کر لیں
اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جس میں دونوں مال کم و بیش ہوں تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان
الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ او لا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ
لا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے
کا علم ہو یا نہ ہو جیسے ادائے زکوۃ اور کفارہ کا مامور جب کہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہے اس واسطے کہ آمر کا
فعل عزل حکمی ہے اور اس میں علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ ان کے نزدیک ضمان نہیں درصورت عدم علم م درصورت تعاقب ثانی
ادا کرنے والے پر اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ اس نے ادا نہ کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اس واسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو
اس پر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہ ہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اس پر ضمان لازم آیا خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو
اس واسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہو گیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل
موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے اس کو عتاق کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی
سکوتہ لیطاہا فہی لہ لا للشرکۃ بلا شیئ لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ
وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خرید کی دوسرے شریک کے صریح اذن سے تو کافی نہ ہوگا چپ رہنا اس واسطے خرید
کی تاکہ اس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اس واسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ
کا متضمن ہے اس واسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اس امر میں
جس میں تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ کل بثمنہا وعقرہا لتضمن المفاوضۃ
للکفالۃ اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہے لونڈی کی قیمت اور اس کا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو م یہاں لف
ونشر مرتب ہے یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اس کی لے سکتا ہے اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال لہ آخر اشرکنی فیہ فقال فعلت ان
قبل القبض لم یصح وان بعدہ صح ولزمہ نصف الثمن وان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم بہ اور جس نے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اس سے

کہا کہ اس میں مجھ کو شریک کرے سو مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہے اور
اس کو نصف قیمت لازم ہے اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہے قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے لے چاہے نہ لے م قبل القبض شرکت
اس واسطے صحیح نہ ہوئی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں **ولو قال اشرکنی فیہ فقال نعم ثم لقیہ آخر وقال مثلہ واجیب بنعم** فان کان القائل
عالما **بمشارکۃ الاول فلہ ربعہ وان لم یعلم فلہ نصفہ** لکونہ مطلوبہ شرکتہ فی کاملہ وحینئذ خرج العبد **من ملک الاول** اور اگر غیر شخص نے کہا کہ
مجھ کو شریک کرے مثلاً غلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تجھ کو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اس نے بھی مانند اس کے کہا یعنی شرکت کی
درخواست کی اور جواب دیا کہ ہاں تو بھی شریک ہے تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کی جانتا ہے تو وہ چوتھائی کا مالک ہے اور اگر اس کو مشارکت کا علم
نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اس واسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اس وقت میں غلام نکل جائے گا اول کی ملک سے م قائل ثانی
درصورت علم مشارکت اس واسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری
مشارکت نہیں کر سکتا مگر اپنے نصف میں تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اس واسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد
کامل میں شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کر چکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں
کچھ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح **ما اشتریت الیوم من انواع التجارۃ فھی بینی وبینک فقال نعم جاز** اشباہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو میں آج خرید
کروں تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھ میں اور تجھ میں مشترک ہے سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہ جائز ہے کذا فی الاشباہ م ذکر یوم اور وقت شرط نہیں اور ایک شخص
دوسرے کا حصہ بیع نہیں کر سکتا بدون اس کی اجازت کے اس واسطے کہ دونوں خرید میں شریک ہوئے ہیں نہ بیع میں کذا فی الطحطاوی **وفیھا تقبل ثلثۃ**
عملا بلا عقد شرکۃ فعملہ احدھم فلہ ثلث الاجر ولا شئی للآخرین اور اشباہ میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کر لیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل
پورا کر دیا تو اس کو تہائی مزدوری ملے گی اور باقی دو شخصوں کو کچھ نہ ملے گا م چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اس واسطے کہ ہر شخص پر
تہائی کا کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کر دیا تو دو ثلث عمل کے اس نے بطور احسان کے کیے لہذا مستحق مزدوری کا نہ
ہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہے لیکن باعتبار دیانت کے اس کو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جب کہ ان سے کام لینا بطور ہبہ کے نہ ہو
اس واسطے کہ ظاہر حال عامل یہ ہے کہ اس نے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاوے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **القول لمنکر الشرکۃ**
قول معتبر شرکت کے منکر کا ہے م اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہے اور وہ شخص منکر ہے اور مال منکر کے قبضہ میں ہے
تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہے کذا فی الفتح **برھن الورثۃ علی المفاوضۃ لم یقبل حتی یبرھنوا انہ کان مع الحی فی حیوۃ**
المیت گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہیں جب تک کہ اس پر گواہ نہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تھا شریک میت
کی زندگی میں اس واسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہیں بلکہ ممکن ہے کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اس کا بیان ضرور لازم ہے کہ یہ مال مشترک ہے بعد اس کے نصف مال کا حکم
ہوگا **برھن احد الورثۃ والحی علی المفاوضۃ قضی لہ بنصفہ** فتح وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا
شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جاوے گا کذا فی الفتح **تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر فارادا القسمۃ فقال ذو الید قد**
استقرضت الفا فالقول لہ ان المال فی یدہ تصرف کیا ایک شریک نے شہر میں اور دوسرے نے سفر میں اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا
کہ میں نے تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہیں جو قسمت ہو تو اسی کا قول معتبر ہے اگر مال اس کے ہاتھ میں ہے م اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہے کذا
فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں **شرکاء فباعوا ثمرتہ ودفعوہ لاحدھم لیحفظہ فدسہ فی التراب ولم یجدہ خلف فقط**

چند لوگوں نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اس کا پھل بیچا اور اس کی قیمت آپس میں سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اس نے مال کو مٹی میں گاڑ دیا پھر
تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اس سے فقط قسم لی جائے گی یعنی اس پر ضمان نہیں کہ وہ امین ہے ودفع لآخر مالا قرضہ لنصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب
رب المال حصتہ ان لم یصبر لنفسہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اس کو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے
شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ
کرے تو اسباب کو بے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے بموجب بینہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری احدہما دابۃ لیحملہ
الآخر خوفا من ہلاک المتاع ولنقصہ رجع بحصتہ قنیۃ دو شخصوں کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ میں وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت
میں دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اس کے حصہ کے کرایہ پھر لے کذا فی القنیۃ دابۃ مشترکۃ قال
البیطارون لابد من کیہا فکواہا احدہما لم یضمن ایک جانور مشترک بیمار ہے سالوتریوں نے کہا کہ اس کا داغنا ضرور ہے سو داغ دلایا اس کو شریک حاضر نے دوسرے
شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو میں مشترک ہے اس میں ایک
شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اس کی سکونت کے سبب منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہے م مشترک گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا
جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم میں سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ قال احدہما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ
تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی پنچکی مشترک ہے دو میں سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اسکی از سر نو تعمیر کر سو اس نے کہا کہ
یہی عمارت مجھ کو کافی ہے میں تیری عمارت سے راضی نہیں سو اس نے اس کی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی

م طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہے وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج
کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ میں ہے مشترک پنچکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اس کے
حصہ کے موافق لے گا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں قلت والضابط ان کل من اجبر ان یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور
قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کرے گا دوسرے شریک کے
بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اس کام میں شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں م در صورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کر سکتا ہے تا قاضی زبردستی
شریک ثانی سے وہ کام کرا دے پھر باوجود اس کے جب کہ اس نے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ میں مضطر نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا
دعوی نہیں کر سکتا اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کرے گا بلا اذن تو محسن نہ ہوگا کہ اب وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہے
تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کرے گا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے
اس واسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ ککری نہر ومرمۃ قناۃ وبیر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط
یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام دخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر
عمارت کے واسطے زبردستی نہیں ہوتی مگر تین صورت میں وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت میں چنانچہ اصلاح نہر اور کنویں اور رہٹ اور
معیوب کشتی کی مرمت اور اس دیوار کی مرمت جس کی بنیاد منقسم نہیں ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے میں پردہ کر سکتا ہو تو اس کی

مرمت میں شریک ثانی پر جبر نہ کیا جاوے گا اور اگر دونوں شریکوں میں آڑ اور پردہ نہ ہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کے واسطے جبر ہو گا اور اسی طرح کا حکم علی التفصیل ہر ایک اس چیز میں ہے جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ میں ہے م خانیہ میں ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیروں کے دو گھروں کے درمیان میں اور اس دیوار پر دھنیوں وغیرہ کا بوجھ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی اور دوسرا وصی اس کو نہیں مانتا تو قاضی وہاں امین کو بھیجے کہ اس کو دیکھے کہ اگر ترک مرمت میں دونوں کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوا دے اور جامع الفصولین میں ہے کہ پنچکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اس کی تعمیر میں جبر نہیں زمین کو دونوں شریک تقسیم کر لیں اور اگر عمارت قائم ہے اور کچھ منہدم ہے تو جو شریک نہ مرمت کرتا ہو اس پر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اس پر دین ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان اراد قلعہ لیقاسمہ فیقلعہ من نصیبہ ویضمن الزرع نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب میں ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سو اس کے شریک نے اس کو آدھا بیج دیا تا کھیتی دونوں میں مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہے اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اس کو باہم تقسیم کر لے پھر اس کو اکھاڑ ڈالے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنے والا نقصان زمین کا ضمان دے جو نقصان کہ اکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دے م طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہے اس واسطے کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہو گئی چنانچہ میں نے مجتبی کے نسخ معتمدہ میں اسی طرح پایا ہے اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ غاصب وہی شریک ہے جس نے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصا وفی قسمۃ الاشباہ المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا جبر ولا قسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور اشباہ کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جائے اور ایک شریک اس کی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اس کی تعمیر میں شریک پر جبر نہیں اور اس کی تقسیم کی جاوے یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہ ہو تو وہ شریک اس کو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اس کو کرایہ سے تا لصف خرچ حاصل کر لے اور پورا اس کا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکۃ میں ہے وفیہا ۔ باع شریک شقصہ لآخر ٭ ولو بلا اذن شریک ناظر ٭ فیما عدا الخلط والاختلاط اجوز ذلک البیع والتعاطی اور منظومہ محبیہ میں ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سوائے صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی م یہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول باب میں مذکور ہو چکا ہے ثم الشریک ہہنا لو باعا ٭ حصتہ من فرس واتباعا ٭ ذلک منہ الاجنبی وہلکا ٭ وکان ذا بغیر اذن الشرکاء ٭ فان یشاؤ ضمنوا الشریک او ٭ من اشتری منہ علی ما قدروا ٭ پھر یہاں شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے میں سے بیچے اور شخص اجنبی اس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکوں کے ہوئی تو بموجب روایت فقہا کے شریکوں کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لیں یا اس سے جس سے اُس نے خرید کیا م در صورت اذن شرکا تضمین نہیں اور شریک پر ضمان اُس صورت میں ہے جب اس نے گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اُس کو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ۔ وان یکن کل شریک اجرا ٭ حصتہ حمام لمن آخرا ٭ وکان شخص منہما قد اذنا ٭ لذلک فی تعمیرہا والبنا ٭ فلا رجوع صاح للمستاجر ٭ فی ذا البنا علی الشریک الآخر ٭ اور اگر ہر ایک شریک نے اپنا حصہ حمام دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونوں شریکوں میں سے اس مستاجر کو اُس کی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہیں اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جس نے اجازت نہیں دی م حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہاں لکھی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن بقی ہل یرجع علیہ بتمام الکلام بحصتہ فلیراجع یعنی میں کہتا ہوں کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہے کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لے گا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اُس سے لے گا یا بقدر اس کے تو اُس کو کتب

فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعض نسخ درالمختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر میں اُس کے لفظ منہ ہے تو یہ قرینہ ہے کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے اس واسطے کہ عادت مصنفین یہ ہے کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہیں ــــ لو واحد من الشریکین سکن ۃ فی الدار مدۃ مضت الزمن ۃ فلیس للشریک ان یطالبہ ۃ باجرۃ السکنے ولا المطالبۃ ۃ بانہ یسکن مثل الاول ۃ ولکنہ ان کان فی المستقبل ۃ یطلب ان یہایٔ شریکا ۃ یجاب فافہم ودع التشکیک دو شریکوں میں سے ایک شریک رہا گھر میں ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہیں اور نہ اس کا اس کو مطالبہ ہے کہ اس میں رہے زمان اول کے برابر لیکن اگر زمان مستقبل میں شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاوے اس کو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ؎ اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہوں باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے ان کے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اس کی عیال میں ہو اس لیے کہ بیٹا معین ہے باپ کا اور اسی طرح اگر زوجین کے پاس مال نہ ہو اور دونوں نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اس کی معین اور مددگار ہوگی ہاں اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہوگا تو اس کی مالک وہی ہوگی دو شخصوں کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہوگا سبب واحد سے حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونوں میں مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین میں سے کچھ حاصل کرے گا تو دوسرے شخص کو اس میں مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصوں کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کرے گا تو دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دو میں مشترک ہے پھر ایک شریک اس پر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ میں گر پڑا سو شریک نے اس کو حلال کر ڈالا تو اگر اُس کی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نہ تھی تو ضامن نہیں اور اگر غیر شریک اُس کو حلال کرے گا تو بہر صورت اس پر ضمان ہے امید ہو یا نہ ہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گلہ بکری چرانے والے کا کہ در صورت قطع امید حیات اس کے ذبح کرنے میں ضمان نہیں اور غیر شریک کے ذبح میں ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکوں میں مشترک ہیں سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گھر میں دو شریک رہتے ہیں تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اس کو روک نہیں سکتا اس واسطے کہ وہ اپنے حق میں متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ میں تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اسی کا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو ہزار درہم قرض دے میں تجارت کروں نفع میں ہم اور تو شریک ہیں پھر اس نے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

❁

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں م محاسن وقف کے ظاہر ہیں اس میں انتفاع طبقات[1] محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کے ادامت ہمیشگی[2] ہے کہ بعد موت کے بھی اس کا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاسعاف مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیران ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت میں باقی ہے نہ وقف میں م غیر کا ادخال شرکت میں تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف میں لازم نہیں مگر جب کہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونوں سے اس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال سے زائد ہو لیکن شرکت میں اصل مال صاحب مال کی ملک میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر کے نزدیک اس کی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوب تر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی وہو لغۃ الحبس وقف لغت میں بمعنی حبس ہے یعنی بند کرنا اور روکنا م ولہذا موقف الحساب اس مکان کو کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کے واسطے محبوس ہوں گے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اس لئے اس کی جمع اوقاف ہے وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع میں وقف عبارت ہے حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو م یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے اور صرف منفعتہا الی من احب یعنی اس کی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے اس واسطے کہ اغنیا کی طرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف میں صحیح ہے بشرطیکہ اس کے آخر میں قربت دائمی ہے لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اس قدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہو جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور اس پر محیط کی عبارت دلالت کرتی ہے کہا اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قربت نہیں بخلاف اس کے کہ اگر اس کے آخر میں محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار رہے وعندہما ہو حبسہا علی حکم ملک اللہ تعالیٰ و صرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ علیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اس کی منفعت کے صرف کرنے سے جس پر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب وقف کی ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا واقف کو اس کا باطل کر دینا جائز نہیں اور اس کا وارث اس کو وراثت میں نہ پاوے گا اور صاحبین

[1] یعنی جو لوگ واقف کو محبوب ہیں خواہ اس کی اولاد ہو یا محتاج یا علماء وغیرہ ان کے طبقات کا نفع اٹھانا خوبی ہے وقف کی ۱۲

ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صرح ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا
ارادہ کرنا ہے محبوب دلی اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل ہوتے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل
صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلم عاقل بالغ اس واسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل
صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد یکون واجبا بالنذر
فی تصدق بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم وبقی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے بنذر کرنے سے
تو چیز موقوف کو تصدق کرے یا اُس کی قیمت کو اور اگر اس کو وقف کیا اُس پر جس کو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہے
گی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی م صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا نصد قربت
ہو ولہذا آدمی سے وقف صحیح ہے اور اس کو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں
کہتا ہے کہ اگر میرا والد آوے تو مجھ پر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنے والا اپنے اصول اور فروع پر وقف کرے گا تو وقف
جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہ ہوگی کذا فی البحر اور جبکہ شارح نے کہا کہ اس کو تصدق کرے یا اس کی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اس مسئلہ کے ساتھ مخلوط
کر دیا جب کہ صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونے کا بحرالرائق میں
یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور اگر کہے کہ میں نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اُس کو تصدق کرے
یا اس کی قیمت کو اور اگر جو نیت نہ ہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحکمہ ما مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اس کی تعریف میں م حکم یعنی اثر مرتب
جو تعریف میں مذکور ہوا سو تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال
مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنے کے وقت تو اگر زمین کو غصب کر کے وقف کیا پھر اس کو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں ورکنہ الالفاظ الخاصۃ
کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ تعالی او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشہید
نحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یوں
کہنا کہ یہ زمین خدا کے واسطے موقوف ہے یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسی قدر کہے کہ یہ زمین
یا یہ باغ موقوف ہے بلا ذکر محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے م الفاظ
کو رکن اس واسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک
وقف صحیح نہیں جب تک اُس کو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اُس کے مضمون پر گواہ نہ کرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی
دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علماء نے محمدؒ کے قول پر فتوی دیا اشتراط تسلیم میں کذا فی الطحطاوی وشرطہ
شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا
وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقرائے اہل
حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اس واسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے
معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے م تو اگر اپنی کچھ زمین وقف
کی بلا تعیین تو صحیح نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریۃ اور اسی طرح

وقف زمین باستثنا اشجار صحیح نہیں بسبب عدم تعیین وقت اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا مملوک ہو پھر ظاہر ہوا کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اس واسطے کہ تعلیق تھی شرط موجود پر ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہ ہو اور موقت نہ ہو اور خیار شرط نہ ہو م اضافت وقف اس طرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسوں حلبی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اس واسطے کہ بحر اور نہر میں جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیۃ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اُس کے بیع کو اور اُس کی قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کرے گا یعنی اس طرح کہ یہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجھ کو حاجت ہوگی تو بیچ کر میں اُس کی قیمت صرف کردوں گا تو وقف اُس کا باطل ہے کذا فی البزازیۃ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل اومات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وُہ مقتول ہوا یا مر گیا یا مسلم بعد وقف کرنے کے مرتد ہو گیا تو اُس کا وقف باطل ہے م وقف مرتد میراث ہو جائے گا خواہ وہ مقتول ہوا اپنے ارتداد پر یا مر جائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذافی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر م معبد نصاری سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت میں یعنی حربی ہونے کے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونے کے اُس سے تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذا فی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شئ لہ لزمہ شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اس واسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اُس کو صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اُس کی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کی طرف انتقال کرے تو اس کو محاصل وقف سے کچھ حصہ نہیں تو اُس کی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اس واسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہے کذا نص الخصاف والملک یزول عن الموقوف باحد اربعۃ با فراز مسجد کما سیجئ او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلم الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی مغربا للفتح المولی من قبل السلطان لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اس کا بیان آوے گا یا اس قاضی کے حکم کر دینے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ واقف متولی کو وقف تسلیم کر دے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے م مصنف نے لزوم وقف زوال ملک سے تعبیر کیا اس واسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اس واسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہیں خلاف تو لزوم وقف میں ہے سو امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اس میں بیع اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اُس کے نواح میں اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دے کر فتوی دیا ہے علاوہ اس کے فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اس وقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحاوی دیکھئے ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آوے گا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اس واسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق

تعالیٰ کا حق ہے اور حقوق اللہ میں قضا بالشہادۃ بلا دعویٰ صحیح ہے کذا فی المحیط ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر و وقف آخر
ام لا تسمع افتی ابو السعود مفتی الروم بالاول بہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحران المعتمد الثانی وصحح فی
الفواکہ البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا بالوقف حکم ہے سب پر کہ اس میں دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعویٰ مسموع نہیں یا سب لوگوں پر حکم
نہیں کہ دعویٰ مذکور مسموع ہو ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتویٰ دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ میں لقین کیا اور اسی کی ترجیح مصنف نے دی
تا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعویٰ معتمد ہے
اور اُس کی فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہے اور اسی کا فتویٰ مصنف نے دیا ہے او بالموت اذا علق بہ ای بموتہ کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح
انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہے واقف کے موت سے جب کہ وہ اپنی موت
پر وقف کو معلق کرے اس طرح کہ جب میں مرجاؤں تو اپنے گھر کو فلانے پر وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ وقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہے ثلث
مال سے بسبب موت کے نہ قبل اس کے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اُس کے وارثوں نے اُس کو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث
تقسیم ہوگا وارثوں پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت میں اپنے بیٹوں پر وقف کیا اُن کے بعد اُن کی
اولاد پر اور اُن کی اولاد کی اولاد پر جب تک کہ نسل باقی رہے بعد اُس کے محتاجوں کے واسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیاں اور ایک بہن
وارث چھوڑ گئی اور بہن اُس کے وقف کرنے سے راضی نہیں اور میت کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث میں نہ دو ثلث
میں تو دو ثلث وارثوں میں بقدر اُن کے سہام کے تقسیم ہوں گے اور ایک ثلث وقف رہے گا تو اس کا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثوں پر تقسیم ہوا کرے گا بقدر
اُن کے حصوں کے جب تک وارث زندہ رہیں گے یعنی بیٹوں پر پھر اُن کی اولاد پر پھر اولاد کی اولاد پر واقفہ کی شرط کے مانند اور وارثوں کا اس میں
حق نہیں یعنی اُس کی بہن کا یا اُس کی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے (قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولد ولدی ونسلی ولم تجز
الورثۃ فہی ارث بین کل الورثۃ مادام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی) یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہے میرے فلانے
ولد پر پھر جب وہ مرے تو اُس کے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثوں نے اُس کو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہے سب وارثوں میں جب تک کہ ابن
موقوف علیہ زندہ رہے گا پھر جب کہ وہ مرے گا تو تمام زمین نسل کے واسطے ہے انتہی الترجمۃ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہیں
اس واسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک ہیں اور ایک ثلث وقف ہے اور اس کا محصول وارثوں پر تقسیم ہوگا جب تک وارث موقوف
علیہ زندہ رہے گا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آئندہ میں دیا فقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ فاعتبر الوارث بالنظر للغلۃ
والوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثہ لانہا لم تتمحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافہم تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہے محمول ہے ارث
حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونے کے تا حیات موقوف علیہ مانند میراث کے مقسوم ہوگا تو کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت میں تو فقہا نے وارث کا اعتبار
کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثوں نے اُس کو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہ ہو وارث کے واسطے
اس واسطے کہ وصیت یہاں محض وارث کے واسطے نہیں ہوئی جو جائز نہ ہو بلکہ غیر وارث کے واسطے نافذ ہوئی ہے بعد وارث کے تو سمجھ لے یعنی
چونکہ وصیت صرف وارث کے واسطے خالص نہ تھی لہذا اس میں دونوں اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر
وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہو جائے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہیں اس واسطے کہ عبارت بزازیہ اس میں صریح ہے کہ تمام زمین ارث
ہے جب تک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اس کی موت کے بعد بالکل نسل کے واسطے ہو جاوے گی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہے

لیکن بنظر نسل نہیں ہوسکتا اس لیے کہ نسل کے واسطے ثلث ہے نہ سب زمین او بقولہ وقفتہا فی حیاتی و بعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند
الامام مادام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے
اُس کو وقف کیا اپنی زندگی میں اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ تو یہ جائز ہے امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جب تک وہ زندہ ہے
تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اُس پر وفائے نذر لازم ہے اور اُس کو رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر اُس نے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ وہ
مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے م جواز بمعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہیں قلت ففی ہذین الامرین لہ الرجوع و مادام حیا غنیا او فقیرا
بامر قاض او غیرہ شرنبلالیہ فقول الدرر لو افتقر لفسخہ القاضی لو غیر مسجل منظور فیہ میں کہتا ہوں تو ان دونوں امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف
بعد حیات و بعد ممات میں واقف کو رجوع کرنا جائز ہے جب تک کہ وہ زندہ ہے مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوائے اُس کے کذا فی شرنبلالیہ
تو درر غرر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اس کو فسخ کر دے اگر وقف پر سجل نہ ہو گئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہیں م اس واسطے کہ فسخ قاضی کی
حاجت نہیں بلکہ واقف خود فسخ میں مختار ہے اور قید فقیر کی بھی کچھ احتیاج نہیں اور بموجب قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہیں کرسکتا اور مفتی کو بھی
فسخ کا فتوی دینا جائز نہیں اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے امام کے قول پر کسی نے فتوی نہیں دیا کذا فی الطحطاوی ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل
للمتولی لان تسلیم کل شئی بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہیں ہوتا یہاں تک کہ مقبوض ہو مصنف
نے یوں نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہے اس واسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اُس کے لائق ہوتی ہے تو مسجد میں تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہے اور غیر مسجد میں متولی
مقرر کرنے اور اُس کو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہے کذا مرح ابن کمال ولفیرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہیں ہوتا یہاں تک
کہ جدا کر دیا جائے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے م وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہے اشتراط قبض پر سو امام
محمد نے قبض کو شرط کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور اختلاف
ہے محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہے سوائے مسجد اور مقبرہ کے کہ اس کا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق
مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہے اور خلاصہ اور بزازیہ اور ولوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور
غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ
وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جائے اس جہت قربت کے واسطے جو منقطع نہ ہو یعنی انجام کار وقف موبد دائمی ہو مساکین پر یہ یعنی
تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اس واسطے کہ وقف مانند صدقہ ہے اور ابو یوسف نے اس کو اعتاق کے
مانند قرار دیا ہے م ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضرور ہے لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری
روایت یہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے کذا فی الہدایہ والنہر طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اس
واسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف
میں بلا قضاء واختلاف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح
مختلف ہے اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہے وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسی کا فتوی ہے اور مصنف
نے بھی اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے واذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی
فتح قلت وجزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا

فی الدرر اور برجب بطلاق موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اُس کی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف وقوف کریگا اسی پر فتوی ہے
کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہے صحت موقت کا مطلقاً تو خبردار ہو جا اور ثابت رکھا ہے اُس کو شرنبلالی نے مسئلہ وقف علی العین
بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ ابو یوسف کے
نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہے گا اور بعد اس کے میراث ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے گھر کو ایک
دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اس کا قول یعنی عدم زیادت اس تفصیل
کا مشیر ہے جس کو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہے اور اگر
یہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں اطلاق نہیں جس کو شارح نے بیان کیا ہے مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یوں ممکن ہے
کہ بطلان موقت کا قول مطلقاً محمد کے قول پر محمول ہے کہ ان کے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت موقت مطلقاً کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول
ہے جس میں مطلق اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہے جس میں تابید معنوی مفرد ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

فاذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتاب الرہن کما مر فی التدبیر پھر جب وقف باجماع شرائط وارتفاع موانع تمام
ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اس میں نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا کرنا باطل ہے چنانچہ کتاب التدبیر
میں مذکور ہو چکا ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل قنیہ اور اگر وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہے یا صغیر کا
مملوک ہے تو اُس پر اجرت مثل واجب ہے کذا فی القنیہ ولا یقسم بل تہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ افتی قاری الہدایہ وغیرہ اور قسمت نہ کی جاوے
وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت بنوبت اس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے
اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف الاخر او ناظرہ ان اختلفت جہتہ وقفہا قاری الہدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع
صحیح ہے جب کہ قسمت ہو درمیان واقف اور اُس کے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا اُس کے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُس کی وقف کی مختلف
ہو کذا صرح قاری الہدایہ ہم یعنی قاضی نے جب کہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اس کی قضا نافذ ہو کر رافع خلاف اور متفق علیہ ہو گئی ہو اگر بعضے
شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہ ہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت
وقف مختلف نہیں تو قسمت کی احتیاج نہیں اس لیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہے ولو وقف نصف عقار کلہ لہ فالقاضی یقسمہ مع الواقف صدر الشریعۃ
وبعد موتہ لورثتہ ذکر فیفرز القاضی من الملک ولم یبعہ بہ افتی قاری الہدایہ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے اُس زمین کا نصف
وقف کیا جس کی کل کا وہ مالک ہے تو قاضی اُس کو تقسیم کر دے باوجود واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے
بعد اُس کے وارثوں کو یہ تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دے اور وارثوں کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہے اور اسی کا فتوی دیا
ہے قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ہم انفع الوسائل میں مذکور ہے کہ جمع بین الوقف والملک کی قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر
شرکا کی تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین وبہ جزم ابن نجیم
فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایہ ہذا ہو المذہب وبعضہم جوز ذلک نہ جب کہ مابین موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف مقسوم نہ ہوگا مابین مستحقین
کے باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اس واسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اُس کے محاصل میں ہے
اور اسی کا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوی میں اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علماء نے قسمت موقوف بین المستحقین

جائز رکھی ہے م یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی ولو سکن بعضھم ولم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعملہ بقدر ما استعملتہ لان المھایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیہ اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اُس کو کافی ہو تو اُس کو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اُس کو یوں کہنا جائز ہے کہ مکان وقف کو میں استعمال کروں گا جس قدر تو نے استعمال کیا اس واسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا یہ خصاف کی عبارت ہے شارح نے قنیہ کی طرف منسوب کی نعم لو استعملہ کلہ احدھم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ ولو وقفا علی سکناھما بخلاف الملک المشترک ولو معدا للاجارۃ قنیہ ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہو گی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کے واسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اس میں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کے واسطے مہیا ہو کذا فی القنیہ قلت ولو بعضہ ملک وبعضہ وقف یاتی فی الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آوے گا ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمدؒ والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اُس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اس میں جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے م مسجد مخالف ہے مطلق وقف سے سب کے نزدیک تو امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اُس کے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اس میں شرط نہیں مسجد کے واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی زمین میدان ہے اس میں کچھ عمارت نہیں اور اس نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی دائما یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن نیت دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گا اس میں میراث نہیں کذا فی النھر جس نے مسجد بنائی تو اُس کی ملک موجود ہے جب تک مسجد کو اُس کی راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا نہ کر دے اس واسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کے واسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنا دے اور لوگوں کو دخول اور نماز کا اذن دے اگر اُس کی راہ بھی شرط کی ہے تو سب کے نزدیک مسجد ہو گئی والا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاوے گی بلا شرط اور نماز اس واسطے کہ شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضروری ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنا بر صحیح روایت کے امام سے اور اس کے ساتھ اذان اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہے تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت ہو گی تو امام محمدؒ کے نزدیک تسلیم ثابت ہو گی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اسی کے تنہا نماز سے مسجد ہو گی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اُس کے نائب کی تسلیم سے مسجد ہو گی کذا فی العالمگیریۃ ملخصاً اور چونکہ واقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول ارجح ہے لہذا مصنف نے اُس کو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی بمجرد قول مسجد ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اراد اہل المحلۃ نقض المسجد وبنائہ احکم من الاول ان کان البانی من اہل المحلۃ لھم ذلک والا لا بزازیہ اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اس کے بنانا اُس کا محکم تر اول سے تو اگر دوسرا بنانے والا منجملہ اہل محلہ ہے تو جائز ہے اور نہیں تو نہیں جائز کذا فی البزازیہ واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز کمسجد المقدس ولو جعل لغیرھا او جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزلہ عن ملکہ لا یکون مسجدا ولہ بیعہ ویورث عنہ خلافا لھما اور جب کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کے واسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کی طرف کر دیا اور اس کو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہ ہو گی اور اُس کو اس کی بیع جائز ہے اور اُس کے بعد اُس کا وارث پاوے گا بخلاف صاحبین کے مذہب کے م امام کا قول ظاہر المذہب ہے اس واسطے کہ اس میں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلی یا اسفل یا جوانب

میں باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو جعل وسط دارہ مسجدا واذن للصلوۃ فیہ حیث لایکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اس میں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہ ہوگی مگر جب کہ مسجد کے واسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع

ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیأ
سکتا
منہ مستغلا ولا سکنیٰ بزازیۃ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے واسطے کوٹھری بنائی تو مضر نہیں اس واسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اُس مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے جس پر فتویٰ ہے یا اس میں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائے گا اور اگر کہے گا کہ میں نے اس کی نیت کی تھی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیۃ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اس کا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کے واسطے مقرر کیا جائے کذا فی البزازیۃ م کرایہ لینا بہرصورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کے واسطے جائز رکھا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجد عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اُس کی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہے گی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اس کی ملکیت واقف اور اُس کے وارثوں کی طرف عود نہ کرے گی اور اس کا نقل کرنا دوسری مسجد کی طرف جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مسجد ہے علی الدوام کوئی اس میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم عود کرے گی طرف ملک کے یعنی بانی یا اُس کی وارثوں کو اُس کی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی فینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کی طرف قاضی کے اذن سے یعنی اس کا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اُس کی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت اسعاف کی حاوی کے مخالف ہے کذا فی المنح ومثلہ فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور میں مانند منہدم کے ہے مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیاں جب اُن کی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک واقف کی مملوک ہو جاویں گی وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ تفریع علی قولہما درر اور اسی طرح مسافر خانہ اور کنواں جب لائق انتفاع کے نہ رہے تو صرف کیا جائے وقف مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کا اُس مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کے جو اس سے قریب تر ہے یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر م عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کی طرف اور وقف مسافر خانہ اقرب مسافر خانہ کی طرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کی طرف صرف ہو وفیہا وقف ضیعۃ علی الفقراء

وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت قلت لکن سیجیٔ معزیا للفتاوی مؤیدزادہ ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقراء پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اُس نے اپنے وصی سے کہا کہ اُس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں بسبب خارج ہو جانے موقوف کے واقف کی ملک سے قاضی کے حکم مسجل سے سو اگر قبل حکم کے وصیت کرے گا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آوے گا فتاوی مؤیدزادہ سے منقول ہو کر واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو م یہ استدراک ہے عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اُس کی تحریر نہیں کی استحد الواقف فی الجہۃ وقل مرسوم

بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف لاخر علیہ لانہما حینئذ کشئ واحد واقف اور جہت متحد ہے
اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ دیا سالیانہ کم ہو گیا بسبب ویران ہو جانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل
آمدنی سے ادھر صرف کرے اس واسطے کہ دونوں مصرف ایک مصرف کے مانند ہیں م مصنف نے اپنی شرح میں اتحاد واقف اور جہت کی اس
طرح مثال دی کہ ایک شخص نے دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ
کم ہو گیا اُس کی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے اُن کو حاکم دے سکتا ہے انتہی علامہ نوح نے کہا کہ اتحاد جہت
کو اس طرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحاً مخالف ہے اس واسطے کہ بزازی نے اتحاد واقف اور جہت کی یوں مثال دی ہے کہ دو وقف
ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اُس کی مرمت کے واسطے اور دوسرا وقف اُس کے امام اور مؤذن کے واسطے کذا فی الطحطاوی **وان اختلف
احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدًا و مدرسۃ ووقف علیہما اوقافا لایجوز لہ ذلک** اور اگر واقف اور جہت سے کوئی مختلف ہو اس طرح
پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف موقوف کیے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول
دوسرے پر صرف کرے **ولو وقف العقار ببقرہ واکرتہ** بفتحتین وہم عبیدۃ الحراثون **صح استحسانا تبعا للعقار** اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین
کو بیلوں اور کھیتی کرنے والے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرۃ بفتح اول وثانی جمع
اکار ہے یعنی کاشت کار م اور اسی طرح باقی آلات کاشت کاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی **وجاز وقف القن علی
مصالح الرباط** خلاصہ **ونفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدًا لاقود فیہ** بزازیۃ **بل تجب قیمتہ لیشتری بہ بدلہ** اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا
مسافر خانہ کے مصالح کے واسطے کذا فی الخلاصۃ اور اس کا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمدًا تو اس میں قصاص
نہیں کذا فی البزازیۃ بلکہ قاتل پر اُس کی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اُس کے دوسرا خرید کیا جائے **کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ
مجتہد فیہ** فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف المشاع وبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر
مصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اُس مشاع کا جس کے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا اس واسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو قاضی
حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جب کہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں
تو کسی ایک قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر وشرح المصنف م بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہ ہو والا مفتی بہ سے
عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی دیدیا اور قاضی حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی نہ دے اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی **وکما یصح
ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم ودنانیر** اور چنانچہ صحیح ہے وقف اس مال منقول کا بھی بالقصد
نہ بالتبع جس میں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر م گھوڑے
اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ اس میں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ اُن کے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ
ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یوں منقول ہے کہ محمد مجوز وقف منقول
ہیں مطلقا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر ہذا الفائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول نہیں شہروں میں منحصر ہے جہاں اس کے وقف
کا رواج ہے اور مفتی ابو السعود کے نزدیک انحصار مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی
السعود **وکیل وموزون فیباع ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ**

لغیرہ وبہذا اجاز خلاصۃ میں کہتا ہوں بلکہ سلطان روم کا امر قاضیوں کو صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابوسعود کی معروضات میں ہے اور ہر چیز کیلی اور وزنی کے وقف کرنے کا تو کیل اور موزون بیچی جاوے اور اس کی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسی کو دی جائے تو موجب صحت وقف منقول کے اگر کئی من گیہوں یا جو وقف کرے اس شرط پر کہ متولی اُس کو قرض دے اس مزارع کو جس کے پاس بیج نہیں اُس کو وہ بو دے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اُس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسی طرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اتنا لے لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ماخرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتادوا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے وقف کی اس شرط پر کہ جو اُس کا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کے واسطے ہے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے معتاد ہوں تو اس کے جواز کی میں امید رکھتا ہوں وقدر وجنازۃ وثیابہا ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لاتعامل فیہ کثیاب ومتاع وہذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اس کے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اس واسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس مجتہد متروک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جس کو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اس منقول وقف کے جس کا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار م جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جس پر میت کو رکھ کر دفن کے واسطے لے جاویں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں جو نعش پر ڈالے جاویں علامہ نوح نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقا جائز ہے اگرچہ صرف ونحو یا لغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اس واسطے کہ تابید یعنی ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے حلبی نے کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اس واسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہنچانے کے واسطے وقف ہیں وفی البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم شتاء ثم یردونہا بعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کمبلوں کا فقیروں پر سو اُن کو دیئے جاویں جاڑے میں پھر اُن کو وہ پھیر دیں بعد اس کے م یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنی ہے وفی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد لقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اور درر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کے واسطے اگر اہل مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے م ظاہر التقیید احصاء دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصاء وقف جائز نہ ہو لیکن ملتقی اور اُس کی شرح میں احصار اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اُس میں پڑھا جاوے گا اور محصور نہ ہو گا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر م قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف موقوف دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحق وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبۃ العلم وجعل مقرہا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا اُن کے مکانات سے فائدہ لینے کے واسطے اور فقہاء اُس میں مبتلا ہیں سو اگر واقف نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لے جانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور ٹھکانا کتب کا اپنے اُس خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر م سبب تردد اختلاف ہے ان دونوں عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہاء کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصلح لازم ہے اس کا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز نہ ہو کہ نفع طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصا زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے اُس کے وارث اُس کی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم تمہیداً

من غلتہ لعمارتہ ثم ما ہو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وتمامہ فی البحر
وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کی جائے بعد اس کے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس
اُن کو دینا چاہیے بقدر اُن کی کفایت کے پھر چراغی اور فراشوں کو اسی طرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی مؤذن اور ناظر اور
تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور سا ابتداً
عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اس قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ
تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں اگر واقف نے رنگین نہ کیا ہو وان لم
یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اس کو شرط نہ کیا ہو بسبب اس کے ثابت ہونے کے بنا بر اقتضاء
کے یعنی اس واسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہوسکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاء
ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کامام وخطیب وفراش قدموا فیعطوا المشروط لہم واما الناظر
الکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر وہو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاویں گے سب مصارف
مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہ ہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو چنانچہ امام اور خطیب اور فراش تو اُن کی تقدیم
ہوگی سو اُن کو اُن کا مشروط دیا جائے گا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو اُن کو اپنے عمل کی اجرت ملے
گی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ م اشباہ میں کہا کہ اُن کو بقدر کفایت دیا جائے گا وفیہا عن الذخیرۃ لو
صرف الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن وہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف
کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اُس پر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر الحکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اُس کی
تعدی کے دینے سے وما قطع للعمارۃ یسقط راساً اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کے واسطے وہ بالکل ساقط ہوجاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں
ہوتا اس لیے کہ ہنگام عمارت میں اُن کا کچھ حق نہیں تو اگر آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہے گی تو اُن کو بعوض سال گذشتہ ملے گی کذا فی
الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم الفاضل للفقراء او للمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتجہ الآن لجواز ان یحدث
حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترط فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمہ اور اشباہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی
بعد اُس کے فاضل آمدنی فقرا یا مستحقین کے واسطے تو ناظر کو لازم ہے رکھ چھوڑنا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ اُس کی بالفعل حاجت نہ ہو کہ
شاید کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہ ہو بخلاف اُس کے جب کہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اٹھا رکھنا لازم نہیں تو
شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے وفی الوہبانیۃ لو زاد المتولی والقاعلی اجر المثل ضمن الکل لوقوع الاجارۃ لہ اور وہبانیہ میں ہے
کہ اگر متولی نے اجرت مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کے
واسطے صورت اس کی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو
متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے ڈانڈ دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن قاضی خاں اور دانگ ششم حصہ ہے درم کا وفی شرحہا للشرنبلالی
عند قولہ شعر ویدخل فی وقف المصالح قیم ؛ امام خطیب والمؤذن یعبر ؛ الشعائر التی تقدم شرطا ام لم یشترط بعد العمارۃ ہی امام وخطیب
ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفۃ نقلہ للمیضاۃ فلیس مباشر وشاہد وشاد وجاب وخازن

کتب من الشعائر فتقدیمہم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ولیقع الاشتباہ فی البواب والمزملاتی قالہ فی البحر قلت ولا تردد فی تقدیم البواب والمزملاتی والخادم
المطہرۃ انتہی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اس کے قول کے پاس اور داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن یوں ہے
کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور مؤذن اور ناظر
اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنے کی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول
کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں تو اُن کی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ
واقع ہوتا ہے کہ یہ بھی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی م مزملاتی منسوب ہے مزملہ
کی طرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جس میں پانی سرد ہو اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرے اور شاہد
وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکھنے کے واسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اس کو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ
میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرستہ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل
لغیبتہ بخلاف المدرستہ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اس وقت شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا
اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اس واسطے کہ اس کی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اُس کے نہ ہونے سے
بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا ہے م اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اس وقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے واقف کی شرط کے مانند
اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی اور مدرس تو درصورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور
طالبین کو وہل یاخذ ایام البطالۃ کعید و رمضان لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی واختلفوا فیہا والاصح انہ یاخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ
العادۃ محکمۃ وسیجیٔ مالو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل چنانچہ عید اور رمضان میں مشروط لے گا یا نہیں میں نے اُس کو مصرح نہیں دیکھا
اور لائق ہے الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علماء اس کے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ قاضی اُس کو لے اس واسطے
کہ ایام تعطیل کے استراحت کے واسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اس قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آوے گا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب
رہا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قنیہ کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس
پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اُس کو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کے واسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ
ان دونوں دنوں میں درس نہ کرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اس کی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت
معین کی ہو یا نہ کی ہو ولو کان الموقوف دارا فعمارتہ علی من لہ السکنی ولو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف
گھر ہو تو اس کی مرمت اس شخص پر ہے جس کی سکونت کے واسطے وہ موقوف ہے اگرچہ ساکن متعدد ہوں رہنے والا اپنے مال سے مرمت کرے نہ
گھر کے کرایہ سے اس واسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی وقفہا الواقف
اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نہ کرے قول اصح میں یعنی اُس پر تو عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اُس کو وقف کیا
ولو ابی من لہ السکنی او عجز لفقرہ عمر الحاکم ای آجرہا الحاکم منہ او من غیرہ وعمرہا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من لہ السکنی
زیلعی ولا یجبر الابی علی العمارۃ ولا تصح اجارۃ من لہ السکنی بل المتولی او القاضی اور جس کے واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا قبول کرے
یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اُس کی تعمیر کرے یعنی حاکم اُس گھر کو اسی شخص ساکن یا اس کے غیر کو کرایہ دے اور اُس کے کرایہ سے اُس کی مرمت

کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نہ کرے مگر اُس کی رضامندی سے جس کے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اباکرنے والے
پر زبردستی نہیں عمارت کے واسطے اور جس کے واسطے سکونت ہے اُس کا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی پر قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم ردہا بعد التعمیر
الی من لہ السکنی رعایۃ للحقین پھر حاکم اس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اُس کو جس کے واسطے سکونت ہے برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت
حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اس واسطے کہ اگر تعمیر نہ ہوتی تو سکونت بالکل فوت ہو جاتی فلا عمارۃ من لہ الاستغلال لانہ لاسکنی
لہ فلو سکن بل تلزمہ الاجارۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ تو گھر کی عمارت اس شخص پر واجب نہیں جس کے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے اس واسطے کہ اُس کے
لیے سکونت نہیں سو اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اُس پر لازم ہوگا ظاہر الجواب یہ ہے کہ اُس پر واجب نہیں بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر
کرایہ اُس پر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اُس کو ملے گا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا اصبح للعمارۃ فیاخذہا المتولی لیعمرہا ولو ہو المتولی ینبغی ان
یجبرہ القاضی علی عمارتہا مما علیہ من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرہا مگر اُس وقت کرایہ اُس پر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اُس سے
کرایہ لے تاکہ گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اُس پر زبردستی کرے عمارت کے واسطے اُس کرایہ سے جو اُس پر لازم ہوا
ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نہ کرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اُس کی تعمیر کے واسطے ولو شرط الواقف غلتہا لہ ومؤنتہا علیہ صحا ولم یجبر علی
عمارتہا الظاہر لا نہر اور اگر واقف نے آمدنی گھر کی ایک شخص کے واسطے شرط کی اور اُس کا خرچ بھی اُس پر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں اور کیا اُس
اُس شخص پر عمارت کے واسطے زبردستی کی جاوے گی یا نہیں ظاہر الجواب یہ ہے کہ اُس پر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح لو لم یجد القاضی من یستاجرہا لم ارہ و
خطر لی انہ یخیر بین ان یعمرہا او یردہا لورثۃ الواقف قلت ولو کان ہو الوارث لم ارہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ما یفید استبدالہ او رد ثمنہ للوارث او الفقراء
اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اس کو نہ پاوے جو اُس گھر کو کرایہ پر لے میں نے اُس کو نہیں دیکھا اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کے واسطے سکنیٰ
وقف ہے اُس کو قاضی اختیار دے اس میں کہ یا اُس کی تعمیر کرے یا اُس کو واقف کے وارثوں کو پھیر دے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وارث
ہی پر سکونت وقف ہو میں نے اُس کو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو مفید ہے اُس کے استبدال کا یا اُس کی قیمت پھیر دینے کا
وارث کو یا فقیروں کو ثم بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا یہ عجیب ہے اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جائے
اور لائق انتفاع نہ رہے تو اُس کا استبدال چاہیے خواہ زمین ہو خواہ گھر ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب
ہو جائے اس طرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نہ رہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جائز
نہیں سوائے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اُس کے وارث کی طرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ
موقوف علیہ السکنیٰ جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی مستاجر کو نہ پاوے تو اُس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو
انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ السکنیٰ وارث ہو اُس کو میں نے نہیں دیکھا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ اس کا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف
نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہو گیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا مرتکب ہوتا ہے باوجود کلام
بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اُس کو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی نقضہ او ثمنہ ان
تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی
وقف کے منقوض کو یعنی مکان کی شکستہ لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اُس کی قیمت کو اگر وقف کا بعینہٖ اعادہ متعذر ہو اُس کی عمارت کی طرف اگر حاجت
ہو مرمت کی اور نہیں تو اس کو محفوظ رکھے حاجت کے وقت کے واسطے مگر جب اُس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اُس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت

کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے م بحرالرائق میں تو بیع منقوض کی دو جگہ ہے درصورت تعذر اعادہ اور درصورت خوف ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنہ بین مستحق الوقف لان حقہم فی المنافع لافی العین اور تقسیم نہ ہوگا وقف کا منقوض یا اُس کی قیمت مستحقین وقف کے درمیان میں اس واسطے کہ ان کا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اس واسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالیٰ علی اختلاف القولین اور یہیں سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسی طرح باقی رہیں رمضان کی بتیاں موم کی اور تیل امام اور مؤذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اُس کے وہاں رواج ہو کہ امام اور مؤذن بلا اذن صریح لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی وجعل شئی ای جعل البانی شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کجواز عکسہ وہو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احدان یمر حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جب کہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہ ہو تو جائز ہے اس واسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کے واسطے ہیں چنانچہ بالعکس اس کے جائز ہے یعنی جب کہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرایا جاوے بسبب تعارف شہریوں کے جوامع مسجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہاں تک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی م اس کے مخالف فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہ ہے کہ اُن کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اس میں کچھ مخالفت نہیں اس لیے کہ مصنف کا کلام بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوۃ فی طریق لا اللمرور فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد نہ بالعکس اس کے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م حلبی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ماتقدم نہیں ہے تو خذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرہا درر وعمادیہ زمین اور گھر اور دکان مسجد کے پہلوؤں میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہے تو اُس کو زبردستی قیمت دے کر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ م اس واسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اس کا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اس واسطے کہ شرط واقف کی شرط معتبر ہے نصوص کے مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسی کو تسلیم کرے پھر اس سے لے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہ ہو واقف کی ولایت میں کذا ولو لم یشترطہا لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وہو الظاہر المذہب نہر اخلافا لما نقلہ المصنف اور اسی طرح اگر واقف نے کسی کے واسطے ولایت شرط نہ کی ہو تو وقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اُس کے جس کو مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ وسیجئی پھر درصورت عدم شرط واقف کے بعد اس کے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کے واسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ اور آگے آوے گا وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا نہر بحثا اور نکال لیا جائے وقف بنا بر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بالطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو

یا اُس کا فسق ظاہر ہوگیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اُس کے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثاً م خلاصہ یہ ہے کہ
متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اس واسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسی طرح جس کو کیمیا کی لت ہو وہ لائق
تولیت نہیں کہ سب محاصل وقف طلب کیمیا میں برباد کرے گا وان شرط عدم نزعہ وان لاینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی
فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اُس کا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے
اس واسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اُس کے غیر کی تولیت صحیح
نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو مقبول ٹھہرائے تو اُس کی تولیت صحیح
نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اُس کا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اُس کا پھر بحال کرنا جائز نہیں
اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقاً جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف والولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ
الفتوی اور رجائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کے واسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف
کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کے واسطے شرط کیا جب تک وہ زندہ رہے اور بعد اُس کی موت کے فقیروں کے واسطے ہے تو محمد کے نزدیک
باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تاکہ وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر
واقف محصول وقف میں یہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کروایا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ
فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے اس واسطے کہ اُس پر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط
الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور رجائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اس وقت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی
ہوا بحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے اس کو ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی او شرط بیعہ ویشتری
بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدلہا بثالثۃ لانہ حکم ثبت بسبب الشرط والشرط
وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اس کی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری
زمین پہلی زمین کے مانند ہوگی اس کی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اس واسطے
کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ
الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط
واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اس کا مالک نہیں سوائے قاضی کے کذا فی الدرر اور بحر الرائق میں استبدال
قاضی کے واسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و عمل ہو
م شارح نے بحر الرائق کی پانچ شروط سے دو شرطوں کا ذکر نہ کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ
ہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بموجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی ناری ہیں اور ایک قاضی جنتی ہے
جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ
دونوں ناری ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس بہ مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بدراہم ودنانیر وکذا لو شرط عدمہ ہی احدی

المسائل السبع التی یخالف فیہا شرط الواقف کما بسط فی الاشباہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اس کے ضائع ہونے کا خوف نہیں اگرچہ استبدال راہم اور دنانیر سے ہو اور اسی طرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جن میں شرط واقف کی مخالفت کی جاتی ہے چنانچہ اس کو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے م اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہونے میں مگر چند مسائل ہیں (۱) شرط کی واقف نے ناظر کے نہ معزول ہونے کی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار رہے (۲) شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو (۳) واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اس واسطے کہ قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی (۴) شرط کی کہ فاضل آمدنی غلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے (۵) شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جائے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو طلب عین یا قیمت لینا جائز ہے (۶) قاضی کو جائز ہے کہ امام مشروط کو زیادہ کر دے اگر امام کو اس قدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو (۷) واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو اس کے حق میں انتہی ملخصًا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنة وہی اذا نص الواقف ورای الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وعزاہا لانفع الوسائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو اس وقف میں اور حاکم نے اس کے ساتھ مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اس کی نسبت انفع المسائل کی طرف کی م مشرف بضم اول وسکون ثانی وہ ہے جس کو حفاظت کا امر ہو نہ کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ یہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اس قدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جائے اور حالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لایجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں م اشباہ میں چاروں صورتیں یوں مذکور ہیں (۱) واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو (۲) غاصب نے اس کو غصب کیا اور اس پر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اس سے ضمان لے کر دوسری زمین اس کے عوض خرید کرے (۳) غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لے کر دوسری زمین خرید کر کے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے (۴) اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی السنة احدی وخمسین وتسع مائة ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعة انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہو گیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعة ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعة نے شرح وقایہ میں کہا کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں اگر آمدنی کم ہو جائے اور ہم اس کا فتویٰ نہیں دیتے اور البتہ ہم نے استبدال میں بے شمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اس کو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف المسلمین کے ابطال میں انتہی علاوہ اس کے اگر جائز ہے تو قاضی باعمل کو جائز ہے سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضًا لو شرط

الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من يتولى من اولاده ولا يداخلهم احد من القضاة والامراء وان داخلهم فعليهم لعنة الله هل يمكن مداخلتهم فاجاب انه في سنة اربع واربعين وتسع مائة قد حررت هذه الوقفيات المشروطة هكذا فالمتولون لو من الامراء يعرضون للدولة العلية على مقتضى الشرع ومن دونهم رتبة يعرض بآرائهم مع قضاة البلاد على المشروع من المراد لايخالف القضاة المتولين ولا المتولون القضاة بهذا ورد الامر الشريف فالواقفون لو ارادوا اي فساد صدر ليصدر واذا داخلهم القضاة والامراء فعليهم اللعنة فهم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفة للشرع جميعها لغو و باطل انتهى فليحفظ اور مفتی ابو السعود کی معروضات میں یہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اُس کے واسطے شرط کرے جو اُس کی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نہ کرے اُس کی اولاد اہل تولیت سے قاضیوں اور امیروں میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو اُن پر اللہ کی لعنت ہے کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نوسو چوالیس ہجری میں ایسے وقف مرقوم ہوئے ہیں جن میں ایسی شرطیں تو متولی اگر منجملہ امراء با وجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی اُن سے کمتر رتبہ ہوں تو اپنی تجویز کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور دونوں امور مشروعہ پر عمل کریں نہ قاضی متولیوں کی مخالفت کریں نہ متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنے والے یہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جب کہ قاضی اور امیروں سے مداخلت کریں دفع فساد میں تو اُن پر لعنت ہے تو وہ ہی واقف ملعون ہیں اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں انتہی کلام المفتی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م بحر الرائق میں ہے کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف میں دخل نہ کریں تو یہ شرط باطل ہے اس واسطے کہ اس میں مستحقین کی مصلحت کی تفسیخ اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف اور مداخلت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اُس میں مداخلت کرنا جائز ہے اور اُس پر کچھ گناہ نہیں بلکہ واقف پر گناہ ہے بنی على الارض ثم وقف البناء قصدا بدونها ان الارض مملوكة لا يصح وقيل يصح وعليه الفتوى ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوکہ ہے کسی کی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے سئل قاری الهداية عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوى على صحة ذلك ورجحه شارح الوهبانية واقره المصنف معللا بانه منقول فيه تامل فتعين به الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اُس کے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسی کو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اُس کے وقف میں عرف جاری ہے تو اُس کا فتوی دینا متعین ہو گیا م قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہے اکمل کا اور استاد ہے صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے استاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب بہ قاری ہدایہ ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن ابی السعود وان موقوفة على عين البناء له جاز تبعا اجماعا وان الارض لجهة اخرى فمختلف فيه والصحيح الصحة كما في المنظومة المحبية اور اگر زمین موقوف ہے اُس پر جس کے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کے واسطے وقف ہو تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اُس کا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجيم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب يصح لو الارض وقفا ولو لغير الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین وقف ہو اگرچہ واقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو م یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ايضا عن البناء والغراس في الارض المحتكرة هل يجوز بيعه ووقفه وهل يجوز وقف العين المرهونة والمستاجرة فاجاب نعم اور اس کا بھی

سوال اُن سے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہیں کیا اُن کی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اُس زمین یا گھر کا جس کو گرو
رکھا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا ہے تو جواب دیا کہ ہاں م ارض محتکرہ عبارت ہے اُس زمین موقوف سے جس کی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ
مقرر ہو گئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح
صحیح ہے اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے جواب میں اجمال ہے تفصیل اُس کی بحرالرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے
اجارہ میں ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جب مدت اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجرین سے کوئی مرے گا تو مصرف وقف میں صرف
ہوگی اور زمین مرہونہ کو اگر چھوڑا ہے یا واسطے ادا کرنے زر رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین کے واسطے نہیں
تو وہ زمین بیچی جاوے گی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہے تو قاضی ادائے زر رہن کے واسطے اُس پر جبر کرے گا اگر اُس کو مقدور ہوگا
اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیۃ لایجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت کا
عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا بحرالرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ
اگر زمین محتکرہ ہے تو جائز ہے واما حکم الزیادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی المنیۃ حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل
ان العمارۃ لو رفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ امر برفع العمارۃ ویوجر لغیرہ والا ترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی البحر اور اجرت زیادہ ہونے کا
حکم منیہ میں بایں تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دکان ہے وقف کی زمین میں اور اُس کے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت
وہاں سے ہٹالی جائے تو اُس کی اجرت زیادہ ہو جائے مستاجر کی اجرت سے تو اُس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اٹھالے جائے اور وہ
زمین غیر شخص کو اجارہ دی جائے اور اگر عمارت دور ہونے سے اجرت زیادہ نہ ہو تو اُس کو مستاجر کے ہاتھ میں اُسی اجرت پر چھوڑا جائے اور اُس
کے مانند بحرالرائق میں ہے وفیہ لو زید علیہ ان اجارۃ مشاہرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یملکہ القیم برضی
المستاجر وان لم یرض یبقی الی ان یخلص ملکہ محیط اور بحرالرائق میں محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اس کا اجارہ ماہواری
ہے تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اُس کا فسخ کیا جائے بعد اس کے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اٹھائی جائے اور اگر رفع مضر نہ ہو تو اٹھائی
جائے یا متولی وقف اُس کا مالک ہو جائے گا مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو باقی رکھی جائے یہاں تک کہ اُس کی ملک خالص ہو
جائے بقی لو اجارۃ مسانہۃ او مدۃ طویلۃ والظاہر انہ لاتقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولاضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا الزیادۃ
فی نفس الارض انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالانہ ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہ ہو مستاجر
کے دفع ضرر کے واسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلامہ
صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لایجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال واغلب اوقاف الامراء بمصر انما ہو
اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہرالفائق میں ہے کہ جائز نہیں مگر اُس وقت جب کہ زمین معافی
کی موات ہو یعنی اُس کا کوئی مالک نہ ہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اُس کو کسی شخص کے واسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر
اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہے وقف کرنے والے بیت المال کے وکیل سے اُس کو ظاہر میں مشابہ تحریر کر لیتے ہیں م تفصیل اس مقام کی یوں ہے
کہ واقف ارض یا مالک اصلی ہے اُس کا اس طرح پر کہ وہ اُس کا مالک تھا جب کہ وہ ملک دارالاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی وہاں کی لوگوں کے
ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے زمین کی ملکیت اُس کے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو

زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہے یا حاکم کی مملوک ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطانی کسی کو دی
تو اُس کا وقف صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اس سے نکال لے اور اگر واقف نے بیت المال
سے بوجہ مشروع زمین خرید کر لی تو اُس کا وقف صحیح ہے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہے اُس کی جمیع شروط کی زمین مذکور میں مراعات ہوگی اور
اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ قاسم نے فتویٰ دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اُس کو باطل نہیں کرسکتا کذا
فی الطحطاوی عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ ؎ ولو وقف السلطان من بیت مالنا ÷ لمصلحۃ عمت یجوز ولو جری ÷ قلت وفی شرحہا للشرنبلالی
وکذا یصح اذنہ بذلک وان فتحت عنوۃ لاصلحا لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت
عام کے واسطے تو جائز ہے اور سلطان ثواب پاوے گا میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی شرنبلالی شرح میں ہے اور اسی طرح اذن دینا بادشاہ کا اُس کے
واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام کے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے م خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی
قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین سے فلانی زمین پر مسجد کے وقف کے واسطے دکانیں بنالیں تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہے تو اذن سلطان کا نافذ ہے اس واسطے
کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہوگیا تو اس میں امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو ما لکان قدیم کی ملک قائم ہے کذا فی الطحطاوی واطلق القاضی
بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف اولبعضہ او رجع عنہ ووقفہ لجہۃ اخری
وحکم بالثانی قبل الحکم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا لشیخہ وقاری الہدایۃ والملا ابی السعود قلت لکن حملہ
فی النہر علی القاضی المجتہد فرجعہ اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کے بیع کے وقف کی وارث کو سو اُس نے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہے اور با جازت قاضی
بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطے نہ مسجل ہونے وقف کے یہاں تک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اُس
کو دوسرے مصرف کے واسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کردے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم
قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اُس کو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اُس کا فتویٰ دیا ہے اپنے استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابوسعود کی پیروی
سے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہے اُس کو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اُس کی طرف مراجعت کرم خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی بیع میں درصورت
حکم اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اُس کے بطلان بیع میں صریح ہے اور
اسی کو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور یہی قول اولیٰ ہے سد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم ہونا بلا حکم قاضی اگرچہ
بعضوں نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اُس پر فتویٰ نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیوں کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق
القاضی البیع لغیرہ ای لغیر الوارث لایصح بیعہ لانہ اذا بطل عاد الی ملک الوارث وبیع مال الغیر لایجوز در یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادیۃ
باع القیم الواقف بامر القاضی ورآیہ جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اُس کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ وقف جب
باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدر یعنی عدم جواز اُس
وقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اس واسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اس واسطے کہ
بطریق شرعی ہے قلت واما المسجل لو انقطع ثبوتہ واراد اولاد الواقف ابطالہ فقال المفتی ابوالسعود فی معروضاتہ قد منع القضاۃ من استماع
ہذہ الدعوی انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہو اور واقف کی اولاد اُس کا ابطال چاہے تو مفتی ابوسعود نے اپنی
معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م انقطاع ثبوت مسجل کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی

کی سجل میں یہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اُس پر حکم کر دیا لیکن بسبب طول مدت کے اُس کے ثبوت پر گواہ نہیں ہیں الوقف فی مرض موتہ کہبتہ فیہ من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتھ فان خرج الوقف من الثلث او اجازہ الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدرہ سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اُس کو وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو تہائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعضے وارث نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اُس کے جائز ہوگا وبطل وقف راہن معسر ومریض مدیون بدین محیط ! در باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہے بخلاف صحیح لو قبل الحجر فان شرط وفاء دینہ من غلتہ صح وان لم یشترط یوفی من الفاضل عن کفایتہ بلا سرف ولو وقفہ علی غیرہ فغلتہ لمن جعلہ لہ خاصۃ فتاوی ابن نجیم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اُس نے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونے کے سو اگر اُس نے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نہ کی ہو تو دین ادا کیا جائے اُس آمدنی سے جو فاضل بچے واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اس کی آمدنی اُسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جس کے واسطے واقف نے مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم م دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہے نہ صحیح غیر مہجور میں اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے مجور التصرف ہوا تو وقف اُس کا صحیح نہیں قلت قید محیط لان غیر المحیط یجوز فی ثلث ما بقی بعد الدین لو لہ ورثۃ والا فالکل فلو باعہا القاضی ثم ظہر مال شری بہ ارضا بدلہا وتمامہ فی الاسعاف فی باب وقف المریض میں کہتا ہوں دین میں محیط کی قید لگائی گئی اس لیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اس ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہوں اور اگر اُس کے وارث نہ ہوں تو اُس کے کل مال میں بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اُس مال سے دوسری زمین عوض اُس کے خرید کرے اور پورا بیان اس کا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں وفی الوہبانیۃ ۵ فان وقف المرہون فافتکہ یجز: فان مات عن عین لقی لا الغیر ای والا فیبطل وللغلۃ یمہل فلیتامل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اُس کو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر جو ادائے دین میں پورا ہے تو وقف معتبر نہ ہوگا یعنی اگر دین ادا نہ ہوگا تو وقف باطل کیا جائے گا یا آمدنی کے واسطے مہلت دی جائے تو اُس سے دین ادا ہو اور وقف باطل نہ ہو تو تامل کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ بموجب امر شارح کے ہم نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح تو بے نہیں اس واسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ میں کہا آمدنی کے واسطے مہلت دینا بعضے علما کی بحث ہے روایت نہیں جس کو بطور نقص ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود وسئل عمن وقف علی اولادہ وہرب من الدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں سوال ہوا اُس شخص کا جس نے اولاد پر وقف کیا اور ادائے دین سے بھاگا کیا یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اس کا حکم کرنا اور وقف سجل کرنا بقدر اس کے جو مشغول ہے دین سے انتہی جواب المفتی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ منع سلطان روم کی جانب سے ہے جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علیہ ثلثہ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز لغنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء قنیۃ وقف تین صورت پر ہے یا فقیروں کے واسطے ہے یا مالداروں کے واسطے یا بعد اُس کے فقیروں کے واسطے یا اُس میں دونوں فریق برابر ہیں چنانچہ مسافر خانہ اور خانقاہ اور

قبرستان اور آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اُس کے مانند اور چیزیں جیسے مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اس واسطے کہ اُن کی طرف سب کی حاجت ہے بخلاف ادویعنی جو دوا کہ دار الشفا میں وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تنصیص کے تو درصورت تعمیم اغنیا بھی اس میں فقیروں کے پیرو ہو کر داخل ہوں گے کذا فی القنیہ م تعمیم کی یہ صورت ہے کہ واقف کہے کہ یہ دوائیں سب بیماروں کے واسطے وقف ہیں اور تنصیص یہ کہ واقف اغنیاء کو کھول کر مذکور کرے تو اغنیا اس میں بالقصد داخل ہیں اور تعمیم میں بالتبع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ دوارثہ یعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ قضاء۔ در را قرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اس کا کہ اُس نے اس کو اپنے ہاتھ سے خارج کر دیا اور واقف کا وارث اُس کے خلاف جانتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اُس کے وارث کا دعوی مسموع نہیں دار القضا میں کذا فی الدرر وفی الوہبانیۃ س۵ وتبطل اوقاف امراء بارتدادہ فحال ارتدادہ منہ للوقف اجدر۔ اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہو جاتے ہیں اوقاف مرد کے اُس کے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہوں گے۔

فصل یہ فصل ہے شروط واقف کی مراعات میں یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب و میت رعایت کی جائے یعنی واجب الرعایت ہے واقف کی شرط اجارۂ وقف میں تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اُس کو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اس واسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کے واسطے م مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیروں کے حق میں نافع تر ہے تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے یہ حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم وقیل تقید لسنۃ مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا مما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضوں نے کہا زیادتی مدت کی متولی کے واسطے علی الاطلاق باقی رہے گی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال تک مقید ہو گی ہر صورت میں اور اُس پر یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جب کہ مصلحت اُس کے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے م زیادتی مدت اجارہ ہے اس لیے وقف میں جائز نہ ہو گی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اس واسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھے گا تو اُس کی ملک کا اس کو توہم ہو گا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وسیجئ فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اُس کی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہو گا اس واسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں اس واسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اس کو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اس کو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ میں آوے گا م شارح نے استدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہے ولو حر باجر المثل فلا یجوز بالاقل ولو ہو المستحق قاری الہدایۃ الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل پر تو اس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایۃ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اُس میں کوئی خواہش نہ کرتا ہو الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزاں ہو جائے بعد عقد کے تو عقد فسخ نہ ہو گا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے

بسبب فسخ کے ولوزاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گراں ہوجائے اُس کی اجرت مثل سے تو بعضوں نے
کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ لوزاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخہا بہ یفتی ومالم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے
اگر اُس کا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوگیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اُس کا فسخ کردینا جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جب تک فسخ نہ کریگا
تو اُس کو اجر معین ہی ملے گا وقیل لایعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لاتعتبر وسیجئ فی الاجارۃ اور بعضوں نے کہا درصورت زیادتی دوبارہ عقد نہ
کرے مانند بڑھا دینے کسی شخص کے واسطے تکلیف رسانی اور شفقت اندازی مستاجر کے کہ وہ زیادتی معتبر نہیں اور آگے آوے گا کتاب الاجارہ میں
والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے م یہ مبنی ہے قول اول
پر جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لایملک اجارۃ ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین
علی ما علیہ الفتوی عمادیۃ لان حقہ فی الغلۃ لا العین اور جس کے واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے
اگر اس سے کسی نے وقف غصب کرایا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیۃ اجارہ دینے
کا اس واسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں وہل یملک السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی
والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اُس کی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اُس کی شرح شرنبلالی میں
کہا اور تنقیح یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجرہ للمتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمامہ
ای تمام اجر المثل اور جب کہ متولی موقوف کو کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اس میں
غلط سمجھا ہے کا ب وکذا وصی خانیۃ اجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ اور اسی طرح
وصی نے کذا فی الخانیۃ اجارہ دیا اپنے صغیر کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم
کرنے اور ساقط کرنے کی ولایت نہیں م طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے لکل منہما کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ
ان القاضی یامرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زود السنین الماضیۃ ولو کان القیم ساکنا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لاغرامۃ علیہ وانما ہی علی
المستاجر واذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فی صرفہ فی مصرفہ قضاء ودیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر
کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اُس پر سنین ماضیہ کی زیادتیاں لازم ہوں گی یعنی درصورت کم ہونے اجارہ کے اجرت مثل سے اور اگر متولی
ساکت رہا ہوگا باوجود اس کے قادر ہونے کے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اُس پر تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر
ساکن وقف کے مال کو پا جاوے تو اُس کو بقدر نقصان اس میں لینا جائز ہے پھر اُس کو صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاءً بھی اور دیانۃً بھی انتہی
کلام الاشباہ تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ لو اجر الغاصب ما منافعہ مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال
فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر لتاویل العقد انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی اس
واسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جس کے منافع کا ضمان غاصب پر ہے منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اس مکان کے
جو کرایہ کے واسطے مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اُس کا جو اجر اُس نے مستاجر سے لیا نہ سوائے اُس کے بسبب
تاویل عقد اجارہ انتہی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے یفتی بالضمان فی غصب العقار الوقف وغصب منافعہ واتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان
علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم درر فتوی ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اُس کے منافع

کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اس کو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کے واسطے مہیا نہ ہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کے واسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی ومتی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا آخر فیکون وقف بدل الاول اور اسی طرح فتوی ہے ہر ایک اس قول پر جو وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے کذا فی حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اس کے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اس کا وقف ہونا تلفظ وقف پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہے مثلاً کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم جواز پر فتوی دیا جائے گا کہ یہ وقف کو نافع تر ہے بسبب باقی رہنے اس کی ذات کے اور احتمال تلف ہو جانے اس کی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی[۱] اربعۃ عشر منہا الوقف علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جس میں گواہی مقبول ہوتی ہے تحصیل ثواب کے واسطے بدون دعوی کے وہ چودہ[۱۴] مقام ہیں ان میں سے ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اس کی گواہی میں دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہیں م چودہ مقامات مذکور یہ ہیں وقف[۱] طلاق[۲] تعلیق[۳] طلاق لونڈی[۴] کا آزاد ہونا اس کا مدبرہ[۵] ہونا خلع[۶] ہلال[۷] رمضان نسب[۸] حد[۹] زنا حد[۱۰] شراب[۱۱] ایلا[۱۲] ظہار[۱۳] حرمت[۱۴] معاہرت اپنے مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ بقی لو الوقف علی معینین ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن وہذا التفصیل ہو المختار وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین لوگوں پر ہو گیا اس میں گواہی بلا دعوی مقبول ہے یا نہیں خانیہ میں کہا لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہ تفصیل ہی مختار ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اس کو یاد رکھنا چاہیے م تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہے کہ غیر معین پر مقبول ہے نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ میں کہتا ہوں لیکن بحث کی ہے اس میں یعنی اطلاق قبول شہادت میں ابن شحنہ نے م ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لابدی ہے اس واسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اس پر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہے تو اس میں دعوی ضرور ہوا بسبب ثابت ہونے اس کے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار اس کے فقرا مستحق ہوں بخلاف اس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہے اس اطلاق کی طرف جو کلام ماتن سے مستفاد ہے نہ تفصیل کی طرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اس کے مخالف موہم ہے ووفق المصنف بقبولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف لقبولہ للفقرا باشتراط الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی الخانیۃ لو کان ثمہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شیء من الغلۃ وتصرف کلہا للفقرا اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہے بواسطہ مقبول ہونے گواہی کے مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیوں کہ مرجع اس کے فقیر ہیں اور بواسطے مشروط ہونے دعوی کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر وہاں مستحق ہوا اور دعوی نہ کرے تو اس کو کچھ غلہ نہ دیا جائے گا اور تمام غلہ محتاجوں پر صرف کیا جائے گا م خلاصہ توفیق مذکور یہ ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے غلہ نہ پاوے گا اور ثبوت استحقاق شخص معین بلاشبہہ دعوی پر موقوف ہے تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہو گیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی المستحق مع انہا لا تسمع منہ علی المفتی بہ الا بتولیۃ کما مر فتدبر میں کہتا ہوں اور قول مذکور سے استفادہ ہوا کہ مستحق دعوی کرے گا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر م حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ در صورت غصب متولی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنے استحقاق کا دعوی کرے گا تو بلاشبہہ صحیح ہے محتاج مدبر نہیں وفی الاشباہ

---

[۱] قال الطحطاوی قال صاحب الاشباہ اربع عشرۃ ہی الشہادۃ علی دعوی مولاہ نسبہ ۱۲

لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا تولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ فالاجنبی اولی انتہی وقدمر فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ ہم حنفیوں کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی میں کہ اُس کا دعوی مسموع ہے بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت پھر دعوی اس کا مسموع نہ ہوا تو اجنبی اس سے بہتر ہے انتہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جا جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی غاصب پر ہے اور یہاں اصل وقف کا دعوی ہے تو دونوں کی مغایرت میں شک نہیں **ولیشترط دعوی الوقف بیان الواقف** ولو الوقف قدیما فی الصحیح بزازیۃ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہے دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیم ہو قول صحیح میں کذا فی البزازیۃ تا اثبات مجہول کے واسطے نہ ہو اور عمادیہ میں ہے کہ مقبول ہے بلا بیان واقف اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے تو یہاں بھی انھیں کے قول پر فتوی ہے کذا فی المنح **وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ** ای بالسماع فی المختار ولو الوقف علی معینین للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف میں گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتوں کی مردوں کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کے واسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کر دیں قول مختار میں اور گو کہ وقف معین لوگوں پر ہو بہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہیں بخلاف غیر وقف کے یعنی جس میں شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ نسب کہ اگر اُس میں اپنی سماعت کی تصریح کریں گے تو گواہی مقبول نہ ہو گی کذا فی الطحطاوی عن الدرر **لا تقبل بالشہرۃ لاثبات شرائطہ** فی الاصح درر وغیرہا مقبول نہیں شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کے واسطے قول اصح میں کذا فی الدر وغیرہ م اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دیں اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ میں ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اُس کی شرائط پر اس واسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرناً بعد قرن بخلاف شرائط کے لو جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہیں وہ اُس کی شرائط میں ہے کذا فی المنح لکن فی المجتبی المختار قبولہا علی شرائطہ ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی الفتح بقولہم یسلک بمنقطع الثبوت المجہولۃ شرائطہ ومصارفہ ما کان علیہ فی دواوین القضاۃ انتہی و جوابہ بان ذلک للضرورۃ والمدعی اعم بحر لیکن مجتبی میں کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج میں اس پر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اُس کو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر میں اُس کو قوی رکھا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اُس کے شرائط اور مصارف مجہول ہیں اُس میں اُس پر عمل کیا جائے گا جو قاضیوں کے دفاتر میں ہے انتہی اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر م خلاصہ تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ درصورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق میں یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اُس کے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہوں یا نہ ہوں علاوہ اس کے کلام فتح القدیر کا اس وقف میں ہے جس کا ثبوت منقطع ہو اور سوائے دفتر کے اس کا حال معلوم نہ ہو اور یہاں گفتگو اس وقف کی ہے جس کا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے **وبیان المصرف** کقولہم علی مسجد کذا **من اصلہ** لتوقف صحۃ الوقف علیہ فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یوں کہنا شاہدوں کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف میں بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف میں شہادت بالتسامع مقبول ہے ولبعض مستحقیہ وکذا البعض الورثۃ ولا ثالث لہا کما فی الاشباہ قلت وکذا لو ثبت اعسارہ فی وجہ احد الغرماء کما سیجی فتامل وقالوا تقبل بینۃ الا

افلاس لغیبۃ المدعی وکذا اعتراض بعض الاولیاء المتساوین یثبت الاعتراض لکل کملا وکذا الامان والقود وولایۃ المطالبۃ بازالۃ الضرر العام عن طریق
المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسی طرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہیں یعنی سوائے مستحق اور وارث
کے ایک شخص بجائے کل اشخاص نہیں ہو سکتا کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور اسی طرح حکم ہے اگر مفلس مدیون کی ایک قرض خواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ
آوے گا تو اس کو تامل کر اور فقہانے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت میں مقبول ہیں اور یہی حکم ہے بعض اولیاء مساوین کا کہ اعتراض نکلے گا حق ہر
ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالب کا ضرر عام دفع کرنے کے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے
عدم حصر کی م یہ رد ہے صاحب اشباہ کا کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم انہ ینتصب احد الورثۃ خصما عن الکل لوفی دعوی دین لا عین مالم یکن بیدہ فلیحفظ
پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثوں کی طرف سے اگر دین کے دعوی میں خصومت ہو نہ عین کے دعوی میں تاوقتیکہ وہ مدعی علیہ کے
ہاتھ میں نہ ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **ینتصب خصما عن الکل** ای اذا کان وقف بین جماعۃ وواقفہ واحد فلو لاحد منہم او وکیلہ الدعوی علی واحد منہم او
وکیلہ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان میں اور اس کا وقف کرنے والا ایک ہی ہو تو ان
میں سے ایک مستحق کو یا اس کے وکیل کو دعوی کرنا اس میں سے دوسرے شخص پر یا اس کے وکیل پر جائز ہے **وقیل لا ینتصب فلا یصح القضاء الا بقدر ما فی ید الحاضرین** اور
دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کی طرف سے خصومت نہیں کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہیں مگر اسی قدر میں جو حاضرین کے ہاتھ میں ہے م قائل اس قول کا
قاضی عبد الجبار ہے وہذا ای انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی الوہبانیۃ اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اس وقت ہے
جب اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہ ہو تو ایک مستحق خصومت نہیں کر سکتا اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے **اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف**
لا یلحق بالمنازل الموقوفۃ ویجوز بیعہا فی الاصح لان للزومہ کلاما کثیرا ولم یوجد ہہنا متولی واقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنے کے واسطے
تو یہ گھر منازل موقوفہ سابق کے ساتھ نہ ملایا جائے اور اس کی بیع جائز ہے قول اصح میں اس واسطے کہ اس کے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہے اور یہاں وہ
موجود نہیں **مات المؤذن والامام ولم یستوفیا وظیفتہما من الوقف سقط** لانہ کالصلۃ **کالقاضی وقیل لا یسقط** لانہ کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب
المرتد وغیرہا قال المصنف ثم وظاہرہ ترجیح الاول لحکایۃ الثانی بقیل قلت قد جزم فی البغیۃ تلخیص القنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ
ومنح النہر مرگیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونوں نے اپنا وظیفہ یعنی ماہانہ یا سالانہ وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اس واسطے کہ وظیفہ مانند
صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض مملوک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل باب
المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح میں وہیں کہا اور ظاہر در رترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل میں کہتا ہوں
کہ بغیہ تلخیص القنیہ میں البتہ یقین کیا ہے اس کا کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ مورث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومنح النہر ولو علی الامام
دار وقف فلم یستوف الاجرۃ حتی مات ان اجرہا المتولی سقط وان اجرہا الامام لا عمادیۃ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو اس نے کرایہ اس گھر کا پورا نہ
پایا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اس کو امام نے کرایہ دیا تو ساقط نہ ہوگا کذا فی العمادیۃ یعنی اس واسطے
کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اس کی قبض کے قرار دیا گیا اخذ الامام الغلۃ وقت الادراک وذہب قبل تمام السنۃ لا یسترد منہ غلۃ باقی السنۃ فصار کالجزیۃ وموت القاضی
قبل الحول ویحل للامام غلۃ باقی السنۃ لو فقیرا وکذا الحکم فی طلبۃ العلم فی المدارس درر امام نے غلہ لیا یعنی زراعت کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے
سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائے گا تو وہ ہو گیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج
ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لے کر چلا جاوے تو استرداد نہیں م اگر ذمی اثنای سال میں مر جاوے

تو اس سے ایام گذشتہ کا جزیہ نہ لیا جائے گا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثنار سال میں جزیہ پیشگی دے پھر ذمی مسلمان ہو جائے یا مر جائے تو وہ یا اُس کا وارث استرداد جزیہ نہیں کر سکتا ونظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ سہ ولیس بدمنہ ان لم یزد علی؛ ثلث شہور فہو یعفی ولیغفر؛ اور ابن شحنہ نے نظم کیا اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچار کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف اور مغفور ہے سہ وقد اطبقوا الایاخذ السہم مطلقا؛ لما قد مضی والحکم فی الشرع لیسفر؛ اور البتہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ درصورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقاً نہ لے اور یہ حکم شرع میں مسافر کے واسطے ہے م حصہ نہ لے مطلقاً یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت ہذا کلہ فی سکان المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم امافیہما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور سکان مدرسہ میں اور فرض حج اور صلہ رحم کے سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المحبیۃ سہ لا تجز استنابۃ الفقیہ لا؛ ولا المدرس لعذر حصلا؛ کذلک حکم سائر الارباب؛ اولم یکن عذر فذا من باب؛ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے حاصل ہو اسی طرح حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہ ہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہ ہوگی سہ والمتولی لو لوقف اجرا؛ لکنہ فی صکہ ما ذکرہ؛ من ای جہۃ تولی الوقف؛ فما یجوز واذلک حیث یلغی؛ اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اُس نے وثیقہ اجارہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے وقف کا واقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو فقہا نے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو سہ ومثلہ الوصی اذا یختلف؛ حکمہا فی ذا علی ما یعرف؛ بحسب التقلید والنص فقس؛ کل التصرف کیلا یلتبس اور مانند متولی کے وصی ہے اس واسطے کہ متولی اور وصی دونوں کا حکم بنا بر مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نص کے سو قیاس کر لے اجارہ دینے پر جمیع تصرفات کو اس واسطے فقہا نے اجازت نہ دی تا احکام میں اشتباہ نہ پڑے م جامع الفصولین میں ہے کہ ایجار متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں اس واسطے کہ باپ کی وصی اور دادا کے وصی اور ماں کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماہا الضبابۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلک فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام انھوں نے ضبابۃ فی جواز الاستنابۃ کہا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے ولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کی طرف ہے پھر اس کی وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام اُس کے ولو جعلہ علی امر للوقف فقط کان وصیا فی کل شئ خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کانا ناظرین مالم یخصص وتمامہ فی الاسعاف فلو وجد کتابا وقف فی کل اسم متول وتاریخ الثانی متاخر اشترکا بحر اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدہ نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو وہ دونوں ناظر ہوں گے تا عدم تخصیص اور پورا بیان اس کا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو وثیقے پائے گئے کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہوں گے کذا فی البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فیرید التنفید نہر تولیت کی درخواست کرنے والے کو تولیت نہ دی جائے سوائے اس شخص کے جس کے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کرے گا تو دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ متولی ہو چکا بسبب شرط کے تو وہ اس درخواست سے تنفید شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اس واسطے تولیت نہ دی جائے کہ حدیث میں نہی وارد ہے ثم اذا مات المشروط لہ بعد موت الواقف ولم یوص الی احد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ لمستحق الا بتولیۃ کما مر پھر جب کہ وہ شخص مر گیا جس کے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اس نے کسی کے واسطے وصیت

سہ قال ابن الشحنۃ مؤلہ المرادیۃ من بعد مسافۃ شرعا کذا فی الطحطاوی ۱۲

نہیں کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی کیواسطے ہے نہ مستحق وقف کیواسطے اس واسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اُس کی تولیت سے چنانچہ گذر گیا وما دام
احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ نسبۃ الوقف الیہم اور جب تک کوئی شخص تولیت کی لیاقت
رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اس واسطے کہ واقف کا برادری والا مصلح زیادہ شفیق ہے اور اُس کا مقصود یہ ہے کہ
وقف کی نسبت اُس کی خاندان کی طرف بنی رہے اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک
عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنے کا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض
تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور متولی مذکور اس کے معزول کرنے کا بعد اقامت کے مالک نہ رہے گا مگر جب کہ
واقف نے اُس کے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحتہ کو محذوف کرتا تا تفصیل آیندہ صحیح ہوتی
مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لا یصح وان فی مرض موتہ صح وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالایصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر
کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اس کو عزل اور تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت
کرلے کے کذا فی الاشباہ م مثلا باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اُس کو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ
للحاکم قبل اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم فی مرض موتہ لا مادام المفوض لہ باقیا لقیامہ مقامہ وعن واقف شرط مرتبا لرجل معین ثم
من بعدہ للفقراء نفرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اُس ناظر کا جو معین ہوا شرط سے پھر بعد
اُس کے حاکم کو اختیار ہے تو جب کہ ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کرے پھر مرجائے کیا اُس کی ولایت حاکم کی طرف منتقل ہوگی تو میں نے جواب دیا کہ
اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کی طرف انتقال ہوگا اور اگر اُس نے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہ ہوگا جب تک
وہ شخص باقی رہے گا جس کو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اس وقف کرنے والے کا جس نے
بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کے واسطے پھر بعد اُس کے فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مرگیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں
کی طرف منتقل ہوگا میں نے منتقل ہونے کا جواب دیا یعنی بعد موت مستحق مذکور کے وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس وامام ولاہما ولو لم
یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک الواقف اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف والقاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے
ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اس نے اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اس مدرس اور امام
کو جن کو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اُس کے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو
معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اس کا علم ہو تو عزل صحیح ہے والا نہیں م طحطاوی نے کہا کہ امام اور مؤذن کی معزولی تو مصرح ہے بلا شک مدرس کا بھی یہی حکم
ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور مؤذن بسبب عذر کے چھ چھ مہینے اپنا کام نہ کریں تو متولی کو انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن یہ عزل
بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعہا المشتری من اخر ثم ادعی انی کنت وقفتہا او قال وقف علی لم تصح فلا یحلف المشتری
مثلا زید نے گھر بیچا پھر اُس کو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کر دیا تھا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی
صحیح نہیں تو قسم نہ لی جاوے گی مشتری سے م مشتری کا بیع کرنا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں یہ مذکور تھا شارح نے اس کو ذکر کر دیا اور مشتری پر اس
واسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے ولو اقام بینۃ او ابرز حجۃ شرعیۃ قبلت فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لانی الملک لو استحق علی المعتمد
بزازیہ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اس کے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا

وقف میں نہ ملک میں درصورت اُس کے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیۃ وغیرہا اور وقف میں اجرت مثل لازم ہوجاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا اُس پر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے ہاں اشباہ کے بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روک رکھنا وقف مذکور کا قیمت لینے کے واسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق اس واسطے کہ حبس بجائے رہن ہے اور وقف میں رہن جائز نہیں وہی احدی المسائل السبع المستثناء من قولہم من سعی فی نقض ماتم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے ان سات مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اُس کے توڑنے میں جو اُس کی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اُس کی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والالا وہو تفصیل حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اُس پر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اس کا دعوی کیا کہ بیع ایسا وقف ہے جس کے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اُس کا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جس پر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر م تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لاتقبل عند الامام وہو المختار وصوبہ الزیلعی قال وہو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اُس کی تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لم یجز قلت قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لانہ للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کرچکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقاً واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اُس کا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اُس کو غور کرلے اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جب کہ قوم نے امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اس وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اس واسطے کہ اس کی منفعت اہل محلہ کی طرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ بناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اُس کے کوئی اولاد نہیں یا اس مکان پر وقف کیا جس کو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرستہ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جائے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جائے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اس مدرسہ پر جس میں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوائے اُس کے بسبب متعذر ہونے درس کے اُس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں رائج ہے م تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے کے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی یہ مسائل ضروریہ ہیں جو فتوی کے واسطے حادث ہوئے م شارح علامہ نے آخر کتاب

الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنائے ایجاز سے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا ارصد
الامام ارضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لساقیۃ ہی ملک ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ بان
الارصاد علی الملک ارصاد علی المالک یعنی فتصح فحینئذ یلزم المرصد علیہ ادرارہا کما کانت لما فی الحاوی الحوض اذا خرب صرفت اوقافہ فی حوض آخر فتأمّل
مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر تاکہ اس کا محصول نہر کی درستی اور مرمت کے واسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر
کے ویران ہو جانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اس کا خراج اس نہر کی طرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے بعضے شافعیوں نے جواب
دیا مملوک پر مقرر کر دینا مالک پر مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہے تو اس وقت میں مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اس کا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہے
چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اس واسطے کہ حاوی میں ہے کہ جب حوض ویران ہو جائے تو اس کے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا
چاہیے سو اس کو غور کر م طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہے ایک وقف سے دوسرے وقف کی طرف اور حادثہ مذکورہ میں نقل
ہے وقف سے ملک کی طرف دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقہ فلان والباقی علی ذریتہ وعقبہ ثم عم علی عتقائہ قال الوقف الی العتقاء
ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء اخذا من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال وللفقراء بمال والموصی لہ
محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جس میں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اس میں سے ایک کوٹھری فلانے
اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات تو اپنی ذریت اور پسماندوں پر وقف کیا پھر اُن کے بعد اپنے آزاد غلاموں پر پھر وقف مذکور بعد مر
جانے ذریت کے آزادوں کی طرف پھر آگیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہو گیا جس کو واقف نے خاص کر دیا تھا ایک کوٹھری دے کر اس
سوال کے جواب میں فتوی مختلف ہے باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ایک مال کی
اور فقیروں کے واسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کے واسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہے کیا اُس کو فقیروں کے حصہ سے دیا جائے گا
اس میں علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہاں اس کو بھی دیا جائے گا م ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیوں پر
مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کے واسطے معین کیا سو اس کے قرابت والے محتاج ہو گئے کیا نصف مساکین سے اُس کو دیا جائے گا ہلال نے کہا
نہ دیا جائے گا اور یہی قول ہے ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے کہا ان کو بھی دیا جائے گا انتہی ذخیرہ میں کسی قول
کی ترجیح نہ تھی لہذا خانیہ سے استدراک کیا کہ دینا اصح ہے استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لم
یاکل لما فی الحاوی غرس فی المسجد اشجارا مثمرۃ ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل فتباع المصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جس میں پھل والے درخت ہیں
کیا کرایہ دار کو ان میں سے کھانا درست ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہ ہو تو کھائے اس واسطے کہ حاوی میں ہے کہ واقف نے
مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کے واسطے بوئے تو ہر مسلم کو اس کا کھانا جائز ہے اور نہیں تو پھل بیچے جائیں ضروریات مسجد کے
واسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمۃ وظیفتہ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لاسیما فیما یلزم بترکہا
تعطیل الکل من النہر یہ قول فقہا کا کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل میں تو صاحب
خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس شخص کے واسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود عدم کارگزاری کے وجہ مقرری کو
لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اس خدمت میں جس کے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرس کی یہ سب فروع مذکورہ نہر الفائق سے
منقول ہیں م فتاوی خیریہ میں ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جو من قبیل

ئی ہر ہے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اس میں قرینہ ہے تو اُس پر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہے تو عمل نہ ہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اس سے دریافت کیا جائے گا وفی الاشباہ الجامکیۃ فی الاوقاف لہا شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ معلومات او عزل لا یسترد المعجلۃ وشبہ الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لایصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف میں اجرت کے مشابہ ہے ہنگام خدمت گذاری میں اور اغنیاء کے واسطے حلال ہونے میں اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مرجائے یا معزول ہو تو جو پیشگی لے چکا وہ نہ پھیر لیا جائے گا اور مشابہ ہے کہ صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اس واسطے کہ وقف صحیح نہیں مالداروں پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اس کا اس میں ہے م جاگیر عطا کے مانند ہے یعنی جو دفتر میں مقاتلین اور غیر مقاتلین کے نام پر ثابت ہے لیکن عطا سالیانہ ہے اور جاگیر ماہیانہ مگر یہاں جاگیر سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کذا فی الطحطاوی یکرہ اعطاء نصاب الفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء لبعض العلماء الفقراء فلیحفظ مکروہ ہے بقدر نصاب کے فقیروں کو دینا فقراء کے وقف سے مگر جب کہ واقف نے اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقراء کے وقف سے بعضے محتاج علماء کے واسطے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی فقیروں کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہیں اس واسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوٰۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الواقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہیں کہ کسی کے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جس کے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اُس کو لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کی بعوض اجرۃ مثل کے قاضی کو جائز ہے کذا فی القنیۃ م یہ اُس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جائے اور ضرورت ثابت کی جائے تو قاضی اُس کو مقرر کرے جو اُس کی اصلاح کرے اور اُس کے واسطے اجرت مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اس کی دے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیۃ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام ان کان لایکفیہ وکان عالماً تقیاً ثم قال بعد ورقتین والخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جب کہ اس کو کفایت نہ کرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو پھر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود امام الجمعہ ہے میں کہتا ہوں اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ونقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہے جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اُس کے حکم کے موافق عمل کیا جائے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر ہو اس واسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی مملوک ہے یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان اوشغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف میں مقرر کرنے کی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجائے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو میں نے تجھ کو اس میں مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولیہ کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہاں تک کہ اُس پر خیانت ثابت کریں اور اسی طرح وصی کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہیں الناظر اذا اجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اُس پر وقف کا مال ہے تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اُس کے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری نہ کی یہاں تک کہ وہ ضائع ہوئی تو اُس پر ضمان لازم ہے م اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اُس کو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبرگیری نہ کی یہاں تک کہ دیمک کھا گئی تو اس پر ضمان ہے اگر اُس کی کچھ اجرت معین ہو کذا فی

الصیرفیۃ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر و شراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو ببعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یمکن اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض او الشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اس کی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کے واسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اس کی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہ ہو اور یہاں استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا ہم طبی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اس واسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وہل للمتولی شراء متاع فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اس کی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اس کا بیچنا عمارت کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں متولی کو جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا منشاء اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابقین ہے اس واسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ میں الولوالجیہ سے یوں منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتویٰ ہے اقر بارض فی ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر میں ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اس کی تکذیب کی پھر کسی وجہ سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی یعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن فی حق المقر خاصۃ فلو اقر المشروط لہ الریع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صح ولو جعلہ لغیرہ لا ویجیئ آخر الاقرار عمل کیا جائے گا باہم تصدیق کے بموجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہو گا سو اگر اس شخص نے جس کے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلاں شخص مستحق ہے نہ میں تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کرے گا تو صحیح نہ ہو گا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں یہ مسئلہ آوے گا ہم اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شائد واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کے واسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اس واسطے نہ ہوا کہ استحقاق مشروط ارث کے مانند ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لا بد من اثبات نسبہ ویجیئ فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اس کی نسب کے اثبات سے اور دعوی النسب کے باب میں آگے آوے گا ہم صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہیں متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطیں متعارض ذکر کیں تو شرط متاخر پر عمل ہو گا ہمارے نزدیک اس واسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ہم شرطین متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کی طرف ہمارے نزدیک اور معطوفات کی طرف راجع ہوتی ہے شافعیوں کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کی طرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے نویں قاعدہ میں ہے ہم یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت[1] علی اولادی واولاد اولادی واولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا بموجب فریضہ

[1] میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور اولاد کی اولاد کی اولاد ول پر ۱۲

شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اس کو بہ تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحییٰ بن منقار نے رسالۂ
مرضیہ علی الفریضۃ الشرعیۃ میں اور اسی کے مانند ہے مصنف کے فتاویٰ میں ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اس واسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت
ہوئی کہ بسبب فرض کے بین التساوی بین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری میں اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے
نہ بواسطے فرض کے واللہ اعلم وفیما تثبت لطریق شرعی وقفیتہ مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک
لما فیسلک معہما الانفع للوقف علا اور فتاویٰ مصنف میں ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اس کی بیع کو توڑ نا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں
اس کے بائع پر اس کی نادانستگی کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت
اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت کے واسطے نافع ہو
تو متولی اس کا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا نافع ہو تو اس کے پاس رکھے وفی البزازیۃ معزیا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء بعد نقضہ ان سلم
المشتری للبائع وان امسکہ لم یرجع بشئی بخلاف مالو استحق المبیع اور بزازیہ میں ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی
بنا منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بنا قائم کی اگر مشتری نے اس کو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاوے گا بخلاف اس کے وہ ہے
اگر بیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں مشتری بناء قائم کی قیمت لے گا نہ بنا منقوض کی لو انقطع ثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن
برہن علی شئی حکم لہ بہ والا صرف للفقراء مالم یظہر وجہ لبطلانہ بوجہ شرعی فیعود للملک واقفہ لو وارثہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اس کا یعنی مصرف وقف
کا معلوم نہ بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اس کی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہ ہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو بگواہی
ثابت کرے تو اس کا حکم کیا جائے اور اگر گواہی بھی نہ ہو تو فقیروں پر صرف کیا جائے جب تک کہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف
فقرا ظاہر ہو اس طرح پر کہ اس کے واقف نے اس کو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آوے گا اگر وہ زندہ ہے یا اس کے وارث
کی ملک میں اگر واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک میں عود کرے گا اگر واقف اور وارث کوئی نہ ہو ولو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہۃ خاصۃ فظاہر
کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام
فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہیں ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اس واسطے کہ خصوصیت میں بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی
شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر لوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف
ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی
التعیین شیا فشیا ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقدمنا فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض
قضاتنا لیس الا الوصول لسحت المحصول لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کو محاسبۂ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہے اور اگر
متہم بخیانت ہو تو اس پر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اس کو قید نہ کرے بلکہ اس کو دھمکا دے اور اگر اس کو متہم پاوے تو قسم کھلا دے کذا فی
القنیہ میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الشرکۃ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب دینا بتفصیل لازم نہیں اور ہمارے
زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سوائے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود انہ ان
ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ واولاد اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام الجامع والبواب ونحوہما لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا
للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف ہو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو

حق دینے کا دعوی کیا تو اس کا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابوسعود نے فتوی دیا ہے اس کا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ
وقف دینے سے اپنے وقف میں چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اس کا قول مقبول ہے اور اگر اُس نے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند اُن کے
اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر
دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اس کا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی میں ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر
مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتبار کیا ہے قلت وسیجیٔ فی العاریۃ معزیا لاخی زادہ لو اجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ المنصوب فی الاصح میں کہتا ہوں اور
آگے آوے گا کتاب العاریۃ میں بنقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول
اصح میں اس واسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کے واسطے تھا نہ اپنی ذات کے واسطے وھل یملک المعزول مصادقۃ المتاجر علی التعمیر قیل نعم قال المصنف
والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق متاجر کا مرمت پر بعضوں نے کہا ہاں مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح
ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ میں نے متاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اس میں اختلاف ہے
علماء کا لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اس پر جو اس کے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے
برابر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی
حاصل ہوں اُن سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے ہم یہ اُس صورت میں ہے کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا
عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اس واسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی غب
الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیٔ فی الوصایا ومرایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے
پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت پھیر دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے منقول ہیں میں کہتا ہوں لیکن
کتاب الوصایا میں آوے گا اور مذکور ہو چکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل جائز ہے تو آگاہ ہو جا م طحطاوی نے کہا یہ شارح نے استدراک
کیا اُس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہیں اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہیں اس واسطے کہ عدم جواز درصورت مقرر کر دینے
واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق میں مفصلا مذکور ہے لو وقف لفقراء قرابتہ
لم یستحق مدعیھا ولو ولیا لصغیر الا ببینۃ علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف
کیا اپنے قرابت والے محتاجوں پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہ ہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت
کے بیان کے ساتھ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا اُس کے استحقاق[ل] پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنے کے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیھا
سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد وفاتہ ما دامت عزبا فمات وتزوجت وطلقت ھل ینقطع حقھا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا لو وقف علی
امھات اولادہ الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من ھذہ البلدۃ فخرج بعضھم ثم عاد او علی بنی فلان ممن یتعلم العلم فترک بعضھم ثم اشتغل بہ فلا
شیٔ لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتیین اور فتاوی ابن نجیم میں ہے کہ سوال ہوا اُس شخص کا حکم جس نے سکونت مکان کی شرط کی
اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جب تک کہ وہ مجرد بلا نکاح رہے پھر وہ مرگیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی
کیا منقطع ہو جائے گا اُس کا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہاں نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائے گا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی

[ل] بہتر یوں تھا کہ مترجم اول یوں کہتا اُس کی قرابت کے ثبوت پر ۱۲-

امہات اولاد پر وقف کرنے کا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرے اس کے واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اس پر جو نکل گیا اس شہر سے سو کوئی ان میں سے شہر سے نکلا پھر پلیٹ آیا یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر جو ان میں سے علم حاصل کرے سو اُن میں سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اس کے پھر تحصیل علم میں مشغول ہو گیا تو اس کے واسطے مال وقف سے کچھ نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کی طرف پھر عود کرے گا تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ حق دار ہو گا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتیین وفی الوہبانیۃ قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلۃ الآتی لا الماضی لو مستھلکۃ اور وہبانیہ میں ہے قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونے کا بعد گذرنے چند سال کے تو اُس کو آئندہ کا غلہ ملے گا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملے گا اور نہیں تو آئندہ ملے گا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اس کا ایک ہی بیٹا ہے تو اس کو نصف ملے گا اور باقی فقیروں کے واسطے ہے یعنی اس واسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور اقل جمع وقف اور وصیت میں دو ہیں لہذا بالمناصفہ ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اُس کا ایک ہی بیٹا ہے تو اس کو کل ملے گا اس واسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہو گا للمتولی الاقالۃ لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کے واسطے بہتر ہے ھم اقالۂ اجارہ اس وقت جائز ہے جب کہ اس نے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیۃ اور محل جواز اقالہ اس وقت تک ہے جب تک اجرت کو اس نے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہیں کذا فی الاشباہ اجر بعرض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس لہ الحفر الا باذنہ دیاذن لو خیرا للاستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جب کہ درخت بونا زمین کو ضرر نہ کرے اور اُس کو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی کھودنے کا اذن دے اگر وقف کے واسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ مالم ینوہ للوقف والمتولی بناہ وغرسہ للوقف مالم یشھد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بنا دے یا درخت لگائے وہ اُسی کا مملوک ہے جب تک اس نے وقف کے واسطے اُس کی نیت نہ کی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جب تک کہ اس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اُس پر شاہد نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کے واسطے ہے ولو اجر لابنہ لم یجز خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ لو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ حکم مذکور اُس وقت ہے جب متولی نے بذات خود اجارہ دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دے گا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اس کی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے بخلاف وکیل کے کہ اُس کی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ اولا بزازیۃ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اس میں شافعی مذہب نہ داخل ہوگا جب کہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث میں داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب میں ہو یا نہ ہو کذا فی البزازیۃ یعنی اس واسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہ ہو اس کو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہیں کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے ھم حدیث مرسل وہ ہے جس میں صحابی مذکور نہ ہو تابعی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہرا محل اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو تخصیص محدثین

کی نیت نہ ہو والا بلا شک اہل الحقاق محدثین ہی ہوں گے نہ فقہا اس واسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہو گئی اور در صورت عدم نیت واقف گفتگو کا
مقام ہے کہ چاروں مذہب والے اہل حدیث ہیں بایں معنی کہ ان کے اماموں نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی
کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اس کی تخصیص کا مقتضی نہیں انتہی وجاز علی القبور والاکفان لاعلی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح
اور وقف جائز ہے قبروں اور کفنوں پر نہ صوفیوں اور اندھوں پر یہی قول صحیح تر ہے م بحر الرائق میں ہے کہ وقف میں یہ شرط کرنا کہ اُس کی قبر کے
نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرات عند القبر مکروہ نہیں اور صوفیوں پر وقف اس وقت جائز نہیں جب
وہ طریقہ ناپسندیدہ خلاف شرع پر ہوں اس واسطے کہ اس وقت میں وقف کرنا اُن پر قربت نہیں اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہوں تو وقف صحیح
ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھوں پر اس واسطے وقف جائز نہیں کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہیں اور
محتاج بھی اور اسی طرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی الملا ابو السعود
معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد میں سے تولیت شرط کی ارشد کے واسطے یعنی جو زیادہ
تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو دو فرزند اُس کے برابر ٹھہرے ہوشیار ہیں تو دونوں تولیت میں شریک ہوں گے اسی کا
فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یوں استدلال کر کے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن
الاسعاف شرطہا لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والآخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانۃ جوہرہ اور نہر الفائق میں
اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کے واسطے سو اُس کی اولاد میں سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ
تر عمر والے کو ملے گی اور ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اُس کی خیانت کا
خوف نہ ہو انتہی نقل النہر عن الجوہرۃ م یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک تولیت اس وقت ہوگا جب دونوں عمر میں برابر ہوں
اور نہر الفائق کے ایک نسخہ میں مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کی طرف منسوب پائی نہ جوہرہ کی طرف واللہ اعلم وکذا لو
شرطہا لارشدہم کما فی انفع الوسائل اور اسی طرح افضل کی شرط کی مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کے واسطے تولیت شرط کی کما فی انفع
الوسائل یعنی جو اشتراط افضل میں کلام ہے وہی اشتراط ارشد میں ہے کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظرا حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل
بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص
معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف میں کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہیں میں نے اُس کو مصرح نہیں دیکھا اور
میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اس کی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل
مستقل نہ ہوگا اور نہیں تو اس کو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر م نصب متولی اور ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز
نہیں بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی موید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور
فتاوی مؤیدزادہ میں منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف میں تصرف کرنا جائز نہیں بلکہ اس کا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین
علی الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہیں مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ
یدعون تسلیم الغلۃ الیہ فی حیاتہ ولا بینۃ لہم صدقوا بیمینہم لانکارہم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہیں کہ ہم نے غلہ اراضی کا متولی
کو تسلیم کیا اُس کی زندگی میں اور اُن کا کوئی گواہ نہیں تو اُن کی تصدیق ہوگی اُن کی قسم کے ساتھ بسبب اُن کے منکر ہونے ضمان کے لایجوز

الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلاً لکن یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ المشروط کالموذن والامام والمعلم ان کانوا اصلح انتہی جوہرہ جائز نہیں وقف
کرکے پھرنا جب کہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جس پر مال وقف مشروط ہے چنانچہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق
تر ہوں انتہی نقل القناوی عن الجوہرۃ م طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہے کہ جواز تغیر لشرط عدم صلاحیت ہے کذا فی
الدرر المنتقی عن مؤیدزادہ وہکذا فی الخلاصۃ وفی جواہر القناوی شرط لنفسہ ما دام حیا ثم لولدہ فلان ما عاش ثم من بعدہ للاعف الارشد من اولاد
فالما تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایۃ تنصرف لاقرب المکنیات بمقتضی الوضع اور جواہر القناوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات
کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر وہ اپنے فلانے ولد کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر بعد اس کے عفیف تر اور ہوشیار تر کے واسطے
اُس کی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولاد کی وقف کی ولد کی طرف پھرے گی نہ واقف کی طرف اس واسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر ملنے
کی طرف بتقضائے وضع کے م کنایہ سے یہاں مراد ہائے ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا
فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلثۃ وقف علی زید وعمرو ونسلہ فالہاء لعمرو فقط اور اسی طرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے
کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اس کی نسل پر تو ہائے ضمیر نقط عمرو کی طرف پھرے گی یعنی اس واسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کی طرف پھرے گی کہ
وہ بعید ہے وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف
کیا ہے اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کی طرف تو صفت ذکور کی پوتے کی طرف راجع ہوگی فقط یعنی اس واسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے
وعکسہ وقفت علی بنی زید وعمرو ولم یدخل بنو عمرو لانہ اقرب الی زید فیصرف الیہ ہذا ہو الصحیح اور بالعکس مسئلہ ثانی کے یہ قول ہے کہ وقف کیا بیٹے
ابنائے زید اور عمرو پر تو ابنائے عمرو وقف میں نہ داخل ہوں گے اس واسطے کہ فقط ابنی کا زید سے قریب تر ہے تو اسی کی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کی طرف
یہی قول صحیح ہے م یہ راجع ہے اصل مسئلہ کی طرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی میں ہائے ضمیر واقف کی طرف ہے نہ اُس کے
ابن کی طرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولہم ینصرف الشرط الیہما ہو الاصل قلنا
ذلک فی الشرط المصرح بہ والاستثناء بمشیتہ اللہ تعالی واما فی الصفۃ المذکورۃ فی آخر الکلام فتنصرف الی ما یلیہ نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور
ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں یہ ہے اور
فقہا کا یہ قول کہ دونوں معطوفوں کی طرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کی طرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا
بمشیت اللہ میں ہے اور اس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کی طرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم
میں عالم نقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شرط مصرح کی یہ مثال ہے کہ زینب[1] طالق وہندا ان دخلت الدار تو دخول
دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہے کہ (زینب[2] طالق وہند ان شاء اللہ) وفی المنظومۃ المحبیۃ سہ والوصف
بعد جمل اذا اتی ؛ یرجع للجمیع فیما ثبتا ؛ عند الامام الشافعی فیما ؛ ان کان ذا العطف بواو دائما ؛ ان کان اذا عطفا بثم وقعا الی الاخیر باتفاق رجعا
اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کی طرف راجع ہے اس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے
اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کی طرف راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا یجعل ؛
فان فی ذاک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اس میں بیٹیاں بھی داخل ہوں گی م اور اخوۃ[برادران ۱۲] کے وقف میں اخوات[ہمشیرگان ۱۲] داخل ہوں گی

[1] طلاق ہے اور ہند اگر داخل ہو گھر میں ۱۲ [2] زینب طلاق والی ہے اور ہند اگر خدا چاہے ۱۲

کذا فی الظہیریۃ وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اُس کی تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم + وولد الابن کذلک لبنت به یدخل فی ذریتہ ثبت اور پوتا اور اسی طرح ناتی ذریت کے وقف میں داخل ہے م کذلک البنت اصل میں کذلک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسی طرح مجرور رہا ہا کذا فی الحلبی + ولو وقف علی الذریۃ :: من غیر ترتیب فبالسویۃ + لیقسم بین علا والاسفل :: من غیر تفصیل لبعض فانقل اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ میں بدون زیادتی بعض کے بعض پر سو اس روایت کو نقل کرم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید اس میں داخل ہیں اور اولاد بنین اور بنات اس میں برابر ہیں آزاد ہوں یا مملوک اور مملوک کا حصہ اُس کا مولی لے گا + وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ + وتقسیم الباقی علی من عینہ + اور قسمت ٹوٹ جائے گی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اُن پر جن کے واسطے معین کیا ہے واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرے گا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائے گی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہے تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہے تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی + ولو علی اولادہ ثم علی :: اولاد اولادہ قد جعلا :: وقفا فقالوا لیس فی ذا یدخل :: اولاد بنتہ علی ما ینقل :: اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علمائے کہا ہے کہ اس میں واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور ناتن داخل نہیں بموجب روایت منقولہ کے م یہی ظاہر الروایت ہے اور واقعات اور منیہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی + بنی اولادی کذا اقاربی :: واخوتی ولفظ آبائی احسب :: لیشترک الاناث والذکور فیہ وذاک واضح مسطور :: بنی اولادی کے لفظ میں اسی طرح اقاربی اور اخوتی احد آبائی کے لفظ کو شمار کر اس میں اناث اور ذکور مشترک ہیں اور یہ قول واضح اور مسطور ہے م یعنی اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی میں نے باپوں پر وقف کیا تو اُس میں اُس کی ماں اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہوں گے اس واسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مؤنث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ

ومما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرط ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل لہ حظ ابیہ لو کان حیا ولیشارک الطبقۃ الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اُس کی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مرجائے ولد چھوڑ کر تو اُس کا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اُس کا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملے گا اگر اُس کا باپ زندہ رہتا اور ولد استحقاق میں طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اُس کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اس کو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نویں قاعدہ میں م اشباہ میں حاصل سوال اور اپنا جواب مختار یوں مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتوں پر وقف کیا پھر اُن کے بعد پر پوتوں پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اُس کا حصہ اُس کے ولد کو ملے اور جو مرجائے قبل داخل ہونے کے اس وقف میں اور مستحق ہونے اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا پر پوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اس کا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے تا ہرہ یعنی مصر میں انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہے عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہے اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا لکنہ ذکر بعد ذلک ان

بعضھم یعبر من الطبقات بثم وبعضھم بالواو فبالواو یشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیہ فانہ نقل عن السبکی واقعتین آخرین یحتاج
الیہما ولم یزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورتوں کے بعد ذکر کیا ہے کہ بعضے وقف کرنے
والے طبقات اولاد میں بلفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارکت نہ
ہوگا سو مراجعت کر اشباہ کی طرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُس نے سبکی سے دو اور صورتیں نقل کی ہیں جن کی طرف حاجت پڑتی ہے
اور ہمیشہ علماء حیران رہے ہیں شروط واقفین کے فہم میں مگر جس پر کہ خدا نے رحم کیا ام طحطاوی نے کہا ہم نے مراجعت کی اشباہ کی طرف تو یہ اس
میں پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں منقوض نہ ہوگی اُس میں مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہیں اور یہ
بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم میں فرق کیا ہے سو صحیح نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن
اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے لبستہ کلام خصاف اس کو واضح کر دیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اس کے حواشی کی طرف
رجوع کرے انتہی ملخصًا وقد افتیت فیمن وقف علی اولاد الظہور دون الاناث فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور بانہ ینتقل نصیبہا
لہا لصدق کونہما من اولاد الظہور باعتبار ابیہما کما یعلم من الاسعاف وغیرہ اور اُس شخص کے حق میں جس نے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی
اولاد پر ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مر گئی جن کا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتوی میں نے دیا کہ عورت مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کی طرف
منتقل ہوگا اس واسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے
وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد
ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فہو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور من ولد الواقف فلیس من عقبہ انتہی اور اسعاف و تاتارخانیہ
میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پسماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ رہے گا جب تک اُن کی نسل باقی رہے
گی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اس وقت وقف میں داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس
شخص کا نسب واقف کی طرف راجع ہو بواسطے آباء کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہ ہو سو وہ شخص
واقف کے عقب میں داخل نہیں انتہی کلام الاسعاف م تول اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد
دختری پر ویجئ انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لالہ وجنسہ دخل کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ ولا یدخل اولاد البنات وانہا لو اوصت الی اہل بیتہا او
بجنسہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت وبہ علم جواب حادثۃ لو وقف علی اولاد الظہور دون
اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوہما من اولاد الظہور ہل ینتقل نصیبہا لہما فاجبت نعم ینتقل نصیبہا لہما لصدق کونہما من اولاد الظہور
باعتبار والدہما المذکور اور آگے آوے گا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا
اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اُس کی طرف اُس کے آباء اور اجداد کی طرف سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت
کی اپنے اہل بیت اور اپنے جنس کے واسطے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اُس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ اُس کا عورت
موصیہ کی قوم سے ہو اس واسطے کہ لڑکا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اس
حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اُن میں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جن کا باپ ذکور کی
اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اُس کے دونوں لڑکوں کی طرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال

کرے گا اس واسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہیں باعتبار اپنے والد مذکور کے م یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا یہ فصل ہے ان مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہا سے م یہاں عبارت درالمختار کی نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عرب میں یوں ہے (فیما یتعلق بوقف الاولاد من کور وغیرہا) اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں (من الدرر وغیرہا) لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجہہ وعبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی وبہ یفتی کجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کے واسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں پھر اسی طرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پر دوتے کو نہ ملے گا ویعم الانثی مالم یقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو م ولد عورت کو اس واسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر ویستقل بہ الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مر گیا ہو تو وقف فقرا کے واسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کے واسطے مگر اس وقت جب کہ وقف کے وقت ولد صلبی نہ ہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے ناتی کو قول اصح میں یعنی اس واسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کی طرف بخلاف ولد الابن کے کذا فی الدرر ولو زاد وولد ولد فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا ولو زاد البطن الثالث عم نسلہ اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اس کی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یوں کہا کہ (وقفت علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی) کذا فی الدرر یعنی میں نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پردوتے پر تو غلہ اس کی نسل پر صرف ہوگا جب تک ان میں تناسل باقی رہے گا نہ فقرا پر اس واسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو بسبب کثرت وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اختیار باقی رہا تو سب کو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب میں موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اس واسطے کہ اس میں ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی الابعد والاقرب الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی واولاد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی میں ابعد اور اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہے مگر یوں کہے بلفظ جمع کے ابتدائے وقف میری اولاد پر ہے یا یوں کہے کہ وقف ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر م ترتیب پر دلالت کرنا اس طرح پر کہ واقف کہے الاقرب فالاقرب یا یوں کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن تو اس وقت اسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سماہم فمات احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی امراتہ واولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا اذا لم یشترط رد نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیروں کے واسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر سو ان میں سے ایک ولد مر گیا تو اس کا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی

اولاد پر پھیر زوجہ مرگئی تو اس کا بیٹا اُس کے حصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جب کہ واقف نے اس شخص کا حصہ جو اُن میں سے مرگیا اس کے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نہ کیا ہو م شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ) تا کلام تمناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا در میں کہا ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتھی اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے ہے اُس کو وقف میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی اوبنی اخوتی دخل الاناث علی الا وجہ علی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں پر تو اُس میں اناث بھی داخل ہیں بقول موجہ تر یعنی بیٹیاں اور بہنیں بھی وقف میں داخل ہوں گی یعنی اس واسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کما مر ولو قال علی بنی ولہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقف منقطعا فان حدث ماذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور حالانکہ اُس کی بیٹیاں ہیں یا وقف کیا اپنی بیٹیوں پر اور حالانکہ اس کے فقط بیٹے ہیں تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جس کو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اُس کی طرف عود کرے گا یعنی پہلی صورت میں اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت میں بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانتہ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیھا فلو یحل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف میں غلہ کی قسمت میں وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کم تر مدت میں پیدا ہوا ابتدائے نمودار غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت میں پیدا ہوا مگر وہ لڑکا داخل ہوگا جس کو واقف کی زوجہ مبانیہ (طلاق بائن دی ہوئی) یا اُس کی آزاد ام ولد جنی کم تر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے والد کے بلا علت وطی اُس کی ماں کے سوا اگر اس کی وطی حلال ہو اس طرح پر کہ ام ولد آزاد نہ ہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت میں داخل قسمت نہ ہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے وتقسم بینھم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان کان للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات میں غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون میں ترتیب مذکور نہیں کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اُن کے قول کے ملے گا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سھمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہے تو فرض کیا جائے مرد عورتوں کے ساتھ اور عورت فرض کی جائے مردوں کے ساتھ اور سہم شخص مفروض کا اُس کے وارثوں کی طرف راجع ہو بسبب نہ صحیح ہونے وصیت کے معدوم کے واسطے تو فرض رہے اس کی فرضیت ہے تاکہ معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثوں کی طرف راجع ہوگا م یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اُن میں مختلط ہیں تو بموجب اُس کی شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو اُن میں غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرض کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کے واسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض ہوں گی اور وصیت اُن پر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مفروض وارثوں کی طرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اُن کے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملے گا بخلاف وصیت کے اس واسطے کہ جب ذکور اور اناث کے واسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہوتے میں وصیت صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ معدوم کے لیے وصیت نہیں تو یہاں فرض کرنا مرد یا عورت کا ضروری ہوا تا معلوم ہو جائے کہ وارثوں کی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ الرحمن وشرحھا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ جمیعھم بینھم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے ولد پر اور نسل پر ہمیشہ اور جو اُن میں مر جائے تو اُس کا حصہ اُس کی نسل کے واسطے تو غلہ اُس کے تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اُس کا ولد پا دے گا بسبب ارث کے بنا بر عمل کرنے شرط کے م توضیح اس کی در میں یوں ہے

کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جب تک اُن میں تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اس کے ولد کے واسطے شرط کیا تو غلہ اُس کی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملے گا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مرے گا اور اپنا ولد چھوڑے گا تو میت کا حصہ اُس کا ولد پاوے گا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاوے گا ایک سہم وہ جو واقف نے اُس کے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں حصوں کی طرف بلفظ ایضا اشارہ کر دیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا لاصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا کہ جو ولد اُن میں سے بلا نسل مرجائے تو اس کا حصہ طبقہ علیا کے واسطے ہے اور حالانکہ میت سے اوپر کوئی باقی نہیں یا اُس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کی طرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملے گا جب تک واقف کی نسل باقی رہے گی

والنسل اسم للولد وولد الولد ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اُس کے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اُس کے ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اُس کے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآلہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کے آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اُس کا ہم نسب ہو اُس کے اقصائے والد کی طرف اسلام میں اور اقصائے والد فی الاسلام وہ ہے جس نے ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اُس نے اسلام قبول کیا یا نہ کیا ام ادراک اسلام کی قید اس واسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں اہلیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت، محرم اور غیر محرم، قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور اُن کے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جب کہ اُن کے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ انسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا ومن علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد فعدہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اُس کے ہم نسب ہوں اُس کے اقصائے والد تک اسلام میں اُس کے ماں باپ کی طرف سے اس کے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اُن کو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اسی طرح جو والدین سے اوپر ہے چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہے چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اُس کو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمدؒ کے کہ انھوں نے ان کو بھی قرابت میں شمار کیا ہے م انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اس کے نفقہ میں ہوں خواہ اُس کے گھر میں ہوں یا نہ ہوں کذا فی العالمگیریۃ وان قید لفقراء ہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی موجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اس دن محتاج ہوگا جب غلہ پایا گیا یہ قول ہلال رحمہ اللہ کا وہو المجوز لاخذ الذکوۃ اور فقر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز[1] ہے م جس کو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف میں قاضی خاں میں ہے کہ جس کے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے لتے ہوں جن کی قیمت سو درم ہو وہ غنی ہے اس کو زکوۃ وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ فلو تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المفتقر وقت القسمۃ الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل ما استحقہ پھر اگر واقف کے صرف میں تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ سے تو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اس کا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اس واسطے کہ صلات تو مملوکہ نہیں ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری اور موت، کا مبطل اس حق کا نہیں جس کا وہ مستحق ہوچکا م غنی کا فقیر ہونا اس طرح پر کہ گواہوں نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیروں کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے

[1] یعنی فقر ہی حالت ہے جو زکوۃ لینا جائز کر دیتی ہے ۱۲

شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اس واسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا مگر قبض سے وامامن ولد منہم لدون نصف حول بعد مجئ الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئ لہ والحمل لا شئ لہ اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہو کم تر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اُس کا حصہ نہیں بسبب اس کی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق نہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اس واسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں م یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہ ہو ولو قید بصلحائہم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاورہ منہم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملا بشرطہ اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اس کا مجاور رہے یا جو مصر میں مثلا سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اس کی شرط کے م اہل صلاح وہ ہے جو مستور[1] مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب زینت ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوجہ حوادث زمانہ الی ماخفی من مسائل الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان فی شرح مواہب الرحمن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین وعشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کی طرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اُس پر مطالعہ کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسی طرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جن کی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نو سو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہیں م یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بے محل یہاں مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہیں بہر حال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا **قول الاشباہ** اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں م یعنی جس میں تعداد شہادت کی شرط ہے اُس میں اختلاف مانع ہے اس واسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین میں لفظا اور معنی ضرور ہے اس طرح پر کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اس کا اعتبار ہے جس پر دونوں شاہدوں نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اس واسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کے کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اس واسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی مذکور ہیں قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سردا فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل شیخ صالح بن مصنف تنویر

[1] یعنی حال اُس کا مستور ہو اور مستقیم الطریقۃ ہو یعنی راست رو اور سلیم الناحیۃ سے مراد سلیم المزاج اور کامن الاذی سے غرض یہ کہ دوسرے کو تکلیف دینا اُس سے ظاہر نہ ہو ۱۲

الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اس شرح میں جس پر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جس میں اختلاف شاہدین مضر نہیں اور میں ان مسائل کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہوں سو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ شہد احدہما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲۔ دعوی کیا مدعی نے بقدر کر کے کھرے گیہوں کا تو ایک نے کھرے ہونے کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں ہونے کی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم ہوگا م کر بضم اول وتشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار نقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وہی اجود یقضی بالبخاریۃ ۳۔ دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے تو وہی کھرے ہیں تو دینار بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ۴۔ اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵۔ اگر اختلاف کریں نکاح اور تزوج کے لفظ میں م بحر الرائق میں کہا کہ تطابق لفظی میں یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اُس کے مترادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف یا نکاح یا تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی حموی نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہیں کہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادستہ شہد احدہما انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا وشہد اخران لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶۔ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اُس کا تہائی غلہ ملے گا اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اُس کا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م اور ایسی ہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفا فشہد احدہما بہ والاخران المشتری اقر بذلک تقبل ۷۔ مدعی نے دعوی کیا کہ اس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اُس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل میں داخل ہے کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والاخرانہا کانت لہ تقبل ۸۔ ایک نے گواہی دی کہ وہ اُس کی لونڈی ہے اب اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اُس کی لونڈی تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹۔ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشر ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والآخر انہ وہبہ او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰۔ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اُس کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کردیا یا خیرات کیا یا اُس کو چھوڑ دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء میں داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والآخر بالہبۃ وانہ حللہ جاز ۱۱۔ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اُس کو دین ہبہ کردیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الہبۃ فشہد احدہما بہا والآخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲۔ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی دیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اُس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہوجاوے گی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳۔ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اُس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اُس کے اس اقرار پر کہ اُس نے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اس کی یہ ہے ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورۃ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاوے گا اور اسی طرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ غصب منہ والآخران فلانا اودع منہ ہذا العبد یقضی للمدعی ۱۴۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے

اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اُس کا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کے واسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشر شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵۔ ایک نے گواہی دی کہ عورت اُس کا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہ کہ وہ اس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اُس کی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ حمل کو غالباً ولادت لازم ہے تو گویا اس نے ولادت کی گواہی دی السادستہ عشرۃ شہد احدہما انہ اقران الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل ۱۶۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اس میں ساکن تھا تو مقبول ہوگی م ہر چند سکونت باجارہ یا باعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اس میں اصل ہے لہٰذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر انثی تقبل ۱۷۔ ایک نے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اُس کی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ طلاق اس کی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشہد احدہما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸۔ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت کے اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اس واسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الماذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ و بالفارسیۃ تقبل بخلاف فی الطلاق ۱۹۔ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدوں نے کہ اس نے عربی زبان میں اقرار کیا یا فارسی میں تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اس میں مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰۔ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱۔ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کرے گی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲۔ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اس نے آج کے دن اُس کو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس کو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوں گے م اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳۔ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اس واسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴۔ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو مقبول ہے م یعنی شاہد نے عربی فارسی میں گواہی دی اور شاہد نے یہ نہیں کہا کہ مولی نے حُریا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر نہ ہوا کہ اس میں قول مولی کا عربی فارسی میں مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ۲۵۔ شاہدوں نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ شاہدوں نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے اور مہر میں مہر مثل کی طرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل پر حکم کرنا اس کے منافی ہے السادستہ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ بخصومتہ مع فلان فی دار سماہ وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شئ آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶۔ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنے کا وکیل

نے گواہی دی کہ اُس نے اس کو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی
کی ہے اس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے
السابعة والعشرون شهد احدهما انه وكله في خصومة والآخر بانه
خصومت میں بھی تو گواہی مقبول ہوگی اس گھر کی وکالت میں جس پر دونوں شاہد متفق ہوئے
نے اُس کو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اُس کو اپنے مرض میں وقف
ووقفه في مرضه قبلا ۲۷ ۔ ایک نے گواہی دی کہ واقف
کیا تو دونوں مقبول ہیں م طحطاوی نے کہا لیکن اُس کی تصریح نہ ہوئی کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں اگر یہ کا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم
ہوتا ہے مگر اس کو بنقل ثابت کرنا چاہیے الثامنة والعشرون لو شهد شاهد انه اوصى عليه يوم الخميس وآخر يوم الجمعة جازت ۲۸ ۔ اگر ایک شاہد نے گواہی
دی کہ زید نے خالد کو مثلاً وصی کیا پنج شنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعة والعشرون ادعى مالا فشهد احدهما ان المحتال عليه
احال غريمه بهذا وشهد الآخر انه كفل عن غريمه بهذا المال تقبل ۲۹ ۔ مدعی نے دعویٰ کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اُس کے دائن نے
یہ مال اُتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم بمعنی دائن اور مدیون
دونوں کے بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول بمعنی دائن کے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جس پر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اتارے اور
وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعویٰ کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد
محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اُس کا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے
مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہرصورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اُس پر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت
شیخ صالح کے کلام میں آگے آدے گی مگر اس نے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اس لیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی والثلثون شهد احدهما انه باعه كذا الى شهر
وشهد الآخر بالبيع ولم يذكر الاجل تقبل ۳۰ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اتنے کو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو
مقبول ہے الحادية والثلثون شهد احدهما انه باعه بشرط الخيار ثلثة ايام ولم يذكر الآخر الخيار تقبل فيهما ۳۱ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے بیع کی بشرط خیار
تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو ذکر نہ کیا تو دونوں میں مقبول ہے الثانية والثلثون شهد واحد انه وكله بالخصومة في هذا الدار عند قاضي الكوفة والآخر عند
قاضي البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ
کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے الثالثة والثلثون شهد انه وكله بالقبض والآخر انه جره تقبل ۳۳ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل
کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُس کو مسلط کیا تو مقبول ہے م قوله جراه من التجرية بمعنى التسليط كذا في الحلبي الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وكله بالقبض والآخر
انه سلطه على قبضه تقبل ۳۴ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسکو قبض کرنے پر مسلط کیا تو مقبول ہے م یہ صورت اور صورت سابقہ
یکساں ہیں فقط لفظ کا فرق ہے الخامسة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه اوصى له بقبضه في حيوته تقبل ۳۵ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس کو اُس
نے اُس کے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسے اُس کو اپنی زندگی میں اُس کے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض بمنزلہ
وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں اس واسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسة والثلثون شهد احدهما انه وكله لطلب دينه والآخر بتقاضيه تقبل ۳۶
ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کا تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعة
والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر بطلبه تقبل ۳۷ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس کو وکیل کیا اُس کو قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا
اُس کے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه امره باخذه او ارسله لياخذه تقبل ۳۸ ۔ ایک نے
گواہی دی کہ اُس نے اُس کو اُس کے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے اُس کو اُس کے لینے کا امر کیا یا اُس کو بھیجا تا اُس کو لے تو

مقبول ہے التاسعۃ والثلثون اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹۔ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں تو مقبول ہوگا م اس میں
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول میں اور
اگر فعل محض ہو چنانچہ غصب یا قول مختلط بفعل ہو چنانچہ نکاح تو اس میں اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور
شاہدین اس کی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰۔ شاہدوں نے اختلاف کیا
وقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱۔ گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے
میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض میں تو مقبول ہوگا۔ م یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیۃ والاربعون شہد احدہما بوقف علی زید والآخر علی عمرو یکون
وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲۔ ایک شاہد نے گواہی دی واقف کے وقف کرنے کی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا۔
انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل اللہ علی ماذکرہ المصنف مسائل منہا لو اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تسمع
عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیے اُن پر میں نے چند مسائل زیادہ کیے
یعنی تیرہ مسئلے ازاں جملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے
کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی الجواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان علی الاقرار من واحد بمال واختلفا فی زمان
فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور ازاں جملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف
کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب ایسے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے م حلبی نے کہا یہ مکرر ہے چالیسویں
صورت کے ساتھ طحطاوی نے کہا مگر دونوں میں فرق ہے اس واسطے کہ چالیسویں وقف کے اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اس کے وہاں شاہدوں
نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرو الا اس کا مابعد سینتیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائے گا ومنہا لو قال احدہما والمسئلۃ بحالہا کان ذلک بالغداۃ
وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل وہما فی الولوالجیۃ اور ازاں جملہ یہ کہ ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ
ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ واحدہما یقول انہ عین
منکوحتہ بنت فلان والآخر یقول ما عینہا انی اعلم واشہد ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان قد طلقہا واخرجہا من دارہ قبل ہذا التطلیق قال
فخر الدین اذا شہدا علی الطلاق الا انہ عین احدہما المرأۃ وذکرہا باسمہا ولم یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی
اور ازاں جملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق
دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ ومطلقا بعینہا نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اُس کو اُس نے
طلاق دی اور اُس کو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی جس میں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے
کہا جب کہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اُس کا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو اُس
کے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اس واسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ
زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنہا ادعی ملک دار فشہد لہ احدہما انہا لہ او قال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل منیۃ المفتی اور ازاں
جملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اسی کا ہے یا یوں بولا کہ اُس کا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی
کہ وہ گھر اس کا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیۃ المفتی م جب زمان گذشتہ میں اُس کا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اُسی کا مملوک رہیگا

ں وقت تک کہ ناقل شرعی اُس کو نقل کرے ومنہا ادعی الفین والفا وخمسماۃ فشہد احدہما بالالف والآخر بالف وخمسماۃ قضی بالالف اجماعا منیۃ اور ازانجملہ یہ کہ دعوی کیا
و ہزار کا یا ایک ہزار پانچ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار پانچ سو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیۃ
فتی اس واسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃً ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی کے اس واسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمناً داخل ہیں نہ صراحۃً اور
علوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنہا لو شہدا ان لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمس مائۃ والطالب
ر ذلک فانہ شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولو اجنبیا اور ازانجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اس کی گواہی دی کہ مدعی کے اُس مرد پر ہزار درم ہیں
ور ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہیں اور طالب اس کا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الوالجیہ
عنی مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر
نہا جاریتہ ولم یقل غصبہا منہ قبلت الشہادۃ مجمع الفتاوی اور ازانجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو
ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس کی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اس
نے اس سے غصب کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اس واسطے کہ مطلق گا بے مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنہا شہد بسرقۃ بقرۃ و
اختلفا فی لونہا تقبل عندہ خلافا لہما جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ شاہدوں نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اس کے رنگ
میں تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بکفالۃ والآخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع
الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت میں گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ
کم تر ہے کذا فی جامع الفصولین م یہ صورت ستائیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاق امرأتہ وحدہا وشہد الآخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق
فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہ ایضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلاً زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا
وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس کی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اسی عورت کی طلاق میں وکیل ہوگا
جس عورت پر دونوں شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے ومنہا شہد بالوکالۃ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہ ایضا
اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت میں مقبول ہوگی نہ
معزول کرنے میں اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضا عن الاستیمان وشہد الآخر انہا تملکہا
لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ فکانہما شہدا انہ ملکہا اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی
دی کہ وہ زمین اس عورت کی مملوک ہے اس واسطے کہ اس کے زوج نے وہ زمین اُس کو بعوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس زمین کی
عورت ہی مالک ہے اس واسطے کہ اس کے زوج نے اقرار کیا کہ یہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا
مقر ہے تو گویا دونوں شاہدوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے م جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو زوج بائع ٹھہرا
اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد وشہد الآخر باقرارہ بالملک فاختلف المشہود بہ
امالو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والآخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والآخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین انتہی
کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبداللہ الغزی اور قول ضعیف میں شہادت مذکورہ مردود ہے اس واسطے کہ جب ایک گواہ نے اُس کی گواہی دی کہ زوج نے

[1] قاعدہ بارھواں یہ ہے کہ ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا پھر کہا اور نکل گئے اس قاعدہ سے بہت سے مسائل جن میں سکوت مثل نطق کے ہوتا ہے ۱۲

زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی نہ دی اور اگر ایک شاہد یوں گواہی دیتا کہ اس کے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یوں گواہی دیتا کہ اس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونوں شاہدوں کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے تمام ہو چکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق الافی مسائل عدمنہا سبعۃ وثلثین اشباہ میں ہے کہ سکوت نطق کے مانند ہے مگر چند مسائل میں شمار کیا ہے مسائل مذکورہ میں سے سینتیس کو م اولی یہ تھا کہ شارح یوں کہتا السکوت لیس کالنطق الافی کذا چنانچہ اسی طرح ہے بعض نسخ درالمختار میں اور یہ نقل بالمعنی ہے اس واسطے کہ اشباہ کی عبارت یوں ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لاینسب الی ساکت قول ثم قال وخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۲۷ مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیاء میں مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین میں کہتا ہوں اور تنویر البصائر میں دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ لساکن دارہ اسکن بکذا والافانتقل فسکت لزمہ المسمی ذکرہ المولف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ میں قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یوں کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے والا اٹھ جا اور پھر مستاجر چپ رہا تو اس کو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اس کو کتاب الاجارہ میں ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول دلالۃ قال المولف فی البحر سکوتہ عند وضعہ بین یدیہ دلالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ نے اپنی کتاب بحرالرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہے باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہ فی زواہر الجواہر مسائل اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لمافی البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجۃ انتہی وصحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی ازانجملہ ماتن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کے بیع کرنے کے وقت تو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسی طرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہے اس واسطے کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی مافی البزازیۃ اور قاضی خاں نے تصحیح کی ہے کہ دعوی مذکور مسموع ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو اُن کے حق میں احوط ہو اُس کا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت ویزاد مافی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا وبناء وعزیناہ للبزازیۃ وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک الآخر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جائے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت خرید کیے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہم نے بزازیہ کی طرف نسبت کیا ہے اور اسی طرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اسی کی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیوں کر اُس نے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا م صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہاں تک کہ وہ جنے تو اس کا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی و منہا فی المحیط رجل زوج رجلا لغیر امرہ فہناہ القوم وقبل التہنیۃ فہو رضی لان قبول التہنیۃ دلیل الاجازۃ اور ازاں جملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اُس کے امر کے سو اُس کو قوم نے مبارکباد دی اور اُس نے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اس واسطے کہ

ف سکوت کالنطق الا فی مسائل ۱۲۔

مبارک باد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے م یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جس پر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہ ہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہے ورنہ یہ مسئلہ مستثنیات میں نہ ہوگا ومنہا ان الوکالۃ کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکر المؤلف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور ازاں جملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اس نے اس سے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اس کو مؤلف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیاء کی بحث سے م یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ماتقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک ولا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت قد عد ہذہ فی الاشباہ من الشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ[1] نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور ازاں جملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کے برابر ہے شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الشہادت میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اس کا تزکیہ شاہد کا اس واسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور قاضی تھا سو اس کو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اس کی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھ سے پوچھتا ہوں تو مجھ کو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھ کو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت کی طرف نسبت کر کے تو یہ مسئلہ زائد کیوں کر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اس کے اہل علم اور صلاح ہونے کی قید زیادہ کی ہے لہذا اس کو زوائد میں شمار کیا م اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح نعدہا من الزوائد انتہی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہے یکون کی اور قول اس کا نعد کا حذف کرنا اولی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ میں ہوا تو فقط اہل علم اور صلاح کی قید لگانے سے زوائد میں کیوں کر ہوگا چونکہ عبارت مذکور خالی تکلف سے نہ تھی چنانچہ مترجم نے نسخہ صحیحہ مکتوبہ عرب پر اعتماد کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوۃ الجمعۃ فراہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج الیہا لان السکوت بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور ازانجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کے واسطے نکلا سو اس کے مولی نے اس کو دیکھا سو چپ رہا تو اس کو نماز کے واسطے نکلنا حلال ہے اس واسطے کہ سکوت بمنزلہ رضامندی کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں مذکور ہے ومنہا ما فی القنیۃ بعدان رقم بعلامۃ قع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب بما بعث الیہ من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم فحینئذ یفتی بانہ اذا لم یجہز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ للزوج لا ما یتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہے جو قنیہ میں مذکور ہے بعد علامت قع عت کے اگرچہ زوجہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا دنانیر کا جو اس کے باپ یا چچا کی طرف بھیجے تھے جائز ہے اور اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اس کو مطالبہ کرنا اس قدر جہیز کا جو ان کے عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہے درست ہے تو اس وقت میں یہ فتوی ہے کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب مال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا اس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کے واسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کے واسطے ہوتا ہے اور اگر زوج نے سکوت کیا بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہو گئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اس مدت کے جائز نہیں اگرچہ زوج کے واسطے کوئی چیز بنائی گئی ہو م قع علامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عت

[1] زائد کے بعد ایک نسخہ میں اذا ہی فیہ ہے یعنی زائد کیسے ہوگا کیونکہ وہ مسئلہ تمیں میں موجود ہے ۱۲

علامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبدالجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور یہاں مقصود بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہے حلبی
تی عرفہم کے بعد یہ ضبط کیا ہے یائے تحتیہ و حاء مہملہ حالانکہ یہ قنیہ کی رموز سے نہیں کما لایخفی علی ناظرہا اور نسخ کثیرہ میں قنیہ مذکور ہے کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ
جہیز کا کتاب النکاح میں مذکور ہوچکا ومنھا اذا ابراء فسکت صح فلا یحتاج الی القبول ہکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار از اں جملہ یہ کہ جب
دائن نے مدیون کو دین سے بری کر دیا سو مدیون چپ رہا تو ابراء صحیح ہے اور حاجت نہیں قبول کرنے مدیون کی اسی طرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار
کے اندر ذکر کیا ومنھا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن یکون مبطلا فی احد الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد
للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب اور از اں جملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت میں مبطل نہیں ذکر کیا ہے
اس کو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارہ معلوم ہوتا ہے اشباہ کے اول قاعدہ سے سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو غالب اور بخشنے والا ہے اور وہی دانا تر ہے
ٹھیک بات کا م شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف کی توفیق پر بعضے علماء نے چند مسائل اور زیادہ کیے ہیں ۱۔ جس نے
اسباب ایک مرد کے پاس رکھ دیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھہرے گا یعنی امانت رکھوانے والا۔ ۲۔ جب میت کے ذمہ
سے ایک وصی نے جنازہ اٹھانے کے واسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہے یا بعضے وارثوں نے کرایہ مقرر کیا دونوں وصی
کے سامنے اور وہ ساکت ہیں تو جائز ہے اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے ۳ بدعت اور خلاف شرع دیکھ کر ساکت رہنا رضامندی کے مانند ہے
بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اُس کے روک دینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہ ہو تو دل سے مکروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ
جانے گا تو اُس وقت میں اُس کا سکوت رضامندی میں نہ شمار ہوگا ۴۔ زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات میں ساکت رہا پھر جب مرگیا تو بعض
ترکہ خالد نے بیچا یا اُس کے دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵۔ زوج اپنے گھر میں روئی لایا
اور اُس کی زوجہ نے سوت کا تا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بُنا تو زوج اُس کی قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی
میں شمار ہوگا ۶۔ زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے اُس کی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو پچھاڑا اور خالد نے اُس کو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنے
کے مانند ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اُس کا معین ہے نہ اُس کو اجرت ملے گی نہ اُس پر ضمان ہے اس فعل میں کذا فی الطحطاوی عن البیری م تو معلوم ہوا
ترین مسائل میں سکوت نطق کے مانند ہے بایں تفصیل اشباہ کے مسائل ۲۷ اور تنویر البصائر کے ۲۔ اور زواہر الجواہر کے ۸۔ اور طحطاوی کے منقول ا
قول الاشباہ لایحلف المنکر فی احدی وثلثین مسئلۃ بینا ہا فی الشرح یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لی جائے منکر سے اکتیس۳۱ مسئلوں میں ہم نے
اُن کو شرح میں بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق میں قال الشیخ شرف الدین حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرح
المال ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء التسعۃ والخانیۃ انہ لایستحلف فی احدی وثلثین فصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق
علیہ فذکر سردا اختصار التسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے جس کا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف
نے اپنی شرح میں جس پر اشباہ میں حوالہ کیا ہے یوں کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزوں میں اور خانیہ
میں ہے کہ منکر سے قسم نہیں لی جاتی اکتیس صورت میں بعضے اُن میں مختلف فیہ ہیں اور بعضے متفق علیہ ہیں پھر اُس نے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے
نو چیزوں[۵] کو ذکر کیا م اشیاء تسعہ میں تنویر وغیرہ میں یوں ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہیں اُس نکاح میں جس کا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اُس رجعت میں جس

[۵] مترجم اول نے التسعۃ کو مفعول علیحدہ سمجھا حالانکہ وہ بیان ہے احدی وثلثین کا تو اصل میں مجرور ہے اور عبارت یوں ہے فی التسعۃ وفی تزویج البنت الخ یعنی ۳۱ جگہوں میں
سے نو جگہوں مذکور فی الکنز تحلیف نہیں اور تزویج بنت میں نہیں الخ اور اسی لیے طحطاوی نے کہا کہ فی تزویج البنت عطف ہے التسعۃ پر حالانکہ مترجم کے ترجمہ کے موافق عطف نہیں

مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اس ایلا میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جس کا دعویٰ لونڈی کرتی ہے اور رقیت
اور نسب اور ولا میں اس طرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعویٰ کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حد اور لعان میں حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ میں
فتویٰ ہے عدم تحلیف پر سوائے حدود کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما تستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ
ہو یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لی جائے گی صغیرہ میں م قولہ فی تزویج البنت عطف تسعہ پر وفی تزویج المولی لامتہ خلافا لہما اور مولیٰ کے نکاح کر
دینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لایحلف اور دائن کے دعویٰ میں وصیت کرنے کا پھر مدعی علیہ نے اس پر انکار کیا تو قسم
نہ لی جاوے گی گو ائن نے یہ دعویٰ کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو ادا کرنے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو
اُس پر قسم نہیں وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعویٰ میں وصی پر م یہاں وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں اصل وصیت کا انکار
ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعویٰ کرنے میں دونوں صورتوں میں وصی کے مانند ہے م اس میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعی
علیہ فلانے کام کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی کے دعویٰ کا منکر ہے کما مر فی المسئلتین المذکورتین فیما اذا
کان فی ید رجل شئی فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکرالآخر لایحلفہ اور اس صورت میں جب کہ ایک مرد کے ہاتھ میں ایک چیز ہے سو اس کا دو شخصوں
نے دعویٰ کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنے کا مدعی علیہ سے دعویٰ کرتا ہے سو اس نے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو دوسرا شخص
اس سے قسم نہ لے گا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للآخر اور اسی طرح اگر مدعی علیہ نے دونوں کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کے واسطے اس
اُس سے قسم لی گئی سو اُس نے قسم نہ کھائی اور اُس پر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید
فاقر لاحدہما لایحلف للآخر اور نیز اس صورت میں جب کہ دو شخصوں نے دعویٰ کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اُس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے
قسم نہ لی جاوے گی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اس صورت میں جب کہ دو شخصوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو
رہن کیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ کیا ہے سو اُس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جاوے گی او حلف لاحدہما فنکل لایحلف
للآخر دعوی رہن مع القبض میں ایک مدعی کے واسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن و
التسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لایحلف للمشتری اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے خرید کا دعویٰ کیا
سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کے واسطے قسم نہ لی جائے گی ولو ادعی احدہما الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا انکرہ لایحلف لمدعیہ و
یقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اگر اجارہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ
کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی اور اس کے مدعی سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص
ہونے کا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کے واسطے اُس وقت کہا جائے گا جب کہ اُس نے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء
اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف ونشر غیر مرتب کیا ہے وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ والقبض والآخر الشراء واقر لاحدہما
لایحلف اور اس صورت میں جب کہ ایک مدعی نے کسی چیز کا صدقہ اور قبض کرنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اُسی چیز کے خرید کا دعویٰ کیا سو مدعی علیہ نے ایک دعویٰ کا
خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی کل منہما الاجارۃ فاقر لاحدہما اور اس صورت میں جب کہ دو شخصوں میں سے
ہر ایک نے اجارہ کا دعویٰ کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی اولکل لایحلف بخلاف لو ادعی کل منہما علی
ذی الید الغصب فاقر لاحدہما او یحلف لاحدہما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منہما الایداع فاقر بہ لاحدہما یحلف للثانی وکذا الاعارۃ ویحلف ما لہ علیک کذا۔

قیمۃ وہی کذا وکذا یا اجارہ کے دعویٰ میں ایک مدعی کے واسطے قسم طلب ہوئی اور اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کے واسطے قسم طلب نہ ہوگی بخلاف اس کے دوسری صورت ہے کہ اگر ایک نے قابض پر غصب کا دعویٰ کیا سو اُس نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کے واسطے اُس سے قسم طلب ہوئی سو اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لی جائے گی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعویٰ کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے اُس سے قسم لی جائے گی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یوں لی جائے کہ مدعی کی تجھ پر فلانی چیز نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے م قیمت کی قسم اس واسطے لی جائے گی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اُس میں فوت کیا لہٰذا اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح کی قسم غصب میں تو ظاہر ہے نہ ودیعت اور استعارہ میں ہاں مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی در حکم غاصب ہو جاتے ہیں

وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لم یحلف وکیلہ اور اس صورت میں جب کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ موکل بیع کے عیب سے راضی ہو گیا ہے اور وکیل اُس کا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیوں کر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیلہ فی النکاح اور اس صورت میں جب کہ مدعی علیہ انکار کرے کہ میں نے مدعی کو نکاح میں وکیل نہیں کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور بہ لا یمین علی واحد منہما اور اس صورت میں جب کہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام میں مختلف ہوں یعنی صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہیں میں نے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہیں م یہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ درصورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہیں اور دوسری صورت یہ کہ مستصنع پر قسم نہیں وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعہ فی کذا فانکر لا یحلف اور اسی طرح اگر صانع نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ اُس نے اس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی م باب السلم کے آخر میں معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل میں متفق علیہ ہوں تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اُس کو لے اور چاہے نہ لے تو درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولیٰ اُس کو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیۃ والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینہ وبالخصومۃ فانکر لا یستحلف المدیون علی قولہ خلافا لہما ہکذا ذکر بعضہم وقال الحلوانی یستحلف فی قولہم جمیعا انتہی اکتیسواں مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعویٰ کیا ایک شخص نے کہ میں وکیل ہوں شخص غائب کا اُس کا دین لینے اور خصومت کے واسطے سو مدیون نے اس کا انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسی طرح ذکر کیا ہے بعضے فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول میں مدیون سے قسم لی جائیگی انتہی کلام الخانیۃ وبہ علم ان ما فی الخلاصۃ تساہل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمہ اذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث اور خانیہ کے اکتیس مسائل سے معلوم ہو گیا کہ جو خلاصہ میں ہے سو تساہل اور قصور ہے اس واسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع میں اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اُس کو لازم ہو جائے جب اُس کا انکار کرے تو اُس سے قسم لی جائے گی مگر مسائل ثلثہ میں باوجود انکار کے قسم نہیں م قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتوں کو مستثنیٰ کیا باوجود کثرت مسائل مذکورہ کے اب آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منہا الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یردہ بالعیب واراد البائع ان یحلفہ باللہ ما یعلم ان الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمہ ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز میں عیب پایا سو ارادہ کیا کہ اس کو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کا موکل عیب سے راضی ہو گیا ہے تو اس سے قسم نہ لی جائے گی پھر اگر وکیل رضائے موکل کا اقرار کرے تو اُس کو بیع لازم ہو جائے اور پھیر دینے کا حق باطل ہو م یہ بعینہ خانیہ کا ۲۹ مسئلہ ہے الثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاہ لا یحلف وان اقر لزمہ (۲) مسئلہ اگر مدعی امر کرنے والے پر دعویٰ کرے مامور کی رضامندی کا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر اقرار کرے تو اُس پر لازم ہو جائے م ضمیر رضاہ کی مامور کی طرف راجع ہے چنانچہ اس کے موافق ترجمہ ہو چکا اور احتمال ہے کہ آمر کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعویٰ کرے اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ لو ادعی الآمر رضاہ یعنی اگر آمر رضائے مامور کا دعویٰ کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہو گیا غرض اُس کی یہ کہ

الوکیل لقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل برأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی
مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ
۳ قبض دین کی وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اُس کو دین چھوڑ دیا اور اس نے وکیل سے قسم طلب کی تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر وکیل اقرار کرے
ابراء دین کا تو اُس کو اقرار لازم ہوا انتہی مافی الخلاصۃ م اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضائے اقرار یعنی ترک مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں
کہ اُس کے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار
العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور اکتیس[۳۱] مسائل سابقہ پر میں نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم نہ لی جائے
گی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اُس کو لازم ہوچنانچہ مذکور ہوچکا خیار العیب میں م صورت اس کی یہ ہے کہ جب مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام فرش
پر پیشاب کردیتا ہے اور بائع اس کا منکر ہے تو اُس پر قسم نہ آوے گی والشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقر بہ ضمن ما تلف بہا درشاہد جب کہ رجوع عن الشہادۃ
کا انکار کرے تو قسم نہ لی جائے گی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اُس کی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق اذا انکرہا لا یستحلف للقطع ولو اقر بہا قطع
وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی اور چور جب چوری کا
انکار کرے تو قطع ید کے واسطے درصورت نکول اُس سے قسم نہ لی جائے گی یعنی لزوم مال کے واسطے البتہ قسم لی جائے گی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کرے گا
تو ہاتھ قطع کیا جائے گا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لی جاتی باپ سے صغیر کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنی درصورت
دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں جب کہ اُن پر عقد کا دعوی ہو تو اب اُن سے قسم لی جائے گی انتہی کلام البحر م یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر
یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اُس سے قسم لی جائے گی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصائر کے مصنف نے
کہ میں کہتا ہوں اور میں نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئاً واراد استحلافہ فقال المدعی علیہ ابنی الصغیر فلا
یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدقہ المدعی کان کما قال وان کذبہ
ضمن الوالد قیمۃ الارض وتوخذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وہذا بمنزلۃ لو اقر لغائب لم یظہر جحودہ ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک ہنا قلت وعلی الاول
رجوع ہذہ الی قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ وفیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا
ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لی جائے گی اور فتاوی فضلی میں ہے کہ اُس پر قسم ہے سب کے
قول میں پھر جب اُس سے قسم طلب ہوئی سو اس نے قسم نہ کھائی اور جس کا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائے گی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا
اگر بعد بالغ ہونے کے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا اور اگر اس نے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضمان دے گا
مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لے کر صغیر کو دی جائے گی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اُس کے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اُس شخص غائب کے واسطے اقرار کیا جس کی تصدیق اور
تکذیب ظاہر نہیں تو مدعی علیہ سے قسم ساقط نہ ہوگی تو اسی طرح یہاں اقرار صغیر میں بھی ساقط نہ ہوگی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی درصورت
عدم یمین رجوع اس مسئلہ کا مصنف بحر الرائق کے اس قول کی طرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں اس واسطے کہ جب باپ نے صغیر کے واسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا
کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اس میں تامل ہے م طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اُس صورت میں ہے جب متحقق ہوجائے کہ وہ صغیر
ہی کا مال ہے اور یہاں صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیۃ لو اشتری
دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولابنتہ فلا یمین علی
المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک ۲ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا اقرار کیا کہ گھر اسکے

صغیر بیٹے کا ہے یا صغیرہ بیٹی کا ہے ۱۱ اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خریدی پر تو مشتری پر قسم نہیں اسواسطے کہ اس کو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کے واسطے اقرار کرنا بعد اس کے ۱۲ غیر ولد سے بائع مراد ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہو اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جائے اور صغیر کی ملک سے نکل جائے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جاریة او ثوب ادعاہ رجلان فتقدما الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفه فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جهته لم یکن لان یحلفه وان ادعی علیه الغصب فله تحلیفه لانه لو اقر بالغصب یجب علیه الضمان کذا فی النوازل ۳۔ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہے جس کا دو مردوں نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لے گئے سو اُس نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اُس کی قسم لینے کا ارادہ کیا اگر اُس نے ملک مرسل یا اُس کی خرید کرنے کا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اُس کو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اُس پر غصب کا دعوی کیا تو اُس کو قسم لینا جائز ہے اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کرے گا تو اُس پر ضمان واجب ہو گا کذا فی النوازل ۱۲ اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کرے گا تو اُس پر ضمان واجب نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ چیز اُس کے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اس کا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایة الامر یہ ہے کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لے گا اگر قیمت دینا ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اس میں بیان نہ ہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے ملک ہو اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولھویں مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید اس میں زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنه الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذهب ۴۔ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کے واسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اس واسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعی السارق انه استهلک المسروق ورب المسروق انه قائم عنده فالقول للسارق لا یمین علیه ۵۔ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم نہیں ۱۲ یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلک المسروق بعد ما قطعت یدہ هل یضمن قال لا ویستوی حکمه فیما استهلک قبل القطع وبعد القطع قیل له فان قال السارق قد هلک وقال صاحب المال لم یستهلک وهو عندک قائم هل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیه فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جس نے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اُس پر ضمان لازم آوے گا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکساں ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اُن سے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اس کو مستہلک نہیں وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لی جائے گی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ۱۲ طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسة اذا وهب الرجل شیئا واراد الرجوع فادعی الموهوب له هلاک الموهوب فالقول قوله ولا یمین علیه کما فی الخانیة وغیرها ۶۔ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہو گا اور اُس پر قسم نہیں کما فی الخانیة وغیرها السابعة ادعی علیه انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۷۔ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے سو اُس نے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی ۱۲ یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی علیه انک وکیل فلان فانکر انه وکیل فلان لا یحلف وتمامه فی البزازیة ۸۔ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اُس نے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں ۱۲ یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم تشترط فالقول له بلا یمین ۹۔ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اس واسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شیئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول له بلا یمین ۱۰۔ غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھ کو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا میں ماذون

نی التجارۃ ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیۃ عشرۃ اذا اشتری عبدٌ من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول لہ بلا یمین ۱۱۔ جب کہ
ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خریدی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونوں ماذون فی التجارۃ ہیں تو قول معتبر اس کا ہے
جو مدعی ہے اذن کا بلا یمین اس واسطے کہ صدور بیع قرینہ ہے اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برئت منہ فالقول قولہ بلا
یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شئی یدعی علیہ ۱۲۔ قاضی نے یتیم کا مال بیچا سو مشتری نے قاضی
کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھ کو اس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسی طرح اگر ایک مرد نے اجارہ زمین یتیم کا
دعوی کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اس نے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لی جائے گی اس واسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہے ہر
چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف الاب والزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس
من القاضی تحلیفہ من العلم بذلک عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا
یحلف الوکیل کذلک ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳۔ اگر زوجہ کے باپ نے اس کے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اس کو جائز ہے اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور
اور اگر باپ اور زوج نے اس کی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہ ہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اس کی
عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اس سے قسم لی جائے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اس سے قسم نہ لی جائے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی
کرے کہ صاحب دین نے اس کو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اس کا منکر ہو تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اسی طرح یہاں بھی قسم نہ لی جائے گی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ
عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا
الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴۔ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنی اس عیب کے پھیر دینے کا ارادہ
کیا سو بائع نے کہا کہ اس کا زوج میرا غلام ہے سو اس نے اس کو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی
تحریر اس کتاب کے خواص میں سے ہے اسی طرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت فی حاشیتہا للشیخ صالح زاد سبعۃ آخر فنقول شارح
کہتا ہے میں کہتا ہوں اور شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کیے ہیں سو ہم اُن کو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ لو طعن المدعی علیہ فی الشاہد وقال ہو ادعی
ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵۔ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اس نے اس گھر کا اپنی ذات کے واسطے دعوی
کیا تھا قبل اس شہادت کے سو شاہد نے اس کا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ
اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی
۱۶۔ جب ترکہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرض خواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کے واسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن
اس سے قسم نہ لی جائے گی اس واسطے کہ اس وقت میں اگر اس کے دین کا اقرار کرے گا تو مقبول نہ ہوگا تو اس سے قسم بھی نہ لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی
السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی
۱۷۔ ایک مرد کے دوسرے مرد پر ہزار درہم ہیں سو اس نے ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اس سے اللہ کی قسم لی جائے گی کہ میں نے اقرار نہیں کیا
دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لی جائے گی اور صفار نے کہا کہ نہیں اور اس سے تو نفس حق پر یعنی ہزار درم ہونے پر قسم لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی والثامنۃ عشرۃ
دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض
مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوئے سو جس نے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تھا اور دینے

والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کے واسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لی جائے گی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب[1] مال کا ہے اس واسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی م دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اس پر ضمان لازم نہ آوے اس واسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت کے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہ ہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعة عشرة رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک وارثا غیری وله علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال الابن استحلفه مایعلم انی ابنه وانه مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفه علے مایدعی لابیه من المال وقیل یستحلف علی العلم الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انه یحلف ولوالجیة ۱۹۔ ایک مرد لے آیا ایک مرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ فلاں ابن فلاں مرگیا اور اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اُس میت کا اُس مرد پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اُس کے دعوی کا انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجیے اس کی کہ وہ نہیں جانتا کہ میں اُس کا بیٹا ہوں اور وہ شخص نہیں مرگیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اس کی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُس سے قسم لی جائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابویوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لی جائے کذا فی الولوالجیة طحطاوی نے کہا تخصیص ابویوسف کی اُس کی مفید ہے کہ محمد اُن کے ساتھ نہیں اور حالانکہ پہلی عبارت اُس کے مخالف ہے یعنی وہاں حلف لینا صاحبین کی طرف منسوب ہے انتہی م اکثر نسخ میں الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو تخالف عبارتین باقی نہ رہے ابویوسف اور محمد دونوں کا قول ٹھہر جائے واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعی علیہ الف درہم فقال المدعی علیہ للقاضی انه قد کان ادعی علی ہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم خرج من دعواہ ذلک فابرأنی عن ہذہ الدعوی فحلفه انه لم یبرأنی منها فان حلف حلفت ماله شیئ اختلفت فیه والصحیح یستحلف علی دعواہ ولوالجیة اور ازانجملہ ۲۰۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھ پر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اُس نے مجھ کو بری الذمہ کر دیا تھا اس دعوی سے سوائے قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اُس نے مجھ کو اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائے کہ میں یہ قسم کھاؤں گا کہ اُس کا مجھ پر کچھ نہیں اس میں روایت مختلف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کے دعوی پر قسم لی جائے گی کذا فی الولوالجیة م یعنی مدعی سے قسم لی جائے گی مدعا علیہ کے دعوی برأت پر اس طرح پر میں نے اُس کو لینے اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھ کو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ان رجلا ادعی علی رجل انه خرق ثوبه واحضر الثوب معه للقاضی واراد استحلافه علی السبب لا یحلف علی السبب اور ازانجملہ ۲۱۔ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اُس نے اُس کا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اُس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی سبب پر یعنی مدعا علیہ سے یوں قسم نہ لی جاوے گی کہ واللہ میں نے اُس کو نہیں پھاڑا اس واسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے حکم سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اُس نے اُس کو اپنی ملک کی حالت میں پھاڑا پھر اس کو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب میں حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لی جائے گی فائدہ قلت وبہذہ مع قبلها صارت اثنین وخمسین مسئلة فلیحفظ فائدہ میں کہتا ہوں اور یہ زوائد مسائل سابقہ کے ساتھ مل کر باون[52] مسئلے ہوئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حلبی نے کہا باون[52] نہیں بلکہ اٹھاون[58] ہوئے ۳۱ خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۶۔ اور تنویر البصائر کے ۱۴۔ اور زواہر الجواہر کے ۷۔ وقد افاد الامام الحلوانی ان الجهالة کما تمنع قبول البینة تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتهم القاضی وصی الیتیم او قیم الوقف ولا یدعی شیئا معلوما فانه یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جب کہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ قف

[1] صاحب مال سے غرض مدعا علیہ ہے جس کو دافع نے مال دیا تھا تو اگر رب المال کی جگہ المدفوع له ہوتا تو واضح تر ہوتا ۱۲

متولی کو اور کسی چیز معین کا دعویٰ نہ کرے تو اُس سے قسم لی جائے گی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم **قول الاشباہ** القاضی اذا قضیٰ فی مجتہد
فیہ نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای فینتقض فیہا حکم الحاکم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اس امر میں جس میں اجتہاد مجتہدین مختلف ہے
تو اس کا حکم جاری ہو جائے گا مگر چند مسائل میں الی آخر یعنی چند مسائل مستثنیٰ ہیں حاکم کا حکم توڑا جائے گا نافذ نہ ہوگا م اور حموی نے کہا کہ قاضی
سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کرے گا تو اُس کا
حکم نافذ نہ ہوگا انتہی یعنی مثلاً اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کرے گا تو اُس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور فتاویٰ کازرونی میں شیخ
سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اس مسئلہ میں مرجح نہیں تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا توڑا
جائے گا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنیٰ کو بسبب کثرت کے نقل نہ کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد اپنے
خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب
و سنت کے معتبر نہ ہوگا علاوہ اس کے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبداللہ فی حاشیتہ
علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التقیید علی الاشباہ والنظائر وقد ظفرت بمسائل آخر فزدتہا تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول مالم یختلف فیہ
مشائخنا والثانی ما اختلفوا فیہ والثالث مالا نص فیہ عن الامام واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبداللہ نے
اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جس کا نام زواہر الجواہر فی التقیید علی الاشباہ والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اور پائے ہیں سو میں نے اُن کو بڑھایا ہے
تاکہ فائدہ پورا ہو جائے اور اُن کو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جس میں ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں وہ
مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جس میں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اُس میں مختلف ہیں اور اُن کی تصانیف اُس میں متعارض
ہیں فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضہا المشتری واستحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلہا فی المواضع والخطۃ والاذرع والبناء کقول
عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطلہ والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب
ایک شخص نے گھر بیچا اور اُس پر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اُس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اُس کا پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی
نے بائع پر مشتری کے واسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اُس کے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ عثمان بستی کا یہ
مذہب ہے پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اس کو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کر دے مگر یہ کہ مشتری نے اُس میں عمارت بنائی ہو
یا درخت لگایا ہو تو اُس کی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہ حاکم قضی ببطلان شفعۃ الشریک ثم رفع لقاض آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور از اں
جملہ یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اُس کو باطل کر دے کیوں کہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنہ
المحدود فی قذف اذا قضی لشیئ بعد ثبوتہ ثم رفع الحکم لقاض لایراہ ابطلہ اور از اں جملہ یہ کہ جس پر قذف کی حد پڑی جب کہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اس کے ثابت
ہونے کے . . . . . . گواہی سے پھر اس کا مرافعہ ہو اس قاضی کے پاس جس کا یہ مذہب نہیں ہے تو اُس کو باطل کر دے م طحطاوی نے کہا اور ایک
نسخہ میں بعد تو بتہ ہے بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے کے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنہ لو حکم اعمیٰ ثم رفع لقاض لم یرہ ینقضہ[1] لانہ لیس
من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور از اں جملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے پھر اس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اُس کو جائز نہیں جانتا تو اُس کو باطل
کر دے اس واسطے کہ اندھا اور اسی طرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے م یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے

[1] ایک نسخہ میں ینقضہ کے بعد یہ جملہ ہے الشفعۃ للشریک یعنی اس حکم کو توڑ کر شریک کے لیے شفعہ ثابت کرے ۱۲۔

ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون وکذا ما اداہ النائم فی نومہ اور ازاں جملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی سے حکم کرے پھر اُس کا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اُس کو باطل کر دے اس واسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسی طرح وہ مسئلہ ہے جب کہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اس پر کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے ھم اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالیٰ واستشھدوا شھیدین من رجالکم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں بولتے ومنہ الحکم بشہادۃ النساء وحدھن فی شجاج الحمام ورفع لآخر لا یمضیہ اور ازاں جملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر کے زخموں میں حمام کے اندر اور اس کا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اُس کو نہ جاری رکھے بلکہ باطل کر دے اس واسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے

ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لاینفذ اور ازاں جملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اس کے دین میں نافذ نہ ہوگا ومنہ القضاء بخط شہود اموات لاینفذ اور ازاں جملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھ کر نافذ نہیں ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اور ازاں جملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے اُدھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اس واسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنہ القضاء بشہادۃ اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لایراہ نقضہ اور ازاں جملہ حکم کرنا کفار ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اس قاضی کے پاس جس کا یہ مذہب نہیں تو اُس کو باطل کر دے ومنہ اذا قضی بشئ فرفع لآخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اور ازاں جملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اُس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اُس کو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائے گا اس واسطے کہ صدور نقض میں اصل یہ ہے کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدا وامۃ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بہ بیّنۃ بانہ کان موجودا عندہ فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اور ازاں جملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور اُس پر مدت گذر گئی پھر اُس میں وہ عیب ظاہر ہوا جس کا بائع اقرار نہیں کرتا اس پر گواہ بھی قائم نہیں کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُس کو بائع پر رد کیا پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اس کو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر یبطل حکم الاول لمخالفتہ نص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیۃ اور ازاں جملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُس کے زوج نے صحبت نہیں کی اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اُس کا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کر دے اس واسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمہاری ربیبہ جو تمہاری گودوں میں ہیں تمہاری اُن عورتوں سے جن سے تم نے صحبت کی سو اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی قولین ثم اخذ الناس باحد قولیہم وترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروکۃ لم ینقض عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنی جس میں امام اور صاحبین مختلف ہیں یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے اُن کے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُس کو نہ توڑے بخلاف ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأۃ وحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لایحل لہ المقام معہا لان القضاء لایحل ولایحرم خلافا لابی حنیفۃ اور ازاں جملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی جامع الفصولین اور قاضی نے بقائے نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اس کے مخالف اعتقاد رکھتا ہے تو حاکم ثانی اُس کو باطل نہ کرے پھر اگر زوج جاہل ہے تو وہ کشائش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُس کو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اُس کو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اس واسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو

حلال نہیں کر دیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُن کے نزدیک بقار نکاح کا حکم لازم البطلان ہے کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی الملتقی
فی رجل وطی ام امرأتہ فقضی ان ذلک لایحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما ذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام لمخالفتہ لنص ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم
اور حاکم نے اُس مرد کے حق میں ذکر کیا جس نے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اُس کی منکوحہ کو حرام نہیں کر دیتی پھر مرافعہ دوسرے
قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کر دے زوجین میں اور حاکم نے اُس کو مطلقاً ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہرا یہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام
کا قول ہے بسبب اُس کے مخالف ہونے کے اس نص قرآنی کے کہ نکاح کرو جو تمہارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد
ہے یعنی اس عورت سے قربت نہ کرو جس سے تمہارے باپوں نے قربت کی م نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اس مسئلہ کی دلیل ہے جس کو
جامع الفصولین میں اس طرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم بیٹے کے واسطے کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا کہ اُس کی حرمت کتاب اللہ
میں منصوص ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ عند الامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس
مجتہد فیہ اور ازاں جملہ جب کہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو
وہ اُس کو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُس کو باطل کر دے اس واسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہیں م جامع الفصولین میں ہے کہ
قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علماء کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علماء کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہ ہو تو اُس کے نفاذ حکم میں ہمارے علماء
سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اُس نے غیر کے مذہب پر بھول کر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر
عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہیں بموجب اُس کے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور
بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا حبس لایکون حبسہ حجرا علیہ وقال القاسم بن معن حجر، فلو حکم بہ ثم
رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور ازاں جملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُس کا حبس مانع اُس کے تصرفات کا نہیں اور قاسم
بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اُس کے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اُس کو باطل کر دے اور
صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہ ہوگا یعنی باتفاق ومن القسم
الثالث اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم تری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لا لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب
حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات میں پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جس کا مذہب اُس کے خلاف ہے تو اس حکم کو باطل
کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل نہ کرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے
جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بعضے عدم جواز پر م موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ قسم ثالث
وہ ہے جس میں امام سے روایت نہ ہو حالانکہ اس میں امام سے روایت موجود ہے مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھیئے ومنہ اذا قضی القاضی بشہادۃ الاب
لابنہ او لجدہ ثم رفع لآخر لایراہ امضاہ عند الثانی وینقضہ عند محمد اور ازاں جملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اُس کے بیٹے یا دادا کے واسطے حکم کرے پھر
دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جس کا مذہب اس کے مخالف ہے تو ابو یوسف کے نزدیک اُس کو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اُس کو باطل کرے ومنہ اذا تزوج
الثانی بابنتہ من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لایراہ ابطلہ لانہ مما یستشنعہ الناس ذکرہ فی شرح الطحطاوی اور ازاں جملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا
کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اس کے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اس حاکم کے پاس جس کا مذہب اس کے مخالف ہے تو اس کو باطل کر دے اس واسطے

کہ اس کو لوگ معیوب جانتے ہیں ہم لوگوں سے اہل فضل مراد ہیں اور مناسب یہ تھا کہ اس میں خلاف کو مذکور کرتا اس واسطے کہ قسم ثالث سے ہے ومنہ رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ المعتق ثم رفع لحاکم اٰخر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وہو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا یلزم مولی الموالاۃ لانہ مستحق بالعقد وہو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ہذہ المقام فانہ من جواہر ہذہ الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور ازاں جملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں پھر قاضی نے اس کی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کر دے اور اس کا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرا دے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے بدلیل اس حدیث صحیح کے میراث اسی شخص کے واسطے ہے جس نے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کے واسطے میراث نہیں اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہیں آتا اس واسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عقد مذکور دونوں میں قائم ہے تو دونوں میراث پانے میں برابر ہوئے جیسے زوجیت زوجین میں برابر قائم ہے یعنی مطلق ارث میں نہ مقدار سہم میں سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات میں سے ہے اور اللہ تعالی دانا تر ہے ٹھیک بات کا اور اسی کی طرف مرجع اور مآب ہے ہم مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپس میں عقد محبت منعقد کریں تو اگر کوئی اُن کا وارث نہ ہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اس میں آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اس کا وارث نہیں ہوتا۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام میں جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو دُر المختار تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جن کا مذہب تمام ہندوستان میں رائج ہے جس کا ترجمہ بزبان اردو مولوی خُرّم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے احوال کے ساتھ کیا اور جس کا تکملہ بعد انتقال مولوی صاحب مرحوم افضل العلماء جناب مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی نے فرمایا بار سوم مطبع نامی منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی۔ ای واقع لکھنؤ میں بماہ مئی ۱۸۹۳ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۰ ہجری بہزاران حسن و خوبی طبع ہو کر نفع بخش کافۂ مسلمین ہوئی۔

تمت بالخیر

یکم مارچ ۱۹۷۷ء